بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصۃ تفسیر القرآن

جلد ۲

اللہ تعالیٰ کی بندگی

استاذ التفسیر مفتی حمید الرحمن عباسی مدظلہ

مکتبہ قاسم العلوم

[illegible] لاہور

مکتبۃ الحسن

33 - حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ

DATA ENTERED

اللہ تعالیٰ کی بندگی

اور

اِصلاحِ مُعاشرہ کا پہلا شُعبہ نماز

خُلاصہ تفسیر القُرآن جلد ثانی

تالیف

استاذِ تفسیر مولانا حمید الرحمٰن عباسی

انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب ——— اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اصلاح معاشرہ کا پہلا شعبہ نماز

اشاعت ——— دوم

مولف ——— استاد تفسیر حمید الرحمٰن عباسی

تعداد ———

طباعت ——— کارواں پریس دربار مارکیٹ لاہور

قیمت ———

29776

۹۲۱۰۵

جلد ۲

مکتبۃ الحسن

پبلشرز، بک سیلرز

33 - حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور

042-7241355,042-7018002,0300-4339699

فہرست مضامین

۱۔ ضرورتِ عبادت ۱۷
۲۔ امم سابقہ پر بھی نماز فرض تھی ۱۸
۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں نماز فرض تھی ۲۱
۴۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شریعت میں نماز فرض تھی ۲۴
۵۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی شریعت میں نماز فرض تھی ۲۶
۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں نماز کا حکم تھا ۲۸
۷۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی شریعت میں نماز کا حکم تھا ۳۵
۸۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں نماز فرض تھی ۳۷
۹۔ جناب رسولؐ اور آپؐ کی امت پر نماز تہجد پہلے فرض تھی اور بعد میں فرضیت منسوخ کرکے نفلی درجہ رکھا گیا ہے۔ ۳۸
۱۰۔ نماز تہجد کی رکعات اور اس میں تلاوت ۶۰
۱۱۔ نبی ﷺ جب نماز تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو مندرجہ ذیل دعائیں پڑھتے تھے۔ ۶۵
۱۲۔ نماز تہجد کی ترغیب اور فضیلت ۷۰
۱۳۔ نیک اعمال میں اعتدال اختیار کرنا چاہیے۔ ۸۰
۱۴۔ تعداد رکعات نماز وتر ۸۳
۱۵۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز پنجگانہ ادا کرنے کا حکم تھا ۹۸
۱۶۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو حکم تھا کہ وہ اپنی اہل کو بھی نماز کا پابند بنائیں ۱۰۴
۱۷۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا عملی نمونہ ۱۰۵
۱۸۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کو مستقل طور پر نماز کا خطاب فرمایا ۱۰۷
۱۹۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ اپنی امت کو بھی نماز

کی تعلیم دیں ۱۰۸
۲۰۔ نبی ﷺ کی امت پر پانچ نمازیں فرض ہیں ۱۱۱
۲۱۔ شرائط نماز اور شرط اول وضو کرنے کا طریقہ ۱۱۴
۲۲۔ ابتداء وضو میں بسم اللہ پڑھنے سے سارے گناہ معاف ہوتے ہیں ۱۱۷
۲۳۔ وضو سے پہلے مسواک کرنا چاہیے ۱۱۹
۲۴۔ طریقہ وضو کا تفصیلی بیان ۱۲۲
۲۵۔ بوقت اختتام وضو کلمہ شہادت بھی پڑھنا چاہیے ۱۲۸
۲۶۔ بے وضو آدمی کی نماز نہیں قبول ہوتی اور بے وضو بنانے والی چیزیں ۱۲۹
۲۷۔ فضائل وضو ۱۳۳
۲۸۔ نیا وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کرنا جائز ہے ۱۳۶
۲۹۔ جنبی پر غسل فرض ہے اور جنبی بنانے والی چیزیں ۱۴۲
۳۰۔ مردوں کے غسل جنابت کا طریقہ ۱۴۵
۳۱۔ عورتوں کے غسل جنابت کا طریقہ ۱۵۳
۳۲۔ غسل پوشیدہ اور باپردہ ہونا چاہیے ۱۵۵
۳۳۔ جنبی کے ساتھ کلام کرنے یا مصافحہ وغیرہ کرنے سے آدمی ناپاک نہیں ہوتا ۱۵۶
۳۴۔ غسل جنابت فوراً واجب نہیں ہے ۱۵۸
۳۵۔ جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے داخلہ مسجد اور تلاوت قرآن جائز نہیں ۱۶۰
۳۶۔ بے وضو سلام کا جواب۔ تلاوت قرآن اور ذکر پسندیدہ نہیں ۱۶۳
۳۷۔ غسل مسنون کا بیان ۱۶۶
۳۸۔ مستحاضہ ایام ماہواری نکال کر ہر نماز کے لئے وضو کرے ۱۶۹

۳۹۔ مستحاضہ کو اگر خون زیادہ آتا ہو تو لنگوٹ باندھے ۱۷۱
۴۰۔ پاک پانی کا بیان ۱۷۴
۴۱۔ ٹھہرے ہوئے تھوڑے پانی میں پیشاب' پاخانہ یا کوئی ناپاک چیز گرنے سے وہ ناپاک ہو جاتا ہے ۱۷۵
۴۲۔ سمندری پانی پاک ہے اور اس سے وضو' غسل کرنا جائز ہے ۱۷۸
۴۳۔ بلی کا جھوٹا مکروہ ہے اور کتے کا پلید ہے ۱۸۰
۴۴۔ بڑے تالابوں کا پانی پاک ہے اگرچہ ان سے درندے پئیں ۱۸۳
۴۵۔ تیمم کا بیان ۱۸۷
۴۶۔ طریقہ تیمم کا تفصیل کا بیان
۴۷۔ نماز کے لئے دوسری شرط کپڑوں کا پاک ہونا اور حیض سے پاک کرنے کا طریقہ ۱۹۲
۴۸۔ کپڑوں کو منی سے پاک کرنے کا طریقہ ۱۹۴
۴۹۔ بچے کے پیشاب سے کپڑا پاک کرنے کا طریقہ ۱۹۶
۵۰۔ حلال جانوروں کا پیشاب نجاست مخففہ ہے
۵۱۔ حلال جانوروں کا گوبر ناپاک ہے ۲۰۳
۵۲۔ مردار جانور کا چمڑا خشک ہونے کے بعد پاک ہوجاتا ہے ۲۰۵
۵۳۔ ناپاک برتنوں کو پاک کرنے کا طریقہ ۲۰۸
۵۴۔ نماز کے لئے تیسری شرط جگہ پاک ہونا ۲۱۰
۵۵۔ درندوں کے چمڑوں کا عام استعمال اور ان پر نماز پڑھنا منع ہے ۲۱۳
۵۶۔ نماز کی چوتھی شرط ستر پوشی کرنا ۲۱۵
۵۷۔ مرد بقدر کفایت لباس میں نماز پڑھ سکتا ہے ۲۱۷
۵۸۔ متکبرانہ لباس میں نماز پسندیدہ نہیں ہے ۲۲۴

۵۹۔ نماز کی پانچویں شرط قبلہ رخ ہونا ۲۲۶
۶۰۔ نماز میں خاص بیت اللہ کا استقبال ضروری نہیں۔ ۲۳۳
۶۱۔ نماز کی چھٹی شرط نیت کرنا ۲۶۱
۶۲۔ نماز کی ساتویں شرط وقت پر نماز پڑھنا ۲۷۷
۶۳۔ نماز اول وقت میں پڑھنا بہتر ہے ۲۸۵
۶۴۔ گرمی میں نماز ظہر ٹھنڈی کرکے پڑھنا چاہیے ۲۹۵
۶۵۔ نماز عصر کو سورج کی زردی تک مؤخر کرنا مکروہ ہے ۲۹۷
۶۶۔ نماز فجر پڑھتے وقت، سورج نکل آئے یا نماز پڑھتے وقت ڈوب جائے تو اسے نماز پوری کرلینا چاہیے ۲۹۸
۶۷۔ نماز عصر فوت ہونے کا نقصان ۲۹۹
۶۸۔ نماز مغرب کو کچھ ستاروں کے ظہور کے وقت پڑھ سکتا ہے ۳۰۱
۶۹۔ نماز عشا رات کے تیسرے حصہ تک مؤخر کرسکتا ہے ۳۰۲
۷۰۔ نماز فجر روشنی میں پڑھنے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے ۳۰۸
۷۱۔ سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنا منع ہے ۳۱۱
۷۲۔ نماز فجر اور عصر کے بعد اور کوئی نماز نہیں ہے ۳۱۳
۷۳۔ نماز کا فرض اول تکبیر تحریمہ ہے ۳۱۸
۷۴۔ رکعات فرض دو، تین اور چار ہیں ۳۲۰
۷۵۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھ کندھوں تک اور کانوں تک اٹھانا بھی جائز ہے ۳۲۶
۷۶۔ نماز کا دوسرا فرض قیام ہے ۳۲۹
۷۷۔ حالت مرض میں قیام فرض نہیں ہے ۳۳۱
۷۸۔ نوافل میں بھی قیام فرض نہیں ہے ۳۳۲

۷۹۔ قیام میں داہنے ہاتھ سے بایاں پکڑنا ہے اور ناف کے نیچے باندھنا ہے ۲۲۶
۸۰۔ نماز کا چوتھا فرض رکوع اور پانچواں سجدہ کرنا ہے ۲۴۱
۸۱۔ نماز میں رکوع کرنے کا طریقہ ۲۴۳
۸۲۔ تسبیحات رکوع واجب ہیں ۲۴۵
۸۳۔ تسبیحات رکوع کے الفاظ ۲۴۶
۸۴۔ رکوع میں گھٹنے ہاتھوں سے پکڑنا اور بازو پیٹ سے دور رکھنا ہے ۲۵۰
۸۵۔ تسبیح کے ساتھ حمد بھی بیان کرنے کا حکم ہے اور اس کا موقع ۲۵۱
۸۶۔ رکوع سے اٹھتے وقت پڑھنے کے الفاظ ۲۵۴
۸۷۔ رکوع پورا نہ کرنا شراب نوشی زنا اور چوری سے بھاری گناہ ہے ۲۵۶
۸۸۔ رکوع میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنا نہ کرنا جائز ہے ۲۵۹
۸۹۔ نماز کے پانچویں فرض سجدہ میں جانے کا طریقہ ۲۶۱
۹۰۔ سجدہ ادا کرنے کا طریقہ ۲۶۲
۹۱۔ حالت سجدہ میں تسبیحات پڑھنے کا حکم ۲۶۷
۹۲۔ حالت سجدہ کی دعائیں اور استغفار کے الفاظ ۲۶۹
۹۳۔ سجدہ میں ممنوع کاموں کا بیان سجدہ میں پیٹھ سیدھی رکھنا ہے ۲۷۲
۹۴۔ اور ہاتھ سجدہ والی جگہ رکھنا ہے ۲۷۴
۹۵۔ رکعت دوم' سوم اور چہارم کی طرف اٹھنے کا طریقہ ۲۷۶
۹۶۔ دوسری' تیسری اور چوتھی رکعات پہلی کی طرح پڑھنا ہے ۲۷۷
۹۷۔ قعدہ اولیٰ کا طریقہ اور اس میں پڑھنے کے الفاظ ۲۷۹
۹۸۔ چھٹے فرض قعدۂ ثانیہ کا طریقہ اور اس میں پڑھنے کے الفاظ ۲۸۱
۹۹۔ تشہد کے بعد نبیؐ پر درود اور اس کے الفاظ ۲۹۲

۱۰۰۔ تشہد کی دعا کا بیان ۳۹۸
۱۰۱۔ دعا کے بعد سلام پھیرنا ہے ۴۰۲
۱۰۲۔ منفرد کی نماز پڑھنے کا طریقہ ۴۱۰
۱۰۳۔ فرض نمازوں کے فضائل ۴۱۵
۱۰۴۔ جان کر بلا عذر نماز چھوڑنا کفر ہے ۴۲۷
۱۰۵۔ شدید مرض کی حالت میں بھی کسی کو نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں ۸۲۵
۱۰۶۔ فرض نمازوں کے اخروی فضائل و برکات ۴۳۰
۱۰۷۔ حکم اذان اور اس کی فضیلت ۴۳۶
۱۰۸۔ موذن کے علاوہ دوسرا آدمی تکبیر کہہ سکتا ہے ۴۴۷
۱۰۹۔ اذان قبل از وقت جائز نہیں ۴۴۹
۱۱۰۔ سفر میں اذان و اقامت دونوں کہنا ہے ۴۵۰
۱۱۱۔ فضائل مؤذن ۴۵۳
۱۱۲۔ دعا بعد اذان ۴۶۳
۱۱۳۔ اذان اور جماعت میں اتنا فرق ہونا چاہیے کہ آدمی حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھ سکے ۴۶۷
۱۱۴۔ سترہ کا بیان ۴۷۱
۱۱۵۔ فرض نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم اور اس کی فضیلت ۴۸۳
۱۱۶۔ فرض نماز باجماعت چھوڑنے پر رسول اللہؐ نے ناراضگی فرمائی ۴۸۹
۱۱۷۔ اندھا بھی مسجد میں آکر نماز باجماعت ادا کرے ۴۹۲
۱۱۸۔ سخت بارش اور آندھی میں ترک جماعت جائز ہے ۴۹۴
۱۱۹۔ شدید بھوک کے وقت کھانا سامنے آجائے تو ترک جماعت جائز ہے ۴۹۵

۱۲۰۔ دشمن درندے کے خوف یا شدید بیماری کی وجہ سے جماعت ترک کرنا جائز ہے ۴۹۷
۱۲۱۔ پیشاب پاخانہ کے تقاضے کے وقت جماعت چھوڑنا جائز ہے ۴۹۷
۱۲۲۔ ترک جماعت سے انسان پر شیطان حاوی ہوجاتا ہے ۴۹۹
۱۲۳۔ اذان کے بعد مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے ۵۰۰
۱۲۴۔ عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے اور مسجد میں بغیر خوشبو لگائے جاسکتی ہیں ۵۰۲
۱۲۵۔ امام کو چاہیے کہ صفیں برابر کرے کیونکہ رسول اللہؐ ایسا کرتے تھے ۵۰۹
۱۲۶۔ صفیں برابر رکھنے کی فضیلت ۵۱۴
۱۲۷۔ پہلی صفوں سے پیچھے ہٹنے کا نقصان ۵۱۸
۱۲۸۔ آدمی دو ہوں تو مقتدی کو دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے ۵۲۴
۱۲۹۔ آدمی تین ہوں تو ان میں سے ایک آگے کھڑا ہوکر امامت کرائے ۵۲۵
۱۳۰۔ اگر امام کے ساتھ صرف بچے اور عورتیں ہوں تو بچے امام کے پیچھے اور عورتیں ان کے پیچھے کھڑی ہوں ۵۲۷
۱۳۱۔ اگر امام کے ساتھ ایک بچہ اور ایک عورت ہو تو امام بچے کو اپنی دائیں جانب اور عورت کو اپنے پیچھے کھڑا کرے ۵۲۸
۱۳۲۔ رکوع میں شمولیت کے لئے پہلے صف میں کھڑا ہوکر پھر تکبیر تحریمہ کہے ۵۲۸
۱۳۳۔ امام کو اکیلے بلند جگہ پر کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھانا چاہیے۔ ۵۳۰
۱۳۴۔ امام سب سے متقی ہونا چاہیے ۵۳۲
۱۳۵۔ سب سے بہتر امام عالم قرآن و سنت ہے ۵۳۴
۱۳۶۔ لوگ جس کی امامت پسند نہ کریں اس کی اپنی نماز قبول نہیں ہوتی ۵۳۹
۱۳۷۔ اندھے کی امامت جائز ہے ۵۴۱

۱۳۸۔ فاسق و تاجر کی امامت جائز ہے ۵۴۱
۱۳۹۔ امام کو نماز مختصر پڑھانی چاہیے ۵۴۳
۱۴۰۔ امام کو مغرب۔ عشا اور فجر کے وقت قرأۃ بلند پڑھنا چاہیے ۵۴۷
۱۴۱۔ امام نے ظہر عصر کی پہلی دو رکعات میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ آہستہ پڑھنا ہے
اور دوسری دو رکعات میں صرف فاتحہ پڑھنا ہے ۵۵۲
۱۴۲۔ امام تکبیرات باآواز بلند کہے ۵۵۴
۱۴۳۔ امام تکبیر اولیٰ کے بعد ثنا تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھے اور قرأۃ کی ابتدا باآواز بلند
الحمد للہ کہے ۵۵۸
۱۴۴۔ امام کو نماز کی اختتامی دعا اجتماعی کرنا چاہیے ۵۶۱
۵ ۔ مقتدیوں کو امام کی قرأۃ خاموش ہوکر سننا چاہیے ۵۶۳
۱۴۶۔ مقتدی کو امام سے رکوع سجدہ قیام وغیرہ میں سبقت نہیں کرنی چاہیے ۵۷۲
۱۴۷۔ اتباع امام کی خلاف ورزی سے مسخ فطرت کا خطرہ ۵۷۶
۱۴۸۔ مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوجائے تو اس کی رکعت ہوجائے گی ۵۷۸
۱۴۹۔ تکبیر اولی کی فضیلت جماعت فوت ہوجانے سے بھی حاصل ہوجاتی ہے ۵۸۰
۱۵۰۔ اگر آدمی فرض نماز ادا کرچکا ہو تو دوبارہ جماعت سے اس کا اعادہ کرسکتا ہے ۵۸۱
۱۵۱۔ بارہ مؤکدہ سنتیں پڑھنے کے فضائل ۵۹۲
۱۵۲۔ سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے ۵۹۴
۱۵۳۔ عصر کے فرائض سے پہلے چار سنتیں پڑھنا چاہیے ۵۹۸
۱۵۴۔ مغرب کے فرائض سے پہلے دو رکعتیں مستحب ہیں ۶۰۰
۱۵۵۔ مغرب کے بعد کی سنتیں دو سے لے کر بیس تک ہیں ۶۰۲
۱۵۶۔ نماز عشاء کے بعد چھ رکعات سنت ہیں ۶۰۵

۱۵۷۔ فجر کے فرائض سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ ہیں ۶۰۶
۱۵۸۔ نماز اشراق کی سنتیں چار تک ہیں ۶۰۷
۱۵۹۔ نماز چاشت کی سنتیں بارہ رکعات تک ہیں ۶۱۱
۱۶۰۔ زوال کے بعد کی چار سنتیں ہیں ۶۱۴
۱۶۱۔ تحیۃ الوضو کی دو سنتوں کی فضیلت ۶۰۶
۱۶۲۔ نمازِ استخارہ ۶۱۹
۱۶۳۔ نمازِ توبہ ۶۲۱
۱۶۴۔ دفع مصائب اور حاجت کی دو سنتوں کا طریقہ ۶۲۳
۱۶۵۔ نمازِ تسبیح کا بیان ۶۲۵
۱۶۶۔ نوافل سے قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے اور قیامت میں فرائض کی کمی نفل سے پوری ہوگی ۶۲۰
۱۶۷۔ نمازِ جمعہ کا حکم ۶۱۰
۱۶۸۔ فضائلِ جمعہ ۶۳۲
۱۶۹۔ جمعہ کی فرضیت کا بیان ۶۴۴
۱۷۰۔ جمعہ کے دن اپنی صفائی کر کے سویرے جانے کی فضیلت کا بیان ۶۵۱
۱۷۱۔ خطبہ جمعہ اور اس کی نماز کا وقت ۶۶۶
۱۷۲۔ نماز جمعہ سے پہلے چار اور بعد میں چھ سنتیں ہیں ۶۷۷
۱۷۳۔ نماز خوف پڑھنے اور پڑھانے کا طریقہ ۶۷۸
۱۷۴۔ نماز خوف کی پہلی صورت ۶۸۷
۱۷۵۔ نماز خوف کی دوسری صورت ۶۸۸
۱۷۶۔ نماز خوف کی تیسری صورت ۶۸۸

۱۷۷۔ نماز خوف کی چوتھی صورت ۶۸۹

۱۷۸۔ نماز خوف کی پانچویں صورت ۶۸۹

۱۷۹۔ نماز خوف کی چھٹی صورت ۶۹۰

۱۸۰۔ نماز عیدین کا بیان ۶۹۲

۱۸۱۔ احکام قربانی ۷۰۹

۱۸۲۔ ہر پیغمبر کی شریعت میں حکم قربانی تھا ۷۱۰

۱۸۳۔ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں قربانی کا حکم تھا ۷۱۱

۱۸۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی قربانی کا واقعہ ۷۲۰

۱۸۵۔ انبیاء بنی اسرائیل نے اپنی اپنی امت کو قربانی کی تعلیم دی تھی ۷۳۵

۱۸۶۔ رسول اکرمؐ اور آپ کی امت کو حکم ہے کہ قربانی صرف رضاء الہی کے لئے کرنا ہے ۷۳۶

۱۸۷۔ نبی کریمؐ نے دس سالہ مدنی دور میں قربانی کی ہے ۷۴۷

۱۸۸۔ نبی کریمؐ نے اپنے صحابہ کو بھی قربانی کا حکم دیا تھا ۷۵۱

۱۸۹ قربانی کے جانوروں کے اوصاف اور ان کی عمروں کا بیان ۷۵۳

۱۹۰۔ گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں ۷۵۹

۱۹۱۔ غنی پر قربانی واجب ہے ۷۶۰

۱۹۲۔ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے ۷۶۳

۱۹۳۔ بڑی عید کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے والا قربانی کے بعد حجامت کرائے ۷۶۵

۱۹۴۔ قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے اور بارھویں تاریخ تک جائز ہے ۷۶۶

۱۹۵۔ فضائل قربانی ۷۶۸

۱۹۶۔ سورج گرھن کی نماز ۷۶۹

۱۹۷۔ سجدہ شکر ۷۸۰

۱۹۸۔ نماز استسقاء کا بیان ۷۸۲

۱۹۹۔ بحالتِ نماز غیر اللہ کے ساتھ کوئی بھی کلام کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ۷۹۲

۲۰۰۔ بھول کر اگر کوئی جنبی یا بے وضو آدمی نماز کی نیت کرلے تو اسے از سر نو وضو کرکے نماز پڑھنا چاہیے ۷۹۸

۲۰۱۔ بحالتِ نماز پہلو پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے ۸۰۲

۲۰۲۔ بحالتِ نماز اگر انسان سے ہوا خارج ہوجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے ۸۰۵

۲۰۳۔ نماز عملِ قلیل سے فاسد نہیں ہوتی اور کثیر سے فاسد ہوتی ہے ۸۰۷

۲۰۴۔ بحالتِ نماز جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھنا چاہیے ورنہ نماز مکروہ ہوگی ۸۱۲

۲۰۵۔ بحالتِ نماز صرف سجدہ کی جگہ دیکھنا ہے ادھر ادھر اور اوپر دیکھنا منع ہے ۸۱۵

۲۰۶۔ نماز میں آدمی بھول جائے تو نماز کے آخر میں سلام پھیر کر دو سجدہ کرنا ہے پھر تشہد کے بعد سلام پھیرنا ہے ۸۱۸

۲۰۷۔ نماز میں شک ہوجائے تو سجدہ سہو کرنا ہے ۸۲۴

۲۰۸۔ ذکر کے وقت دل میں عاجزی،خوف خدا اور ہلکی آواز سے ہونا چاہیے ۸۲۷

۲۰۹۔ ذکر میں چلانا جائز نہیں ہے ۸۴۰

۲۱۰۔ تہجد کے وقت اور فرائض نماز کے بعد دعا زیادہ قبول ہوتی ہے ۸۴۳

۲۱۱۔ سفر میں نماز میں کمی کی اجازت ہے ۸۴۴

۲۱۲۔ نماز میں قصر بندوں پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے ۸۴۵

۲۱۳۔ سفر میں چار فرائض کے بجائے دو پڑھنا ہے ۸۴۸

۲۱۴۔ مغرب کے تین فرائض میں قصر نہیں ہے ۸۵۰

۲۱۵۔ امام مسافر کے پیچھے مقیم پوری نماز پڑھے ۸۵۲

۲۱۶۔ مدت قصر	۸۵۳
۲۱۷۔ مسافتِ قصر	۸۵۵
۲۱۸۔ سفر میں نماز ظہر عصر مغرب عشا کو جمع کیا جا سکتا ہے	۸۵۶
۲۱۹۔ سفر میں نفل پڑھنے کی اجازت ہے اور سوار ہو کر بھی پڑھ سکتا ہے	۸۶۰
۲۲۰۔ نماز تراویح کا بیان	۸۶۲

تعارف اور خصوصیات

خلاصہ تفسیر القرآن جلد ثانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد احقر العباد حمید الرحمن عباسی ذوق رکھنے والوں کی خدمت میں ملتمس ہے کہ خلاصہ تفسیر القرآن جلد ثانی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ یہ جلد صرف نماز کے مسائل پر ہی مشتمل ہے اور اس میں صرف وہی آیات اور احادیث درج کی گئی ہیں جو نماز کے متعلق ہیں۔ پہلے ایک عنوان قائم کیا گیا ہے پھر اس کے متعلق جو آیات ہیں وہ نقل کی گئی ہیں۔ پھر ان کا لفظی ترجمہ اور ان کی سرسری تفسیر لکھی ہے اور پھر اس عنوان سے متعلق جو احادیث ہیں وہ تقریباً" ساری ہی نقل کر کے ساتھ ساتھ ان کا ترجمہ بھی دے دیا ہے۔ اور ان احادیث کو ان آیات قرآنیہ سے تطبیق بھی دے دی ہے۔ اور یہ تطبیق محض توفیق اور فضل الٰہی سے دی ہے کسی تفسیر میں نہیں دیکھی تاکہ اس کا حوالہ نقل کرتا۔ اور اسی طرح احادیث جو بظاہر متضاد اور متعارض نظر آتی ہیں اور محدثین نے ان کے مابین جو تطبیق لکھی ہے وہ بھی نقل کر دی ہے اور ائمہ مجتہدین "رحمہم اللہ" کے مابین جن احادیث کی بنیاد پر فروعی اختلافات تھے پہلے وہ احادیث نقل کی ہیں اور پھر آخر میں حنفی مسلک کی احادیث نقل کر کے انہیں ترجیح دینے کی وجوہات لکھی ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ائمہ مجتہدین کے درمیان یہ ترجیحی اختلاف تھے۔ عقائد اور اصولی اختلاف نہیں تھے۔ عقائد کے لحاظ سے سب ایک ہی تھے اور

فروعی اختلاف کی بناء پر اگر کوئی ایک آدمی دو متضاد اور متعارض احادیث میں سے ایک کو دلائل سے ترجیح دے کر اس پر عمل کرتا ہے تو اسے یہ حق حاصل ہے۔ بہر حال ناچیز کی ان تطبیقات کو اگر کوئی بنظر غائر دیکھے تو خود بخود معلوم ہو جاتا ہے کہ فہم اور ادراک قرآن مجید کے لئے احادیث نبویہؐ کا ہونا ازبس ضروری ہے ورنہ قرآن مہمل رہ جاتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات اور احسانات کا نتیجہ ہے وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم۔

مفتی حمید الرحمٰن عباسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

ضرورت عبادت

عبادت کے بارے میں کسی موضوع پر بحث کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ عبادت کسے کہتے ہیں؟ اور اس کے فوائد اور اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ اور اس سے روگردانی اور پہلوتہی کرنے کا نقصان کیا ہے؟ اور اس کی ضرورت کیا ہے؟ اور نیز اس کا طریقہ کیا ہے؟ لفظ عبادت مصدر ہے لغت کے اعتبار سے انتہائی عاجزی' انکساری' تواضع اور تذلل کو عبادت کہتے ہیں اور یہ دو قسم ہے ایک قسم تسخیری اور اضطراری ہے اس کا تعلق تکوینیات سے ہے اور یہ عبادت سبھی کر رہے ہیں۔ اس سے کسی کو مفر نہیں ہے جیسا کہ موت حیات وغیرہ اور دوسری قسم اختیاری ہے۔ اس کے مکلّف صرف ذوی العقول ہیں قرآن مجید میں بندوں سے اسی کا تقاضا کیا گیا ہے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور انہیں عقل و خرد اور شعور بھی عطا فرمایا ہے اور عبادات چونکہ مختلف ہیں اس لئے ان کے اغراض و مقاصد بھی مختلف ہیں۔ سب کا ماحصل اور لب لباب اپنے خالق و مالک' مربی و محسن کے ساتھ تعلق جوڑنا ہے۔ اور اس کی ضرورت بھی اسی سے ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ انسان اس کے ساتھ اگر اپنا تعلق نہیں جوڑے گا تو کہاں جائے گا۔ اور طریقہ عبادت کی تفصیل ان شاء اللہ العزیز آئندہ ابواب میں آرہی ہے۔

اور عقائد کے بعد تمام عبادات میں سے نماز کی اہمیت چونکہ سب سے زیادہ ہے اس لئے پہلے نماز کی تفصیل عرض کریں گے۔ اور یہ جلد دوم اسی پر مشتمل ہے۔ اور باقی عبادات کی تفصیل انشاء اللہ العزیز آئندہ جلدوں میں آئے گی۔

امم سابقہ پر بھی نماز فرض تھی

اولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین من ذریۃ ادم
وممن حملنا مع نوح و من ذریۃ ابراھیم
واسرائیل وممن ھدینا واجتبینا اذا تتلی علیھم
ایت الرحمن خروا سجدا وبکیا۝ فخلف من
بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشھوات
فسوف یلقون غیا۝ سورۃ مریم آیت 58-59)

یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا پیغمبروں میں آدم کی اولاد میں سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا۔ اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد میں سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت کی اور پسند کیا جب ان پر رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو وہ روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے تھے۔ پھر ان کی جگہ ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز ضائع کی اور خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے پھر عنقریب گمراہی کی سزا پائیں گے۔

تحقیق بعض الفاظ : انعم واحد مذکر ماضی کا صیغہ ہے۔ انعام سے بنا ہے باب افعال سے ہے۔ نعمہ سے ماخوذ ہے۔ نبیین نبی کی جمع ہے۔ اس میں قلب مکانی ہوئی ہے ہمزہ کو یا کی جگہ اور یا کو ہمزہ کی جگہ لگایا گیا ہے پھر اس وقت عبارت نبئی نبیا ہے۔ اور پھر ہمزہ کو یا سے بدل کر یا کو یا میں ملا کر نبی پڑھا جاتا ہے نبی کا لفظی معنی خبر دینے والا ہے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں نبی اس ہستی کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ خود لوگوں کی اصلاح کے لئے مقرر فرمائے۔ رسول کی بھی یہی تعریف ہے مگر نبی عام ہے اور رسول خاص ہے۔ ذریۃ واحد ہے اس کا اصل مادہ یا تو ذر ہے اس کے آخر میں یا اور تا زیادہ ہیں۔ اس کا معنی ذرہ ہے اولاد پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور یا اس کا مادہ ذرا ہے اس کا معنی پیدا کرنا ہے۔ اولاد پھر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ آدم آدمیوں کے سب سے پہلے باپ کو کہتے ہیں اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال ہیں۔ یا تو اس کا گندمی رنگ ہونے

کی وجہ سے اسے آدم کہتے ہیں اور یا اس وجہ سے کہ اس کی پیدائش اربع عناصر سے ہوئی ہے اور یا اس وجہ سے کہ اس کی پیدائش زمین سے ہے۔ نوح مصدر ہے اس کا معنی رونا آتا ہے۔ مزید تحقیق جلد اول میں گزر گئی ہے۔ ابراہیم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہو گزرے ہیں پہلے عراق میں رہتے تھے پھر شام جاکر آباد ہو گئے تھے اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے پوتے اور حضرت اسحاق کے بیٹے تھے۔ ھدینا جمع متکلم ماضی کا صیغہ ہے۔ ہدایت سے بنا ہے۔ اس کا معنی راہ دکھانا ہے۔ اجتبینا جمع متکلم ماضی کا صیغہ ہے باب افتعال سے ہے۔ اجتباء سے بنا ہے اس کا معنی پیدا کرنا۔ تتلی واحد مونث مضارع مجہول کا صیغہ ہے تلاوت سے بنا ہے اس کا معنی پڑھنا۔ خروا جمع مذکر ماضی کا صیغہ ہے۔ خرور سے بنا ہے اس کا معنی پانی کا گڑگڑانا۔ عبادت کی خاطر جھکنے کو بھی کہتے ہیں یہاں یہی مراد ہے۔ سجدا جمع مذکر کا صیغہ ہے اس کا واحد ساجد ہے سجدۃ سے بنا ہے تعظیم کی خاطر جھکنے کو کہتے ہیں نماز کے ایک رکن پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ بکیا باکی کی جمع ہے اس کا معنی رونا ہے اضاعوا جمع غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ اضاعۃ سے بنا ہے اس کا معنی ضائع کرنا۔ اتبعوا جمع غائب ماض کا صیغہ ہے۔ اتباع سے بنا ہے پیروی کرنا۔ یلقون جمع غائب مضارع کا صیغہ ہے لقاء سے بنا ہے اسکا معنی ملاقات کرنا۔ پانا۔ غیا مصدر ہے اس کا معنی گمراہ ہے۔

تفسیر: یہاں سورۃ مریم کی دو آیتیں نقل کی گئی ہیں ایک اٹھاون اور دوسری انسٹھ ہے۔ پہلی آیت کی تفسیر میں دو احتمال ہیں پہلا یہ ہے کہ اس آیت میں مذکور انبیاء علیہم السلام سے مراد وہ ہوں جن کا ذکر اس سے پہلے آیا ہے کیونکہ اولٰئک سے انہیں کی طرف اشارہ ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مراد جنس انبیاء بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں بعض بزرگ اور اکابر انبیاء کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام۔ حضرت نوح علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام۔ اور باقیوں کو لفظ

ذریعہ میں اجمالاً" بیان فرمادیا ہے اور اس آیت میں ان انبیاء علیہم السلام کے معبود ہونے کی اور شریک خدا ہونے کی تردید ہے۔ کیونکہ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کو جو خصوصیات مختصر عطا فرمائی تھی ان کا بیان گزرا ہے اور ان خصوصیات کی وجہ سے بعض لوگ ان ہستیوں کو خدا کا شریک اور مختار ماننے لگ گئے تھے اور غائبانہ طور پر انہیں حاجات اور مشکلات میں پکارتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے شروع میں فرمایا ہے کہ اولئک انعم اللہ علیھم کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا تھا وہ لوگ مالک و مختار نہیں تھے اور آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ اذا تتلی علیھم ایت الرحمان خروا سجدا وبکیا جب ان پر رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو وہ گریازاری کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ خدا کے شریک یا مختار نہیں تھے۔ اگر وہ ایسے ہوتے تو انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے اور گریازاری کی کیا ضرورت تھی؟ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر نماز فرض تھی تب ہی تو وہ اللہ کے حضور سر بسجود ہو جاتے تھے اور انہیں جب اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ملتا تھا تو بڑی عاجزی سے اس کی تعمیل کرتے تھے۔ اور ہر حکم کی تعمیل کے لئے وہ نماز کی صورت میں مدد مانگتے تھے تاکہ اس میں کوئی کوتاہی نہ ہو جائے اور دوسری آیت میں تین چیزیں بتائی ہیں ایک یہ ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کے ناخلف اور نااہل صاجزادوں نے نماز کو ضائع کیا اور اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ ہے کہ وہ صاجزادے نماز پڑھتے ہی نہیں ہوں گے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ نماز کو ان شروط کے ساتھ نہیں پڑھتے ہوں گے جو نماز کے لئے مقرر تھیں۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ ان دلوں سے نماز کے بارے میں اچھا عمل ہونے کا عقیدہ ختم ہو گیا ہوگا۔ اور اس کی اہمیت ان کے دلوں سے نکل گئی ہوگی۔ اور اس آیت میں دوسری یہ چیز بتائی ہے کہ وہ صاجزادگان اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگ گئے تھے۔

یعنی وہ نماز کے علاوہ اور اصول دین اور مرضیات خداوندی کو چھوڑ کر اپنی

ذاتی خواہشات اور پیٹ پرستی کے پیچھے پڑ گئے ہوں گے اور اپنے اس دھندے کو فروغ دینے کے لئے اور عوام الناس میں اپنا بھرم قائم رکھنے کے لئے بدعات ایجاد کی ہوں گی اور اس آیت میں تیسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ فسوف یلقون غیا یعنی وہ عنقریب اس گمراہی کی سزا پائیں گے۔

عبرت : آج نبی ﷺ کی اس امت میں بھی بعض اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے صاحبزادے بھی شرک و بدعات کے مرتکب اور موجد ہیں اور دین الٰہی کو پامال کرتے ہیں اور ان کا گمان اور گھمنڈ یہ ہے کہ ہم اولیاء اللہ کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے بیٹے ہیں۔ ہمیں خدا کچھ نہیں کہے گا اور ان کے طفیل ہمیں بخش دے گا انہیں اس آیت میں غور کرنا چاہئے اور خوب سوچنا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے شرک و بدعات اور بقیہ اصول دین اور نماز کو ضائع کرنے کی وجہ سے نبی زادوں کو معاف نہیں کیا تو وہ ایسے بزرگ زادوں اور ولی زادوں کو کیسے معاف فرمائے گا۔

این نمے پر سند اجداد تو کیت
این ز تو پر سند اعمال تو چیت

(شیخ سعدی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں نماز کا حکم تھا

واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی وعھدنا الی ابراھیم واسماعیل ان طھر ابیتی للطائفین والعٰکفین والرکع السجود۝ (سورۃ البقرۃ آیت 125)

اور جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لئے جائے ثواب (عبادت) اور امن کی جگہ بنایا اور فرمایا کہ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ میرے

گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تهوی الیهم وارزقهم من الثمرات لعلهم یشکرون○ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء○ (سورۃ ابراہیم آیت 37-40)

اے ہمارے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایسے میدان میں بسائی ہے جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس۔ اے رب ہمارے تاکہ وہ نماز قائم رکھیں۔ پھر کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں میوؤں کی روزی دے تاکہ وہ شکر کریں۔ اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دے اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما۔

واذ بوانا لابراهیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا وطهر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود○ سورۃ الحج آیت 26)

اور جب ہم نے ابراہیم کے لئے کعبہ کی جگہ معین کر دی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور میرے گھر کو طواف قیام اور رکوع سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھ۔

تحقیق بعض الفاظ

مثابۃ اسم ظرف کا صیغہ ہے۔ اصل میں مثوبۃ ہے واء کو الف سے بدلایا ہوا ہے۔ ثواب سے بنا ہے اور اس کا معنی نیکی کا بدلہ۔ اتخذو جمع حاضر امر کا صیغہ ہے۔ اتخاذ سے بنا ہے اس کا معنی پکڑنا۔ مقام اصل میں مقوم ہے واؤ کو الف سے بدلایا ہوا ہے یہ ظرف کا صیغہ ہے قیام سے بنا ہے۔ اس کا معنی کھڑا ہو

نے کی جگہ۔ مصلی واحد اسم ظرف کا صیغہ ہے اصل میں مصلو ہے پہلے واؤ کو یا سے بدلا اور پھر یا کو الف سے بدلا گیا ہے مگر رسم خطی میں یا بحال رکھا جاتا ہے اور پڑھنے میں نہیں آتا۔ اس لفظ کا اصل ماخذ صلوۃ ہے اس کا معنی نماز۔ افئدۃ فواد کی جمع ہے۔ اس کا معنی دل ہے۔

تفسیر: یہاں اس بحث میں چار آیات جمع کی گئی ہیں پہلی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچیس اور دوسری اور تیسری سورۃ ابراہیم کی آیت سینتیس اور چالیس ہیں اور چوتھی سورۃ حجر کی آیت چھبیس ہے۔ سورۃ البقرہ والی آیت میں تین چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو ثواب (عبادت) کی جگہ بنایا ہے یعنی لوگ آئیں بیت اللہ میں نیک کام کریں تو انہیں ثواب اور اجر دیں گے۔ اور دوسرا ان نیک کاموں میں سے ایک نیک کام نماز کا ذکر فرمایا ہے کہ مقام ابراہیم میں نماز پڑھو۔ اور یہ حکم اس زمانے سے لے کر تا قیامت سب مسلمانوں کو ہے۔ مقام ابراہیم کی تفسیر میں مفسرین نے دو احتمال نقل کئے ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے مراد وہ پتھر ہے کہ جس پہ کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائے تھی اور وہ پتھر خود بلند ہو جاتا تھا اور اترتے وقت نیچے آجاتا تھا۔ اور یہ حضرت ابراہیم کا معجزہ تھا اور دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ اس مقام ابراہیم سے مراد سارا حرم بھی لیا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی بیت اللہ کی بنائے ثانی فرمائی تھی اور اس سے پہلے اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو وہاں لے کر چھوڑا تھا۔ اور تیسرا نیک کام کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہم السلام کو یہ حکم تھا کہ اس گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے اور اعتکاف بیٹھنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود والوں کے لئے پاک رکھیں۔ اور ضمناً" یہ بتا دیا کہ طواف بیت اللہ اور وہاں اعتکاف بیٹھنا بھی نیک کام ہے اور دونوں عبادتوں کے لئے جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ اور اس کے بعد سورۃ ابراہیم کی آیت سینتیس ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین دعاؤں کا ذکر ہے پہلی دعا

یہ ہے کہ سورۃ بقرہ میں مقام ابراہیم میں جو حکم نماز ہے یہ حکم انہیں بھی تھا اور اس کی تعمیل کے لئے بیوی اور بچے کو وہاں چھوڑا تھا۔ اے اللہ تاکہ وہ اس نماز کی پابندی کرتے رہیں اور دوسری دعا یہ تھی کہ اے اللہ لوگوں کے دل انکی طرف مائل کر دے تاکہ وہاں آبادی ہو۔ کیونکہ پہلے وہاں آبادی نہیں تھی۔ اور تیسری دعا یہ تھی کہ اے اللہ ان کو پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔ اور اس کے بعد سورۃ ابراہیم کی آیت چالیس ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم کی چوتھی دعا کا ذکر ہے کہ اے اللہ مجھے بھی اور میری اولاد کو بھی نماز قائم کرنے والا بنا اور اس کے بعد سورۃ الحج کی آیت چھبیس ہے۔ اس میں سورۃ البقرہ اور سورۃ ابراہیم والی آیات کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیات میں یہ فرمایا ہے کہ ہم نے بیت (کعبہ) کو لوگوں کے لئے جائے ثواب بنایا تھا۔ اور لوگوں کو حکم دیا تھا کہ وہاں نماز ادا کرو طواف کرو اور اعتکاف بیٹھو اور حضرت ابراہیم نے اسی خاطر وہاں اپنی بیوی اور بچے کو چھوڑا تھا تاکہ وہ وہاں نماز ادا کریں لیکن یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ انہیں یہ کیسے معلوم ہوا تھا کہ وہاں بیت اللہ ہے۔ اور وہاں اتنی برکات اور ثواب ہے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج والی آیت میں اس کا جواب دیا ہے کہ ہم نے اس کو بتایا تھا کہ یہ بیت اللہ ہے اور ساتھ یہ بھی بتا دیا تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا' اور بقیہ مضمون وہی ہے جو سورۃ بقرہ میں ہے پس خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں نماز فرض تھی اور اس نماز کا انہوں نے خود بھی اہتمام فرمایا تھا اور اپنی اولاد سے بھی اس کا اہتمام کرایا تھا۔ اور اس نماز پر قائم اور دائم رہنے کی دعا بھی فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ سے اس نماز کی قبولیت کی بھی دعا فرمائی تھی۔ پس معلوم ہوا کہ نماز جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کا یہ طریقہ ہے بڑا اہم ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شریعت میں نماز فرض تھی

واذکر فی الکتب اسماعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا ۝ وکان یامر اھلہ

بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا○ (سورۃ مریم آیت 54-55)

اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کر بے شک وہ وعدہ کا سچا اور بھیجا ہوا پیغمبر تھا اور اپنے اہل وعیال کو نماز اور زکوۃ کا حکم کرتا تھا۔ اور وہ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا۔

تفسیر: اذکر کے مخاطب جناب رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور اسماعیل سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وہ فرزند ارجمند ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت ہاجرہ کے بطن سے عطا فرمائے تھے۔ تعمیر بیت اللہ میں انہوں نے اپنے باپ حضرت ابراہیم کا ساتھ دیا تھا۔ انہیں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کے لئے پیش کیا تھا اور پھر جن کے عوض اللہ تعالیٰ نے جنت سے دنبہ آپ کو عطا فرمایا تھا جو آپ نے ان کی جگہ ذبح کیا تھا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں ان کا ذکر کرو۔ اور پھر آگے ان کی کچھ خوبیاں اور خصائل بیان فرمائے ہیں جن کی بنا پر ان کا ذکر خیر قرآن مجید میں آیا ہے ان کی پہلی خوبی یہ تھی کہ وہ وعدہ کے سچے تھے۔ جن سے وعدہ فرماتے اسے ضرور پورا کرتے تھے۔ چنانچہ تفاسیر میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک شخص سے وعدہ فرمایا اور وہ نہ آیا تو آپ نے ایک سال تک اس کا انتظار فرمایا۔ اور آپ نے اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے میری قربانی کا جو حکم دیا ہے وہ پورا کر لیں۔ میں اس پر تیار ہوں چنانچہ اس وعدہ کو بھی پورا کیا اور اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ اور ان کی دوسری صفت یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ اور ان کی تیسری صفت یہ تھی کہ وہ اپنی اہل کو نماز کا حکم دیتے تھے اور اہل کا اطلاق اپنے خاص اہل و عیال بیوی بچوں پر بھی ہوتا ہے۔ اور اس کا اطلاق پوری مسلم امت پر بھی ہوتا ہے (راغب) اگر یہاں اہل و عیال مراد لئے جائیں تو مقصد یہ بنتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی خاص اہل و عیال کو بھی نماز کا حکم دیتے تھے اور

اگر پوری امت مرادلی جائے توبھی صحیح ہے کیونکہ وہ جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے تو یہ دعوت انہوں نے سب کو دینی تھی۔ پس قرآن مجید کی اس آیت نے بتا دیا ہے کہ وہ سب کو یہ دعوت دیتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ نماز حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اہم اصول تھا تب ہی تو اس کی دعوت دیتے تھی۔ اور ان کی چوتھی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ اپنی اہل و عیال اور امت کو زکوۃ کا حکم بھی دیتے تھے۔ اور ان کی پانچویں صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی شریعت میں نماز کا حکم تھا

والی مدین اخاهم شعیبا قال یقوم اعبدوا الله مالکم من اله غیره ولا تنقصوا المکیال والمیزان انی ارکم بخیر وانی اخاف علیکم عذاب یوم محیط○ ویقوم اوفوا المکیال والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاء هم ولا تعثوا فی الارض مفسدین○ بقیت الله خیر لکم ان کنتم مومنین وما انا علیکم بحفیظ○ قالوا یشعیب اصلوتک تامرک ان نترک ما یعبد اباؤنا اَوُان نفعل فی اموالنا مانشؤا انک لانت الحلیم الرشید○ قال یقوم ارء یتم ان کنت علی بینة من ربی ورزقنی منه رزقا حسنا وما ارید ان اخالفکم الی ما انهٰکم عنه ان رید الا الاصلاح ماا ستطعت وما توفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب○ (سورۃ ھود آیت 84-88)

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ماپ اور تول کو نہ گھٹاؤ میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور تم پر ایک گھیر لینے والے دین کے عذاب سے ڈرتا ہوں اور اے میری قوم انصاف سے ماپ اور تول کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ مچاؤ اللہ کا دیا جو باقی بچ رہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں انہوں نے کہا اے شعیب کیا تیری نماز تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے یا اپنے مالوں میں اپنی خواہش کے مطابق معاملہ نہ کریں بے شک تو البتہ بردبار نیک چلن ہے کہا اے میری قوم دیکھو تو سہی اگر مجھے اپنے رب کی طرف سے سمجھ آگئی ہے اور اس نے مجھے عمدہ روزی دی ہے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے تمہیں منع کروں میں اس کے خلاف کروں میں تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح ہی چاہتا ہوں اور مجھے تو صرف اللہ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

تحقیق بعض الفاظ : مدین اسم ظرف کا صیغہ ہے۔ دیانۃ سے بنا ہے اس کا معنی ہے دیانت کی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام بھی تھا جو آپ کی بیوی قطورا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ترکی نسل انہیں سے پھیلی ہے۔ اور جس شہر میں آپ قیام پذیر تھے اس کا نام بھی مدین ہے۔ یہاں یہی مراد ہے ممکن ہے کہ ان کی دیانت کی وجہ سے یہ شہر مدین کے نام سے مشہور ہوا ہو۔ اخا اصل میں اخو ہے۔ اس کا اصلی معنی شرک ہے۔ بھائی کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ ولادۃ میں دوسرے بھائی کے ساتھ شریک ہوتا ہے قوم پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ وہ کسی نہ کسی درجے میں باہم شریک ہوتے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہے۔ شعیبا اسم تصغیر ہے۔ شعب سے بنا ہے۔ قبیلہ کو کہتے ہیں۔ ایک پیغمبر کا نام بھی ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اوفو جمع حاضر امر کا صیغہ ہے۔ ایفاء سے بنا ہے۔ اس کا معنی پورا کرنا۔ مکیال اسم آلہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ماپنے کا آلہ۔ کیل سے بنا ہے۔ میزان وزن

سے بنا ہے اسم آلہ کا صیغہ ہے اس کا معنی تولنے کا آلہ۔ واء کو یا سے بدلا ہوا ہے۔

تفسیر : یہاں پانچ آیات نقل کی گئی ہیں۔ ان میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے دو جرم مذکور ہیں ایک وہ حقوق اللہ کو ضائع کرتے تھے اور دوسرا حقوق العباد کو تلف کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں ان دونوں کی ادائیگی کی تعلیم و نصیحت فرمائی تھی۔ اور انہیں شرک سے باز رہنے اور ماپ تول میں کمی سے منع فرمایا تھا ان لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو یہ جواب دیا تھا کہ کیا تیری نماز تجھے یہ حکم کرتی ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد جن کی بندگی کرتے تھے ہم ان کی بندگی چھوڑ دیں یا اپنی مرضی سے جو کام کرتے ہیں وہ ترک کر دیں؟ حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ تم لوگ ذرہ سوچو کہ میں نے جو کہا ہے کہ ایک خدا کی بندگی کرو تو میرے پاس اس کا واضح ثبوت ہے اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ دیانت سے کاروبار کرو اس کی برکتیں ہیں اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے عمدہ رزق دیا ہے۔ ایسا تو نہیں ہے کہ میں تمہیں ایسے کاروبار سے باز رہنے کی تلقین کروں اور خود وہی کروں۔ بہرحال میرا کام اصلاح کرنا ہے حسب توفیق کرتا رہوں گا۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی شریعت میں نماز فرض تھی تب انہوں نے فرمایا تھا لوگو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اور ان لوگوں نے جواب میں کہا تھا کہ کیا تیری نماز تجھے حکم کرتی ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑ دیں یا اپنی مرضی کا کاروبار ترک کر دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں نماز کا حکم تھا

اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوۃ لذکری۝ (سورۃ طٰہٰ آیت 14)

بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس میری ہی بندگی کر اور میری

ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کر۔

واذا اخذنا میثاق بنی اسراء یل لا تعبدون الا الله وبالوالدین احسانا وذی القربی والیتمی والمسکین وقولواللناس حسنا واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ ثم تولیتم الا قلیلا منکم وانتم معرضون○ (سورۃ البقرہ آیت 83)

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں سے اچھا سلوک کرنا اور لوگوں سے اچھی بات کہنا اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا پھر سوائے چند آدمیوں کے تم میں سے سب منہ موڑ کر پھر گئے۔

ولقد اخذ الله میثاقا بنی اسراء یل وبعثنا منهم اثنی عشر نقیبا وقال الله انی معکم لئن اقمتم الصلوۃ واتیتم الزکوۃ وامنتم برسلی وعزرتموهم واقرضتم الله قرضا حسنا لا کفرن عنکم سیاتکم ولا دخلنکم جنت تجری من تحتها الانهر فمن کفر بعد ذلک منکم فقد ضل سواء السبیل○ فبما نقضهم میثاقهم لعنهم وجعلنا قلوبهم قسیة یحرفون الکلم عن مواضعه ونسوا حظا مما ذکروا به ولا تزال تطلع علی خائنة منهم الا قلیلا منهم فاعف عنهم واصفح ان الله یحب المحسنین○ (سورۃ المائدہ آیت 12-13)

اور اللہ نے بنی اسرائیلؑ سے عہد لیا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کئے اور

اللہ نے کہا میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز کی پابندی کرو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کردوں گا۔ اور تمہیں باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ پھر جو کوئی تم میں سے اس کے بعد کافر ہوا وہ بے شک سیدھے راستہ سے گمراہ ہوا پھر ان کی عہد شکنی کے باعث ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کردیا وہ لوگ کلام کو اس کے ٹھکانے سے بدلتے ہیں اور اس نصیحت سے نفع اٹھانا بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی اور تو ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتا رہے گا مگر تھوڑے ان میں سے سو انہیں معاف کر اور درگزر کر بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

واوحینا الی موسی واخیه ان تبوا لقومکما
بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلة واقیموا
الصلوة وبشر المومنین○ سورة یونس آیت 87)

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو حکم بھیجا کہ اپنی قوم کے واسطے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو مسجدیں سمجھو اور نماز قائم کرو اور ایمان والوں کو خوشخبری دو

تفسیر : یہاں اس بحث میں پانچ آیات نقل کی گئی ہیں پہلی سورۃ طٰہٰ کی آیت چودہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو چیزیں ارشاد فرمائی ہیں ایک یہ ہے کہ میں اللہ ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور دوسری چیز یہ ہے کہ مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کرو اور یہ اس دور کا واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپس لوٹ کر مصر جا رہے تھے۔ اور واپسی کے وقت مصر کا معتاد راستہ چھوڑ کر پہاڑی راستہ اختیار فرمایا تھا۔ تو کوہ طور کی ایک وادی سے گزرتے وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں منصب نبوۃ سے نوازا تھا۔ یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے قبل عقیدہ توحید اور اس کی عبادت سے بے خبر تھے تب اللہ تعالیٰ انہیں ارشاد فرما رہے ہیں

کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور مجھے یاد کرنے کے لئے نماز پڑھا کرو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر پیغمبر شروع اور آغاز سے ہی عقیدہ توحید کا پرستار ہوتا ہے اور وہ عہد طفولیت سے ہی توحید کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو ایک توحید پرست گھرانے میں چشم کشائی فرمائی تھی اور اپنی توحید پرست مادر پارسا کا شیر نوش فرمایا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فرعون کے ملحدانہ اور مشرکانہ نظریات کا اثر نہیں پڑا تھا۔ حالانکہ بچپن سے لے کر شباب تک کا دور اس کے گھر میں گزارا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اظہار و اقرار کرتے تھے اور اپنے پروردگار سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں صرف چند آیات کا ترجمہ نقل کرنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ آپ کے ہاتھ سے تقدیراً" جب ایک قتل ہو گیا تھا تو اس وقت آپ نے یہ دعا مانگی تھی۔ کہا اے میرے رب۔ بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ سو مجھے بخش دے پھر اس نے اسے بخش دیا۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہا اے میرے رب۔ جیسا تو نے مجھ پر فضل کیا ہے پھر میں گناہ گاروں کا کبھی مددگار نہیں ہوں گا۔ (سورۃ قصص آیت 16-17) اور جب اس قتل کا انکشاف ہوا اور حکمرانوں نے آپ کو گرفتار کر کے اس مقتول کے بدلے میں آپ کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور آپ کو ایک خفیہ ذریعہ سے معلوم ہوا تو آپ نے ملک مصر سے ہجرت کا ارادہ فرما لیا اور مدین جانے کا قصد فرمایا۔ تو اس وقت دو دعائیں مانگی تھیں۔ ایک دعا یہ تھی کہ اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔ اور دوسری دعا یہ تھی کہ اے میرے رب مدین تک پہنچنے کی میری رہنمائی فرما اور مدین پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ سے کھانے کی بھی دعا مانگی تھی کہ اے میرے رب مجھے اچھا کھانا عطا فرما۔ (سورۃ قصص آیت 21-22-24)

پس ان آیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون

کے گھر میں جو زمانہ گزارا تھا۔ اس دور میں بھی وہ عقیدہ توحید پر یقین کامل رکھتے تھے۔ اور مشکلات کے وقت وہ صرف اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اور کہیں بھی یہ ثابت نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھول کر بھی یا مجازاً" بھی فرعون پر لفظ رب کا اطلاق فرمایا ہو۔ پس کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا کہ اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور مجھے یاد کرنے کے لئے نماز پڑھا کرو۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے پہلے جو آپ کو تعلیم دی گئی تھی وہ بواسطہ والدہ ماجدہ تھی اور کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے باقاعدہ ہم کلام ہو کر یہ تعلیم دی تھی اور آپ کو شرف نبوت سے نوازا تھا۔ لٰہذا یہ شبہ کرنا کہ آپ اس سے پہلے عقیدہ توحید سے بے خبر تھے۔ یہ غلط ہے۔

یہاں اس بحث میں دوسری آیت سورۃ البقرہ کی آیت تریاسی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے آپ کی قوم بنی اسرائیل سے پانچ معاہدات فرمائے تھے پہلا معاہدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنا دوسرا معاہدہ یہ تھا کہ اپنے والدین' اقربا' یتامیٰ' اور مساکین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے اور تیسرا معاہدہ یہ تھا کہ دوسرے لوگوں کو نیکی کی راہ بتانا ہے۔ اور چوتھا معاہدہ یہ تھا کہ نماز قائم کرنا ہے اور پانچواں معاہدہ یہ کہ زکوۃ ادا کرنا ہے اور آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کی اکثریت ان معاہدوں سے منحرف ہو گئی تھی اور اس کے بعد سورۃ المائدہ کی آیت بارہ اور تیرہ ہیں۔ اور دونوں آیتوں میں سورۃ البقرہ کی آیت تریاسی کی تفسیر ہے۔ آیت بارہ کے پہلے جملہ میں سورۃ البقرہ والے معاہدات کا اعادہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ ان پر لوگوں سے عمل کرانے کے لئے بارہ سردار اور نقیب مقرر کئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کی دائمی نصرت اور مدد کے لئے ان معاہدات پر عمل کو مشروط قرار دے دیا تھا اور اس نصرت کی بھی تفصیل بیان فرما دی تھی کہ اگر تم نماز پڑھو گے زکوۃ ادا کرو گے۔ میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور دین پر عمل

کرانے کے سلسلہ میں ان کی مدد کرو گے اور اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہو گے تو میری ایک نصرت یہ ہوگی کہ تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا۔ اور کفارہ سیات کی تفصیل یہ ہے کہ دنیا میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے استعمال سے انسان کے جسم کے اجزاء خراب اور ناقص ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اجزاء ایسے ہیں کہ ان کے استعمال سے انسانی اجزاء ٹھیک بنتے ہیں۔ انبیائی اصطلاح اور خدائی قانون میں مخرب اجزاء کو حرام اور مصلح اجزاء کو حلال سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اب جو انسان سارے ہی مخرب اجسام اجزاء استعمال کرے گا تو ظاہر بات ہے کہ اس کا سارا ہی جسم تباہ و برباد ہو جائے گا اور اگر کچھ اجزاء ناقص اور خراب استعمال کرے اور کچھ اچھے تو بھی اس کا جسم متاثر ہونے کے سوا رہ نہیں سکے گا۔ کیونکہ جس طرح زہر کا ایک قطرہ ہی اگر انسان کے اندر چلا جائے تو وہ آدمی کو تڑپا دیتا ہے اسی طرح ایک حرام چیز کے انسان کے اندر جانے سے پورا جسم انسانی مضطرب ہو جائے گا۔ اور اس کو کہیں بھی اور کسی بھی چیز سے سکون نصیب نہیں ہو گا۔ اور اسی کو روحانی پریشانی کہتے ہیں ہاں جس طرح زہر اگر انسان کے اندر چلی جائے تو اس کا علاج ہے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ انسان زہر کھانا چھوڑے۔ اگر وہ زہر بھی ساتھ ساتھ کھاتا رہے اور اس کا علاج بھی کرے کہ زہر کی تاثیر نہ ہو تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس طرح اگر انسان حرام اشیاء کھا جائے تو اس کے اثرات زائل کرنے کا بھی طریقہ ہے اسی کو کفارہ سیات کہتے ہیں۔ مگر اس کے لئے بھی شرط یہ ہے کہ انسان ان حرام اجزاء کو چھوڑے۔ اسی کو شریعت کی اصطلاح میں توبہ کہتے ہیں۔ اور بنی اسرائیل کی دوسری نصرت کا وعدہ یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اور آیت کے آخر میں فرمایا کہ جو لوگ ان معاہدات کی خلاف ورزی کریں گے وہ راہ راست سے بھٹک جائیں گے۔

اور آیت تیرہ میں یہ فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل آخر ان معاہدات پر قائم نہ رہ سکے۔ اور اس عہد شکنی کی وجہ سے انہیں چار نقصانات اٹھانے پڑے۔ پہلا

نقصان یہ ہوا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت آگئی۔ لعنت کے معنی بعید من الرحمت کے ہیں۔ اور بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی رحمت فرمائی تھی۔ ایک یہ تھی کہ نبوت بھی اللہ تعالیٰ نے اسی خاندان میں رکھی ہوئی تھی اور دوسری خلافت بھی اسی خاندان میں تھی اور ان کا ایسا بھی دور آیا تھا کہ پوری دنیا پر ان کی حکومت تھی۔ جیسا کہ دور سلیمانی مشہور ہے اور ان عہد شکنیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں عہدے ان سے واپس لے لئے تھے۔ اور دوسرا نقصان انہیں یہ ہوا کہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے۔ اور درندہ صفت بن گئے اور یہ بدبختی کی علامت ہے اور تیسرا نقصان یہ ہوا چند آدمیوں کی غلطی سے اس پوری امت کو نقصان اٹھانا پڑا کہ انہوں نے ان معاہدات کو کتاب الٰہی کے حصہ سے ہی نکال دیا۔ اور اس طرح وہ پوری امت نصیحت سے محروم ہو گئی۔ اور چوتھا نقصان یہ ہوا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ضائع ہو گئے۔ اور کئی قسم کے خیانات کے ابواب کھل گئے۔ جن میں سے بعض کی تفصیل حضور ﷺ کے سامنے بیان فرمائی گئی ہے بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جو معاہدات کئے تھے اور انہوں نے ان کی خلاف ورزی کی اور پھر نقصان اٹھایا ان میں سے نماز بھی تھی اور یہ نماز چھوڑنے کا بڑا نقصان ہے اس کے بعد سورۃ یونس کی آیت ستاسی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کو چار حکم دئے تھے اور یہ احکامات اس وقت دیئے تھے کہ جب مصر کے حکمران خدائی کے دعویدار فرعون نے مسلمانوں کی مساجد مسمار کر دی تھیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک حکم تو یہ دیا تھا کہ اپنے گھر فرعونیوں کے گھروں سے الگ کر لو۔ دوسرا حکم یہ تھا کہ اپنے گھروں کو مسجدیں سمجھ لو۔ اور تیسرا حکم یہ تھا کہ نماز قائم کرو نماز کو نہ چھوڑو۔ اور چوتھا حکم یہ کہ ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو کہ عنقریب فتح تمہاری ہوگی اور تمہارا دشمن غرق ہوگا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نماز بڑا اہم اصول ہے کسی وقت بھی مسلمانون کو یہ نماز چھوڑنے کا اختیار نہیں ہے اور خصوصاً" آفات و

بلیات اور نزول مصائب کے وقت اس کا پڑھنا اور زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ انسان کا تحفظ فرماتے ہیں۔ اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان مشکلات میں اپنی امت کو اس کا حکم دیا تھا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی شریعت میں نماز کا حکم تھا

هنالک دعا زکریا ربه قال رب هب لی من لدنک ذریة طیبة انک سمیع الدعاo فنادته الملئکه وهو قائم یصلی فی المحراب ان الله یبشرک بیحیی مصدقا بکلمته من الله وسیدا وحصورا ونبیا من الصلحینo قال رب انی یکون لی غلم وقد بلغنی الکبر وامراتی عاقر قال کذلک الله یفعل ما یشاءo قال رب اجعل لی ایة قال ایتک الا تکلم الناس ثلثة ایام الا رمزا واذکر ربک کثیرا وسبح بالعشی والابکارo (سورۃ آل عمران آیت 38-41)

زکریا نے وہیں اپنے رب سے دعا کی کہا اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بے شک تو دعا کا سننے والا ہے پھر فرشتوں نے اس کو آواز دی جب وہ حجرے کے اندر نماز میں کھڑے تھے کہ بے شک اللہ تجھ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے ایک حکم کی گواہی دے گا اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائے گا اور صالحین میں سے نبی ہوگا۔ کہا اے میرے رب! میرا لڑکا کہاں سے ہوگا۔ حالانکہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے فرمایا اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے کرتا ہے کہا اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر فرمایا تیرے لئے نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین دن سوائے اشارہ کے بات نہ کر سکے گا اور اپنے رب کو بہت یاد کر اور شام اور صبح تسبیح کر۔

فخرج علی قومه من المحراب فاوحی الیهم ان
سبّحوا بکرة وعشیا○ (سورة مریم آیت 11)

پھر حجرہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں اشارہ سے کہا کہ تم صبح و شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔

تفسیر: یہاں اس باب میں پانچ آیات نقل کی گئی ہیں پہلی چار تو سورۃ آل عمران کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے عمل کو بیان فرمایا ہے انہوں نے نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی تھیں جو قبول ہو گئی تھیں۔ پہلی دعا تو یہ تھی کہ اے رب مجھے پاکیزہ لڑکا عنایت فرما چنانچہ یہ دعا قبول ہو گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ آپ کو بشارت بھی سنا دی تھی۔ اور اس کا نام بتا دیا تھا کہ اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ پاکباز اور پارسا ہوگا اور نبیوں میں سے ہوگا اور حضرت زکریا علیہ السلام نے دوسری دعا یہ فرمائی تھی کہ میرے رب میں تو بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو اس بچے کی پیدائش کی کیفیت کیا ہوگی۔ تو اس کا جواب دیا کہ خدا جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے یہ اس کی مرضی پر چھوڑ دو اور تیسری دعا یہ فرمائی تھی کہ اے میرے رب مجھے اس کی نشانی بتا دیں تو فرمایا تین دن تک تو لوگوں سے بات نہیں کر سکے گا صرف اشارے سے کام لینا۔ اس سے مراد روزہ رکھنا ہے اور ان کی شریعت میں روزے میں کسی کے ساتھ بات کرنے کی اجازت نہیں تھی اور یہ بھی فرمایا کہ کثرت سے اپنے رب کا ذکر کرتے رہنا اور صبح و شام کی نماز پڑھتے رہنا۔ اور سورۃ مریم والی آیت میں بتایا گیا ہے۔ آپ نے روزہ رکھ لیا تھا اور لوگوں کو فرمایا کہ تم لوگ صبح و شام کی نماز پڑھتے رہو۔

پس اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی شریعت میں نماز فرض تھی اس لئے وہ خود بھی پڑھتے تھے اور اپنی قوم کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے اور ان سے نماز پڑھواتے تھے۔ اور آپ بیت المقدس کے امام تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں نماز فرض تھی

قال انی عبداللہ اتنی الکتب وجعلنی نبیا○
وجعلنی مبرکا این ماکنت واوصنی بالصلوۃ
والزکوۃ مادمت حیا ○ وبرا بوالدتی ولم یجعلنی
جبارا شقیا○ (سورۃ مریم آیت 30-32)

کہا بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں کہیں ہوں اور مجھے نماز اور زکوۃ کی وصیت کی ہے جب تک میں زندہ ہوں اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا اور مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا۔

وان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم○

بیشک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو اسی کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔ سورۃ مریم آیت 36

تفسیر: یہاں اس بحث میں کل چار آیات نقل کی گئی ہیں۔ پہلی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان کی حیثیت بیان فرمائی گئی ہے کہ عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کا بندہ تھا۔ خدا یا اس کا بیٹا نہیں تھا۔ اور دوسرا یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صاحب کتاب نبی بنایا تھا۔ اور آیت دو کے پہلے جملہ میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے باعث برکات بنایا ہے اور اس کے بعد آپ کی ذمہ داریاں بیان فرمائی ہیں ایک زندگی بھر نماز قائم کرنے کی اور دوسرا زکوۃ ادا کرنے کی اور تیسری اپنی والدہ کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کی۔ اور آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔ یعنی اپنا تابعدار بنایا ہے اور آیت چھتیس میں یہ فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دور میں اپنی امت کو اسی کی تعلیم دی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ اسی کی عبادت کرو یعنی اسی کے لئے نماز ادا کرو اور اسی کے لئے زکوۃ ادا کرو۔ پس خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی نماز فرض تھی۔

جناب رسولؐ اور آپ کی امت پر نماز تہجد پہلے فرض تھی اور بعد میں فرضیت منسوخ کر کے نفلی درجہ رکھا گیا ہے

یا یہا المزمل○ قم الیل الا قلیلا○ نصفه او انقص منه قلیلا اوزد علیه ورتل القران ترتیلا○ انّا سنلقی علیک قولا ثقیلا○ ان ناشئة الیل هی اشد وطاوا قوم قیلا○ ان لک فی النهار سبحاً طویلا○ واذکر اسم ربک وتبتل الیه تبتیلا ○ رب المشرق والمغرب لا اله الا هو فاتخذه وکیلا○ واصبر علی ما یقولون واهجرهم هجرا جمیلا○ وذرنی والمکذبین اولی النعمة ومهلهم قلیلا○ ان لدینا انکالا وجحیما○ وطعاما ذا غصة وعذابا الیما○ یوم ترجف الارض والجبال وکانت الجبال کثیبا مهیلا○ انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا○ فعصی فرعون الرسول فاخذنه اخذا وبیلا○ فکیف تتقون ان کفرتم یوما یجعل الولدان شیبا○ السماء منفطر به کان وعده مفعولا○ ان هذه تذکرة فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا○ ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی الیل ونصفه وثلثه وطائفة من الذین معک والله یقدر الیل والنهار علم ان لن تحصوه فتاب

علیکم فاقرء وا ما تیسر من القران○ (سورۃ المزمل آیت 1-20)

اے چادر اوڑھنے والے رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصہ آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا حصہ کم کردے یا اس پر زیادہ کردو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری بات کا بوجھ ڈالنے والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور بات بھی صحیح نکلتی ہے بیشک دن میں آپ کے لئے بڑا کام ہے اور اپنے رب کا نام لیا کرو اور سب سے الگ ہو کر اسی کی طرف آجاؤ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں پس اسی کو کارساز بنالو اور کافروں کی باتوں پر صبر کرو اور انہیں عمدگی سے چھوڑ دو اور مجھے اور جھٹلانے والے دولتمندوں کو چھوڑ دو اور انہیں تھوڑی سی مدت مہلت دو بیشک ہمارے پاس بیڑیاں اور جہنم ہے اور گلے میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب جس دن زمین اور پہاڑ لرزیں گے اور پہاڑ ریگ رواں کے تودے ہو جائیں گے ہم نے تمہاری طرف تم پر گواہی دینے والا ایک رسول اس طرح بھیجا ہے کہ جس طرح فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔ پھر فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے سخت پکڑ سے پکڑ لیا پھر تم کس طرح بچو گے اگر تم نے بھی انکار کیا اس دن جو لڑکوں کو بوڑھا کردے گا اس دن آسمان پھٹ جائے گا اس کا وعدہ ہو کر رہے گا بیشک یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف آنے کا راستہ بنالے بیشک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات سے (نماز تہجد میں) کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ کرتا ہے اسے معلوم ہے کہ تم اس کو نباہ نہیں کرسکتے سو اس نے تم پر رحم کیا پس پڑھو جتنا قرآن میں سے آسان ہو۔

ومن الیل فتھجد بہ نافلہ لک عسے ان یبعثک ربک مقاما محمودا○ (سورہ بنی اسرائیل آیت 79)

اور کسی وقت رات میں تہجد پڑھا کرو جو تیرے لئے زائد چیز ہے قریب ہے کہ تیرا رب

مقام محمود میں پہنچادے۔

تفسیر : یاایھا المزمل' مزمل کے لفظی معنی اپنے اوپر کپڑے لپیٹنے والا۔ تقریباً" اسی کا ہم معنی لفظ مدثر ہے۔ جو اگلی سورت میں آرہا ہے ان دونوں سورتوں میں رسول کریم ﷺ کو ایک وقتی حالت اور مخصوص صفت کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے کیونکہ اس وقت رسول اللہ ﷺ شدت خوف و فزع کے سبب سخت سردی محسوس کر رہے تھے اس لئے اپنے اوپر کپڑے ڈالنے کے لیے فرمایا یہ کپڑے ڈال دیے گئے تو آپ ان میں لپٹ گئے واقعہ اس کا صحیحین بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فترت وحی کے زمانے کا ذکر فرما رہے تھے فترت کے لفظی معنی ست یا بند ہو جانے کے ہیں' واقعہ اس کا یہ پیش آیا تھا کہ سب سے پہلے غار حرا میں نبی کریم ﷺ پر جبرئیل امین نازل ہوئے اور سورۂ اقراء کی ابتدائی آیتیں آپ کو سنائیں۔ یہ فرشتے کا نزول اور وحی کی شدت پہلے پہل تھی جس کا اثر طبعی طور پر ہوا اور رسول اللہ ﷺ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ سخت سردی محسوس کر رہے تھے اس لئے فرمایا زملونی زملونی یعنی ڈھانپو مجھے ڈھانپو اس کا مفصل واقعہ صحیح بخاری کے پہلے ہی باب میں مذکور ہے اس کے بعد کچھ دنوں تک یہ سلسلہ وحی کا بند رہا۔ اس زمانے کو جس میں سلسلہ وحی بند رہا زمانہ فترت الوحی کہا جاتا ہے آپ نے اس زمانہ فترت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک روز میں چل رہا تھا کہ اچانک میں نے آواز سنی تو نظر آسمان کی طرف اٹھائی دیکھتا کیا ہوں کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک معلق کرسی پر بیٹھا ہوا ہے مجھے ان کو اس ہیئت میں دیکھ کر پھر وہ ہی رعب و ہیبت کی کیفیت طاری ہو گئی جو پہلی ملاقات کے وقت ہو چکی تھی میں واپس اپنے گھر چلا آیا اور گھر والوں سے کہا کہ مجھے ڈھانپ دو اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی یاایھا المدثر اس حدیث میں یاایھا المدثر کے نزول کا ذکر ہے ہو سکتا ہے کہ اسی حالت کو بیان کرنے کے لئے یاایھا المزمل کا خطاب بھی آیا ہو اور یہ بھی ہو

سکتا ہے کہ لفظ مزمل کے لقب کا واقعہ الگ وہ ہو جو خلاصہ تفسیر میں بیان ہوا ہے۔ اس عنوان سے خطاب کرنے میں ایک خاص لطف و عنایت کی طرف اشارہ ہے جیسے محبت و شفقت میں کسی کو اس کی وقتی حالت کے عنوان سے محض تلطف کے لئے خطاب کیا جاتا ہے (روح المعانی) اس عنوان خاص سے خطاب فرما کر آپ کو نماز تہجد کا حکم اور اس کی کچھ تفصیل بتلائی ہے۔

نماز تہجد کے احکام اور ان میں تبدیلی : لفظ مزمل اور مدثر خود اس کا پتہ دیتے ہیں کہ یہ آیات بالکل شروع اسلام اور نزول قرآن کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی ہیں جبکہ اس وقت پانچ نمازیں امت پر فرض نہیں ہوئی تھیں کیونکہ پانچ نمازوں کی فرضیت تو شب معراج میں ہوئی ہے۔

امام بغویؒ نے حضرت صدیقہؓ وغیرہا کی احادیث کی بناء پر یہ فرمایا ہے کہ اس آیت کی رو سے قیام اللیل یعنی رات کی نماز رسول اللہ ﷺ اور تمام امت پر فرض تھی اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب پانچ نمازیں فرض نہیں تھیں۔

اس آیت میں قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز کو صرف فرض ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس میں کم از کم ایک چوتھائی رات ـ سے مشغول رہنا بھی فرض قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان آیات یں اصل حکم یہ تھا کہ تمام رات باستثناء قلیل نماز میں مشغول رہیں اور استثنا قلیل کا بیان اور تفصیل آگے آتی ہے۔

امام بغویؒ روایات حدیث کی بناء پر فرماتے ہیں کہ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رات کے اکثر حصہ کو نماز تہجد میں صرف فرماتے تھے یہاں تک کہ ان کے قدم ورم کر گئے اور یہ حکم خاصا بھاری معلوم ہوا۔ سال بھر کے بعد اسی سورت کا آخری حصہ فاقرءوا ما تیسر منہ نازل ہوا جس نے اس طویل قیام کی پابندی منسوخ کر دی اور اختیار دے دیا کہ جتنی دیر کسی کے لئے آسان ہو سکے اتنا وقت خرچ کرنا نماز تہجد میں کافی ہے۔ یہ مضمون ابوداؤد و نسائی میں حضرت صدیقہ عائشہؓ سے منقول ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب پانچ نمازوں کی فرضیت شب معراج میں نازل ہوئی تو نماز تہجد کی

فرضیت منسوخ ہو گئی البتہ سنت پھر بھی رہی اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ اس پر مداومت فرمائی اسی طرح اکثر صحابہ کرام بڑی پابندی سے نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ (مظہری) اب الفاظ آیت کی تفسیر دیکھئے ارشاد فرمایا

قم الیل الا قلیلا ' الیل پر الف لام داخل ہونے سے اس نے پوری رات کے معنی دیئے تو مطلب آیت کا یہ ہو گیا کہ آپ ساری رات قیام الیل میں مشغول رہیں۔ بجز قلیل کے مگر چونکہ یہ لفظ قلیل مبہم تھا اس لئے آگے اس کی تشریح اس طرح فرمادی نصفه او انقص منه قلیلا اوزد علیه یعنی اب آپ نصف رات قیام فرمائیں یا نصف سے کچھ کم کر دیں یا نصف سے کچھ بڑھا دیں۔ یہ بیان الا قلیلا کے استثناء کا ہے۔ اس لئے اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ نصف تو قلیل نہیں کہلاتا۔ جواب یہ ہے کہ رات کا ابتدائی حصہ تو نماز مغرب پھر عشاء وغیرہ میں گزر ہی جاتا ہے اب نصف سے مراد باقیماندہ کا نصف ہوگا وہ مجموعہ رات کے اعتبار سے قلیل ہے اور اس آیت میں چونکہ نصف سے کم کرنے کی بھی اجازت ہے نصف سے زائد کرنے کی بھی۔ اس لئے مجموعی طور پر اس کا یہ حاصل ہوا کہ کم چوتھائی رات سے کچھ زیادہ قیام الیل میں مشغول رہنا فرض ہوگا۔

ترتیل قرآن کا مطلب : ورتل القران ترتیلا ترتیل کے لفظی معنی کلمہ کو سہولت اور استقامت کے ساتھ منہ سے نکالنے کے ہیں (مفردات امام راغب) مطلب آیت کا یہ ہے کہ تلاوت قرآن میں جلدی نہ کریں بلکہ ترتیل و تسہیل کے ساتھ ادا کریں اور ساتھ ہی اس کے معانی میں تدبر و غور کریں (قرطبی) ورتل کا عطف قم الیل پر ہے اور اس میں اس کا بیان ہے کہ رات کے قیام میں کیا کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز تہجد اگرچہ قرات و تسبیح ' رکوع و سجود سبھی اجزائے نماز پر مشتمل ہے مگر اس میں اصل مقصود قرات قرآنی ہے اسی لئے احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز بہت طویل ادا فرماتے تھے یہی عادت صحابہ و تابعین میں معروف رہی ہے۔

مسئلہ : اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کا صرف پڑھنا مطلوب نہیں بلکہ ترتیل مطلوب ہے جس میں ہر ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا ہو۔ حضرت نبی کریم ﷺ اسی طرح ترتیل فرماتے تھے حضرت ام سلمہؓ سے بعض لوگوں نے رات کی نماز میں آپ کی تلاوت قرآن کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے نقل کر کے بتلایا جس میں ایک ایک حرف واضح تھا (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، از مظہری)

مسئلہ : ترتیل میں تحسین صوت یعنی بقدر اختیار خوش آوازی سے پڑھنا بھی شامل ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی قرات و تلاوت کو ایسا نہیں سنتا جیسا اس نبی کی تلاوت کو سنتا ہے جو خوش آوازی کے ساتھ جہراً تلاوت کرے (مظہری)

حضرت علقمہؒ نے ایک شخص کو حسن صوت کے ساتھ تلاوت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا لقد رتل القران فداہ ابی و امی یعنی اس شخص نے قرآن کی ترتیل کی ہے میرے ماں باپ اس پر قربان ہوں۔ (قرطبی)

اور اصل ترتیل وہی ہے کہ حروف و الفاظ کی ادائیگی بھی صحیح اور صاف ہو اور پڑھنے والا اس کے معانی پر غور کر کے اس سے متاثر بھی ہو رہا ہو جیسا کہ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک شخص پر ہوا۔ جو قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنا ہے ورتل القران ان ترتیلا بس یہی ترتیل ہی۔ (جو یہ شخص کر رہا ہے) (از قرطبی)

انا سنلقی علیک قولا ثقیلا ثقل کے معنی بھاری کے ہیں اور قول ثقیل سے مراد قرآن ہے کیونکہ اس کے بیان کردہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے حدود کی دائمی پابندی طبعی طور پر بھاری ہے بجز اس کے کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ اس کو آسان بنا دے اور قرآن کو قول ثقیل اس وجہ سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس کے نزول کے وقت رسول اللہ ﷺ ایک خاص وزن اور شدت محسوس فرماتے تھے جس سے سخت سردی کے زمانے میں بھی آپ کی پیشانی پسینہ

بیٹھنہ ہو جاتی تھی اور اگر اس وقت کسی اونٹنی پر سوار ہیں تو وہ اس کے بوجھ سے اپنی گردن ڈال دیتی تھی جیسا کہ احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں (صحیح بخاری وغیرہ)

اس آیت میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ نماز تہجد کا حکم اس لئے دیا گیا کہ انسان مشقت اٹھانے کا خوگر بنے۔ یہ رات کو نیند کے غلبہ اور نفس کی راحت کے خلاف ایک جہاد ہے۔ اس کے ذریعہ ثقیل بوجھل احکام کی برداشت آسان ہو جائے گی۔ جو قرآن میں نازل ہونے والے ہیں۔

ان ناشئہ الیل لفظ ناشئہ بوزن عافیت مصدر ہے جس کے معنی ہیں رات کی نماز کے لئے کھڑا ہونا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ سونے کے بعد رات کی نماز کے لئے اٹھنا ناشئہ الیل ہے اس معنی کے لحاظ سے لفظ ناشئہ اللیل بمعنی تہجد ہو گیا کیونکہ تہجد کے لفظی معنی بھی رات میں سو کر اٹھنے کے بعد نماز پڑھنے کے ہیں۔ ابن کیسان نے فرمایا کہ آخر رات کے قیام کو ناشئہ اللیل کہا جاتا ہے۔ ابن زید نے فرمایا کہ رات کے جس حصے میں بھی کوئی نماز پڑھی جائے وہ ناشئہ اللیل میں داخل ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد ہر نماز ناشئہ اللیل میں داخل ہے۔ ابن ابی ملیکہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے ناشئہ اللیل کے معنی پوچھے تو انہوں نے فرمایا اللیل کلھا ناشئہ یعنی رات کے ہر حصہ کی نماز ناشئہ اللیل میں داخل ہے۔ (مظہری)

ان مجموعہ اقوال میں کوئی تضاد نہیں حقیقت یہ ہے کہ قیام اللیل اور ناشئہ اللیل کا مفہوم اصل میں عام ہے رات کے کسی بھی حصہ میں جو نماز پڑھی جائے اس پر ان دونوں لفظوں کا اطلاق ہو سکتا ہے خصوصاً" جو نماز عشاء کے بعد ہو جیسا کہ حسن بصریؒ کا قول ہے لیکن جناب رسول اللہ ﷺ اور جمہور صحابہ تابعین اور صلحائے امت کا ہمیشہ یہ عمل رہا ہے کہ اس نماز کو سو کر اٹھنے کے بعد آخر شب میں ادا کرتے تھے اس لئے وہ افضل و اعلیٰ اور موجب برکات زیادہ ہے اور نفس سنت قیام اللیل اور ناشئہ اللیل عشاء کی نماز کے بعد ہر نماز نفل سے ادا

ہو جاتی ہے۔

ھی اشد وطا' وطا بفتح الواؤ مصدر مواطات کا ہے جس کے معنی موافقت کے آتے ہیں قران کریم میں دوسری جگہ لیوطؤا عدۃ ما حرم اللہ اس معنی میں آیا ہے ائمہ تفسیر میں ابن زید اور حضرت ابن عباس سے اس کے یہی معنی منقول ہیں۔ ابن زید نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ رات کے وقت نماز کے لئے اٹھنا قلب نگاہ کان اور زبان سب میں باہمی موافقت پیدا کرنے میں اشد ہے یعنی بہت زیادہ موثر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ رات کا وقت عموماً" کاموں سے فراغت اور شوروشغب سے نجات اور سکون کا وقت ہوتا ہے اس وقت جو الفاظ زبان سے نکلیں گے اپنے کان بھی ان کو سنیں گے اور دل بھی حاضر ہوگا۔ اور لفظ وطا کے ایک دوسرے معنی رودنے اور کچلنے کے بھی آتے ہیں۔ بعض ائمہ تفسیر نے اس جگہ یہی معنی لے کر مراد یہ قرار دی ہے کہ رات کی نماز نفس کشی اور نفس کو کچلنے میں بہت معین یعنی نفس کو قابو میں رکھنے اور ناجائز خواہشات پر اڑنے سے روکنے میں نماز تہجد سے بڑی مدد ملتی ہے۔ مضمون یہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے۔ خلاصہ تفسیر یہ ہے کہ رات کے وقت میں تلاوت قرآن زیادہ درست اور جماؤ اور ثبات کے ساتھ ہو سکتی ہے کیونکہ مختلف قسم کی آوازوں اور شوروشغب سے قلب اور ذہن مشوش نہیں ہوتا۔

خلاصہ اس آیت کا بھی حکم قیام اللیل کی حکمت بیان کرنا ہے اس سے پہلی آیت میں جو اس کی حکمت ارشاد فرمائی گئی تھی۔ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا یہ تو آنحضرت ﷺ کی ذات قدسی میں جو حکمت بیان ہوئی وہ سب امت کے لئے عام ہے کہ رات کی نماز میں دو وصف ہیں اول قلب و زبان میں موافقت دوسرے تلاوت قرآن میں بوجہ سکون کے آسانی۔

ان لک فی النھار سبحا طویلا لفظ سبح کے لفظی معنی جاری ہونے اور گھومنے پھرنے کے ہیں اسی سے پانی میں تیرنے کو بھی سبح اور سباحت کہا جاتا ہے کہ پانی میں بغیر کسی رکاوٹ کے گھومنا پھرنا تیراکی کے ساتھ آسان ہے۔ یہاں

مراد جس سے دن بھر کے مشاغل ہیں جن میں تعلیم و تبلیغ اور اصلاح خلق کے لئے یا اپنی معاشی مصالح کے لئے چلنا پھرنا سب داخل ہیں۔

اس آیت میں قیام اللیل کے حکم کی تیسری حکمت و مصلحت کا بیان ہے یہ بھی آنحضرت ﷺ اور پوری امت کے لئے عام ہے وہ یہ کہ دن میں تو رسول اللہ ﷺ اور اس طرح دوسرے سبھی حضرات کو بہت سے مشاغل چلنے پھرنے کے رہتے ہیں۔ فراغ بالی سے عبادت میں توجہ مشکل ہوتی ہے رات کا وقت اس کام کے لئے رہنا چاہئے کہ بقدر صرف نیند اور آرام بھی ہو جائے اور قیام اللیل کی عبادت بھی۔

فائدہ : حضرت فقہاء نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء و مشائخ جو تعلیم و تربیت اور اصلاح خلق کی خدمتوں میں لگے رہتے ہیں ان کو بھی چاہئے کہ یہ کام دن ہی تک محدود رہنے چاہئیں رات کا وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری اور عبادت کے لئے فارغ رکھنا بہتر ہے جیساکہ علمائے سلف کا تعامل اس پر شاہد ہے کوئی وقتی ضرورت دینی، تعلیمی، تبلیغی کبھی اتفاقاً" رات کو بھی اس میں مشغول رکھنے کی داعی ہو تو وہ بقدر ضرورت مستثنیٰ ہے۔ اس کی شہادت بھی بہت سے حضرات علماء و فقہاء کے عمل سے ثابت ہے۔

واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا، تبتل کے لفظی معنی مخلوق سے منقطع ہو کر خالق کی عبادت میں لگ جانے کے ہیں واذکر اسم ربک کا عطف قم اللیل پر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کو قیام اللیل یعنی رات کی نماز کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ضمن میں دن کی خاص خاص عبادتوں کی طرف بھی اشارہ کردیا گیا کما فی قولہ ان لک فی النھار سبحا طویلا اس آیت میں ایک ایسی عبادت کا حکم ہے جو رات یا دن کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وقت اور ہر حال میں جاری رہتی ہے وہ ہے ذکر اللہ، اور مراد ذکر اللہ کے حکم سے اس پر مداومت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا تو تصور ہی نہیں ہو سکتا کہ آپ بالکل ذکر نہ کرتے ہوں اس لئے اس حکم کا منشاء دوام ذکر ہی ہو سکتا ہے۔

(مظہری) اور مراد آیت کی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ذکر اللہ کو شب و روز ہمہ وقت جاری رکھیں اس میں نہ کبھی ذہول ہونا چاہئے نہ سستی۔ اور یہ مراد اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ ذکر اللہ سے مراد عام لیا جائے خواہ زبان سے ہو یا قلب سے یا اعضاء و جوارح کو اللہ تعالیٰ کے احکام میں مشغول رکھنے سے۔ اور ایک حدیث میں جو حضرت صدیقہ عائشہؓ کی روایت سے یہ آیا ہے کہ کان یذکر اللہ علی کل حین یعنی رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر فرماتے تھے یہ بھی اس عام معنے کی رو سے صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ بیت الخلاء وغیرہ میں آپ کا ذکر لسانی نہ کرنا روایات حدیث سے ثابت ہے مگر ذکر قلبی ہر وقت جاری رہ سکتا ہے اور ذکر قلبی کی دو صورتیں ہیں ایک الفاظ متخیلہ کے ذریعہ ذکر کرنا' دوسرے اللہ تعالیٰ کی صفات و کمالات میں غور و فکر کرنا' کما افادہ شیخ تھانوی قدس سرہ۔

دوسرا حکم اس آیت میں یہ دیا گیا کہ تبتل الیہ تبتیلا یعنی آپ تمام مخلوقات سے قطع نظر کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کی عبادت میں لگ جائیں اس کے عام مفہوم میں اللہ کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک نہ کرنا بلکہ خالص اللہ کے لئے عبادت کرنا بھی داخل ہے اور یہ بھی کہ اپنے تمام اعمال و افعال اور حرکات و سکنات میں نظر اور بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر رہے کسی مخلوق کو نفع و ضرر کا مالک یا حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھیں۔ حضرت ابن زید نے فرمایا کہ تبتل کے معنے یہ ہیں کہ تمام دنیا و مافیہا کو چھوڑیں اور صرف اس چیز کی طرف متوجہ رہیں جو اللہ کے پاس ہے (مظہری) لیکن جس تبتل اور مخلوق سے قطع تعلق کا حکم اس آیت میں دیا گیا ہے وہ اس ترک تعلقات اور ترک دنیا سے بالکل مختلف ہے جس کو قرآن میں رہبانیت کہا ہے اور اس کی مذمت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ورھبانیۃ ابتدعوھا اور اس جس کے متعلق حدیث میں ہے لا رھبانیۃ فی الاسلام کیونکہ رہبانیت اصطلاح شرع میں اس ترک دنیا اور ترک تعلقات کا نام ہے جس میں تمام لذائذ اور حلال طیب اشیاء کو بہ نیت عبادت چھوڑ دیا جائے یعنی یہ اعتقاد ہو کہ ان حلال چیزوں کے چھوڑے بغیر اللہ

تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی۔ یا عملاً" ترک تعلقات اس طرح کرے کہ لوگوں کے حقوق واجبہ کی رعایت نہ کرے ان میں خلل آئے اور یہاں جس تبتل اور ترک تعلق کا حکم ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تعلق پر کسی دوسری مخلوق کا تعلق غالب نہ آجائے خواہ اعتقاداً" یا عملاً" اور ایسا ترک تعلق دنیوی تمام معاملات ازدواج و نکاح اور تعلقات رشتہ داری وغیرہ کے منافی نہیں بلکہ ان سب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے جیساکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت خصوصاً" سیدالانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کی پوری زندگی اور شمائل اس پر شاہد ہیں۔ یہاں جس مفہوم کو لفظ تبتل سے تعبیر کیا گیا ہے اسی کا دوسرا عنوان سلف صالحین کی زبان میں اخلاص ہے۔ (مظہری)

فائدہ مہمہ : ذکر اللہ کی کثرت اور تعلقات دنیا کے ترک کے معاملے میں صوفیائے کرام سلفاً" و خلفاً" سب سے آگے رہے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم جس مسافت کو طے کرنے اور راستہ قطع کرنے میں دن رات لگے ہوئے ہیں درحقیقت اس کے دو قدم ہیں۔ پہلا قدم مخلوق سے انقطاع ہے اور دوسرا قدم وصول الی اللہ ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ آیت مذکورہ میں انہیں دو قدموں کو دو جملوں میں عطف کر کے بیان فرمایا گیا ہے۔
واذکر اسم ربک تبتل الیہ تبتیلا۔

یہاں ذکر اللہ سے مراد اس پر ایسی مداومت ہے جس میں کبھی قصور و فتور نہ ہو اور کسی وقت اس سے ذہول نہ ہو۔ یہی وہ مقام ہے جس کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں وصول الی اللہ کہا جاتا ہے اس طرح پہلے جملے میں آخری قدم کا ذکر فرمایا اور دوسرے جملے میں پہلے قدم کا۔ یہ ترتیب شاید اس لئے بدل گئی کہ اگرچہ عمل میں تبتل یعنی قطع تعلقات (بالمعنی المذکور) مقدم ہے اور وصول الی اللہ اس کے بعد اس پر مرتب ہوتا ہے مگر چونکہ مقصد سالک کا یہ یہ دوسرا ہی قدم ہے اور یہی درحقیقت مقصود المقاصد ہے اس کی اہمیت و افضلیت بتلانے کے لئے ترتیب طبعی و قوعی کو بدل کر ذکر اللہ کو مقدم بیان فرمایا گیا۔ شیخ سعدی علیہ

الرحمہ نے انہیں دو قدموں کو خوب بیان فرمایا ہے ؎

تعلق حجاب است و بے حاصلی
چو پیوند ہا بگسلی واصلی

ذکر اسم ذات یعنی اللہ اللہ کا تکرار بھی مامور بہ ذکر و عبادت ہے : اس آیت میں ذکر اللہ کے حکم کو لفظ اسم کے ساتھ مقید کر کے واذکر اسم ربک فرمایا ہے۔ واذکر ربک نہیں فرمایا اس میں اشارہ اس طرف نکلتا ہے کہ اسم رب یعنی اللہ اللہ کا تکرار بھی مطلوب مامور بہ ہے۔ (مظہری) بعض علماء نے جو صرف اسم ذات اللہ اللہ کے تکرار کو بدعت کہہ دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم۔

رب المشرق والمغرب لا الہ الا ھو فاتخذہ وکیلا' وکیل لغت میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو کوئی کام سپرد کیا جائے۔ فاتخذہ وکیلا کا مفہوم یہ ہوا کہ اپنے سب کاروبار معاملات اور حالات کو اللہ کے سپرد کرو۔ اس کا نام اصطلاح میں توکل ہے۔ اس سورت میں جو احکام رسول اللہ ﷺ کو دیئے گئے ہیں یہ ان میں پانچواں حکم ہے امام یعقوب کرخیؒ نے فرمایا کہ شروع سورت سے اس آیت تک مقامات سلوک کی طرف اشارہ ہے یعنی رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے خلوت۔ قرآن کریم میں اشتغال' ذکر اللہ پر دوام' ماسوی اللہ سے اعراض و ترک تعلق' اللہ تعالیٰ پر توکل۔ توکل کے آخری حکم سے پہلے اللہ تعالیٰ شانہ کی صفت رب المشرق والمغرب بیان کرکے اس طرف اشارہ کر دیا کہ وہ ذات پاک مشرق و مغرب یعنی سارے جہان کی پالنے والی اور ان کی تمام ضروریات ابتدا سے انتہا تک پورا کرنے کی متکفل ہے۔ توکل اور بھروسہ کرنے کے قابل صرف وہی ذات ہو سکتی ہے اور اس پر بھروسہ کرنے والا کبھی محروم نہیں رہ سکتا جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ یعنی جو شخص اللہ پر توکل (بھروسہ) کرتا ہے اللہ اس کے (سب مہمات و مشکلات کے لئے) کافی ہو جاتا ہے۔

توکل کے معنی شرعی: اللہ پر توکل اور بھروسہ کے یہ معنی نہیں کہ کسب معاش اور دفع بلا کے جو اسباب و آلات قدرت حق نے آپ کو عطا فرمائے ہیں ان کو معطل کر کے اللہ پر بھروسہ کرو، بلکہ حقیقت توکل کی یہ ہے کہ اپنے مقاصد کے لئے اللہ کی دی ہوئی قوت وتوانائی اور جو اسباب میسر ہیں ان سب کو پورا استعمال کرو مگر اسباب مادیہ میں غلو اور انہماک زیادہ نہ کرو اعمال اختیاریہ کو کر لینے کے بعد نتیجہ کو اللہ کے سپرد کر کے بے فکر ہو جاؤ۔

توکل کا یہ مفہوم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ امام بغوی نے شرح السنہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقها الا فاتقوا اللہ واجملوا فی الطلب (مظہری) یعنی روح القدس (جبرئیل امین) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جبتک وہ اپنے مقدر میں لکھا ہوا اللہ کا رزق پورا پورا حاصل نہیں کر لے گا۔ اس لئے تم خدا سے ڈرو اور اپنے مقاصد کے طلب میں اختصار سے کام لو، زیادہ منہمک نہ ہو کہ قلب کی توجہ ساری انہی مادی اسباب و آلات میں محصور ہو کر رہ جائے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اور ترمذی میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ترک دنیا اس کا نام نہیں کہ تم اپنے اوپر اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر لو یا جو مال تمہارے پاس ہو اسے خواہ مخواہ اڑادو بلکہ ترک دنیا اس کا نام ہے کہ تمہارا اعتماد اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جو چیز ہے اس پر زیادہ ہو بہ نسبت اس کے جو تمہارے ہاتھ میں ہے۔ (مظہری)

واصبر علی ما یقولون واهجرهم هجرا جمیلاً بقول امام کرخیؒ یہ چھٹا حکم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا یعنی لوگوں کی ایذاؤں اور گالیوں پر صبر جمیل یہ مقامات سلوک میں سب سے اعلیٰ مقام ہے کہ دشمنوں کو جفاو ایذا پر صبر کیا جائے۔ یعنی یہ حضرات جن لوگوں کی خیر خواہی اور ہمدردی میں اپنی ساری قوت و توانائی اور ساری عمر خرچ کرتے ہیں انہیں کی طرف اس کی جزا

میں گالیاں، ایذائیں طرح طرح کے جور و ستم ان کے مقابلے میں آتے ہیں ان پر صبر جمیل کرنا یعنی انتقام کا ارادہ بھی نہ کرنا یہ وہ اعلیٰ مقام ہے جو اس اصطلاح صوفیہ میں فناء کامل کے بغیر نصیب نہیں ہوتا۔

واھجرھم ھجرا جمیلا ہجر بفتح الہاء کے لفظی معنی کسی چیز کو رنج و ملال و بیزاری کے ساتھ چھوڑنے کے آتے ہیں۔ معنی یہ ہوئی کہ تکذیب کرنے والے کفار جو کچھ آپ کو ایذا کے کلمات کہتے ہیں آپ اس کا انتقام تو ان سے نہ لیں مگر ان سے تعلقات بھی نہ رکھیں مگر ترک تعلق کے وقت انسان کی طبعی عادت یہ ہے کہ جس سے تعلق چھوڑا جائے اس کا شکوہ شکایت اور اس کو برا بھلا کہتا ہے اس لئے آنحضرت ﷺ کو کفار کے ہجر یعنی ترک تعلق کا جو حکم دیا گیا تو ساتھ ہجرا جمیلا کی قید لگا دی گئی کہ آپ کے منصب عالی اور خلق عظیم کا تقاضا یہ ہے کہ جن کفار سے ترک تعلق کریں زبان بھی ان کو برا کہنے سے محفوظ رکھیں۔

بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ آیات جہاد و قتال جو بعد میں نازل ہوئیں ان سے اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا لیکن غور کیا جائے تو منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ آیات مذکورہ میں کفار کی ایذاؤں صبر اور ہجر کی تلقین ہے۔ یہ زجر اور سزا و قتال کے منافی نہیں۔ اس آیت کا حکم ہر وقت ہر حال میں ہے اور قتال و جہاد میں جو زجر و سزا ہے اس کا حکم خاص خاص اوقات میں ہے اور اسلامی قتال و جہاد درحقیقت کوئی انتقام یا اپنا غصہ نکالنا نہیں۔ جو صبر اور ہجر جمیل کے منافی ہو بلکہ خالص حکم خداوندی کی تعمیل ہے جس طرح صبر اور ہجر جمیل عام حالات میں اس کی تعمیل ہے یہاں تک رسول اللہ ﷺ کو کفار کی ایذاؤں پر صبر اور ترک انتقام کی تلقین تھی آگے آپ کی تسلی کے لئے ان کفار پر جو عذاب آخرت میں آنے والا ہے اس کا بیان ہے مقصد یہ ہے کہ ان کی چند روزہ چیرہ دستی اور ظلم و جور سے آپ ملول نہ ہوں ان کو تو اللہ تعالیٰ سخت عذاب میں پکڑنے والا ہے ہاں حکمت ربانی کے تقاضے سے کچھ مہلت دے رکھی ہے

اس میں آپ جلدی کی فکر نہ فرماویں۔ یہی مفہوم ہے بعد کہ آیت ذرنی والمکذبین اولی النعمة ومهلهم قليلا) کا اس میں کفار مکذبین کو اولی النعمتہ فرمایا ہے۔ نعمت بفتح النون کے معنی تنعم یعنی عیش و عشرت اور مال و اولاد کی بہتات کے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ دنیا کے مال و اولاد اور ناز و نعمت میں مست ہو جانا اسی شخص سے ہو سکتا ہے جو آخرت کی تکذیب کرنے والا ہے۔ مومن کو بھی یہ چیزیں بسا اوقات نصیب ہوتی ہیں مگر وہ ان میں ایسا مست نہیں ہوتا اس لئے دنیا کے ہر عیش و راحت کے وقت بھی اس کا قلب فکر آخرت سے خالی نہیں ہوتا۔ خالص عیش و عشرت اور بالکل بے فکری اس دنیا میں کافروں اور آخرت کی تکذیب کرنے والوں ہی کا حصہ ہو سکتا ہے۔

آگے آخرت کے اس سخت ترین عذاب کا ذکر ہے جس میں پہلے انکار کا ذکر کیا اس کے معنی قید بند اور زنجیروں کے ہیں۔ پھر جہنم کی شدید آگ کا ذکر فرمایا۔ پھر اہل جہنم کے دردناک کھانے کا ذکر ہے۔ طعا ما ذا غصه' غصہ کے لفظی معنی گلے میں لگ جانے والے پھندے کے ہیں کہ کوئی لقمہ گلے میں اس طرح پھنس جائے کہ نہ نگلا جا سکے نہ باہر اگلا جا سکے۔ ضریع اور زقوم جو اہل جہنم کو کھانے کے لئے دیا جائے گا ان یہی حال ہو گا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس میں آگ کے کانٹے ہوں گے جو گلے میں پھنس جائیں گے۔ (نعوذ باللہ منہ) آخرت میں فرمایا وعذابا اليما ان معین عذابوں کے ذکر کرنے کے بعد یہ مبہم لفظ لا کر اس طرف اشارہ کیا گیا کہ اور عذاب ان سے بھی زیادہ شدید سخت ہیں جن کا کوئی انسان تصور نہیں کر سکتا۔ (اللهم احفظنا منها)

سلف صالحین کا خوف آخرت : امام احمد' ابن ابی داؤد' ابن عدی اور بیہقی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی یہ آیت سنی تو خوف سے بے ہوش ہو گیا۔ اور حضرت حسن بصریؒ ایک دن روزہ سے تھے افطار کے وقت کھانا سامنے آیا تو اس آیت کا دھیان آگیا' کھانا نہ کھا سکے اٹھوا دیا۔ اگلے روز پھر شام کو ایسا

ہی ہوا کھانا اٹھوا دیا' تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوا تو ان کے صاحبزادے حضرت ثابت بنانی اور یزید ضبی اور یحییٰ بکاء کے پاس گئے اور حال سنایا یہ تینوں حضرات آئے اور حضرت حسن کو کھانے کا بہت اصرار کرتے رہے جب مجبور ہو کر کچھ تناول فرمایا (روح المعانی)

آگے کچھ قیامت کے ہولناک واقعات کا بیان فرمایا یوم ترجف الارض والجبال (الایہ) اس کے بعد کفار مکہ کو فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سنا کر اس سے ڈرایا گیا کہ جس طرح فرعون اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کر کے گرفتار عذاب ہوا' تم بھی اس پر جمے رہے تو سمجھ لو کہ تم پر بھی ایسا ہی کوئی عذاب دنیا میں آسکتا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اگر دنیا میں کوئی عذاب نہ بھی آیا تو قیامت کے اس دن کے عذاب سے تمہیں کون بچا سکے گا۔ جس کی ہولناکی اور طول کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ روز قیامت کے شدید اور ہولناک ہونے کا بیان ہے کہ اس میں لوگوں پر ایسا خوف اور ہول طاری ہو گا کہ اگر کوئی بچہ بھی ہو بوڑھا ہو جائے غرض مراد اس سے ایک تمثیل ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مراد حقیقت ہے اور روز قیامت اس قدر طویل ہو گا کہ اس میں ایک بچہ بھی بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے گا۔ (قرطبی و روح)

قیام اللیل کی فرضیت منسوخ ہو گئی : شروع سورت میں قم اللیل سے رسول اللہ ﷺ اور سب مسلمانوں پر قیام اللیل کو فرض قرار دیا گیا تھا اور اس قیام کا طویل ہونا بھی فرض تھا مگر اس کے طول میں اختیار دیا گیا تھا کہ آدھی رات سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور کم سے کم ایک تہائی رات ہونا چاہیے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت اس فرض کی ادائیگی میں اکثر عزیمت پر عمل فرماتے اور زیادہ سے زیادہ رات کا وقت اس نماز میں گزارتے تھے۔ جو دو تہائی رات کے قریب ہوتا تھا۔ ہر رات میں یہ عمل پھر دن میں دین کی دعوت و تبلیغ اور ذاتی ضروریات خصوصاً" صحابہ کرام کہ بیشتر محنت مزدوری یا

تجارت کرتے تھے اس طویل و ثقیل نماز کی پابندی سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے پاؤں ورم کر آئے۔ ان کی یہ مشقت و محنت اللہ تعالیٰ کے سامنے تھی وہ اس سے بخوبی واقف تھے مگر علم الٰہی میں پہلے ہی متعین تھا کہ اتنی محنت کا فریضہ چند روز ہی رکھا جائے گا تاکہ آپ اور صحابہ کرام محنت و ریاضت کے خوگر ہو جائیں جس کی طرف آیات مذکورہ میں بھی انا سنلقی علیک قولا ثقیلا میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ سے یہ محنت و مشقت اس لئے لی جا رہی ہے کہ آپ کو قول ثقیل یعنی قرآن کی خدمت سپرد ہونے والی تھی جو اس مشقت سے بڑی مشقت ہے بہرحال علم ازلی کے مطابق جب یہ حکمت ریاضت و محنت کے خوگر بنانے کی پوری ہوگئی تو یہ فرض قیام اللیل منسوخ کر دیا گیا اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیات مذکورہ سے صرف طول قیام کی فرضت منسوخ ہوئی ہو اصل نماز تہجد کا فرض بدستور رہا ہو۔ پھر شب معراج میں پانچ نمازوں کی فرضیت کے وقت نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہوئی ہو' واللہ اعلم۔

اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام امت سے یہ فرض منسوخ کر دیا گیا البتہ اس کا استحباب اور عنداللہ پسندیدہ ہونا پھر بھی باقی رہا اور اس میں بھی یہ آسانی کر دی گئی کہ وقت کی اور تلاوت قرآن کی کوئی تحدید نہیں رکھی گئی ہر شخص اپنی اپنی طاقت و فرصت کے مطابق جتنے وقت میں ادا کر سکے کر لے اور اس میں جتنا قرآن پڑھنا آسانی سے ہو سکے پڑھ لے۔

احکام شرعیہ کے منسوخ ہونے کی حقیقت : دنیا کی حکومتیں یا ادارے جو اپنے قوانین میں ترمیم و تنسیخ کرتے رہتے ہیں اس کی بیشتر وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ تجربے کے بعد کوئی نئی صورت حال سامنے آتی ہے جو پہلے سے معلوم نہ ہوتی تو اس صورت حال کے مطابق پہلے حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم جاری کر دیا جاتا ہے مگر احکام الٰہیہ جس میں اس کا کوئی تصور و احتمال ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم محیط ازلی اور ابدی سے کوئی چیز باہر نہیں کوئی حکم شرعی جاری ہونے

کے بعد لوگوں کے کیا حالات رہیں گے کیا کیا صورتیں پیش آئیں گی حق تعالیٰ کو پہلے ہی سے معلوم ہے لیکن باقتضائے حکمت و مصلحت کوئی حکم کچھ عرصہ کے لئے جاری کیا جاتا ہے پہلے ہی سے اس کا ہمیشہ جاری رکھنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ایک مدت انکے علم میں متعین ہوتی ہے کہ اس مدت تک یہ حکم جاری رہے گا مگر اس مدت کا اظہار مخلوق پر بمصلحتاً نہیں کیا جاتا الفاظ کے عموم سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم غیر موقت اور دائمی ہے عنداللہ جو اس کی مدت مقرر ہے جب وہ مدت ختم ہو کر حکم واپس لیا جاتا ہے تو مخلوق کی نظر میں وہ حکم کی منسوخی ہوتی ہے حقیقت میں وہ بیان مدت ہوتا ہے یعنی اس وقت مخلوق پر ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ ہم نے یہ حکم ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ صرف اسی مدت کے لئے جاری کیا تھا اب وہ مدت ختم ہو گئی حکم باقی نہیں رہا۔

قرآن کریم میں بہت سی آیات کے منسوخ ہونے پر جو عامیانہ شبہ کیا جاتا تھا اس تقریر سے وہ شبہ رفع ہو گیا' کیا نماز تہجد خاص رسول اللہ ﷺ پر اس آیت کے بعد بھی فرض رہی' بعض ائمہ تفسیر نے اسی کو اختیار کیا ہے ان کا استدلال سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ومن الیل فتهجد به نافله لک سے ہے جس میں نماز تہجد کو خاص آپ کے ذمہ ایک زائد فرض کی حیثیت سے عائد کیا گیا ہے کیونکہ نافلہ کے لغوی معنی زائدہ کے آتے ہیں اور مراد فریضہ زائدہ ہے مگر جمہور علماء کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ فرضیت اس نماز کی امت اور رسول اللہ ﷺ دونوں سے منسوخ ہو گئی البتہ بطور استحباب اس کی ادائیگی سب کے لئے باقی رہی اور آیت مذکورہ میں نافلۃ لک اپنے اصطلاحی معنی میں بحکم نفل ہے پھر اس کی خصوصیت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو آیت لفظ لک سے مفہوم ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے پوری تفصیل اور نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہونے کے بعد یہ نماز صرف نفل و مستحب کے درجہ میں رہی یا سنت مؤکدہ کے درجہ میں یہ پوری تحقیق سورۂ بنی اسرائیل کی آیت مذکورہ کے تحت میں گزر چکی ہے وہاں دیکھ لیا جائے وہاں تہجد کے خاص فضائل اور مسائل کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

یہ آیت جن کے ذریعہ نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہوئی۔ ان ربک یعلم سے شروع ہو کر فاقروا ما تیسر منہ تک آئی ہے یہ آیت شروع سورت کی آیات سے ایک سال یا آٹھ ماہ بعد نازل ہوئی ہے سال بھر کے بعد قیام اللیل کی فرضیت منسوخ ہوئی۔ مسند احمد، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں قیام اللیل کو فرض کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ایک سال تک اس کی پابندی کرتے رہے سورت کا آخری حصہ اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے تک آسمان میں روک رکھا سال بھر کے بعد آخری حصہ نازل ہوا جس میں قیام اللیل کی فرضیت منسوخ ہو کر تخفیف ہو گئی اور اس کے بعد قیام اللیل صرف نفل و مستحب رہ گیا۔ (روح المعانی) پھر ان آیات میں تنسیخ حکم کی علت یہ بتلائی ہے کہ علم ان لن تحصوہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ تم اس کا احصاء نہ کرسکو گے۔ احصاء کے لفظی معنی شمار کرنے کے ہیں۔ مطلب آیت کا بعض حضرات مفسرین نے یہ قرار دیا ہے کہ قیام اللیل میں اللہ تعالیٰ نے اگرچہ مقدار وقت کی پوری تعین نہیں فرمائی بلکہ ایک تہائی رات سے دو تہائی رات تک کے درمیان کا وقت مقرر فرمایا تھا مگر صحابہ کرام جب اس نماز میں مشغول ہوتے تو اشتغال نماز کے ساتھ یہ معلوم ہونا دشوار تھا کہ رات آدھی ہوئی یا کم و بیش کیونکہ اوقات معلوم کرنے کے ایسے آلات گھڑیاں وغیرہ اس زمانے میں موجود نہ تھیں اور ہوتیں بھی تب بھی شغل نماز کے ساتھ بار بار گھڑیوں کو دیکھتے رہنا ان حضرات کے حالات اور ان کے خشوع و خضوع کے ساتھ آسان نہ تھا یہ معنی ہوئی لن تحصوہ کے اور بعض حضرات نے یہاں احصاء سے مراد عمل احصاء یعنی اس طویل وقت اور نیند کے وقت کی نماز پر مداومت نہ کرسکنا مراد لیا ہے۔ لفظ احصاء اس معنی کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں اسماء اللہ الحسنی کے بارے میں آیا من احصاھا دخل الجنہ۔ اس میں لفظ احصاء کا مفہوم بہت سے علماء نے عمل احصاء لیا ہے یعنی اسماء الٰہیہ کے مقتضی پر پورا عمل کرنا، جیسا کہ معارف

القرآن میں آیت وان تعدوا نعمه الله لا تحصوها کے تحت میں اس کی تفصیل لکھی گئی۔ (پارہ نمبر13 سورۂ ابراہیم)

فتاب علیکم لفظ توبہ کے اصلی معنی رجوع کے ہیں گناہ سے توبہ کو بھی اسی لئے توبہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے پچھلے جرم و گناہ سے رجوع ہوتا ہے اس جگہ مراد صرف رجوع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم قیام اللیل کی فرضیت کا واپس لے لیا' آخر میں فرمایا۔

فاقروا ما تیسر من القران یعنی نماز تہجد جو اب بجائے فرض کے مستحب یا سنت باقی رہ گئی ہے اس میں جس قدر قرآن آسانی سے کوئی شخص پڑھ سکے وہ پڑھ لیا کرے کسی خاص مقدار کی تعین نہیں ہے اس آیت سے بہت سے مسائل فقیہ نکلتے ہیں جو فقہ کی کتابوں میں مفصل مذکور ہیں وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔

واقیموا الصلوة واتوا الزکوة واقرضوا الله قرضا حسنا' اقیموا الصلوة میں جمہور مفسرین کے نزدیک نماز فرض مراد ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نماز فرض پانچ ہیں جو لیلتہ المعراج میں فرض ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام اللیل کی فرضیت جو ایک سال تک جاری رہی تھی اسی عرصہ میں لیلتہ الاسرار کا واقعہ پیش آیا جس میں پانچ نمازیں فرض کی گئیں اور اس کے بعد آیات مذکورہ کے ذریعہ نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور آخر سورت میں جو اقامت صلوۃ کا حکم آیا ہے اس سے مراد پانچ نمازیں فرض ہیں۔ ابن کثیر' قرطبی' بحر محیط)

اسی طرح اتوا الزکوة میں زکوۃ سے زکوۃ فرض مراد ہے مگر مشہور یہ ہے کہ زکوۃ بعد ہجرت دوسری سال میں فرض ہوئی اور یہ آیت مکی ہے ابتدائے اسلام میں نازل ہوئی ہے اس لئے بعض مفسرین نے خاص اس آیت کو مدنی کہا ہے۔ مگر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ زکوۃ تو مکہ مکرمہ میں اوائل اسلام ہی میں فرض ہو گئی ہو مگر اس کے نصاب اور مقدار واجب کی تفصیلات مدینہ طیبہ میں ہجرت

کے دوسرے سال میں بیان کی گئی ہوں۔ اس طرح آیت کے مکی ہونے کی صورت میں بھی اس کو زکوٰۃ فرض پر محمول کیاجا سکتا ہے۔ روح المعانی میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور اس کی پوری تحقیق احقر کے رسالہ نظام الزکوۃ میں تفصیل سے آئی ہے۔ ٭

واقرضوا الله قرضا حسنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو اس عنوان سے تعبیر کیا ہے کہ گویا یہ خرچ کرنے والا اللہ کو قرض دے رہا ہے اس میں اس کے حال پر لطف و کرم کی طرف اشارہ بھی ہے اور اس کا بیان بھی کہ اللہ تعالیٰ غنی الاغنیاء ہے اس کو دیا ہوا قرض کبھی مارا نہیں جا سکتا ضرور وصول ہوگا اور چونکہ زکوۃ فرض کا حکم اس سے پہلے آچکا ہے اس لئے اقرضوا الله میں جس خیرات اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا ذکر ہے اس کو اکثر حضرات نے صدقات نافلہ اور تبرعات پر محمول کیا ہے۔ جیسے اپنے اقارب و اعزاء کو کچھ دینا یا مہمان کی مہمانی پر خرچ کرنا یا علماء و صلحاء کی خدمت کرنا وغیرہ اور بعض حضرات نے اس کا مفہوم یہ قرار دیا ہے کہ زکوۃ کے علاوہ بھی بہت سے مالی واجبات انسان پر عائد ہوتے ہیں۔ جیسے ماں باپ' بیوی اولاد کا نفقہ واجبہ یا دوسری واجبات شرعیہ تو اتوا الزکوۃ میں ادائے زکوۃ کا حکم دینے کے بعد دوسرے واجبات کا ذکر اقرضوا الله سے کردیا گیا۔

وما تقدموا لانفسكم من خير (الایہ) ما تقدموا لانفسکم کا مطلب یہ ہے کہ جو نیک کام اپنی زندگی میں کر گزرو وہ بہتر ہے اس سے کہ مرنے کے وقت وصیت کرو اس میں مالی عبادت صدقہ خیرات بھی داخل ہے اور نماز روزہ وغیرہ بھی جو کسی کے ذمہ قضا ہو اپنے ہاتھ سے اپنے سامنے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس سے سبکدوشی بہتر ہے بعد میں تو وارثوں کے اختیار میں بات رہتی ہے وہ کریں یا نہ کریں۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ تم میں ایسا کون ہے جو اپنے وارث کے مال سے بہ نسبت اپنے مال کے زیادہ محبت رکھتا

ہو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اپنے وارث کے مال کی محبت خود اپنے مال سے زیادہ رکھے۔ آپ نے فرمایا سوچ سمجھ کر بات کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمیں تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا (جب یہ بات ہے تو سمجھ لو کہ) تمہارا مال وہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھ سے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور جو رہ گیا وہ تمہارا مال نہیں بلکہ تمہارے وارث کا مال ہے (ذکرہ ابن کثیر باسناد ابی یعلی الموصلی ثم قال ورواہ البخاری حدیث حفص بن غیاث الخ) (معارف القرآن)

پس اس بحث کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ نماز تہجد پہلے شروع اسلام میں جناب رسول اللہ ﷺ پر اور آپ کی امت پر فرض تھی مگر بعد میں اس کی فرضیت منسوخ کر کے نفلی درجہ رکھ دیا گیا لیکن ان آیات سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نماز تہجد کی رکعات کتنی ہیں اور ان کے پڑھنے کا طریقہ کیا ہے کیونکہ سورۃ المزمل کے شروع میں اتنا فرمایا ہے اے چادر اوڑھنے والے آپ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔ مگر تھوڑا سا حصہ۔ آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا سا حصہ کم کر دے۔ یا زیادہ کر دے۔ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کر۔ پس اس سلسلہ میں احقر نے جناب رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ ذیل احادیث نقل کر دی ہیں ان سے نماز تہجد کی رکعات ان کے پڑھنے کا طریقہ۔ آداب اور ان کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ فہم قرآن کے لئے احادیث نبویہ کا ہونا ضروری ہے ورنہ قرآن بے معنی اور بے مقصد ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور جو لوگ احادیث کا انکار کرتے ہیں ان کا مقصد بھی یہی ہے کہ قرآن کو بے مقصد بنایا جائے مگر اس سلسلہ میں چونکہ احادیث نبویہ آڑے نظر آتی ہیں اس لئے ان کا انکار کیا اور جب احادیث کو چھوڑ دیا جائے گا تو قرآن خود بخود متروک العمل ہو جائے گا۔ مگر ان زائغین کو اہل حق نے دندان شکن جواب دے کر پسپا کر دیا ہے۔ الحمد للہ والمن اللہ۔

نماز تہجد کی رکعات اس میں تلاوت

(1) عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي فيما بين ان يفرغ من صلوة العشاء الى الفجر احدى عشرة ركعة يسلم من كل ركعتين ويوتر بواحدة فيسجد السجدة من ذالك قدر ما يقرا احدكم خمسين اية قبل ان يرفع راسه ماذا سكت الموذن من صلوة الفجر وتبين له الفجر قام فركع ركعتين خفيفتين ثم اضطجع على شقه الايمن حتى ياتيه الموذن للاقامة فيخرج متفق عليه

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول ﷺ (رات) کو نماز پڑھتے درمیان اس کے کہ فارغ ہوں عشاء کی نماز سے فجر تک گیارہ رکعتیں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر کی نماز پڑھتے (ان رکعتوں میں) سجدہ اتنا طویل کرتے کہ ایک شخص پچاس آیتیں پڑھ لے' اس سے پہلے کہ آپ سر اٹھاتے جب موذن فجر کی اذان سے چکتا اور اس کے لیے فجر ظاہر ہوتی (یعنی جماعت کا وقت آجاتا) تو کھڑے ہو کر دو ہلکی رکعتیں (سنتیں) پڑھتے' پھر داہنی کروٹ کے بل لیٹ جاتے یہاں تک کہ موذن آپ کے پاس تکبیر کے لئے آتا۔ سو آپ (جماعت کیلئے نکلتے) اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

تشریح : سرور عالم ﷺ چونکہ اکثر رات کو قیام کرتے تھے اس لئے تھکان کو دور کرنے کے لئے لیٹ جاتے تھے تاکہ بعد آرام فرض بہ نشاط ادا ہوں بس مختار یہ ہے کہ یہ لیٹنا مستحب ہے۔ سو جانے سے وضو ٹوٹ جائے گا اور نماز نہ ہوگی۔

(2) وعنها قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم

يصلى من الليل ثلث عشرة ركعة منها الوتر وركعتا الفجر۔ رواہ مسلم۔

(2) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ رات کو تیرہ رکعتیں پڑھتے۔ ان میں سے وتر اور فجر کی دو سنتیں بھی شامل ہوتیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(3) وعن مسروق قال سالت عائشة عن صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالليل فقالت سبع وتسع واحدى عشرة ركعة سوى ركعتى الفجر۔ رواہ البخاری

(3) مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا فرمایا کبھی سات، کبھی نو اور کبھی گیارہ رکعتیں پڑھتے۔ سوائے فجر کی سنتوں کے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

(4) وعن عائشة قالت كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا قام من الليل ليصلى افتتح صلوته ركعتين خفيفتين رواہ مسلم

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول ﷺ جب رات کو تہجد کی نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو آپ اپنی نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع کرتے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(5) وعن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام احدكم من الليل فليفتتح الصلوة بركعتين خفيفتين۔ رواہ مسلم۔

(5) حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا "جب تم میں سے

کوئی رات کو نماز پڑھنے کے لئے اٹھے تو اس کو چاہئے کہ نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع کرے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(6) وعنه انه رقد عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فاستیقظ فتسوک وتوضا وهو یقول ان فی خلق السموت والارض حتی ختم السورة ثم قام فصلی رکعتین اطال فیهما القیام والرکوع والسجود ثم انصرف فنام حتی نفخ ثم فعل ذلک ثلث مرات ست رکعات کل ذالک یستالک ویتوضاء ویقراء هولاء الایات ثم اوتر بثلاث رواه مسلم۔

(6) اور انہی سے روایت ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس سوئے پس آپؐ جاگے' مسواک کی اور وضو کیا۔ اور وہ یہ آیت پڑھتے تھے۔ تحقیق آسمانوں اور زمین کی پیدائش۔ یہاں تک کہ یہ سورۃ ختم کی۔ پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں۔ ان میں طویل قیام' رکوع اور سجود کیا۔ پھر آکر سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے۔ پھر یہی آپ نے تین بار کیا چھ رکعتوں میں ہر بار ان تین بار میں مسواک بھی کرتے اور وہی آیتیں پڑھتے۔ اس کے بعد تین وتر پڑھتے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(7) وعن عائشة قالت لما بدن رسول الله صلی الله علیه وسلم وثقل کان اکثر صلاته جالسا متفق علیه

(7) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول خدا ﷺ کی عمر زیادہ ہوئی اور بڑھاپے کے سبب بدن مبارک بھاری ہو گیا تو آپؐ نفل نماز اکثر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ متفق علیہ۔

(8) عن حذيفة انه راى النبى صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل فكان يقول الله اكبر ثلثا ذوالملكوت والجبروت والكبرياء والعظمة ثم استفتح فقراء البقرة ثم ركع فكان ركوعه نحوا من قيامه فكان يقول فى ركوعه سبحان ربى العظيم ثم رفع رَاْسَهٗ من الركوع فكان قيامه نحوا من ركوعه يقول لربى الحمد ثم سجد فكان سجوده نحوا من قيامه فكان يقول فى سبحان ربى الاعلى ثم رفع راسه من السجود وكان يقعد فيما بين السجدتين نحوا من سجوده وكان يقول رب اغفرلى رب اغفرلى فصلى اربع ركعات قرا فيهن البقرة وال عمران والنساء والمائدة او الانعام شك شعبه رواه ابوداؤد

(8) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی (یعنی تہجد کی) نماز پڑھتے ہوئے دیکھا (تکبیر تحریمہ کے بعد) آپ کہتے اللہ بڑا ہے تین بار اور کہتے ملک کا مالک' غلبہ والا بڑائی اور بزرگی کا مالک' پھر سبحانک اللّٰھم پڑھتے' پھر آپ نے رکوع کیا ان کے رکوع کا اندازہ ان کے قیام کی مانند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں کہتے "پاک ہے میرا رب بڑا" پھر رکوع سے اپنا سر اٹھایا آپ کا یہ قیام آپ کے رکوع کے قریب تھا۔ فرماتے میرے رب ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔ پھر سجدہ کیا اور آپ کے سجدہ کی مقدار آپ کے قومہ کے برابر تھی۔ سجدہ میں کہتے۔ "پاک ہے میرا رب" پھر سجدہ سے اپنا سر اٹھایا اور درمیان دونوں سجدوں کے قریب بیٹھتے تھے۔ اور کہتے "اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اے میرے پروردگار مجھے بخش دے۔ پھر چار رکعتیں پڑھیں ان میں بقرہ آل عمران'

نساء اور مائدہ یا انعام پڑھیں۔ یعنی چار رکعتوں میں یہ چار سورتیں) یہ ایک شعبہ راوی کا شک ہے' اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(9) وعن ابی ھریرۃ قال کانت قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل یرفع طورا ویخفض طورا۔ رواہ ابوداؤد

(9) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رات کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات مختلف ہوتی تھی کبھی بلند اور کبھی پست آواز سے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(10) وعن ابی قتادۃ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ فاذا ھو بابی بکر یصلی وھو یخفض من صوتہ ومر بعمر وھو یصلی رافعا صوتہ قال فلما اجتمعا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا ابابکر مررت بک وانت تصلی تخفض صوتک قال قد اسمعت من ناجیت یا رسول اللہ وقال لعمر مررت بک وانت تصلی رافعا صوتک فقال یا رسول اوقظ الوسنان واطرد الشیطن فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابابکر ارفع من صوتک شیئا وقال لعمر اخفض من صوتک شیئا رواہ ابوداؤد وروی الترمذی نحوہ

(10) حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات کو نکلے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ نماز پڑھ رہے تھے اس حال میں کہ آپ پست آواز سے قرات کر رہے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے بھی گزرے وہ بھی نماز پڑھ

رہے تھے۔ اور بلند آواز سے قرات کر رہے تھے۔ ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جمع ہوئے تو حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس سے گزرا تھا اور تم نماز پڑھ رہے تھے اور پست آواز سے قرات کر رہے تھے عرض کیا یارسول اللہ! میں اس کو اپنی آواز سنا رہا تھا جس سے مناجات کر رہا تھا۔ یعنی اپنے رب سے وہ بلند آواز کا محتاج نہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس سے گزرا تھا تم نماز پڑھ رہے تھے۔ اور بلند آواز سے قرات کر رہے تھے عرض کیا یارسول اللہ! میں سوتے ہوؤں کو جگا اور شیطان کو بھگا رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم اپنی آواز کو ذرا اونچی کیا کرو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کچھ پست کرو۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی اسی کی مانند روایت کی ہے۔

(11) وعن ابی ذر قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اصبح بایۃ والایۃ ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم۔ رواہ النسائی وابن ماجہ

(11) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک نماز میں) آنحضرت ﷺ نے صبح تک قیام کیا۔ اور ایک ہی آیت پڑھتے رہے۔ وہ آیت یہ تھی "اور اگر عذاب دے تو ان کو تو وہ تیرے بندے ہیں"۔ (یہ آیت سورۂ مائدہ کے آخر میں ہے) اور اگر بخشے تو ان کو تو تحقیق تو غالب اور حکمت والا ہے۔ اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اس باب میں مذکور یہ گیارہ احادیث مشکوۃ باب صلوۃ اللیل سے نقل کی گئی ہیں۔

نبی ﷺ جب نماز تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو مندرجہ ذیل دعائیں پڑھتے تھے۔

(12) وعن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ

وسلم اذا قام من اللیل یتھجد قال اللھم لک الحمد
انت قیم السموت والا رض ومن فیھن ولک الحمد
انت نور السموات والا رض ومن فیھن ولک
الحمد انت ملک السموات والا رض ومن فیھن
ولک الحمد انت الحق ووعدک الحق ولقاء ک حق
وقولک حق والجنۃ حق والنا ر حق والنبیون حق
و محمد حق والساعۃ حق اللھم لک اسلمت وبک
امنت وعلیک توکلت والیک انبت وبک
خاصمت والیک حاکمت فاغفرلی ما قدمت وما
اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ
منی انت المقدم وانت الموخر لا الہ الا انت ولا الہ
غیرک متفق علیہ۔

(12) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے "اے اللہ! تیرے ہی لئے تمام تعریف ہے' تو ہی آسمانوں' زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے قائم رکھنے والا ہے اے اللہ! تیرے ہی لئے سب تعریف ہے تو ہی آسمانوں زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے روشن کرنے والا ہے اے اللہ تیرے ہی لئے سب تعریف ہے تو ہی آسمانوں' زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کا بادشاہ ہے' تیرے ہی لئے سب تعریف ہے' تو ہی حق ہے تیرا وعدہ حق ہے تیری ملاقات حق ہے تیرا کلام حق ہے جنت حق ہے دوزخ حق ہے۔ سب نبی حق ہیں۔ محمدؐ حق ہے۔ اور قیامت حق ہے اے اللہ میں تیرا مطیع و فرماں بردار ہوں۔ تیرے تمام احکام قبول کئے تجھ پر ایمان لایا تجھ پر بھروسہ کیا میں نے تیری ہی طرف رجوع لیا میں نے ہر حال میں میں نے اپنے تمام امور تجھ ہی کو سونپ دیئے۔ تیری مدد کے ساتھ جھگڑتا ہوں دشمنان حق سے'

تیری طرف فریاد لایا ہوں میرے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور وہ گناہ جو چھپا کر اور جو ظاہر کئے اور وہ گناہ کہ تو ان کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے سب کو معاف کر دے تو ہی آگے کرنے والا اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے۔ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں"۔ متفق علیہ۔

(13) وعن عائشة قالت كان النبی صلی الله علیه وسلم اذا قام من اللیل افتتح صلوته فقال اللهم رب جبرئیل ومیكائیل واسرافیل فاطر السموات والارض عالم الغیب والشهادة انت تحكم بین عبادک فیما كانوا فیه یختلفون اهدنی لما اختلف فیه من الحق باذنک انک تهدی من تشاء الی صراط مستقیم۔ رواه مسلم۔

(13) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ رات کو تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے تو فرماتے "اے پروردگار جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے، جس چیز میں تیرے بندے اختلاف کرتے ہیں تو ہی ان کے درمیان فیصلہ کرے گا مجھے ہدایت دے اس چیز کی کہ اس میں حق سے اختلاف کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ تو ہی جس کو چاہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے"۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(14) وعن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من تعار من اللیل فقال لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی كل شئی قدیر وسبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله ثم قال

رب اغفرلی او قال ثم دعا استجیب له فان توضا
وصلی قبلت صلوته

(14) حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص رات کو نیند سے جاگے تو وہ یوں دعا مانگے "نہیں کوئی معبود مگر اللہ کہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہی ہے اسی کے لئے سب تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پاک ہے اللہ اور سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے۔ گناہ سے پھرنا، اور عبادت کی قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے"۔ پھر کہے اے رب مجھے بخش دے یا فرمایا پھر دعا کرے اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ پھر اگر وضو کرے اور نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول کی جائے گی"۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

(15) عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا استیقظ من اللیل قال لا اله الا انت سبحانک اللهم وبحمدک استغفرک لذنبی واسالک رحمتک اللهم زدنی علما ولا تزغ قلبی بعد اذ هدیتنی وهب لی من لدنک رحمة انک انت الوهاب۔ رواه ابوداؤد

(15) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول ﷺ جب رات کو جاگتے تو کہتے "نہیں کوئی معبود مگر تو پاک ہے، اے اللہ! مجھے علم میں زیادتی عطا کر اس کے بعد کہ تو نے مجھے ہدایت دی۔ میرے دل کو کج نہ کر مجھے اپنی خاص رحمت عنایت کر۔ بے شک تو ہی بخشش کرنے والا ہے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(16) وعن معاذ بن جبل قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من مسلم یبیت علی ذکر طاهرا فیتعار من اللیل فیسال الله خیرا الا اعطاه الله

ایا م۔ رواہ احمد وابوداؤد۔

(16) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں ہے کوئی مسلمان کہ وہ پاک حالت میں ذکر الٰہی کرتے ہوئے سوئے اور پھر رات کو (تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے) جاگے اور اللہ سے بھلائی مانگے مگر اللہ اس کو وہ بھلائی عطا کرتا ہے"۔ اس کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(17) عن شریق الھوزنی قال دخلت علی عائشه فسالتها بم کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یفتتح اذا هب من اللیل فقالت سالتنی عن شئی ما سالنی عنه احد قبلک کان اذا هب من اللیل کبر عشرا وحمد الله عشرا وقال سبحان الله وبحمده عشرا وقال سبحان الملک القدوس عشرا واستغفر الله عشرا وهلل الله عشرا ثم قال اللهم انی اعوذبک من ضیق الدنیا وضیق یوم القیمة عشرا ثم یفتتح الصلوة رواه ابوداؤد

(17) شریق ہوزنی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھتے تو کس چیز کے ساتھ شروع کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھ سے وہ چیز پوچھی ہے جو تجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی (لے سن) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھتے تو دس بار اللہ اکبر، دس بار الحمد للہ، دس بار سبحان اللہ وبحمدہ، دس بار سبحان الملک القدوس، دس بار استغفر اللہ، اور دس بار لا الٰہ الا اللہ کہتے، پھر کہتے میں دنیا کی تنگی اور قیامت کے دن کی تنگی سے اے اللہ تیری پناہ مانگتا ہوں دس بار۔ اس کے بعد نماز شروع کرتے۔ (محدثین اس کو عشرات سبعہ کہتے ہیں یعنی سات چیزیں دس دس بار پڑھی جاتی ہیں اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(18) عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قام من اللیل کبر ثم یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک ثم یقول الله اکبر کبیرا ثم یقول اعوذ بالله من الشیطن الرجیم من همزه ونفحه ونفثه رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی وزاد ابوداؤد بعد قوله غیرک ثم یقول لا اله ال الله ثلثا وفی اخر الحدیث ثم یقراء

(18) حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے، پھر کہتے، اے اللہ! ہم تیری حمد کرتے ہیں بابرکت ہے تیرا نام، بلند ہے بزرگی تیری، سوائے تیرے اور کوئی معبود نہیں"۔ پھر کہتے میں پناہ مانگتا ہوں اللہ سننے والے جاننے والے شیطان راندے ہوئے سے"۔ اس کے وسوسہ سے اس کے تکبر سے اور اس کے شعر سکھانے سے اس کو ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد نے آپ کے قول غیرک کے بعد اتنا زیادہ کیا ہے کہ پھر کہتے لا الہ الا اللہ تین بار۔ آخر حدیث میں ہے کہ پھر پڑھتے۔

اس بحث میں احادیث مشکوۃ مایقول اذا قام من اللیل سے نقل کی گئی ہے۔

نماز تہجد کی ترغیب اور فضیلت

(19) عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یعقد الشیطن علی قافیة راس احدکم اذا هو نام ثلث عقد یضرب علی کل عقدة علیک لیل طویل فارقد فان استیقظ فذکر الله انحلت

عقدة فان توضا انحلت عقدة فان صلى انحلت عقدة فاصبح نشيطا طيب النفس والا اصبح خبيث النفس کسلان متفق علیہ

(19) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "جس وقت کہ کوئی تم سے سوتا ہے تو اس کے سر کی گدی پر شیطان ایک گرہ لگا دیتا ہے تین گرہ لگاتا ہے ہر گرہ پر تیرے اوپر دراز رات باقی ہے پس سو رہ۔ اگر وہ شخص جاگا اور اللہ کو یاد کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے (یعنی غفلت و سستی کی) اگر وضو بھی کیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر نماز بھی پڑھی تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے سو وہ شاداں و فرحاں صبح کرتا ہے اور پاک نفس اگر نہ جاگا نہ وضو کیا نہ نماز پڑھی تو صبح ایسی حالت میں کرتا ہے کہ وہ پلید النفس اور سست ہوتا ہے اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

(20) وعن المغيرة قال قام النبی صلى الله عليه وسلم حتى تورمت قدماه فقيل له لم يصنع هذا وقد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اكون عبدا شكورا۔ متفق علیہ

(20) حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ (ایک) رات کو رسول خدا ﷺ نے (اتنا طویل قیام کیا کہ آپؐ کے قدم مبارک سوج گئے۔ کہا گیا آپ (عبادت الٰہی میں) اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں حالانکہ آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے ہیں فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

(21) وعن ابن مسعود قال ذكر عند النبی صلى الله عليه وسلم رجل فقيل له مازال نائما حتى اصبح ما قام الى الصلوة قال ذلک رجل بال الشيطان فی اذنها و قال فی اذنيه متفق علیہ

(21) حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا۔ کہ وہ ہمیشہ صبح تک سوتا رہتا ہے (تہجد کی نماز) کے لئے نہیں اٹھتا۔ فرمایا اس شخص کے کان میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے یا فرمایا اس کے دونوں کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

(22) وعن ام سلمة قالت استیقظ رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلة فزعا یقول سبحان الله ماذا انزل اللیله من الخزائن وما ذا انزل من الفتن من یوقظ صواحب الحجرات یرید ازواجه لکی یصلین رب کاسیة فی الدنیا عاریة فی الاخرة رواه البخاری

(22) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک رات گھبرائے ہوئے جاگے۔ فرماتے تھے۔ سبحان اللہ! آج کی رات کس قدر خزانے نازل کئے گئے ہیں۔ اور کتنے فتنے نازل کئے گئے ہیں۔ کون شخص ہے جو حجرہ والیوں کو جگائے اس سے آپ کی مراد ازواج مطہرات تھیں تاکہ وہ اٹھ کر نماز پڑھیں اور اس طرح رحمت الٰہی کی مستحق ہوں۔ اور فتنوں سے محفوظ رہیں) اکثر کپڑے پہننے والیاں ایسی ہیں کہ وہ آخرت میں ننگی ہوں گی۔ (یعنی اکثر عورتیں ایسی ہیں کہ دنیا میں کپڑوں کی چاہت میں رہتی ہیں اور آخرت کی تیاری سے غافل ہیں اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

(23) وعن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل ربنا تبارک وتعالی کل لیلة الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاخر یقول من یدعونی فاستجیب له من یسالنی فاعطیه من یستغفرنی فاغفر له۔ متفق علیه۔

(23) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جب کہ آخری رات کا تہائی حصہ باقی رہتا ہے۔ آسمان دنیا پر نازل ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی پکار کو سنوں۔ کون ہے جو مجھ سے کچھ مانگے اور میں اس کو وہ چیز عطا کروں اور کون ہے جو مجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہے اور میں اس کو بخش دوں"۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے اتفاق کیا ہے۔

(24) وعن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان فی اللیل لساعۃ لا یوافقھا رجل مسلم یسال اللہ فیھا خیرا فی امر الدنیا والآخرہ الا اعطاہ ایاہ وذلک کل لیلۃ۔ رواہ مسلم

(24) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یقیناً" رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ کوئی مرد مسلمان اس کو پائے اس حال میں کہ اس میں اللہ سے بھلائی مانگے۔ دنیا اور آخرت کی مگر وہ اس کو دیتا ہے (یعنی اس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(25) وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الصلوۃ الی اللہ صلوۃ داؤد واحب الصیام الی اللہ صیام داؤد کان ینام نصف اللیل ویقوم ثلثہ وینام سدسہ ویصوم یوما ویفطر یوما۔ متفق علیہ

(25) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نمازوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین روزوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ وہ آدھی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے تھے۔ پھر رات کے چھٹے حصہ میں سوتے (یعنی تہجد پڑھ

کر) ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے۔ متفق علیہ۔

(26) وعن عائشۃ قالت کان یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینام اول اللیل ویحیی اخرہ ثم ان کانت لہ حاجۃ الی اھلہ قضی حاجتہ ثم ینام فان کان عند النداء الاول جنبا وثب فافاض علیہ الماء وان لم یکن جنبا توضا للصلوۃ ثم صلی رکعتین۔ متفق علیہ۔

(26) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ شب کے اول حصہ میں سوتے اور آخری حصہ میں جاگتے۔ اگر آپ کو اپنی اہل کی طرف رغبت ہوتی تو اس کو پورا کرتے (یعنی وظیفہ زوجیت ادا کرتے) پھر سو جاتے اگر پہلی اذان کے وقت جنبی ہوتے تو غسل فرماتے اور اگر جنبی نہ ہوتے تو نماز کے لئے وضو کرتے پھر دو رکعتیں (فجر کی سنتیں پڑھتے)

(27) عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم وھو قربۃ لکم الی ربکم ومکفرۃ للسیئات ومنھاۃ عن الاثم۔ رواہ الترمذی۔

(27) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا "رات کے قیام (یعنی نماز تہجد) کو لازم پکڑو کیونکہ وہ صالحین کا طریقہ ہے۔ جو تم سے پہلے تھے اور وہ تمہارے لئے اپنے رب سے نزدیکی کا سبب ہے تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور گناہوں سے باز رکھنے والی چیز ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(28) وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ یضحک اللہ الیھم

الرجل اذا قام بالليل يصلي والقوم اذا صفوا في الصلوة والقوم اذا صفوا في قتال العدو۔ رواه في شرح السنته

(28) حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے۔ ایک تو وہ شخص کہ کھڑا ہو کر رات کو نماز پڑھے (یعنی تہجد کی) دوسرے وہ لوگ جو نماز کے لئے صف باندھیں اور تیسرے وہ لوگ جو دشمن کے مقابلہ میں صف بستہ ہوں"۔ (اس کو شرح السنہ میں روایت کیا ہے)

(29) وعن عمرو بن عبسة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرب ما يكون الرب من العبد في جوف الليل الاخر فان استطعت ان تكون ممن يذكر الله في تلك الساعة فكن رواه الترمذی ف قال هذا حديث حسن صحيح غريب اسنادا

(29) حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " بندہ کا اپنے پروردگار سے بہت نزدیک ہونا درمیان پچھلی رات کے ہوتا ہے پس اگر تو چاہتا ہے کہ ان شخصوں میں سے ہو جو اس وقت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا ہی کر"۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح اور باعتبار سند کے غریب ہے۔

(30) وعن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رحم الله رجلا قام من الليل فصلى وايقظ امراته فصلت فان ابت نضح في وجهها الماء رحم الله امراة قامت من الليل فصلت وايقظت زوجها فصلى فان ابى نضحت في وجهه

الماء۔ رواہ ابوداؤد والنسائی۔

(30) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ رحم کرے اس شخص پر کہ وہ رات کو اٹھا اور نماز پڑھی اور اپنی عورت کو بھی جگایا اس نے بھی نماز پڑھی اگر وہ نہ جاگی تو اس کے منہ پر چھینٹے دیئے پانی کے رحم کرے اللہ اس عورت پر کہ رات کو اٹھی اور نماز پڑھی۔ اپنے خاوند کو بھی جگایا۔ اس نے بھی نماز پڑھی۔ اگر وہ نہ جاگا تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے۔" اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

(31) وعن ابی امامة قال قیل یارسول اللیه ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر وبعد الصلوات المکتوبات۔ رواہ الترمذی۔

(31) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرض کیا یارسول اللہ کون سا وقت ہے جس میں بہت زیادہ دعا قبول ہوتی ہے فرمایا رات کے پچھلے حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(32) وعن ابی مالک الاشعری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان فی الجنة غرفا یری ظاهرها من باطنها وباطنها من ظاهرها اعدها الله لمن الان الکلام واطعم الطعام وتابع الصیام وصلی باللیل والناس نیام۔ رواہ البیهقی فی شعب الایمان وروی الترمذی عن علی نحوہ وفی روایته لمن اطاب الکلام۔

(32) ابی مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حقیقت یہ ہے کہ جنت میں بالاخانے ہیں وہ ایسے صاف شفاف ہیں کہ ان کے اندر سے باہر کی اور باہر سے اندر کی چیزیں نظر آسکتی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو نرمی سے کلام

کرتے ہیں بھوکوں کو کھانا کھلاتے' پے درپے روزے رکھتے اور رات کو جبکہ لوگ سوتے ہیں اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھتے ہیں اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

(33) عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد اللہ لا تکن مثل فلان کان یقوم من اللیل فترک قیام اللیل متفق علیہ

(33) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے عبداللہ! ایسا مت کیجو مانند اس شخص کے کہ فلاں رات کو قیام کرتا تھا (یعنی تہجد کی نماز پڑھا کرتا تھا) پھر اس نے رات کا قیام ترک کر دیا "یعنی رات کے قیام کو نباہا۔ یہ نہیں کہ کبھی پڑھی اور کبھی چھوڑ دی۔ حتی الامکان اس پر قائم رہو۔

(34) وعن عثمان بن ابی العاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کان لداؤد علیہ السلام من اللیل ساعتہ یوقظ فیھا اھلہ یقول یا ال داؤد قوموا فصلوا فان ھذہ ساعۃ یستجیب اللہ عزوجل فیھا الدعاء الا لساحر او عشار رواہ احمد

(34) عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے رات کو ایک وقت مقرر کر رکھا تھا کہ اس میں اپنے اہل کو بیدار کرتے اور فرماتے کہ اے آل داؤد کھڑے ہو اور نماز پڑھو اس لئے کہ یہ ایک ایسا وقت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس میں دعاء قبول فرماتے ہیں مگر جادوگر اور عشر وصول کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی اس کو ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

(35) وعن ابی هريرة قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول افضل الصلوة بعد المفروضته صلوة فی جوف الليل رواه احمد

(35) حضرت ابوہریرہ ﷜ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا فرض نمازوں کے بعد بہترین نماز رات کے درمیان والی نماز ہے۔ (یعنی تہجد کی) اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

(36) وعنه قال جاء رجل الی النبی صلی الله عليه وسلم فقال ان فلانا يصلی بالليل فاذا اصبح سرق فقال انه ستنهاه ما تقول رواه احمد والبهقی فی شعب الا يمان

(36) اور انہی سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسالت ماب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے آپ نے فرمایا تو جو کچھ کہتا ہے اس کو جلدی ہی اس کی نماز روک دے گی (یعنی وہ عنقریب چوری کرنا چھوڑ دے گا) اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

(37) وعن ابی سعيد وابی هريرة قالا قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا ايقظ الرجل اهله من الليل فصليا اوصلی ركعتين جميعا كتبا فی الذاكرين والذاكرات رواه ابوداؤد وابن ماجه

(37) حضرت ابی سعید ﷜ اور حضرت ابوہریرہ ﷜ دونوں کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا "جب کوئی شخص رات کو اپنی بیوی کو جگائے پھر وہ دونوں نماز پڑھیں یا یہ فرمایا کہ دونوں اکٹھی دو رکعت، نماز پڑیں تو وہ ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں میں لکھے جاتے

ہیں۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(38) وعن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشراف امتى حملة القران واصحاب الليل۔ رواه البيهقى فى شعب الايمان

(38) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "میری امت کے بزرگ لوگ قرآن اٹھانے والے اور رات والے ہیں" (یعنی حافظ اور تہجد گزار) اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

(39) وعن ابن عمر ان اباه عمر بن الخطاب كان يصلى من الليل ما شاء الله حتى اذا كان من اخر الليل ايقظ اهله للصلوة يقول لهم الصلوٰة ثم يتلوا هذه الاية وامر اهلك بالصلوة واصطبر عليها لا نسالك رزقا نحن نرزقك والعاقبة للتقوى۔ رواه مالك۔

(39) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے والد محترم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رات کو نماز پڑھتے۔ جس قدر اللہ چاہتا یہاں تک کہ جب رات کا پچھلا حصہ آجاتا تو نماز کے لئے اپنی اہل کو جگاتے اور ان سے کہتے کہ اٹھو اور نماز پڑھو' پھر یہ آیت تلاوت کرتے' اپنی اہل کو نمازی کا حکم دے اور اس پر صبر کر۔ ہم تجھ سے کچھ نہیں مانگتے (بلکہ) ہم ہی تم کو روزی دیتے ہیں اور آخرت پرہیز گاروں کے لئے ہے"۔ اس کو مالک نے روایت کیا ہے۔

اس بحث میں منقول احادیث مشکوۃ باب التحریض علی قیام الیل سے لی گئی ہیں۔

نیک اعمال میں اعتدال اختیار کرنا

(40) عن انسؓ قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یفطر من الشهر حتی نظن ان لا یصوم منه شیئا ویصوم حتی نظن ان لا یفطر منه شیئا وکان لا تشاء ان تراه من اللیل مصلیا الا رایته ولا نائما الا رایته رواه البخاری۔

(40) حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ ایک مہینہ میں افطار کرتے (یعنی روزے نہ رکھتے) یہاں تک کہ ہم گمان کرتے کہ پس اب آپ اس مہینہ میں روزے رکھیں گے ہی نہیں اور جب روزے رکھنے لگتے تو ہم گمان کرتے کہ اب آپ افطار ہی نہ کریں گے اور آپ کی حالت یہ تھی کہ اگر تو چاہے کہ آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھے مگر یہ کہ نہ دیکھے تو ان کو (مطلب یہ کہ روزے بھی رکھتے تھے افطار بھی کرتے تھے جاگتے بھی تھے اور سوتے بھی تھے، دونوں باتوں میں اعتدال و توازن کو قائم رکھتے اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

(41) وعن عائشۃ قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم احب الاعمال الی الله ادومها وان قل۔ متفق علیه۔

(41) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے عملوں کا ہمیشہ کرنا ہے اگرچہ وہ تھوڑا ہو اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

(42) وعنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خذوا من الاعمال ما تطیقون فان الله لا یمل حتی تملوا۔ متفق علیہ

(42) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا "اعمال میں سے جن کی طاقت رکھتے ہو ان کو اختیار کرو (یعنی جن پر تم ہیشگی کر سکو) اسلئے کہ اللہ تعالیٰ تنگ نہیں ہوتا یہاں تک کہ تم تنگ ہو متفق علیہ۔

(43) وعن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیصل احدکم نشاطه واذا فتر فلیقعد۔ متفق علیہ

(44) حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا "چاہیے کہ جب تک کسی کا دل لگا رہے اس وقت تک نماز پڑھے اور جب سست اور دل اچاٹ ہو جائے تو بیٹھ جائے۔

(44) وعن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا نعس احدکم وهو یصلی فلیرقد حتی یذهب عنه النوم فان احدکم اذا صلی وهو ناعس لا یدری لعله یستغفر فیسب نفسه متفق علیہ۔

(44) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "اگر نماز پڑھتے ہوئے تمہیں اونگھ آجائے تو چاہیے کہ سو رہے یہاں تک کہ نیند جاتی رہے پس تحقیق جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے اونگھتے ہوئے اس کو ہوش نہیں رہتا کہ کیا کہہ رہا ہے نیند کے غلبہ کی وجہ سے شاید کہ طلب مغفرت کا ارادہ کرے پس اپنے نفس کو ملامت کرے۔ متفق علیہ۔

(45) وعن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من نام عن حزبه او عن شئی منه فقراہ فیما بین صلوۃ الفجر وصلوۃ الظهر کتب له کانما قراہ من اللیل۔ رواہ مسلم

(45) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنا پورا وظیفہ یا عمل پڑھے ہوئے بغیر سو گیا یا اس کا کچھ حصہ پڑھ کر سو گا تو اس کو چاہئے کہ فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان اپنا وظیفہ پورا کر لے اس کے لئے ثواب ایسا ہی لکھا جاتا ہے جیسا کہ اس نے رات کو پڑھا اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(46) وعن عمران بن حصین قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب رواہ البخاری۔

(46) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کروٹ کے بل پڑھ " یعنی چت لیٹ کر) اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

(47) وعنه انه سال النبی صلی الله علیه وسلم عن صلوۃ الرجل قاعدا قال ان صلی قائما فهو افضل و من صلی قاعدا فله نصف اجر القائم ومن صلی نائما فله نصف اجر القاعد۔ رواہ البخاری۔

(47) اور انہی سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا فرمایا اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو یہ بہت بہتر ہے جو شخص بیٹھ کر پڑھے اس کو کھڑے ہونے سے نصف ثواب ملتا ہے اور جو شخص لیٹے ہوئے پڑھے اس کو بیٹھے ہوئے سے نصف ثواب ملتا ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

(48) عن عبدالله بن عمرو قال حدثت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال صلوة الرجل قاعدا نصف الصلوة قال فاتیته فوجدته یصلی جالسا فوضعت یدی علی راسه فقال مالک یا عبدالله بن عمرو قلت حدثت یا رسول الله انک قلت صلوة الرجل قاعدا علی نصف الصلوة وانت تصلی قاعدا قال اجل ولکنی لست کاحد منکم رواه مسلم

(48) حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچائی گئی کہ تحقیق آنحضرت ﷺ نے فرمایا بیٹھے ہوئے آدمی کی (نفل) نماز آدھی نماز ہوتی ہے (بہ نسبت کھڑے ہونے کے) راوی کہتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تو میں نے آپ کو بیٹھے ہوئے نماز پڑھتے پایا میں نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے سر مبارک پر رکھا آپ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو ؓ تجھے کیا ہوا میں نے عرض کیا مجھے حدیث پہنچی تھی کہ آپ نے فرمایا ہے بیٹھے ہوئے آدمی کی نماز آدھی نماز ہوتی ہے کھڑے ہوئے کی نماز سے اور آپ ﷺ بیٹھے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ بڑی عجیب بات ہے) فرمایا ایسا ہی ہے لیکن میں تم سے کسی ایک کی مانند نہیں (یعنی یہ میری خصوصیت ہے کہ مجھے بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کھڑے ہوء کو ملتا ہے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اس بحث میں منقول احادیث مشکوۃ باب القصد فی العمل سے لی گئی ہیں۔

تعداد رکعات نماز وتر

(49) عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعته واحدة توتر له ما قد

صلی۔ متفق علیہ۔

(49) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "رات کی نماز دو رکعت ہے پس جب تم میں سے کسی کو صبح ہو جانے کا ڈر ہو تو وہ صرف ایک رکعت پڑھ لے طاق کر دے گی اس نماز کہ پڑھی ہے"۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

(50) وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر رکعۃ من اخر اللیل۔ رواہ مسلم۔

(50) اور انہی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "وتر ایک رکعت ہے رات کے آخری حصہ میں"۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(51) وعن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ یوتر من ذالک بخمس لا یجلس فی شئی الا فی اخرھا۔ متفق علیہ۔

(51) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول ﷺ رات کو تیرہ رکعتیں نماز پڑھتے۔ ان میں سے وتر پانچ رکعتیں پڑھتے کسی رکعت میں نہ بیٹھتے (یعنی ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھتے) مگر اسکے آخر میں۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

(52) عن سعد بن ھشام قال انطلقت الی عائشۃ فقلت یا ام المومنین انبئینی عن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الست تقرا ء القران قلت بلی قالت فان خلق نبی اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کان القران قلت یا ام المومنین انبئنی عن وتر رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت کنا نعدله سواکه وطهوره فیبعثه الله ما شاء ان یبعثه من اللیل فیتسوک ویتوضا ویصلی تسع رکعات لا یجلس فیها الا فی الثامنة فیذکر الله ویحمده ویدعوه ثم ینهض ولا یسلم فیصلی التاسعة ثم یقعد فیذکر الله ویحمده ویدعوه ثم یسلم تسلیما یسمعنا ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم وهو قاعد فتلک احدی عشرة رکعة یا بنی فلما اسن صلی الله علیه وسلم واخذ اللحم اوتر بسبع وصنع فی الرکعتین مثل صنیعه فی الاولی فتلک تسع یا بنی وکان نبی الله صلی الله علیه وسلم اذا صلی صلوة احب ان یداوم علیها وکان اذا غلبه نوم او وجع عن قیام اللیل صلی من النهار ثنتی عشرة رکعة وولا اعلم نبی الله صلی الله علیه وسلم قرا القران کله فی لیلة الی الصبح ولا صام شهرا کاملا غیر رمضان۔ رواہ مسلم

(52) حضرت سعد بن ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ام المومنین! مجھے رسول کریم ﷺ کے خلق کے متعلق خبر دیجئے؟ فرمایا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے کہا ہاں پڑھا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا خلق قرآن ہی تھا (یعنی قرآن میں جتنے بھی اوصاف و محاسن

اور کمالات و فضائل بیان ہوئے ہیں وہ تمام بدرجہ اتم آپ کی ذات قدسی صفات میں عملاً موجود تھے پھر میں نے کہا اے ام المومنین! رضی اللہ عنہا مجھے آنحضرت ﷺ کے وتر کی خبر دیجئے فرمایا ہم حضور ﷺ کے لئے مسواک تیار کرتے اور آپ کے لئے وضو کا پانی رکھتے تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ چاہتا آپ کو اٹھاتا رات کے وقت۔ سو آپؐ مسواک کرتے وضو کرتے اور نو رکعتیں نماز پڑھتے۔ ان میں نہ بیٹھتے مگر آٹھویں رکعت میں۔ اللہ کا ذکر کرتے اس کی حمد ثنا بیان کرتے اور اس سے دعا مانگتے (یعنی التحیات پڑھتے پھر کھڑے ہوتے اور سلام نہ پھیرتے پھر نویں رکعت پڑھتے پھر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے اس کی حمد کرتے اور دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے اور ہم کو بھی سناتے پھر دو رکعتیں پڑھتے سلام کے بعد بیٹھے ہوئے پس یہ گیارہ رکعتیں ہوئیں اے میرے بیٹے! جب رسول خدا ﷺ بڑی عمر کو پہنچے تو بدن مبارک بھاری ہو گیا تو وتر سات رکعتیں پڑھتے تھے اور دو رکعتوں میں پہلی صورت کی مانند کرتے پس یہ نو رکعتیں ہوئیں اے میرے بیٹے رسول خدا ﷺ جب کوئی نماز پڑھتے تو اس امر کو پسند کرتے تھے کہ اس پر ہمیشگی کریں جب آپ ﷺ پر نیند غلبہ کرتی یا بیماری آتی اور رات کو قیام نہ کر سکتے تو دن کے اول حصہ میں بارہ رکعتیں پڑھ لیتے مجھے اس بات کا علم نہیں کہ آپ نے ایک رات میں پورا قرآن پڑھا ہو اور نہ یہ کہ آپ نے کسی رات صبح تک نماز پڑھی ہو اور نہ یہ کہ کسی ماہ میں پورے مہینہ کے روزے رکھے ہوں۔ سوائے رمضان کے"۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(53) وعن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترا۔ رواہ مسلم۔

(53) حضرت ابن عمرؓ رسول مقبول ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا رات کو اپنی نماز کے آخر میں وتر پڑھا کرو"۔ مگر حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھے بیٹھے پڑھا کرتے تھے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(54) وعنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

بادروا الصبح بالوتر۔ رواہ مسلم۔

(54) اور انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "صبح سے پہلے وتر پڑھنے میں جلدی کرو"۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(55) وعن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من خاف ان لا یقوم من اخر اللیل فلیوتر اوله ومن طمع ان یقوم اخره فلیوتر اخر اللیل فان صلوة اخر اللیل مشهودة وذلک افضل رواه مسلم۔

(55) حضرت جابر ؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا "جس شخص کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ رات کو اس کی آنکھ نہ کھلے گی تو اس کو اول شب میں ہی وتر پڑھ لینے چاہئیں اور جس کو اس بات کی امید اور یقین ہو کہ آخر رات میں وہ جاگ اٹھے گا تو اس کو آخر رات میں وتر پڑھنے چاہئیں۔ کیونکہ پچھلی رات کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ بہت بہتر ہے"۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(56) وعن عائشه قالت من کل اللیل اوتر رسول الله صلی الله علیه وسلم من اول اللیل واوسطه واخره وانتهی وتره الی السحر متفق علیه۔

(56) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اول رات میں بیچ میں اور آخر میں اور آخری عمر میں آپ نے وتر کا سحری کے وقت پڑھنا مقرر کر لیا بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

(57) وعن ابی هریرة قال اوصانی خلیلی بثلث صیام ثلثة ایام من کل شهر ورکعتی الضحی وان

اوتر قبل ان انام۔ متفق علیہ

(57) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے دوست نے تین باتوں کی وصیت فرمائی اول تین دن کے ایام ابیض روزے رکھنے کی ہر ہر مہینہ میں دوئم دوپہر یعنی چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کی۔ اور کہ میں کروں سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

(58) عن غضیف ابن الحارث قال قلت لعائشة ارایت رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یغتسل من الجنابة فی اول اللیل ام فی اخره قالت ربما اغتسل فی اول اللیل وربما اغتسل فی اخره قلت الله اکبر الحمد لله الذی جعل فی الا مر سعتة قلت کان یوتر اول اللیل أم فی اخره قالت ربما اوتر فی اول اللیل وربما اتر فی اخره قلت الله اکبر الحمد لله الذی جعل فی الا مر سعتة قلت کان یجهر بالقراة ام یخفت قالث ربما جهر به وربما خفت قلت الله اکبر الحمد لله الذی جعل فی الامر سعتة رواه ابوداؤد و روی ابن ماجه الفصل الاخیر۔

(58) غضیف بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت اول رات میں ہی کر لیتے تھے یا آخر رات میں؟ فرمایا۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ اول رات (یعنی جماع کرتے ہی) غسل کر لیتے اور اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آخر رات میں کرتے میں نے کہا اللہ اکبر سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے دین میں وسعت و گنجائش رکھی پھر میں نے پوچھا آپ

وتر اول رات میں پڑھتے تھے یا آخر رات میں؟ فرمایا اکثر اوقات اول رات میں بھی پڑھ لیتے تھے اور اکثر اوقات آخر رات میں بھی۔ میں نے کہا اللہ اکبر سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے دین میں وسعت و گنجائش رکھی۔ پھر میں نے پوچھا کہ تہجد کی نماز میں آپ (ﷺ) قرات بلند آواز سے کرتے تھے یا آہستہ؟ فرمایا پکار کر بھی پڑھتے تھے اور آہستہ بھی میں نے کہا۔ اللہ اکبر سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے دین میں وسعت و گنجائش رکھی ہے۔

(59) وعن عبداللہ ابن ابی قیس قال سالت عائشۃ بکم کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر قالت کان یوتر باربع وثلث وست و ثلث وثمان وثلث وعشر وثلث ولم یکن یوتر بانقص من سبع ولا باکثر من ثلث عشرۃ رواہ ابوداؤد۔

(59) عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول خدا ﷺ وتر کی کتنی رکعتیں پڑھا کرتے تھے فرمایا آپ ﷺ چار بھی پڑھتے تھے تین رکعت بھی' چھ رکعت بھی تین رکعت بھی آٹھ بھی' دس بھی اور تین بھی' مختصر یہ کہ آپ ﷺ وتر کم سے کم سات اور زیادہ سے زیادہ تیرہ کرتے تھے (سات کم سے کم نہیں اور تیرہ زیادہ سے زیادہ نہیں) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(60) وعن ابی ایوب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق علی کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدۃ فلیفعل رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ۔

(60) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا "ہر مسلمان

پر وتر حق ہے پس جو شخص پانچ رکعت پڑھنا چاہتا ہے تو اس کو پانچ ہی پڑھنے چاہئیں جو تین رکعت پڑھنا چاہتا ہے اسے تین ہی پڑھنے چاہئیں اور جو شخص ایک رکعت پڑھا چاہتا ہے اس کو ایک ہی پڑھنی چاہئے (تینوں طرح جائز ہے) اس کو ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(61) وعن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله وتر یحب الوتر فاوتروا یا اهل القران رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی۔

(61) حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تحقیق اللہ وتر ہے وتر کو دوست رکھتا ہے پس اے اہل قرآن وتر پڑھا کرو اس کو ترمذی' ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

(62) وعن خارجه بن حذافه قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال ان الله امدکم بصلوة هی خیر لکم من حمر النعم الوتر جعله الله لکم فیما بین صلوة العشاء الی ان یطلع الفجر رواه الترمذی وابوداؤد۔

(62) خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایک نماز کے ساتھ تمہاری مدد کی ہے اور وہ تمہارے لئے بہتر ہے سرخ اونٹوں سے اور وہ نماز وتر ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے عشاء کی نماز سے لے کر فجر طلوع ہونے تک مقرر کیا ہے اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(63) وعن زید بن اسلم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم عن نام عن وتره فلیصل اذا اصبح رواه الترمذی مرسلا۔

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو شخص وتر سے غافل ہو کر سو جائے (وتر پڑھے بغیر سو جائے تو اس کو چاہئے کہ صبح کو پڑھ لے اس کو ترمذی نے بطریق ارسال روایت کیا ہے)

(64) وعن عبدالعزيز بن جريح قال سالنا عائشة باى شىء كان يوتر رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت كان يقراء فى الاولى يسبح اسم ربك الاعلى و فى الثآنيه بقل يا يها الكافرون وفى الثالثة بقل هو الله احد والمعوذتين۔ رواه الترمذى وابوداؤد ورواه النسائى عن عبدالرحمن بن ابرى ورواه احمد عن ابى ابن كعب والدارمى عن ابن عباس ولم يذكرا فى المعوذتين۔

(64) عبدالعزیز بن جریح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جناب رسول مقبول ﷺ وتر میں کونسی سورت پڑھا کرتے تھے؟ فرمایا پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری رکعت میں قل یاایھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھا کرتے تھے۔ اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ نسائی نے عبدالرحمٰن بن ابزی سے احمد نے ابی ابن کعب سے اور دارمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مگر احمد اور دارمی نے معوذتین کا ذکر نہیں کیا۔

(65) وعن الحسن بن على قال علمنى رسول الله صلى الله عليه وسلم كلمات اقولهن اللهم اهدنى فمن هديت (وعافنى) فيمن عافيت وتولنى فيمن توليت وبارك لى فيما اعطيت وقنى شر ما قضيت فانك تقضى ولا يقضى عليك انه لا يذل من

والیت تبارکت ربنا وتعالیت رواہ الترمذی
وابوداؤدوالنسائی وابن ماجہ والدارمی۔

(65) حضرت حسن بن علی ؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے کچھ کلمات سکھائے کہ میں ان کو وتر کی قنوت میں پڑھا کروں وہ کلمات یہ ہیں اے اللہ! مجھے ہدایت دے ان لوگوں کے زمرہ میں کہ ہدایت دی ہے تو نے عافیت دے مجھ کو ان لوگوں کے ساتھ جن کو عافیت دی تو نے میری کارسازی کر ان لوگوں کے ساتھ جن کی کارسازی کی تو نے مجھے اس چیز میں برکت دے جو تو نے عطا کی ہے مجھے اس چیز کے شر سے بچا کہ مقدر کی ہے تو نے عطا کی ہے مجھے اس چیز کے شر سے بچا کہ مقدر کی ہے تو نے پس تحقیق تو حکم کرتا ہے جو چاہتا ہے مگر تجھ پر حکم نہیں کیا جاتا نہیں ذلیل ہوتا وہ شخص کہ تو نے اس کو دوست رکھا بابرکت ہے تو اے ہمارے پروردگار اور بلند ہے تو اس کو ترمذی ابوداؤد اور نسائی ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

(66) وعن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الوتر قال سبحان الملک القدوس رواہ ابوداؤد والنسائی وزاد ثلث مرات یطیل وفی روایہ للنسائی عن عبد الرحمن بن ابزی عن ابیہ قال کان یقول اذا سلم سبحان الملک القدوس ثلثا ویرفع صوتہ بالثالثہ

(66) حضرت ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں رسول خدا ﷺ جب وتر کا سلام پھیرتے تو کہتے پاک ہے تو بادشاہ نہایت پاک ہے۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ نسائی نے اتنی بات زیادہ روایت کی ہے کہ آپ ﷺ یہ تین بار فرماتے تیسری بار میں آواز بلند کرتے۔ نسائی کی ایک روایت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب سلام پھیرتے تو کہتے سبحان الملک القدوس تین بار اور

تیسری بار میں اپنی آواز بلند کرتے۔

(67) وعن علی قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی اخر وترہ اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک واعوذبک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ

(67) حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ اپنے وتر کے آخر میں یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں تیرے غضب سے تیری عافیت کے ساتھ تیرے عذاب سے اور میں تیری ذات کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں میں تیری تعریف نہیں گن سکتا۔ کہ میں تیری تعریف کر سکوں تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تعریف کی تو نے اپنی ذات کی اس کو ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(68) وعن بریدۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا رواہ ابوداؤد

بریدہ ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وتر حق ہے سو جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں اس کو آپ نے تین بار فرمایا اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(69) وعن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن الوتر او نسیہ فلیصل اذا ذکر واذا استیقظ۔ رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ

(69) ابی سعید ؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "جو شخص وتر سے غافل ہو کر سو

رہے یا اس کو پڑھنا بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ جب یاد آئے یا جاگے تو اس وقت پڑھ لے۔ اس کو ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(70) وعن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى جالسا فيقرا وهو جالس فاذا بقى من قراءته قدر ما يكون ثلثين او اربعين اية قام وقرا وهو قائم ثم ركع ثم سجد ثم يفعل فى الركعة الثانية مثل ذالك رواه مسلم۔

(70) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (آخر عمر میں تہجد کی نماز) آنحضرت ﷺ بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ قرآن بھی بیٹھے ہوئے پڑھے جب قرآن سے بقدر تیس یا چالیس آیتوں کی باقی رہتی تو کھڑے کھڑے پڑھتے پھر رکوع کرتے پھر سجدہ کرتے پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(71) وعن ام سلمة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى بعد الوتر ركعتين رواه الترمذى وزاد ابن ماجه خفيفتين وهو جالس۔

(71) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم ﷺ وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے ابن ماجہ نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ ہلکی رکعتیں بیٹھے ہوئے"۔

(72) وعن عائشه قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بواحدة ثم يركع ركعتين يقراء فيهما وهو جالس فاذا اراد ان يركع قام فركع رواه ابن ماجه

(72) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول ﷺ وتر کی ایک رکعت پڑھا

کرتے تھے پھر دو رکعتیں پڑھتے ان میں قرآن بیٹھے ہوئے جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو کر رکوع کرتے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(73) وعن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ھذا السھر جھد وثقل فاذا اوتر احدکم فلیرکع رکعتین فان قام من اللیل والا کانتا لہ رواہ الترمذی والدارمی۔

(73) ثوبان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ یہ رات کی بیداری مشکل اور نفس پر بھاری ہے جب تم میں سے کوئی وتر پڑھے تو چاہئے کہ دو رکعتیں پڑھے۔ سو اگر رات کو اٹھا تو بہتر ہے اور اگر نہ اٹھا تو اس کے لئے یہ دو رکعتیں کافی ہوں گی۔ اس کو ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

(74) وعن ابی امامۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلیھما بعد الوتر وھو جالس یقراء فیھما اذا زلزلت وقل یاایھا الکافرون۔ رواہ احمد۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد بیٹھے ہوئے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے ان میں اذا زلزلت اور قل یاایھا الکافرون پڑھتے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

اس بحث میں مذکورہ احادیث مشکوٰۃ باب الوتر سے منقول ہیں۔

پس خلاصہ لب لباب یہ ہوا کہ رکعات وتر کی تعداد کی روایات مختلف ہیں ایک رکعت کی روایت بھی ہے پانچ کی بھی اور سات کی بھی ہے۔ اور تین کی بھی ہے اور نو کی بھی ہے۔ اور احناف کے نزدیک تین والی روایت کو ترجیح ہے اور وجہ ترجیح ایک تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نمبر چونسٹھ ہے اس

حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ وتر کی تعداد تین رکعات ہیں پہلی میں آپ ﷺ سے سورۃ اعلیٰ پڑھی اور دوسری میں قل یاایھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ پڑھا اور دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ آپ نے دو رکعات پر سلام نہیں پھیرا تو معلوم ہوا کہ تین رکعات پڑھ کر سلام پھیرنا چاہئے۔ اور وجہ ترجیح کی دوسری روایت ابن عمرؓ کی ہے جو الموطا امام محمد میں باب وتر النہار میں منقول ہے کہ صلوٰۃ المغرب وتر صلوٰۃ النہار کو مغرب کی نمازوں کے وتر ہیں۔ اور جب مغرب کی نماز کی تین رکعات ہیں جو دن کے وتر ہیں تو رات کی نماز کے بھی تین ہی وتر ہونا چاہئے۔ اور نیز مقام غور یہ بات بھی ہے کہ وتر کی حیثیت کیا ہے کیا یہ سنت ہیں یا فرض؟ اگر سنت ہیں تو سنت کی تین رکعات ثابت نہیں۔ دو یا چار ثابت ہیں اور اگر یہ فرض ہیں تو پھر فرض رکعات بھی ثابت ہیں چار بھی ثابت ہیں اور تین بھی ثابت ہیں اس لحاظ سے بھی تین والی روایت کو ترجیح ہے تاہم اگر کوئی ایک پڑھنا چاہئے یا پانچ یا سات تو اس میں حرج نہیں ہے کیونکہ ان کے متعلق بھی احادیث وارد ہوئی ہیں جیسا کہ تفصیل پہلے آچکی ہے۔ اور ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر زیادہ موکد ہیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز تہجد کی رکعات میں تو کمی بیشی فرمائی تھی جیسا کہ حدیث نمبر انسٹھ سے معلوم ہوتا ہے لیکن وتر کو کبھی ترک نہیں کیا تھا اور آپ نے ان کے بارے میں حق کا لفظ بھی فرمایا ہے اور تین وتر فرمایا ہے کہ جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے جیسا کہ حضرت بریدہ والی حدیث میں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو سو جائے یا بھول جائے جب اسے یاد آئے تو وہ وتر پڑھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی قضا بھی ضروری ہے جیسا ابی سعید والی حدیث میں ہے اور انہی احادیث کی روشنی میں امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ وتروں کے وجوب کے قائل ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو رات کو بوقت سحری اٹھ سکے اسے چاہئے کہ اس وقت وتر پڑھے اور جسے رات کو اٹھنے کی امید نہ ہو تو وہ عشاء کے بعد وتر پڑھ لے جیسا کہ حضرت جابر والی حدیث نمبر پچیس بھی

ہے۔ اور ان وتروں میں اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ والی دعا بھی پڑھ سکتا ہے جیسا کہ حضرت حسن سے مروی روایت ہے اور اللھم انا نستعینک والی دعا بھی پڑھ سکتا ہے۔ جیسا کہ مظاہر حق نے اس بحث میں طبرانی کے حوالہ سے اس دعا کو نقل کیا ہے۔

○

جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز پنج گانہ ادا کرنے کا حکم تھا

(1) واقم الصلوة طرفی النهار وزلفا من الیل ان الحسنت یذهبن السیات ذٰلک ذکری للذکرین○

(سورہ ہود آیت 114)

(1) اور دن کے دونوں طرف اور کچھ حصہ رات کا نماز قائم کر بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

(2) اقم الصلوة لدلوک الشمس الی غسق الیل وقران الفجر ان قران الفجر کان مشهودا○ (سورہ بنی اسرائیل آیت 78)

(2) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز پڑھا کرو اور صبح کی نماز بھی بیشک صبح کی نماز میں مجمع ہوتا ہے۔

(3) فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها ومن آنائ الیل فسبح واطراف النهار لعلک ترضی○ (سورہ طٰہٰ آیت 130)

(1) پس صبر کر اس پر جو کہتے ہیں اور سورج کے نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کر اور رات کی کچھ گھڑیوں میں اور دن کے اول اور آخر میں بھی تسبیح کر تاکہ تجھے خوشی حاصل ہو۔

(4) اتل ما اوحی الیک من الکتب واقم الصلوة ان الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنکر و لذکر الله اکبر والله یعلم ما تصنعون○ (سورہ العنکبوت آیت 45)

(4) جو کتاب تیری طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو بیشک نماز بے

حیائی اور بری بات سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

(5) فاصبر ان وعد الله حق واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار ○ (سورہ المومن آیت 55)

(5) پس صبر کر بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کی معافی مانگ اور شام اور صبح اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کر۔

(6) فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب○ ومن اليل فسبحه وادبار السجود○ (سورہ ق آیت 39-40)

(6) پس ان باتوں پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور اپنے رب کی پاکیزگی بیان کر تعریف کے ساتھ دن نکلنے سے پہلے اور دن چھپنے سے پہلے اور کچھ رات میں بھی اس کی تسبیح کر اور نماز کے بعد بھی۔

(7) ان هذا لهو حق اليقين○ فسبح باسم ربک العظیم○

(سورہ واقعہ آیت 96)

(7) بے شک یہ تحقیقی یقینی بات ہے پس اپنے رب کے نام کی تسبیح کر جو بڑا عظمت والا ہے۔

(8) واذکر اسم ربک بکرة واصیلا ○ ومن اليل فاسجد له وسبحه ليلا طويلا ○ (سورہ الدہر آیت 25-26)

(8) اور اپنے رب کا نام صبح اور شام یاد کیا کریں اور کچھ حصہ رات میں بھی اس کو سجدہ کیجئے۔ اور رات میں دیر تک اس کی تسبیح کیجئے۔

(9) یاایها المدثر○ قم فانذر○ وربک فکبر○

وثیابک فطھر○ فاالرجز فاھجر○ (سورہ المدثر آیت 1-5)

(9) اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو پھر کافروں کو ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور میل کچیل دور کرو۔

(10) واصبر لحکم ربک فانک باعیننا وسبح بحمد ربک حین تقوم○ ومن الیل فسبحہ وادبار النجوم○ (سورہ النجم آیت 48-49)

(10) اور اپنے رب کا حکم آنے تک صبر کر کیونکہ بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے جب آپ اٹھا کریں اور کچھ حصہ رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی۔

تفسیر: یہاں اس بحث میں دس آیات جمع کی گئی ہیں۔ ان میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دن میں پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ حکم نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہونے کے بعد ملا ہے۔

پہلی آیت ایک سو چودہ ہے: اس میں تین چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نماز ہے اور آپ کو ان نمازوں کی تعداد اور اوقات بھی بتائے ہیں پہلا وقت صبح کا ہے اور دوسرا وقت عصر کا ہے۔ اس کو اقم الصلوۃ طرفی النھار میں بیان فرمایا ہے۔ اور تیسرا وقت مغرب کا ہے اور چوتھا عشاء کا ہے۔ اس کو زلفا من الیل میں بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ مغرب اور عشاء بھی رات کا حصہ ہے۔ پس اس آیت میں نبی ﷺ کو چار نمازوں کا حکم مل گیا۔ اور دوسری چیز نماز کا ایک فائدہ بیان فرمایا ہے کہ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں پس نماز بھی تو نیکی ہے لہٰذا اس سے بھی برائیاں دور ہوتی ہیں۔

اور تیسری چیز اس آیت میں یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ نماز نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے یعنی اثر نصیحت ہے اور اثر سے تعبیر اس لئے کی ہے کہ اصل میں حصہ اس کو کہتے ہیں کہ انسان کے اندر کچھ عیوب اور برائیاں ہوں۔ جو اس کی تباہی اور

بربادی کا باعث ہوں اور انسان اس کو نیکی سمجھتا ہو اور انہیں اپنے لئے ذریعہ نجات تصور کرتا ہو اسے بتایا جائے کہ یہ نیکیاں نہیں ہیں برائیاں ہیں اور ان میں تیری نجات نہیں تباہی ہے۔ اب ایسے انسان کو یہ باور کرانا آسان نہیں ہوگا۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لئے طریق اور انداز یہ رکھا ہے کہ زمانہ ماضی میں جن لوگوں نے ان عیوب اور برائیوں کی وجہ سے نقصان اٹھایا اور قعرِ مذلت میں گرے ان کے واقعات ایسے لوگوں کے سامنے رکھے ہیں اور پھر اسی طرح وہ ان عیوب اور برائیوں کی وجہ سے قیامت میں نہیں جو نقصان ہوگا وہ بھی سامنے رکھے ہیں اب وہ انسان جب تھوڑا سا بھی ان واقعات میں غور کرے گا تو وہ عیوب اور برائیاں کہ جنہیں وہ نیکیاں تصور کرتا تھا اور انہیں وہ اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھتا تھا اب وہ ان کو چھوڑے گا لیکن اب اس کو متبادل لائحہ عمل چاہیے جو اس کے لئے ذریعہ نجات ہو اور اس کو اس پر یقین بھی آئے کہ ہاں فی الواقع یہی عمل میرے لیے ذریعہ نجات ہے کیونکہ اصل میں وہ نجات کا متمنی ہے ایسا عمل نماز ہے اور اس کو اختیار کرنے سے اسے یقین آجائے گا اور اس کو وہ اب ہمیشہ ادا کرے گا یہ نصیحت کا اثر ہے۔

مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز سے برائیاں کس طرح دور ہوتی ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کے جسمانی امراض دور کرنے کے لئے اور اسے شفاء دینے کے لئے انتظام فرمایا ہے کہ وہ اگر انسان کے اندر پیدا ہو جائیں تو علاج کرنے سے وہ دور ہو جاتی ہیں اگر ان کا علاج نہ کیا جائے تو انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔

اسی طرح انسان کے اندر روحانی بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً" کینہ' بغض' عداوت' ریاکاری' حسد وغیرہ۔ اور یہ بیماریاں بھی معاشرے کے لئے تباہ کن ہیں۔ اور یہ جسمانی امراض کی بہ نسبت زیادہ خطرناک ہیں۔ کیونکہ یہ بھی ایسے معاشرہ کے لئے بربادی کا باعث ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ازالہ اور شفا کا انتظام فرمایا ہے۔ اور نماز اس انتظام کا ایک حصہ ہے۔ اور اس کی ایک شاخ اور شعبہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا ہے کہ آپ نماز قائم کریں بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں مگر اب پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ میں تو وہ مذکورہ روحانی بیماریاں نہیں تھی کہ نماز کے

ذریعہ انہیں دور کرانا مقصود ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیثیت ایک روحانی معالج کی تھی اور معالج کے لئے ماہر اور تجربہ کار ہونا ضروری ہے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان کسی نیک آدمی کو دیکھ کر بھی متاثر ہوتا ہے اور راہ ہدایت قبول کرتا ہے اور اس نیک کی نیکیاں دوسروں کی برائیاں دور کرنے کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ مگر طوالت سے بچنے کے لے ان کی طرف تعرض نہیں کرتے۔

اس کے بعد سورۃ بنی اسرائیل کی آیت اٹھتر ہے۔ اس میں بھی جناب نبی ﷺ کو حکم نماز ہے۔ مگر سورۃ ھود والی آیت میں تو صرف چار نمازوں کا حکم تھا فجر، عصر، مغرب اور عشاء اور اس میں نماز ظہر کا اضافہ فرمایا ہے اور اس کو لدلوک الشمس میں بیان فرمایا ہے اور آیت کے آخر میں ان قرآن الفجر کان مشھودا لگا کر نماز فجر کی تاکید فرمائی ہے کہ اس میں قرآن زیادہ پڑھا جائے کیونکہ اس میں مجمع زیادہ ہوتا ہے اور یہ زیادتی بوجہ فرشتوں کے ہوتی ہے جیسا کہ احادیث میں اس کی تفصیل ہے۔ اور اس کے بعد سورۃ طٰہٰ کی آیت ایک سو تیس ہے۔ اس میں ان نمازوں میں تسبیحات پڑھنے کا حکم ہے۔ اس کے بعد سورۃ العنکبوت کی آیت پنتالیس ہے اس میں پانچ چیزوں کا بیان ہے ایک تو جناب نبی ﷺ کو قرآن مجید کی تلاوت کا حکم ہے اور یہ عام ہے خواہ نماز کے اندر ہو یا کہ خارج ہو۔ بہرحال نماز کے اندر کی تلاوت کو شامل ضرور ہے اور دوسری چیز جناب نبی ﷺ کو حکم نماز ہے پس یہ تاکید ہے یہ مقصد نہیں کہ نبی ﷺ نماز پڑھتے نہیں تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے بار بار حکم دیا تھا تاکہ آپ نماز ادا کریں اور تیسری چیز نماز کا فائدہ بیان فرمایا ہے کہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

اور یہ نماز اس طرح روکتی ہے کہ جب انسان دن میں پانچ مرتبہ یہ فریضہ ادا کرتا ہے کبھی قیام میں ہوتا ہے کبھی رکوع میں کبھی قومہ۔ اور کبھی سجدہ میں ہوتا ہے اس دوران حلال، چیزیں بھی نہیں کھاتا کسی سے بات بھی نہیں کرتا پس جو انسان اس درجہ کا تابعدار ہو گا ظاہر بات ہے کہ ایسا انسان جو چیزیں قطعی حرام ہیں وہ نہیں کھائے گا۔ اور اب اس کا نیکی والا مزاج بن جائے گا اور برائی سے اسے نفرت پیدا ہو جائے گی اور یہ حرام

اور ممنوع چیز کو اس طرح پرکھے گا جس طرح کہ حکیم یا ڈاکٹر مریض کو دیکھ کر اس کا مرض پرکھ لیتے ہیں مگر اس سلسلہ میں بعض چیزیں تو واضح طور پر حرام ہیں انکے پرکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے پرکھنے کی ضرورت اس وقت پڑے گی جب چیز کا حال مشتبہ ہو اس کی حلت و حرمت واضح نہ ہو اور چوتھی چیز یہ ہے کہ ذکر اللہ بہت بڑی چیز ہے اور یہ عام ہے نماز کو بھی شامل ہے اور ذکر مجرد کو بھی شامل ہے اور پانچویں چیز اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو بیان فرمایا ہے کہ لوگو تم جو کچھ کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔

اس کے بعد سورہ المومن کی آیت نمبر پچپن ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو تین حکم دیۓ ہیں ایک صبر کرنے کا دوسرا اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کا۔ اور تیسرا شام اور صبح کو تسبیح پڑھنے کا۔ مگر یہ تسبیح عام ہے خواہ نماز کے اندر ہو یا نماز سے خارج ہو اور اس کے بعد سورہ ق کی آیت انتالیس اور چالیس ہیں۔ ان میں بھی پانچوں نمازوں میں تسبیحات پڑھنے کا حکم ہے اور اس کے بعد سورہ طور کی آیت اڑتالیس اور انچاس ہیں ان میں بھی نمازوں میں تسبیحات کا حکم ہے۔ اور اس کے بعد سورہ الواقعہ کی آیت چھیانویں ہے اس میں تسبیحات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرنے کا بھی حکم ہے اور اس کے بعد سورہ الحاقہ کی آیت باون ہے اس میں بھی تسبیح کے ساتھ اس کی عظمت بیان کرنے کا حکم ہے اور اس کے بعد سورۂ الدھر کی آیت کی پچیس اور چھبیس ہیں۔ ان میں صبح و شام کی نمازوں میں اور رات کی نمازوں میں ذکر تسبیح اور سجدہ کو بھی ذکر کیا ہے اور اس کے بعد سورۂ مدثر ہے اس میں آپ کو کپڑے اور بدن صاف رکھنے کا حکم ہے تسبیح اور سجدہ کا بھی ذکر ہے۔

پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اس باب میں جو آیات مذکور ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اور ان نمازوں کے اوقات بھی بیان فرما دیۓ ہیں۔ جو فجر' ظہر' عصر' مغرب' اور عشاء ہیں۔ اور ان نمازوں میں تکبیر تحریمہ' قیام' قرات' سجدہ' تسبیحات' اذکار' کپڑے اور بدن کو صاف رکھنے کا بیان بھی آگیا ہے۔ لیکن تفصیل نہیں ہے کہ ان کے مابین ترتیب کیا ہونی چاہئے اور پہلے کونسا کام ہو اور بعد میں کونسا ہو اور نیز تکبیر تحریمہ کے الفاظ کیا ہیں قیام کس وقت کرنا ہے قرات

کس وقت پڑھنا ہے سجدہ کس وقت کرنا ہے؟ اور اس میں کیا پڑھنا ہے؟ اور تسبیحات کے الفاظ کیا ہیں؟ اذکار کا کونسا وقت اور کونسا طریقہ ہے؟ اور کپڑے اور بدن کس چیز سے صاف کرنا ہے اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور ظاہر بات ہے کہ اس کی تفصیل کی تو ضرورت ہے اسکے سوا تو یہ احکامات نماز بے مقصد ہو کر رہ جاتے ہیں اور پھر اس سلسلہ میں احادیث نبوی ﷺ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے احادیث کے سوا نماز کا صحیح کوئی طریقہ متعین اور متفقہ علیہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور یہ بھی اس سے معلوم ہو گیا کہ فہم قرآن کے لئے احادیث کا ہونا ضروری ہے کیونکہ آپ ﷺ ہی ترجمان وحی تھے۔ چنانچہ یہ تفصیل انشاء اللہ عنقریب ہدیہ ناظرین کی جائے گی۔

جناب رسول اللہ ﷺ کو حکم تھا کہ وہ اپنی اہل کو بھی نماز کا پابند بنائیں

وامر اھلک بالصلوۃ واصطبر علیھا لا نسئلک رزقا
نحن نرزقک والعاقبۃ للتقوی (سورہ طہ آیت 132)

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر اور خود بھی اس پر قائم رہ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے ہم تجھے روزی دیتے ہیں اور پرہیزگاری کا انجام اچھا ہے۔

تفسیر: اس آیت میں پانچ امور کا بیان ہے۔ پہلے جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی اہل کو نماز کا حکم دیں اہل میں بیویاں اور بچے بچیاں سب ہی آجاتے ہیں۔ اور دوسرا اس میں آپ کو بھی نماز پر قائم رہنے کا حکم ملا ہے۔ اور اس موقعہ کے لحاظ سے باعث اس حکم کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود نماز پڑھنے کا اہتمام فرمائیں گے تو اہل پر اس کا اثر ہوگا اور اگر آپ خود اس کا اہتمام نہیں فرمائیں گے اور صرف اہل کو نماز کا حکم دیں گے تو ان پر اس کا اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ مانا ہوا اصول ہے کہ ماتحت اور نچلا طبقہ ہمیشہ اوپر والوں کی نقل کرتا ہے۔ اوپر والا نیک ہو تو ماتحت نیک بننے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر اوپر والا برا ہو تو ماتحت اور نچلا برا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی اہل کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی پڑھیں۔ اور تیسرا اس میں

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا ہے کہ ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے یعنی تمہاری ان نمازوں سے خداوند تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور چوتھی چیز یہ بیان فرمائی کہ ہم تمہیں روزی دیتے ہیں اس روزی سے مراد غذا روحانی اور جسمانی دونوں ہو سکتی ہیں یعنی اے نبی یہ نماز پڑھنے اور پڑھانے سے تمہارا ہی فائدہ ہے کہ اس کی وجہ سے تمہیں دنیا میں رزق روحانی اور جسمانی مل رہا ہے اور پانچویں چیز یہ بیان فرمائی کہ آخرت کا اچھا انجام تقویٰ کے باعث نصیب ہوگا اور نماز تقویٰ کا اہم ذریعہ ہے پس خلاصہ اور لب لباب یہ ہوا کہ اے نبی تیری اور تیری اہل و عیال کی فلاح دارین نماز پڑھتے رہنے میں مضمر ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا عملی نمونہ

عن انس ابن مالک رضی الله عنه قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمر باب فاطمة رضی الله عنها ستة اشهر اذا خرج الى صلوة الفجر يقول الصلوة يا اهل البيت انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا (ابن کثیر جلد سوم)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز فجر کے لئے تشریف لے جاتے تو چھ ماہ تک فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے رہے اور فرماتے تھے اے گھر والو نماز اور یہ آیت تلاوت فرماتے تھے کہ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کردے گھر والو اور تمہیں اچھی طرح پاک کرے۔

عن ام سلمة قالت استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة فزعا يقول سبحان الله ماذا انزل الليلة من الخزائن وماذا انزل من الفتن من يوقظ صواحب الحجرات يريد ازواجه لكي يصلين رب

کاسیۃفی الدنیا عاریۃفی الاخرۃ (مشکوۃ باتحریض علی قیام اللیل بحوالہ بخاری)

حضرت ام سلمہؓ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک رات گھبرا کر اٹھے تو فرمایا اللہ پاک ہے آج رات کونسے خزانے اتارے گئے ہیں اور کونسے فتنے اتارے گئے ہیں حجروں والیوں کو کوئی جگا آئے قول راوی آپ کی مراد بیویاں تھیں تاکہ وہ نماز پڑھیں اور فرمایا دنیا میں بہت سے لباس پہننے والے قیامت کے دن ننگے ہوں گے۔

تشریح : یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور ان میں جناب رسول اللہ ﷺ کا عملی نمونہ بیان فرمایا گیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس حکم (وامرا ھلک بالصلوۃ) کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی اہل کو نماز کا حکم دیتے تھے۔ پہلی حدیث میں حضرت انس ؓ نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز فجر کے لئے جاتے تھے تو پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر جاتے تھے اور انہیں آواز دیتے تھے نماز گھر والوں اور پھر یہ آیت تلاوت فرماتے (اے گھر والو اللہ تعالیٰ تم سے گندگی لیجانا چاہتا ہے اور تمہیں اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے اور دوسری حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں آپ ﷺ کا فرمان منقول ہے اس حدیث میں چار چیزیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے تو یہ واقعہ درپیش آیا اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سوئے تھے تو حالت خواب میں برکات اترتی ہوئی بھی دیکھیں اور مصائب اترتے ہوئے بھی دیکھے تو گھبرا کر اٹھے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنا خواب سنایا اور تیسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ کو اپنی بقیہ بیویاں نماز تہجد کے لئے جگانے کی ترغیب فرمائی اور چوتھی چیز اس میں فکر آخرت کی ترغیب فرمائی کہ بہت سے دنیا میں لباس پہننے والے آخرت میں ننگے ہوں گے پس اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم وامرا ھلک بالصلوۃ کو عملی جامہ پہنایا اور اپنی بیویوں کو بھی نماز کا حکم دیا اور یہ تو ہم نے مشت از نمونہ خروار پیش کیا ہے کہ آپ نے اپنی بیویوں کو نماز کا حکم دیا تھا اور اس کے علاوہ نبی ﷺ کی

ازواج مطہرات کا پانچ وقتی نماز پڑھنا اور جناب نبی کریم ﷺ کا نماز تہجد میں تلاوت قرآن پاک کرنا اور اس میں تسبیحات پڑھنا اور نماز تہجد کی مقدار رکعات بتانا اس کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو نماز کی تعلیم دی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کی بیویوں کو نماز کا مستقل طور پر خطاب فرمایا

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی واقمن الصلوۃ واتین الزکوۃ واطعن اللہ ورسولہ انما یریداللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیر ا (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳ اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو۔ اور گزشتہ زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو۔ اللہ اور اس کے رسول کی فرمان برداری کرو۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اس گھر والو کہ تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں خوب پاک کرے۔

تفسیر: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کو چار ہدایات دی ہیں اور آخر میں ان کا فائدہ بیان فرمایا ہے۔ پہلی ہدایت یہ ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں رہو اور دور جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کر کے مت پھرو۔ اور دور جاہلیت کا طریقہ ایسا ہی تھا جیسا کہ آج کل مغربی ممالک کی عورتیں اور اس تہذیب کی دل دادہ خواتین کر رہی ہیں اور دوسری ہدایت یہ ہے کہ نماز ادا کرو اور تیسری ہدایت یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرو اور چوتھی ہدایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور آخر میں ان ہدایات کی پیروی کا فائدہ بیان فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تم سے گندگی لے جانا چاہتا ہے اور انہیں پاک صاف کرنا چاہتا ہے اس کی تفصیل الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہے مقام غور یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے ہدایات کے سلسلہ میں مستقل خطاب کیوں فرمایا تھا؟ پس بنظر غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ نبی ﷺ کی بیویوں کے

دلوں میں ان ہدایات کی اہمیت پیدا ہو اور وہ ان امور کا سختی سے اہتمام کریں اور پھر امت میں بھی اس کی اہمیت پیدا ہو کہ نبی ﷺ کی بیویاں ان ہدایات سے جب مستثنیٰ نہیں ہیں تو پھر اور کون مستثنیٰ ہو سکتا ہے اور اس خطاب کی دوسری وجہ حضور ﷺ کی بیویوں کا شرف اور منصب بیان کرنا مقصود ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں مستقل خطاب فرمایا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی شان بہت اونچی ہے اور تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ باقی امت ان کی نقالی کرے کیونکہ دنیا میں یہ ایک مانا ہوا اور مجرب اصول ہے کہ ہمیشہ ماتحت طبقہ اوپر والے کی نقالی کرتا ہے یعنی اگر اوپر والا طبقہ نیک ہو تو ماتحت خود بخود نیک بن جاتا ہے اور اگر اوپر والا طبقہ برا ہو تو ماتحت خود بخود برائی شروع کر دیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو ان ہدایات کا مستقل خطاب فرمایا تھا کہ وہ باقیوں کے لئے رشد و ہدایت کا نمونہ بنیں اور ان کے نمونہ بننے کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ اپنی امت کو بھی نماز کی تعلیم دیں

تفسیر: یہاں اس بحث میں مختلف سورتوں کی چار آیات جمع کی گئی ہیں پہلی سورت ابراہیم کی آیت اکتیس ہے اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ میرے ایماندار بندوں سے کہہ دو کہ وہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی اور اس کے بعد سورہ البقرہ کی آیت ایک سو دس ہے اس میں چار چیزوں کا بیان ہے ایک ایمانداروں کو حکم نماز ہے اور دوسرا انہیں حکم زکوۃ ہے یہاں ذکر زکوۃ سے معلوم ہوا کہ سورۃ ابراہیم والی آیت میں جو فرمایا ہے کہ خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے الخ اس سے مراد زکوۃ ادا کرنا ہے۔ نفلی صدقہ دینا مراد نہیں ہے کیونکہ اس آیت سے خرچ کرنے پر عذاب کی دھمکی معلوم ہو رہی ہے اور عبادات فریضہ کے ترک پر تو قیامت کے دن عذاب ہوگا مگر عبادات نفلیہ کے ترک پر عذاب نہیں ہوگا اور تیسری

چیز یہاں یہ بیان فرمائی ہے کہ تم جو بھی عمل کرو گے قیامت کے دن اس کو موجود پاؤ گے۔ اور چوتھی چیز اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو بیان فرمایا ہے کہ وہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے لہٰذا وہ پوری حفاظت اور نگہداشت کے ساتھ تمہاری ان نیکیوں کو بھی آخرت میں تم تک پہنچائے گا اور دوسری یہاں سورۃ الانعام کی آیت بہتر ہے اس میں دو چیزوں کا بیان ہے اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نماز پڑھو۔ ورنہ اس پر تادیبی کاروائی ہوگی اور دوسری چیز اس میں یہ ہے کہ تم سارے اسی اللہ تعالیٰ کی طرف جمع کئے جاؤ گے اور یہ جملہ اصل میں رفع وہم کے لئے ہے۔

قل لعبادی الذین امنوا یقیموالصلوۃ وینفقوا مما رزقنھم سرا و علانیہ من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلال (سورہ ابراہیم آیت ٣١

میرے بندوں کو کہہ دو جو ایمان لائے ہیں نماز قائم رکھیں۔ اور ہمارے دئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں۔ اس سے پہلے کہ وہ دن آئے کہ جس میں نہ خرید و فروخت ہے نہ دوستی۔

واقیموالصلوۃ واتوالزکوۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عنداللہ۔ ان اللہ بما تعملون بصیر (سورہ البقرہ آیت ١١٠

اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔ اور جو کچھ نیکی سے اپنے واسطے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو سب دیکھتا ہے۔

وان اقیموالصلوۃ واتقوہ وھوالذی الیہ تحشرون○ (سورہ الانعام آیت ٧٢ اور کہ نماز قائم کرو اور اس سے ڈرو۔ اور وہی ہے جس کے سامنے اکٹھے کئے جاؤ گے۔ واقیموالصلوۃ واتوالزکوۃ واطیعوالرسول لعلکم ترحمون نماز پڑھا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور یہ وہم سورۃ البقرہ کے اس جملہ مذکورۃ سے پیدا ہوتا ہے۔ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ کہ ہم تو مرجائیں گے اور ہمارے جسم کے اجزاء بکھر جائیں گے۔ تو ہم تک ہماری نیکیوں کو کس طرح پہنچایا جائے گا۔ پس سورہ الانعام کے اس جملہ میں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تمہاری نیکیوں کو وہاں جمع فرمائیں گے تمہیں بھی وہاں جمع فرمائیں گے اس کے بعد سورہ النور کی آیت چھپن ہے اس کے اندر بھی چار مضمون ہیں پہلا حکم نماز ہے اور دوسرا حکم زکوۃ ہے ان کا حکم پہلا بھی گزر گیا ہے۔ سہ بار تکرار بطور تاکید ہے۔ اس آیت میں تیسرا حکم اطاعت رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اس سے مراد نماز اور زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ عن قریب آئے گی اس آیت میں چوتھی چیز ان تینوں امور کا فائدہ ہے۔ کہ لعلکم ترحمون یعنی ان اوامر کی تعمیل میں تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا خدا کا کوئی فائدہ نہیں ہے پس خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی امت کو مستقل طور پر بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس کی اہمیت کو سمجھیں ورنہ جب نبی ﷺ کو حکم نماز ملا تو ضمناً امت آ ہی جاتی ہے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی۔

نبی ﷺ کی امت پر پانچ نمازیں فرض ہیں۔

(1) حفظوا على الصلوت والصلوة الوسطى وقوموا للهقنتين○ (سورہ البقرہ آیت 238)

1) سب نمازوں کی حفاظت کیا کرو اور خاص کر درمیانی نماز کی اور اللہ کے لئے ادب سے کھڑے رہا کرو۔

(2) يا يها الذين امنوا ليستاذنكم الذين ملكت ايمانكم والذين لم يبلغوا الحلم منكم ثلث مرت من قبل صلوة الفجر وحين تضعون ثيابكم من الظهيرة ومن بعد صلوة العشاء ثلث عورت لكم ليس عل........ جناح بعدهن طوفون عليكم بعضكم على بعض كذلك يبين الله لكم الايت والله عليم حكيم (سورہ النور آیت 58)

2) اے ایمان والو تمہارے غلام اور تمہارے وہ لڑکے جو ابھی بلوغ نہیں ہوئے تم سے ان تین وقتوں میں اجازت لے کر آیا کریں صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردوں کے ہیں ان کے بعد تم پر اور نہ ان پر کوئی الزام ہے تم آپس میں ایک دوسرے کے پاس آنے جانے والے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

(3) فسبحن الله حين تمسون وحين تصبحون○ وله الحمد فى السموت والارض وعشياء وحين تظهرون○ (سورہ الروم آیت 17-18)

3) پھر اللہ کی تسبیح کرو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو اور آسمانوں اور زمین میں اسی

کی تعریف ہے اور پچھلے پہر بھی اور جب دوپہر ہو۔

تفسیر: یہاں اس بحث میں کل چار آیات جمع کی گئی ہیں۔ پہلی سورہ البقرہ کی آیت دو سو اڑتیس ہے۔ یہ آیت دراصل اس سے پہلی بحث میں جو آیات نقل کی گئی ہیں ان کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں حضور ﷺ کی امت کو صرف اتنا خطاب ہے کہ نماز قائم کرو ان میں یہ تفصیل نہیں کہ نمازیں کتنی ہیں اور اس آیت میں اس کی تفسیر ہے اور اس میں چھ چیزوں کا بیان ہے پہلی چیز حفظو علی الصلوت میں بیان فرمائی ہے کہ نمازوں کی حفاظت کرو اور اس کے بیان کرنے کی ضرورت اس لئے درپیش آئی کہ ان پہلی آیات میں امت کو صرف اقیموا الصلوۃ سے خطاب فرمایا ہے۔ اور یہ اقیموا صیغہ امر حاضر ہے۔ اور یہ صیغہ عربی محاورات میں دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک ایجاد فعل اور دوسرا بقاء فعل کے معنی میں جیسا کہ مولانا غلام اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر جواہر القرآن جلد اول کے مقدمہ میں صفحہ پندرہ پر جناب رسول اللہ ﷺ کا ایک فرمان عالی نقل کیا ہے۔ اقرا یا بن حضیر کاش اے ابن حضیر تو پڑھتا رہتا اور اپنے [illegible] تائید میں مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا محمود الحسن کا قول بھی پیش کیا کہ اس حدیث کا یہی معنی ہے پس اس بنا پر اقیموا الصلوۃ میں امت کو خطاب نماز ہے اس میں دونوں احتمال موجود ہیں۔ ایجاد فعل کا بھی اور بقا فعل کا بھی۔ اگر ایجاد فعل کا معنی لیا جائے تو مقصد یہ بنے گا کہ اگر کوئی آدمی ایک دفعہ زندگی میں نماز پڑھ لے تو وہ ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا اسے ہمیشہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ایک دفعہ نماز پڑھنے سے نماز کا فعل تو موجود ہو گیا ہے اور اگر یہ صیغہ اقیموا الصلوۃ ابقا فعل کے معنی میں لیا جائے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھتے رہو۔ پس سورۃ البقرہ کی اس آیت میں حفظو علی الصلوۃ لگا کر بتا دیا کہ منشاء الٰہی احتمال ثانی ہے اول نہیں ہے کیونکہ صرف ایک دفعہ نماز پڑھنے سے نماز کے فوائد اور منافع حاصل نہیں ہوتے بلکہ یہ اس وقت حاصل ہوں گے کہ جب نماز ہمیشہ پڑھی جائے اور دوسری چیز اس آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ نمازیں زیادہ ہیں کیونکہ یہاں الصلوات کا لفظ لگایا ہے جو صلوۃ کی جمع ہے اور یہ جمع مونث سالم ہے۔ اور اس کے لئے قانون نحوی یہ ہے کہ اگر اس پر الف لام نہ ہو تو

پھر یہ جمع قلت میں داخل ہوتی ہے۔
اور اگر اس پر الف لام ہو تو پھر یہ جمع کثرت میں شامل ہوتی ہے اور چونکہ یہاں اس پر الف لام ہے اس لئے یہ جمع کثرت میں شامل ہوگی اور جمع کثرت کی انتہا ملا نہایت تک ہوتی ہے پس اس قانون کے رو سے معلوم ہوا کہ نمازیں بہت ہیں اور تیسری چیز اس آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ درمیانی نماز کا زیادہ اہتمام ہونا چاہئے مگر اس کو متعین نہیں فرمایا بعض مفسرینؒ اس طرف گئے ہیں کہ صلوۃ وسطی سے مراد ہر نماز ہو سکتی ہے اور اکثر مفسرینؒ فرماتے ہیں کہ صلوۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔ حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ صحابیوں ابو قتادہؓ، ضحاکؒ، ابو حنیفہؒ اور امام نخعیؒ سے یہی تفسیر منقول ہے۔ (حاشیہ ماجدی) اور یہی تفسیر راجح نظر آتی ہے۔ کیونکہ اگر ہر نماز مراد لی جائے تو یہ مہمل بات بنتی ہے اور یہ شان کبرائی کے خلاف ہے کیونکہ آدمی کس کس نماز کا اہتمام کرے گا اور نیز یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ وسطی صلوات مراد نہ ہو بلکہ وسطی یوم ولیل مراد ہو کیونکہ نماز عصر کا آخری وقت دن اور رات کے درمیان میں ہے اور چوتھی چیز یہاں قیام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قوموا کھڑے ہو جائے اور چونکہ یہ قوموا صیغہ امر ہے اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قیام فرض ہے۔ اور پانچویں چیز اس آیت میں یہ ہے کہ نماز صرف اور صرف رضا الٰہی کے لئے پڑھنا چاہئے نہ کی کسی غیر کے لئے۔ کیونکہ نماز میں بلکہ کسی بھی عبادت میں غیر اللہ کی رضا شرک ہے کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قوموا للّٰہِ کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے لئے اور قانون نحویہ کے لحاظ سے للہ کے شروع میں لام اختصاص ہے اور اب معنی جملہ کا یہ ہوگا کہ خاص اللہ تعالیٰ کے لئے کھڑا ہونا ہے نہ کہ کسی غیر کے لئے۔ پس ہر قسم کی عبادت صرف رضاء الٰہی کے لیے ہی ہونا چاہے۔ اور چھٹی چیز یہاں اس آیت میں یہ بیان فرمائی کہ قانتین کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے لئے بڑی عاجزی سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں عاجزی ہونا چاہئے بہرحال سورۃ البقرہ کی یہ آیت دو سو اڑتیس انتہائی مجمل ہے اور تفصیل بعد والی آیات میں آرہی ہے اور وہ یہ ہے اس کے بعد تیسرے نمبر پر یہاں سورۃ النور کی آیت اٹھاون ہے یہ آیت سورۃ البقرہ والی مذکورہ آیت کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اتنا فرمایا ہے کہ نمازوں پر

حفاظت کرو۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ نمازیں کتنی ہیں اور اس آیت میں اصلی مسئلہ تو پردے کا چلا ہوا ہے۔ کہ غلام نابالغ بچے تین اوقات میں دوسروں کے گھروں میں تین دفعہ اجازت مانگنے کے سوا نہ جائیں۔ کیونکہ یہ تین اوقات پردے کے ہیں ان کے علاوہ جاسکتے ہیں اور وہ تین اوقات یہ بتائے ہیں نماز فجر سے پہلے دوپہر کے وقت اور نماز عشاء کے بعد پس اس آیت میں تین نمازوں کا ذکر آ گیا۔ اور اس کے بعد تیسرے نمبر پر سورۃ النور کی آیت سترہ اور اٹھارہ ہے۔ ان میں چار نمازوں کا ذکر ہے۔ شام، صبح عشاء اور ظہر اور سورۃ ھود کی آیت ایک سو چودہ واقم الصلوۃ طرفی النہار وزلفا من میں بھی چاروں نمازوں کا ذکر آ گیا ہے کیونکہ طرفی سے مراد فجر اور عصر لی گئی ہے اور زلفا من الیل سے مراد مغرب اور عشاء ہے اس طرح پانچوں نمازوں کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اور سورۃ البقرہ کی آیت دوسو اڑتیس کی کچھ تشریح یہاں آ گئی ہے پوری تفصیل نہیں ہے کیونکہ تعداد رکعات کا ذکر بھی نہیں ہے اور نماز کس طرح شروع کرنا ہے اور کس طرح ختم کرنا ہے بدن پاک ہونا چاہیئے یا نہ کس جگہ نماز پڑھنا ہے۔ اوقات نماز کی ابتداء کب سے شروع ہوتی ہے اور کہاں پر ختم ہوتی ہے اور نماز میں کون کون سے کلمات پڑھنے ہیں اور پہلے کون سے الفاظ پڑھنا ہے اور بعد میں کون سے پس یہ آیت ان تمام تفصیلات کی محتاج ہے۔ جو عن قریب آ رہی ہے۔

شرائط نماز اور شرط اول وضو اور اس کا طریقہ

(1) یایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا بروسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطھروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط اولمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا

بوجوھکم وایدکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرونO

(سورۃ المائدۃ آیت 6)

(1) اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ دھولو اور ہاتھ کہنیوں تک اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم ناپاک ہو تو نہالو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا کوئی تم میں سے جائے ضرورت سے آیا ہو یا عورتوں کے پاس گئے ہو تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو اور اسے اپنے مونہوں اور ہاتھوں پر مل لو اللہ تم پر تنگی نہیں کرنا چاہتا لیکن تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے اور تاکہ اپنا احسان تم پر پورا کرے تاکہ تم شکر کرو۔

(2) اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطن ولیربط علی قلوبکم ویثبت بہ الاقدامO (سورۃ الانفال آیت 11)

(2) جس وقت اسنے تم پر اپنی طرف سے تسکین کے لئے اونگھ ڈال دی اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ اس سے تمہیں پاک کردے اور شیطان کی نجاست تم سے دور کردے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور اس سے تمہارے قدم جمادے۔

(3) وھو الذی ارسل الریح بشراً بین یدی رحمتہ وانزلنا من السماء ماء طھوراO (سورۃ الفرقان آیت 48)

(3) اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری لانے والی ہوائیں چلاتا ہے اور ہم نے آسمان سے پاک پانی نازل فرمایا۔

تفسیر: یہاں پہلے ورۃ المائدہ کی آیت چھ کا پہلا حصہ بیان کیا گیا ہے اس میں سورۃ البقرہ کی آیت دو سو اٹھتیس کی مزید تفسیر بیان فرمائی گئی ہے کیونکہ اس آیت میں اتنا فرمایا

لیا ہے کہ نمازوں کی حفاظت کرو مگر یہ نہیں فرمایا کہ کیسے حفاظت کرو اور یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات مجمل ہوتی ہیں مگر ان کی تفسیر یا تو اس جگہ پر موجود ہوتی ہے یا دوسری کسی سورۃ میں موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ کے اس پہلے حصہ میں اس آیت کی کچھ تفسیر آگئی ہے۔ اور اس میں چار چیزوں کا حکم ہے ایک منہ دھونا۔ دوسرا کہنیوں تک ہاتھ دھونا۔ تیسرا سر کا مسح کرنا۔ اور چوتھا ٹخنوں تک پاؤں دھونا۔ مفسرین کی اصطلاح میں ان کو فرائض وضو کہتے ہیں کیونکہ آیت میں فاغسلوا اور امسحو کے الفاظ آئے ہیں اور یہ دونوں امر کے صیغے ہیں اور ایسے صیغوں سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ اکثر لزوم اور فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ الا کوئی قرینہ ہو تو وہ حکم فرض نہیں ہوتا۔ اس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے یہ بحث مطولات میں موجود ہے۔ یہاں اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) سب نمازوں کی حفاظت کیا کرو اور خاص کر درمیانی نماز کی اور اللہ کے لئے ادب سے کھڑے رہا کرو۔

اور یہ آیت کے شروع میں جو فرمایا ہے کہ اے ایمان والو جب نماز کے لئے اٹھو تو اپنا منہ دھولو الخ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو نماز کے لئے شرط ہے اگر کوئی آدمی بغیر وضو نماز پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی بلکہ وہ نماز ضائع اور برباد ہو جائے گی۔ مگر اس آیت میں بھی اجمال ہے کیونکہ اس میں یہ نہیں بتایا کہ وضو کس چیز سے کرنا ہے؟ پس سورہ الانفال کی آیت گیارہ میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اسی لئے اتارتا ہے تاکہ تمہیں اس کے ذریعہ پاک کرے اور تم سے شیطانی گندگی لے جائے۔ اور سورۃ الفرقان کے جملہ میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پاک پانی اتارتا ہے پس ثابت ہو گیا کہ وضو پانی سے کرنا ہے۔ مگر اس آیت میں اجمال اب بھی باقی ہے کیونکہ یہ تو کسی آیت میں نہیں بتایا کہ اعضاء وضو کتنی کتنی دفعہ دھونا ہے تفصیل انشاء اللہ العزیز اب احادیث کی روشنی میں عرض کریں گے۔

ابتداء وضو میں بسم اللہ پڑھنے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

(1) وعن سعيد بن زيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه رواه الترمذى وابن ماجه ورواه احمد و ابوداود عن ابى هريره والدارمى عن ابى سعيد الخدرى عن ابيه و زادوا فى اوله لا صلوة لمن لا وضوء له.

(1) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس نے وضو کرتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو نہیں" اس کو ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور احمد و ابوداؤد نے اس کو حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ دارمی نے ابوسعید خدریؓ اور انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اس روایت کے اول میں یہ الفاظ زیادہ بیان کئے ہیں "جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں"۔

(2) وعن ابى هريرةؓ و ابن مسعود و ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال من توضا وذكر اسم الله فانه يطهر جسده كله ومن توضا ولم يذكر اسم الله لم يطهر الا موضع الوضوء

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص بسم اللہ کر کے وضو کرے، پس تحقیق اس نے اپنا تمام بدن پاک کر لیا اور جس نے بسم اللہ پڑھ کر وضو نہ کیا وہ پاک نہیں ہوا مگر ہاں اس کے وضو کے اعضاء پاک ہو گئے۔

تشریح : یہاں اس بحث میں دو حدیثیں منقول ہیں۔ ایک حضرت سعیدؓ بن زید والی ہے

اور دوسری حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ یہ دونوں آیت وضو کی تفسیر ہے پہلی میں فرمایا ہے کہ اس آدمی کا وضو نہیں ہوتا جو بسم اللہ نہ پڑھے اور ابی سعید خدری کی روایت میں یہ لفظ زیادہ ہے کہ اس کی نماز ہی نہیں ہوتی جس کا وضو نہیں اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ جس نے وضو کیا اور بسم اللہ پڑھی تو اس کا سارا بدن پاک ہو جاتا ہے۔ اور جس نے وضو کیا اور بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کے صرف اعضاء وضو ہی پاک ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں طہارت سے مراد طہارت گناہ ہے صرف طہارت جسمی نہیں ہے جیسا کہ بعض دوسری احادیث کے اندر بھی یہی مضمون موجود ہے کہ جب انسان نماز کے لئے وضو کرتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے منہ سے سر سے اور پاؤں سے جو گناہ صادر ہوتے ہیں وہ سب معاف ہو جاتے ہیں اور پھر نماز اس کے لئے نفل رہ جاتی ہے۔ یعنی اصل مقصد تو وضو سے حاصل ہو گیا ہے اور اب نماز سے اس کو مفت کا ثواب ملتا ہے پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ بسم اللہ کے سوا وضو کی پوری برکات اور ثواب حاصل نہیں ہوتا اس لئے محدثین حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نفی کمال ہے یعنی کامل درجہ کا وضو نہیں ہوتا یہ مقصد نہیں کہ نفس وضو ہی نہیں ہوا تاکہ اگر کوئی وضو کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھے تو اسے نماز کے اعادہ کا حکم دیا جائے اور جب وضو ہی کامل نہیں تو ظاہر بات ہے کہ ایسے وضو سے جو نماز پڑھی جائے گی وہ بھی ناقص ہی ہوگی اگر ابتداء وضو میں بسم اللہ کو لازم قرار دیا جائے اور اسے نماز کے شرائط میں سے قرار دیا جائے تو خبر واحد سے آیت وضو کا نسخ لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت وضو میں بسم اللہ کا کہیں ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آیت وضو مجمل ہے اور یہ بسم اللہ والی احادیث اس کی تفسیر ہے اور یہ اس قاعدہ کلیہ کی ایک جزی ہے جو آپؐ نے فرمایا ہے۔

(۱) کل امر ذی بال لم یبدا فیہ باسم اللہ فھوا بتر کہ جو بھی عظمت والا کام اللہ کے نام سے نہ شروع کیا جائے تو وہ بے برکت ہوتا ہے اور وضو جو ہے یہ بہت بڑا عظیم کام ہے کیونکہ یہ نماز کے لیے شرط ہے اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ وضو بھی بسم اللہ سے شروع کیا جائے تاکہ وضو کی برکت (ثواب) حاصل ہوں۔

اور یہ دونوں حدیثیں آیت وضو کی تفسیر اس طرح بنتی ہے کہ آیت میں تو فرمایا ہے کہ جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہروں کو دھو لو الخ اس میں بسم اللہ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے بسم اللہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کے فوائد بھی بیان فرما دیئے ہیں کہ اس سے وضو کرنے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ آیت میں جو طہارت کا ذکر ہے یہ عام ہے طہارت گناہ اور طہارت نجاست دونوں کو شامل ہے۔ پس آیت مجمل ہے' اور جناب نبی کریم ﷺ نے اس کی وضاحت بیان فرما دی ہے۔ اور ایسی تفصیل بیان کرنا رسول کا ہی کام ہے۔ ہر مفسر ایسی تفسیر بیان نہیں کر سکتا پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ فہم قرآن مجید کے لئے احادیث نبویہ کا ہونا ضروری ہے ورنہ قرآن سمجھ میں نہیں آسکتا (واللہ اعلم)

وضو سے پہلے مسواک کرنا چاہئے

(4) عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی اللیه علیه وسلم لولا ان اشق اعلی امتی لا مرتهم بتاخیر العشاء وبالسواک عند کل صلوة متفق علیه۔

(4) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "اگر مجھے اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ان کو عشاء کی نماز میں تاخیر کرنے اور ہر نماز میں مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔ اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

(5) عن شریح بن هانی قال سالت عائشة بای شئی کان یبداء رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخل بیته قالت بالسواک رواه مسلم۔

(4) شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آنحضرت

ﷺ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو کس چیز سے ابتداء کرتے؟ فرمایا۔ مسواک کرنی شروع کرتے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(6) عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم السواک مطهرة للفم مرضاة للرب رواه الشافعی واحمد والدارمی والنسائی و روى البخاری فی صحیحه بلا اسناد۔

(6) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسواک منہ کا پاک و صاف کرنے والی چیز ہے۔ اور پروردگار کی رضامندی کا سبب ہے"۔ اس کو شافعی' احمد' داری' اور نسائی نے روایت کیا ہے اور بخاری نے بھی اپنی صحیح میں سند کے بغیر روایت کیا ہے۔

(7) وعنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تفضل الصلوة التی یستاک لها علی سبعین ضعفا رواه البیهقی فی شعب الایمان۔

(7) انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو نماز مسواک کر کے پڑھی گئی۔ اس کو اس پر کہ جس کے لیے مسواک نہیں کی گئی، ستر گنا فضیلت ہے۔

عن ابی بردة عن ابیه قال اتینا رسول الله صلى الله علیه وسلم نستحمله فریته یساک علی لسانه ابوداؤد باب کیف یستاک

ابی بردہ کے باپ نے کہا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو اٹھانے کے لئے گئے تو میں نے دیکھا کہ آپ زبان پر مسواک کر رہے تھے۔

پہلی چار حدیثیں مشکوۃ باب السواک سے منقول ہیں پانچویں ابوداؤد سے۔

تشریح : یہاں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی آیت وضو کی تفسیر ہے کیونکہ اس

آیت میں اتنا فرمایا ہے کہ اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہروں کو دھو لو۔
اور جناب رسول اللہ ﷺ نے یہاں پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انہیں نماز عشاء موخر کرنے کا اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا انہیں حکم دیتا اور دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا عمل بیان فرمایا ہے کہ آپ جب رات کو نماز تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو پہلے مسواک کرتے تھے اور تیسری حدیث میں اس کا فائدہ بیان فرمایا ہے کہ اس سے منہ کی بدبو زائل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور چوتھی حدیث میں اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جس نماز کے لئے مسواک کی جائے وہ ستر گنا فضیلت رکھتی ہے۔ اس نماز پر جس کے لئے مسواک نہ کی جائے اور پانچویں حدیث میں فرمایا ہے کہ نبی ﷺ زبان مبارک پر بھی مسواک کرتے تھے۔ پس ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح چہرے کا ظاہری حصہ دھونا ضروری ہے اسی طرح منہ کے اندر کا حصہ بھی دھونا ہے اور دانت اور زبان صاف کرنا ہے کیونکہ یہ سب چہرہ کا حصہ ہے۔
لیکن اس آیت وضو سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ دانت اور زبان بھی صاف کرنا ہے آیت میں تو اس کا ذکر نہیں ہے آیت میں تو اتنا فرمایا ہے کہ فاغسلوا وجوھکم اپنے چہروں کو دھو لو اور وجوہ جو وجہ سے بنا ہے اس کا اطلاق تو صرف چہرے کے ظاہری حصہ پر ہوتا ہے باطنی حصہ کو فسم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جب آیت وضو میں وجوہ کا ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرے کا صرف ظاہری حصہ ہی دھونا مقصود ہے باطنی مقصود نہیں ہے لیکن غور کرنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ وضو میں دانت اور زبان بھی صاف کرنا چاہئے کیونکہ غذا کھانے سے زبان اور دانتوں پر جو میل کچیل جمع ہوتی ہے اس سے منہ میں بدبو اور تعفن پیدا ہوتا ہے اور یہ غلاظت ہے اور چہرے کا ظاہری حصہ پر بظاہر کچھ لگا ہوا نہیں ہے اس کو دھونا ہے تو اندر والا حصہ جس کی گندگی انسان خود محسوس کرتا ہے اس کو کیوں نہ دھویا جائے اور اسے کیوں نہ صاف کیا جائے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ بوقت وضو مسواک کرو اور یہ ہے وہ پیغمبرانہ بصیرت جس سے آپ نے اس آیت وضو کا مفہوم سمجھا اور اسے لوگوں کے سامنے بیان فرمایا اور اس پر عمل کرنے کی تعلیم دی۔

طریقہ وضو کا تفصیلی بیان

(8) وعن عثمان انه توضا فافرغ على يديه ثلثا ثم تمضمض واستنثر ثم غسل وجهه ثلثا ثم غسل يده اليمنى الى المرفق ثلثا ثم غسل يده اليسرى الى المرفق ثلثا ثم مسح براسه ثم غسل رجله اليمنى ثلثا ثم اليسرى ثلثا ثم قالا رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم توضا نحو وضوئى هذا ثم قال من توضا وضوئى هذا ثم يصلى ركعتين لا يحدث نفسه فيهما بشئى غفر له ما تقدم من ذنبه متفق عليه ولفظه للبخارى۔

(8) انہی سے روایت ہے کہ انہوں نے وضو کیا اس طرح کہ تین بار اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر کلی کی۔ پھر ناک جھاڑی پھر تین بار اپنا منہ دھویا' پھر داہنا ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھویا۔ پھر بایاں ہاتھ تین مرتبہ کہنیوں تک دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر داہنا پاؤں تین بار دھویا اور پھر تین بار بایاں پاؤں دھویا۔ پھر فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے نیز فرمایا جو شخص میرے وضو کی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے اور ان دونوں میں اپنے دل میں کوئی بات نہ کرے۔ یعنی دل لگا کر پڑھے اور خیالات کو نہ آنے دے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

(9) وعن عبدالله بن عباس قال توضا رسول الله صلى الله عليه وسلم مرة مرة لم يزد على هذا رواه البخارى

(9) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ نے

وضو کیا (تمام اعضاء کو) ایک ایک بار اس سے زیادہ نہیں کیا اس حدیث کی بناء پر اعضاء کو ایک بار دھونا واجب ہے اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

(10) وعن عبدالله بن زيد ان النبی صلی الله علیه وسلم توضا مرتين مرتين رواه البخاری۔

(10) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ دو دو مرتبہ (اعضاء کو دو دو بار دھویا) اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

(11) عن ابی حية قال رايت عليا توضا فغسل كفيه حتى انقاهما ثم مضمض ثلثا واستنشق ثلثا وغسل وجهه ثلثا وذراعيه ثلثا ومسح براسه مرة ثم غسل قدميه الى الكعبين ثم قام فاخذ فضل طهوره فشربه وهو قائم ثم قال احببت ان اريكم كيف كان طهور رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه الترمذی والنسائی۔

(11) ابی حیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے۔ یہاں تک کہ ان کو پاک کیا۔ پھر تین مرتبہ کلی کی پھر تین مرتبہ ناک میں پانی دیا۔ پھر تین بار اپنے چہرہ کو دھویا۔ اور تین بار کہنیوں تک ہاتھ دھوئے۔ ایک مرتبہ سر کا مسح کیا۔ پھر ٹخنہ تک دونوں پیر دھوئے پھر کھڑے ہو کر وضو کا پانی پیا۔ پھر فرمایا میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ تم کو دکھلاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ اس کو ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

(12) وعن عبد خير قال نحن جلوس ننظر الى علی حين توضاء فادخل يده اليمنى فملاء فمه فمضمض واستنشق ونثره بيده اليسرى

بیدہ الیسری فعل ھذا ثلث مرات ثم قال من سرہ ان ینظر الی طھور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھذا طھورہ رواہ الدارمی۔

(12) عبد خیر کہتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے تھے۔ جب کہ آپ وضو کرتے تھے پس آپ نے اپنا داہنا ہاتھ برتن میں داخل کیا سو اپنا منہ بھرا اور کلی کی' ناک میں پانی دیا اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کی۔ یہ تین بار کیا پھر فرمایا جو شخص رسول اللہ ﷺ کے وضو کو دیکھ کر خوش ہونا چاہے تو وہ دیکھ لے کہ یہ تھا حضورؐ کا وضو۔ اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

(13) وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح براسہ واذنیہ باطنھما بالسباحتین وظاھرھما بابھامیہ۔ رواہ النسائی۔

(13) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ تحقیق آپ نے سر کا مسح کیا۔ اور آپ نے دونوں کانوں کا' ان کے اندر کا دونوں شہادت کی انگلیوں سے اور ان کے اوپر انگوٹھوں سے۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔

(14) وعن الربیع بنت معوذ انھا رات النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضا قالت فمسح راسہ ما اقبل منہ وما ادبر وصدغیہ واذنیہ مرۃ واحدۃ وفی روایۃ انہ توضا فادخل اصبعیہ فی حجری اذنیہ رواہ ابوداؤد وروی الترمذی الروایہ الاولی واحمد و ابن ماجہ الثانیۃ۔

(14) ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ کہتی ہیں کہ پس مسح کیا آپ نے اپنے سر کا۔ اس کے اگلے حصہ

اور پچھلی جانب کا' اپنی کنپٹیوں کا اور اپنے دونوں کانوں کا ایک مرتبہ ایک روایت میں یہ ہے کہ تحقیق انہوں نے وضو کیا۔ اپنی دونوں انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخوں میں داخل کیں۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ پہلی روایت کو ترمذی و احمد نے روایت کیا ہے اور دوسری کو ابن ماجہ نے۔

ف۔ تین بار مسح کرنا نئے پانیوں سے بدعت ہے۔ لیکن ہدایہ میں ہے کہ ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا مشروع ہے اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے۔

(۱۵) وعن عبداللہ بن زید انه رای النبی صلی اللہ علیه وسلم توضا وانه مسح راسه بماء غیر فضل یدیه ورواه الترمذی ورواه مسلم مع زوائد۔

(15) عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق دیکھا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے وضو کیا اور تحقیق مسح کیا انہوں نے اپنے سر کا اس پانی سے جو ہاتھوں کا بچا ہوا تھا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور مسلم نے کچھ زائد باتوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(16) وعن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیه وسلم یساله عن الوضو فاراه ثلثا ثلثا ثم قال ھکذا الوضوء فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی وظلم رواه النسائی وابن ماجه وروی ابوداؤد معناه۔

(16) عمرو بن شعیب' اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ کہ ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وضو کی کیفیت پوچھنے کے لئے حاضر ہوا سو آپ نے اس کو تین تین بار اعضاء وضو کا دھونا دکھلایا پھر فرمایا یہ ہے وضو پس جو شخص اس پر زیادہ کرے یعنی تین بار سے زیادہ دھوئے اس نے برا کیا' زیادتی کی اور ظلم کیا۔ اس کو نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے بھی معناً روایت کیا ہے۔

عن معاذ بن جبل قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم اذا توضاء مسح وجهه بطرف توبه (رواه الترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وضو فرماتے تھے تو اپنے چہرے کو اپنے کپڑے کے کونے سے صاف کرتے تھے۔

تشریح: یہاں اس بحث میں دس احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی آیت وضو کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں اتنا فرمایا ہے کہ اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہروں کو دھولو۔ الخ اس میں ایک دو یا تین دفعہ کا ذکر نہیں ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں اس کی تفسیر بیان فرمائی ہے ان میں سے پہلی حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کا جو طریقہ سیکھا تھا اسے عملی طور پر کر کے دکھایا اور بتایا ہے کہ انہوں نے تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک جھاڑی۔ پھر اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھویا پھر اپنا بایاں ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر اپنا دایاں پاؤں تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنا بایاں پاؤں تین مرتبہ دھویا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس وضو کی طرح وضو کرتے دیکھا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ جو میرے اس وضو کی طرح وضو کرے اور دو رکعات نماز پڑھے اس حال میں کہ اپنے نفس سے امور دنیا کی کوئی بات نہ کرے تو اس کے سابقہ سب گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ اس حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے مگر اس کے الفاظ بخاری کے ہیں۔ اور دوسری حدیث جو حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے اس میں ایک ایک مرتبہ آپ کے وضو کرنے کا ذکر ہے اور تیسری حدیث جو عبداللہ بن زید سے منقول ہے اسمیں آپکے دو مرتبہ وضو کرنے کا ذکر ہے۔ اور چوتھی حدیث جو ابی حیہ سے منقول ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فعل کا ذکر ہے کہ آپ نے تین تین مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا۔ اور سر کا مسح ایک ہی مرتبہ کیا اور پھر کھڑے ہو کر وضو سے بچا ہوا پانی پیا۔ اور پھر فرمایا کہ میں یہ چاہتا تھا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ بتاؤں۔ حضرت علیؓ کی اس رویت اور حضرت عثمانؓ کی روایت میں فرق اتنا ہے کہ اس

حدیث میں مضمضہ اور استنشاق کا ذکر ہے باری کا ذکر نہیں ہے اور نیز حضرت علی والی اس روایت میں ہاتھوں کو صاف کرنے کا ذکر ہے تین تین دفعہ کا نہیں۔ اور حضرت عثمان والی روایت میں ہاتھوں کو تین تین دفعہ دھونے کا ذکر ہے۔ شاید کہ حضورؐ نے اسی طرح کیا ہوگا۔

اور پانچویں حدیث جو عبد خیر سے مروی ہے اس میں بھی حضرت علیؓ کا فعل مذکور ہے مگر اس میں اختصار ہے۔ صرف اتنا اضافہ ہے کہ حضرت علی نے اپنے بائیں ہاتھ سے تین مرتبہ ناک جھاڑی اور یہاں چھٹی حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اس میں سر کے مسح کا بیان ہے کہ آپ نے سر کا مسح کیا اور کانوں کا بھی مسح کیا اور کانوں کے مسح کی تفصیل یہ بتائی کہ کانوں کے اندر والے حصہ کا مسح انگشت شہادتین سے کیا اور باہر والے حصہ کا مسح دونوں انگوٹھوں سے کیا۔ اور ساتویں حدیث یہاں ربیع بنت معوذ سے مروی ہے۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے سر کے سامنے والے حصہ کا اور پیچھے والے حصہ کا دونوں کن پٹیوں کا اور دونوں کانوں کا مسح ایک ہی مرتبہ کیا اور آٹھویں حدیث یہاں عبداللہ بن زید سے منقول ہے اس میں یہ بتایا ہے کہ نبی ﷺ نے سر کے مسح کے لئے جدید پانی لیا تھا۔ یعنی بازو دھونے کے بعد ہاتھوں کو از سر نو تر کر کے سر کا مسح کیا تھا۔ اور بازوؤں والی تراوٹ پر اقتصار نہیں کیا تھا۔

اور نویں حدیث یہاں عمر بن شعیب والی ہے اس میں آپ کے فعل کا بیان ہے کہ آپ نے تین تین دفعہ وضو کر کے بتایا اور فرمایا کہ جو اس پر زیادہ کرے وہ گناہگار ہے وہ حد سے بڑھ گیا ہے اس نے زیادتی کی ہے اور دسویں حدیث یہاں معاذ بن جبل سے مروی ہے اس میں یہ بتایا ہے کہ نبی ﷺ وضو کے بعد اپنے اعضاء وضو کپڑے کے کونے سے صاف کر لیتے تھے۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ یہ اس احادیث آیت وضو کی تفسیر ہے مگر یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے آیت میں تو تین تین دفعہ اعضاء وضو دھونے کا ذکر نہیں ہے کلی کرنے ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر بھی نہیں ہے وغیرہ ذالک۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ آیت وضو میں غور کرنے سے یہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں کیونکہ اصل مقصد اعضا ثلاثہ کی صفائی ہے اگر ایک ایک یا دو دو دفعہ سے صفائی ہو جائے تو فبہا ورنہ تین تین دفعہ دھونا چاہئے

اس سے زیادہ دھونا منقول نہیں ہے اور سر کا مسح ایک ہی دفعہ کیا ہے اور اس کا طریقہ بتایا ہے کہ پیشانی سے ہاتھ کو گدی کی طرف لے گئے اور پھر گدی سے پیشانی کی طرف لائے۔

بوقت اختتام وضو کلمہ شہادت بھی پڑھنا چاہیئے

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما منکم من احد یتوضا فیبلغ او فیسبغ الوضوء ثم یقول اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله وفی روایة اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله الا فتحت له ابواب الجنة الثمانیة یدخل من ایها شاء (مشکوۃ بحوالہ مسلم کتاب الطہارۃ)

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم میں سے وضو کرے پھر وہ انتہا تک پہنچائے یا فرمایا پورا وضو کرے پھر کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے تو اس کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس میں سے چاہے گا داخل ہوگا (صاحب مشکوۃ نے امام مسلم کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے)

تشریح: یہ حدیث آیت وضو کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ اے ایمان والو جب تم نماز کی طرف اٹھو تو اپنے چہروں کو دھو لو الخ اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ وضو کرنے والے کو یہ کلمہ شہادت زبانی طور پر بھی پڑھ لینا چاہیئے اس کے تین فائدے معلوم ہوتے ہیں ایک یہ ہے کہ یہ کلمہ پڑھنے سے اس کے ایمان کا

اظہار ہو جائے گا اور اس کا ایمان تازہ ہو جائے گا اور دوسرا یہ ہے کہ اگر یہ کلمہ صدق دل سے پڑھے گا تو اس کا باطن بھی پاک ہو جائے گا جس طرح وضو کرنے سے اس کا ظاہر پاک ہو جاتا ہے۔ اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اب اس کو وضو کا اور نماز کا ثواب بھی ملے گا اور اگر وہ صدق دل سے یہ کلمہ نہیں پڑھے گا تو وہ اس وضو اور نماز کے ثواب سے محروم رہے گا اور صاحب مشکوۃ نے ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ کلمہ شہادت تین دفعہ پڑھنا چاہئے اور امام ترمذی کے حوالے سے یہ دعا بھی لکھی ہے اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور مجھے پاکوں میں سے بنا۔ اور امام ترمذی نے حضرت عمرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ کلمہ شہادت اور دعا وضو کے آخر میں پڑھنا چاہئے۔

بے وضو آدمی کی نماز قبول نہیں

اور بے وضو بنانے والی چیزوں کا بیان

(19) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوۃ من احدث حتی یتوضا۔ متفق علیہ۔

(18) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص بے وضو ہو اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔ جب تک کہ وضو نہ کر لے" (مطلب یہ کہ نماز کی شرط اول طہارت ہے) اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

(19) وعن علی قال کنت رجلا مذاء فکنت استحیی ان اسال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لمکان ابنتہ فامرت المقداد فسالہ فقال یغسل ذکرہ ویتوضا متفق علیہ۔

(19) حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ مجھے مذی بہت زیادہ آتی تھی (مذی بہتی رہتی

تھی) مگر مجھے شرم آتی تھی کہ میں اس کے متعلق آنحضرت ﷺ سے کچھ پوچھوں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی میرے نکاح میں تھی۔ میں نے مقداد سے کہا کہ تم پوچھو' انہوں نے دریافت کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ وہ اپنا ستر دھو ڈالے۔ اور وضو کر لے۔ اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

ف۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا خود دریافت نہ فرمانا کمال حیا اور ادب کے سبب سے تھا اور اس میں تنبیہہ ہے اس پر کہ داماد کو ذکر کرنا شہوت کا اور اس چیز کے متعلق ساتھ مباشرت عورتوں کے ہے۔ روبرو سسر کے مناسب نہیں۔

(20) وعن ابی هریره قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا وجد احدکم فی بطنه شیئا فاشکل علیه اخرج منه شئی ام لا فلا یخرجن من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا رواه مسلم

(20) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچھ پائے یعنی بہ سبب ریح کے قراقر ہو۔ مگر یہ امر مشتبہ ہو کہ آیا کوئی چیز یعنی ریح خارج ہوتی ہے یا نہیں۔ تو وہ مسجد میں سے نہ نکلے (وضو کیلئے) جب تک کہ آواز سنے یا بو پائے"۔ (مطلب یہ کہ محض شبہ کی بنا پر وضو نہیں ٹوٹتا۔ جب یقین غالب ہو کہ ریح خارج ہوئی ہے تو پھر وضو ٹوٹ جائے گا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(21) وعن علی بن طلق قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا فسا احدکم فلیتوضا ولا تاتوا النساء فی اعجازهن۔ رواه الترمذی و ابوداؤد

(21) علی بن طلق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کو حدث ہو (یعنی ریح خارج ہو) تو اس کو چاہئے کہ وضو کرے اور تم کو عورتوں کے مقعدوں کی طرف سے نہیں آنا چاہئے"۔ (خلاف وضع فطری) جماع

نہیں کرنا چاہئے) اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(22) وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الوضوء علی من نام مضطجعا فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ رواہ الترمذی وابوداؤد۔

(22) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا "تحقیق وضو اس شخص پر واجب ہے جو لیٹ کر سو جائے اس لئے کہ جس وقت وہ لیٹتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں"۔ (مطلب یہ کہ مطلق سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہاں لیٹ کر سو جانے سے ٹوٹ جاتا ہے) اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تشریح :

1-2-3-4-5- یہ احادیث مشکوۃ باب مایوجب الوضوء سے نقل کی گئی ہیں۔

تشریح : یہاں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں یہ بھی آیت وضو کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں اتنا فرمایا ہے کہ اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اٹھو تو منہ دھو لو الخ۔ یہ نہیں فرمایا کہ منہ کیوں دھونا ہے اور انسان کیسے ناپاک ہوتا ہے اور کس چیز سے ناپاک ہوتا ہے پس نبی ﷺ نے ان احادیث میں اس کی تفصیل بیان فرما دی ہے۔ پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ بے وضو آدمی کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وضو کر کے نماز نہ پڑھے اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ مذی آنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر اس سے صرف وضو کرنا ہے اس سے انسان پر غسل واجب نہیں ہوتا مذی اور منی میں فرق یہ ہے کہ منی کے خروج کے وقت انسان کو لذت محسوس ہوتی ہے اور مذی سے ایسا نہیں ہوتا وہ صرف برے خیالات آنے سے انسان کے عضو مخصوص سے معمولی سا گاڑھا اور غلیظ پانی نکل آتا ہے اور تیسری حدیث جو ابوہریرہؓ سے مروی ہے اس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ انسان کے پیٹ سے آواز سے یا بلا آواز ہوا خارج ہو جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

اور چوتھی حدیث جو علی بن طلق سے مروی ہے اس کے اندر بھی آپ نے فرمایا جو ہوا انسان کے پیٹ سے بلا آواز خارج ہو جائے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور پانچویں حدیث جو ابن عباس سے مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا کہ جو کروٹ پر لیٹ کر سو جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ سو جانے سے انسان کے جسم کے مفاصل اور جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ پس یہ احادیث آیت وضو کی تفسیر ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالتیں انسان کے اعضاء وضو کے ناپاک ہونے کی ہیں اس لئے جناب نبی کریم ﷺ نے یہ حالات انسان کو پیش آنے کے بعد اس کو نماز کے لیے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بے وضو نماز پڑھے گا تو وہ نماز قبول نہیں ہوگی۔

لیکن سوال اب یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیت وضو میں تو ان مذکورہ نواقض کا ذکر نہیں ہے تو پھر یہ کیسے معلوم ہوا کہ ان سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے یہ قاعدہ کلیہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ قرآن مجید کی بعض آیات مجمل ہوتی ہیں۔ اور ان کی تفصیل یا تو اسی جگہ موجود ہوتی ہے یا کسی دوسری سورۃ میں موجود ہوتی ہے اور یا پھر کسی حدیث میں موجوز ہوتی ہے چنانچہ آیت وضو کی تفصیل سورۃ الانفال کی آیت گیارہ میں موجود ہے اور اس بحث کے شروع میں آیت وضو کے بعد اس کو ہم نے لکھ دیا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے پانی اس لے اتارتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی گندگی لے جائے۔ دراصل یہ ایت غزوہ بدر کے موقعہ پر اتری تھی جب مشرکین مکہ بدر کے کنویں پر قابض تھے اور نبی ﷺ کے صحابہؓ جس علاقہ پر قابض تھے وہاں پانی نہیں تھا وہ ریگستان تھا اب حضور ﷺ کے صحابہؓ کو پینے کے لئے بھی پانی کی ضرورت اور وضو استنجا کے لئے بھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش اتاری۔ اور فرمایا کہ یہ بارش اس لئے اتاری تھی تاکہ تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی گندگی لے جائے اب مقام غور یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو دو جملے استعمال فرمائے ہیں ایک لیطہرکم بہ اور دوسرا ویذھب عنکم رجز الشیطان تاکہ تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی گندگی لے جائے۔ ان سے کونسی طہارت اور کونسی گندگی لے جانا مقصود ہے پس اس میں

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے یہی پیشاب پاخانے وغیرہ کی گندگی سے پاک کرنا مقصود ہے اور یہ خارج ہونے سے انسان کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جناب نبی کریم ﷺ نے ان احادیث میں تشریح اور تفسیر بیان فرما دی ہے اور یہ گندگی دور کرنے کے طریقے بیان فرما دیئے ہیں اور اس سے معلوم ہو گیا کہ خالق کائنات کے نزدیک پیشاب پاخانہ وغیرہ چیزیں گندی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ایسی حالت میں رہنا پسند نہیں کرتا تب ہی انہیں پاک صاف کرنے کے لئے ان پر معجزانہ طور پر بارش نازل فرمائی تھی مگر یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ گندگی تو پیشاب اور پاخانہ کی جگہ پر لگتی ہے باقی اعضاء پر تو نہیں لگتی تو پھر استنجا کر لینا کافی ہے۔ باقی اعضاء کو دھونا کیوں لازم قرار دیا ہے؟ پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اصل مرکز گندگی پیشاب پاخانہ ہی ہے اور عقل کا تقاضا تو یہی ہے کہ اسی گندی جگہ کو دھویا جائے مگر اس کے گندے جراثیم انسان کے بقیہ اعضاء کے ساتھ بھی لگ جاتے ہیں اس لئے انہیں بھی دھونے کا حکم دیا ہے۔ اور سر پر ان کا اثر کم پڑتا ہے اس لئے اس کے مسح کا حکم ہے اور بقیہ جسم زیر جامہ اور مستور ہونے کی وجہ سے محفوظ رہتا ہے اس لئے اس کے دھونے کا حکم نہیں ہے۔ اور سائنس کے نزدیک بھی جراثی کا وجود مسلم ہے۔ اس لیے وہ ان سے بچنے کی احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہیں اور اس کی تعلیم دیتے ہیں اور اسلام نے بھی ان سے بچنے کا یہ طریقہ بتایا ہے۔

فضائل وضو

حدیث ۱۔ ۲۔ یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ سے منقول ہیں۔

(17) وعن عبدالله الصنابحی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا توضا العبد المومن فمضمض خرجت الخطایا من فیه واذا استنثر خرجت الخطایا من انفه فاذا غسل وجهه خرجت الخطایا من وجهه حتی تخرج من تحت اشفار

عينيه فاذا غسل يديه خرجت الخطايا من يديه حتى تخرج من تحت اظفار يديه فاذا مسح براسه خرجت الخطايا من راسه حتى تخرج من اذنيه فاذا غسل رجليه خرجت الخطايا من رجليه حتى تخرج من تحت اظفار رجليه ثم كان مشيه الى المسجد وصلوته نافلة له رواه مالك والنسائی۔

(17) عبداللہ بن صنابحی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "جس وقت کوئی بندہ مومن وضو کرتا ہے جب کلی کرتا ہے تو منہ کے تمام گناہ نکل جاتے ہیں۔ اور جس وقت ناک دھوتا ہے پانی ڈالتا ہے تو اس کی ناک کے تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ جب وہ اپنے چہرہ کو دھوتا ہے تو چہرہ کے تمام گناہ دور ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کے پلکوں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ حتی کہ اس کے ناخنوں کے گناہ بھی دور ہو جاتے ہیں۔ جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ جب وہ دونوں پاؤں دھوتا ہے۔ تو اس کے قدموں کے گناہ حتی کہ اس کے پیروں کے ناخنوں کے نیچے کے گناہ بھی دور ہو جاتے ہیں پھر اس کا مسجد کی طرف چلنا اور اس کی نماز اس کے لئے زیادتی ہے۔ (یعنی وضو سے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ اور نماز سے درجات کی بلندی ہوتی ہے۔

ف۔ اس حدیث شریف سے بھی پاؤں کا دھونا ثابت ہوتا ہے مسح کرنا درست نہیں۔ ہاں چمڑے کا موزہ ہو تو ان پر بشرائط درست ہے۔

(18) وعن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا اول من يوذن له بالسجود يوم القيمة وانا اول من يوذن له ان يرفع راسه فانظر الى ما بين

یدی فاعرف امتی من بین الامم ومن خلفی مثل ذلک وعن یمینی مثل ذلک وعن شمالی مثل ذلک فقال رجل یارسول اللہ کیف تعرف امتک من بین الامم فیما بین نوح الی امتک قال ھم غر محجلون من اثر الوضوء لیس احد کذلک غیرھم و اعرفھم انھم یوتون کتبھم بایمانھم واعرفھم تسعی بین ایدیھم ذریتھم رواہ احمد۔

(18) حضرت ابودرداء سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے مجھے سجدہ کرنے کا حکم قیامت کے دن دیا جائے گا۔ اور سب سے پہلے میں ہی سر اٹھاؤں گا۔ سو میں اپنے آگے نظر ڈالوں گا۔ پس میں تمام امتوں میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ اور اسی طرح میں اپنے پیچھے' دائیں اور بائیں دیکھوں گا (یعنی اپنی امت کو ہر طرف ڈھونڈوں اور دیکھوں گا) ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک کی امتوں میں سے آپ اپنی امت کو کس طرح پہچان لیں گے (حد سے زیادہ اژدہام وہجوم ہو گا فرمایا (میری امت کے لوگ) وضو کے اثر سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے) ان کا پہچان لینا بھی مشکل نہ ہو گا ان کے سوا کوئی بھی اس طرح کا نہ ہو گا۔ اس کے علاوہ ان کی دوسری پہچان یہ ہو گی کہ میں ان کو اس طرح بھی پہچان لوں گا کہ ان کے اعمالنامے ان کے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور میں اس طرح بھی پہچانوں گا کہ ان کی اولاد ان کے آگے دوڑے گی اور پہلی تشریح میں فرمایا ہے کہ آدمی وضو کرتے وقت جو جو عضو دھوتا ہے یا اس کا مسح کرتا ہے تو اس کی اس عضو سے صادر ہونے والے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور نماز اس کے لئے نفل رہ جاتی ہے۔ یعنی نماز سے اس کے صرف درجات بلند ہوتے ہیں کفارہ گناہ وضو سے ہو جاتا ہے اور یہاں اگرچہ صغیرہ اور کبیرہ کا فرق نہیں کیا لیکن محدثین اور مفسرین کی تحقیق یہ ہے کہ وضو سے گناہ صغیرہ ہی معاف ہوتے ہیں کبیرہ صرف توبہ سے معاف ہوتے

ہیں۔ اور دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے اس امت کے تین خصوصی امتیازات بتائے ہیں جو اس امت کو قیامت کے نصیب ہوں گے پہلا امتیاز یہ ہے کہ ان کے وضو کے اعضا روشن ہوں گے اور دوسرا امتیاز یہ ہے کہ اس امت کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور تیسرا امتیاز یہ ہے کہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ان کے سامنے چلیں گے۔ اور ان امتیازات کی وجہ سے نبی ﷺ اپنی امت کو پہچانیں گے۔ پس یہ حدیثیں بھی آیت وضو کی تفسیر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وضو کا حکم ہی دیا ہے۔ لیکن فائدہ نہیں بیان فرمایا اور ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے فائدہ کام کا حکم نہیں دیتے۔ ضرور اس میں کوئی فائدہ ہوگا۔ تو وہ فائدہ نبی ﷺ کے ذریعہ لوگوں تک پہنچادیا جائے گا۔

نیا وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کرنا جائز ہے

(23) عن شريح بن هانی قال سالت علی بن أبی طالب عن المسح علی الخفين فقال جعل رسول الله صلی الله عليه وسلم ثلثة ايام و لياليهن للمسافر ويوما وليلة للمقيم رواه مسلم۔

(23) شریح بن ہانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے موزوں پر مسح کرنے کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے مسح کی مدت مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ٹھہرائی ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف۔ ابتداء اس مدت کی جمہور علماء کے نزدیک اس وقت ہے کہ جب وضو ٹوٹے مثلاً ایک شخص نے دوپہر کو وضو کیا شام کو ٹوٹا تو شام سے ایک دن ایک رات شمار کرے گا۔

(24) عن المغيرة بن شعبة انه غزا مع رسول الله صلی الله عليه وسلم غزوة تبوک قال المغيرة فتبرز رسول الله صلی الله عليه وسلم قبل الغائط فحملت معه اداوة قبل الفجر فلما رجع اخذت اهريق علی

يديه من الاداوة فغسل يديه ووجهه وعليه جبة من الصوف ذهب يحسر عن ذراعيه فضاق كم الجبة فاخرج يديه من تحت الجبة والقى الجبة على منكبيه وغسل ذراعيه ثم مسح بنا صيته وعلى عمامة ثم اهويت لانزع خفيه فقال دعهما فانى ادخلتهما طاهرتين فمسح عليهما ثم ركب وركبت فانتهينا الى القوم وقد قاموا الى الصلوٰة ويصلى بهم عبدالرحمن بن عوف وقد ركع بهم ركعة فلما احس بالنبى صلى الله عليه وسلم ذهب يتاخر فاومى اليه فادرك النبى صلى الله عليه وسلم احدى الركعتين معه فلما سلم قام النبى صلى الله عليه وسلم وقمت معه فركعنا الركعة التى سبقتنا رواه مسلم

(24) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے غزوہ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کیا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (اس موقعہ پر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نماز) فجر سے قبل قضائے حاجت کے لئے نکلے۔ میں نے پانی کی چھاگل اٹھالی آپ کے ہمراہ۔ جب قبل فجر (فارغ ہو کر) نکلے تو میں نے آپ کے دونوں ہاتھوں پر چھاگل سے پانی ڈالنا شروع کیا آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ مبارک دھوئے اور آپ (اس وقت) صوف کا جبہ پہنے ہوئے تھے آپ دونوں ہاتھوں سے اسے کھولنے لگے جبہ کی آستیں تنگ ہو گئیں اس وجہ سے آپ نے دونوں ہاتھ جبہ کے نیچے سے نکال لے اور اسے اپنے مونڈھوں پر ڈال لیا۔ اور دونوں ہاتھ دھوئے پھر اپنی پیشانی اور عمامہ پر مسح کیا پھر میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے دونوں موزے نکالوں تاکہ پیر بھی دھولیں۔ آپ نے فرمایا نہیں

ان کو رہنے دو اتارنے کی ضرورت نہیں) میں نے ان کو وضو کر کے پہنا تھا۔ سو آپ نے ان پر مسح کیا پھر آپ بھی سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا۔ اور ہم چند لوگوں کے پاس پہنچے اور وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی امامت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کراتے تھے۔ اور انہوں نے ایک رکعت پڑھ لی تھی۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا (تاکہ آپ امامت کرائیں) آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ نہیں اپنی جگہ کھڑے رہو) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں میں سے ایک رکعت ان کے ساتھ پائی۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ کے ہمراہ کھڑا ہوا اور ہم نے وہ رکعت پڑھی جو رہ گئی تھی۔ روایت کیا ہے اس کو مسلم نے۔

عن ابی بکرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ رخص للمسافر ثلثة ایام ولیالیھن وللقیم یوما دلیلة اذا تطھر ولبس خفیہ ان یمسح علیھما (اثرم)

حضرت ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کو تین دن اور تین رات۔ اور مقیم کو ایک دن اور ایک رات تک موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی تھی جبکہ طہارۃ پر پہنے ہوں۔

وعن صفوان بن عسال قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بامرنا اذا کنا سفراً ان لا تنزع خفافنا ثلثة ایام ولیالیھن الا من جنابة ولکن من غائط وبول ونوم۔ ترمذی۔ نسائی۔ حضرت صفوان بن عسال سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ جب ہم سفر میں ہوں تو تین دن اور تین رات موزے نہ اتاریں مگر غسل جنابت کی وجہ سے لیکن پیشاب پاخانہ اور نیند سے (ترمذی اور نسائی نے یہ حدیث نقل کی ہے۔) وعن المغیرة بن شعبة قال وضات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة تبوک

فمسح اعلى الخف واسفله (ابو داؤد۔ ترمذی)

حضرت مغیرۃ بن شعبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے غزوہ تبوک میں نبی کریم ﷺ کو وضو کرایا تو آپ نے موزوں کے اوپر اور نیچے مسح کیا (یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی سے نقل کی ہے۔)

وعنه انه قال رايت النبى صلى الله عليه وسلم يمسح على الخفين على ظاهرهما (ترمذی۔ ابو داؤد)

اور اسی مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے موزوں کے ظاہر پر مسح کیا۔ (یہ حدیث ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کی ہے)

وعنه قال توضا النبى صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والنعلين (احمد۔ ترمذی۔ ابو داؤد ابن ماجه)

اور اسی مغیرۃ بن شعبہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے وضو فرمایا اور جرابوں اور جوتیوں پر مسح فرمایا۔ (احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کی ہے)

عن المغيرة قال مسح رسول الله صلى الله عليه وسلم على الخفين فقلت يا رسول الله نسيت قال بل انت نسيت بهذا امرنى ربى عزوجل (احمد ابو داؤد)

حضرت مغیرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا تو میں نے کہا کہ آپ بھول گئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو بھول گیا ہے مجھے اللہ عزوجل نے اسکا حکم دیا ہے۔

(احمد اور ابوداؤد نے یہ حدیث نقل کی ہے)

وعن علی قال لو کان الدین بالرای لکان اسفل الخسف اولی بالمسح من اعلاه وقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علی ظاہر خفیہ (ابو داؤد۔ دارمی)

حضرت علی ﷜ نے فرمایا کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو موزے کا نچلہ حصہ مسح کے لئے زیادہ مناسب تھا۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ موزوں کے اوپر والے حصہ پر مسح کرتے تھے۔

تشریح :

1-2-3-4-5-6-7-8- یہ احادیث مشکوۃ باب المسح علی الخفین سے منقول ہیں۔

تشریح : یہاں اس بحث میں کل آٹھ احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں سے پہلی حدیث میں آپ ﷺ نے مسافر کو تین دن اور تین رات تک موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی تھی اور مقیم کو ایک دن اور ایک رات تک اور دوسری حدیث میں آپ کا عمل بیان فرمایا ہے کہ آپ نے وضو کیا اور حضرت مغیرہ آپ کے موزے اتارنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو وضو کرتے وقت پاؤں دھو کر میں نے ان کو پہنا تھا اس حدیث میں اور بھی تفصیل ہے مگر اختصار کے لئے اسے چھوڑتا ہوں اور تیسری حدیث حضرت ابی بکرہ سے مروی ہے اس میں مضمون سابق ہے مگر یہاں اتنی شرط لگائی کہ آدمی پہلے باوضو ہو اور پاؤں دھو کر اس نے موزے پہنے ہوں اور نیا وضو کرتے وقت ان موزوں پر وہ مسح کر لے۔ اور چوتھی حدیث جو حضرت صفوان بن عسال سے مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ مسافر آدمی تین دن اور تین رات موزے نہ اتارے ہاں اس پر غسل فرض ہو جائے تو اتار کر غسل کرے اور پیشاب پاخانہ کے وقت موزے نہ اتاریں بلکہ ان پر مسح کر لیں۔ اور پانچویں حدیث جو حضرت مغیرہ سے مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ موزوں کے ظاہر پر مسح کرنا ہے اور چھٹی حدیث جو حضرت مغیرہ ہی سے مروی ہے اس میں آپ کا فعل مذکور ہے کہ آپ نے جرابوں پر بھی مسح فرمایا تھا۔ اور ساتویں حدیث جو حضرت مغیرہ ہی سے مروی ہے اس میں بھی آپ کا فعل مذکور ہے کہ

۔ آپ جب موزوں پر مسح کرنے لگے تو حضرت مغیرہ نے عرض کیا کہ آپ بھول گئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے اور آٹھویں حدیث میں حضرت علیؓ کا قول منقول ہے آپ نے فرمایا کہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ موزوں کے نیچے مسح کیا جائے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے موزوں کے اوپر مسح کیا تھا۔
پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے آدمی نے پورا اور کامل وضو کیا ہو اور اس وقت پاؤں میں موزے پہن لئے ہوں۔ اور نیا وضو جب کرنا چاہئے تو باقی اعضاء وضو دھولے اور سر پر مسح کرلے اور موزوں پر بھی مسح کرلے اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات تک اجازت ہے اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات کی اور یہ مسح موزوں کے اوپر کرنا ہے اور پاؤں کی انگلیوں کی طرف ہاتھ کی انگلیاں رکھ کر اوپر کی طرف کھینچنا ہے۔ لیکن مقام غور یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر یہ مسح کرنے کا طریقہ کہاں سے معلوم کیا اور ساتھ یہ بھی فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے حالانکہ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس میں موزوں پر مسح کرنے کا حکم ہو لیکن بنظر عمیق سے دیکھا جائے تو موزوں کے مسح کو سر کے مسح پر قیاس کیا جاسکتا ہے کیونکہ جب سر کے مسح کا حکم ہے تو موزوں پر مسح کرنا بطریقہ اولیٰ روا ہونا چاہئے کیونکہ یہاں تو پہلے پاؤں دھلے ہوئے ہوتے ہیں اور موزہ ان پر پہنا ہوا ہوتا ہے وہ گندے جراثیم کو اندر سرایت نہیں ہونے دیتا اور سر میں گندے جراثیم سرایت کرنے کا احتمال ہوتا ہے جب وہاں مسح کا حکم ہے تو موزوں پر مسح کرنے میں قباحت نہیں اور پٹی کے مسح کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہئے اور نواقض مسح وہی ہیں جو نواقض وضو ہیں اور مدت پوری ہونے کے بعد یا موزہ اتارنے سے بھی مسح ٹوٹ جائے گا۔

○

جنبی پر غسل واجب ہے اور جنبی بنانے والی چیزیں

وان کنتم جنبا فاطھروا (سورہ المائدہ آیت 6)

اور اگر تم ناپاک ہو تو نہالو۔

احادیث 1-2-3-

(25) عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس احکم بین شعبھا الاربع ثم جھدھا فقد وجب الغسل وان لم ینزل (متفق علیہ)

(25) حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سے کوئی عورت کے چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے (یعنی جماع کرے) پس اس پر غسل واجب ہو گیا اگرچہ منی نہ نکلے اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے)

(26) وعنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاوز الختان الختان وجب الغسل فعلتہ انا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاغتسلنا رواہ الترمذی وابن ماجہ

(26) انہی سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ جب مرد کا عضو عورت کی شرمگاہ سے مل جائے (یعنی دخول ہو جائے) تو غسل واجب ہو جاتا ہے میں نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تو ہم دونوں نے غسل کیا"۔ اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(27) عن عائشۃ قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل الذی یری انہ قد احتلم ولا یجد بللا قال لا غسل علیہ قالت ام سلیم ھل علی

المراۃ تری ذلک غسل قال نعم ان النساء شقائق الرجال رواہ الترمذی وابوداؤد و روی الدارمی وابن ماجہ الی قولہ لا غسل علیہ

(27) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک شخص (اپنے بستر یا کپڑے پر) تری پائے (یعنی منی دیکھے) اور اس کو احتلام ہونا یاد نہ ہو (تو وہ کیا کرے) فرمایا وہ غسل کرے اس پر غسل واجب ہے نیز اس شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کو اس بات کا تو یقین ہو کہ مجھے احتلام ہوا ہے مگر تری اور اثر و نشان نہ پائے فرمایا اس پر غسل (واجب) نہیں۔ ام سلیم نے کہا کہ کیا عورت پر بھی غسل واجب ہے۔ اگر وہ تری دیکھے فرمایا ہاں یقیناً" عورتیں بھی (پیدائش اور طبائع میں مردوں کی مانند ہیں اس کو ترمذی ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور دارمی و ابن ماجہ نے لا غسل علیہ تک روایت کیا ہے۔

تفسیر: پہلی اس بحث میں سورۃ المائدہ کی آیت چھ کا ایک جملہ ہے اور تین احادیث نقل کی گئی ہیں آیت کے جملہ میں اتنا فرمایا ہے کہ اگر جسم ناپاک ہو تو نہاؤ۔ مگر اس میں اجمال ہے کیونکہ اس میں یہ نہیں بتایا کہ انسان کس طرح ناپاک ہوتا ہے اور اپنے آپ کو پاک بنانے کا طریقہ کیا ہے۔ اور ان احادیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے پہلی حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ آدمی عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے تو اس پر غسل واجب ہوتا ہے اگرچہ اس کا مادہ منویہ نہ نکلے۔ چار شاخوں سے مراد یا تو عورت کے ہاتھ پاؤں ہیں اور یا اس کی شرمگاہ کے چاروں کنارے ہیں۔ اور اس حدیث میں لفظ جہد مجمل ہے اور دوسری حدیث جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اس میں اس لفظ کی تشریح آگئی ہے کہ مرد کے ختنہ کی جگہ عورت کی شرمگاہ میں چھپ جائے تو آدمی پر غسل واجب ہو جاتا ہے اور تیسری حدیث جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ آدمی کو احتلام آنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ مگر اس کی تین صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ

انسان اپنے کپڑے یا جسم پر مادہ منویہ کی تری پائے مگر اس کو احتلام یاد نہ ہو تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی کو احتلام یاد ہو اور وہ اپنے کپڑے یا جسم پر مادہ منویہ کی تری بھی پائے تو بھی اس پر غسل واجب ہوگا مگر یہ صورت حدیث سے اشارۃً معلوم ہوتی ہے صراحۃً مذکور نہیں ہے کہ کیونکہ جب صورت اولیٰ میں غسل واجب ہے تو اس صورت ثانیہ میں بطریقہ اولیٰ غسل واجب ہونا چاہئے۔ اور چونکہ یہ صورت خود بخود معلوم ہو جاتی ہے۔ اس لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے بیان نہیں فرمایا۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ آدمی کو یاد ہو کہ اسے حالت خواب میں احتلام آیا ہے لیکن اس کے جسم یا کپڑے پر تراوٹ نہ ہو تو اس وقت اس پر غسل واجب نہیں پس یہ تینوں احادیث سورۃ المائدہ کے اس جملہ (وان کنتم جنبا) کی تفسیر ہے اور اس حالت کا نام جنابت ہے۔ اور یہ اصطلاح اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائی ہے لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ حالت جنابت ہے۔ اور اس اصطلاح کی اس کے ساتھ مناسبت کیا ہے پس اس کا جواب یہ ہے لفظ جنبا جو جنابت سے بنا ہے اس کا لغوی معنی دور ہونا ہے اجنبی جانب اور جنوب اسی مادہ سے ہیں اور انسان کی اسی حالت کو اس لئے جنابت کہتے ہیں کہ آدمی اس کام کو اوروں سے دور رہ کر اور چھپ کر کرتا ہے اور اس حالت میں وہ اوروں سے خلط ملط ہونا خود بھی پسند نہیں کرتا کیونکہ اس کے بدن سے بدبو آتی ہے۔

اس لحاظ سے اس حالت کا نام جنابت رکھا گیا ہے۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہاں استنجاء پر اور وضو پر ہی اکتفا کیا جاتا جیسا کہ نماز کے لئے کیا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی خالق کائنات ہے اور اس نے دو قسم کی چیزیں پیدا فرمائی ہیں بعض گندی اور بعض ستھری اور صاف اور ان میں سے ہر ایک دو دو قسم ہے لطیف اور کثیف اور لطیف چیزوں میں سے بعض کا وجود نظر آتا ہے جیسا کہ پانی آگ وغیرہ۔ اور بعض ایسی لطیف چیزیں ہیں کہ انسان ان کے اثرات تو پاتا ہے مگر دیکھ نہیں سکتا جیسا کہ ہوا اور بخار وغیرہ۔ اور سائنس کی جدید تحقیق سے بھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ لطیف اجزا کا وجود ہے اور ان کی ایجاد کردہ خوردبین سے بعض کو دیکھا بھی جا سکتا ہے اور ترجمان وحی امام الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ فرمادیا

تھا کہ لطیف اجزا کا وجود ہے اور ان میں سے جو گندے ہیں ان سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔
اور جب خالق کائنات نے فرما دیا ہے کہ انسان کو اس حالت میں نہیں رہنا چاہئے اور اس کے نبی ﷺ نے اس کی وضاحت بھی فرما دی ہے پس ایک مومن کے لئے یہ کافی شافی ہے اور چونکہ یہ گندے جراثیم اور اجزاء پورے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں اس لئے سارا جسم دھونے کا حکم ہے اور اس میں مرد اور عورتیں سب برابر ہیں۔ مگر یہاں پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ جراثیم اور اجزا اتنے گندے ہیں تو پھر ان سے جو نسل آگے پیدا ہوگی وہ بھی تو یقیناً گندی ہی ہوگی پس یہ انسان اصلاً ناپاک ہو گیا اس کو اب کس طرح پاک کیا جا سکتا ہے پس اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح گندی اور غلاظت والی چیز زمین میں جاتی ہے تو اس سے پیدا ہونے والی فصل اناج کو پاک سمجھا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ یہ گندی چیز کو پاکیزہ میں تبدیل کر دیتی ہے اسی طرح آدمی کا گندہ مادہ منویہ رحم مادر میں مختلف تغیرات کے بعد جب انسانی شکل اختیار کرتا ہے تو وہ پاکیزہ ہو جاتا ہے اور اس کے بعد غذا کھانے سے اس میں جو فضلہ اور مادہ منویہ پیدا ہوتا ہے وہ گندہ ہوتا ہے انسان کے بقیہ جسم کو اس گندگی سے بچانے کا طریقہ وضو یا غسل بتایا

مردوں کے غسل جنابت کرنے کا طریقہ

حدیث 1-2-3-4-5-6-7-8-9

(28) وعن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اغتسل من الجنابة يبدا فغسل يديه ثم يتوضا كما يتوضا للصلوة ثم يدخل اصابعه فى الماء فيخلل بها اصول شعره ثم يصب على راسه ثلث غرفات بيديه ثم يفيض الماء على جلده كله متفق عليه وفى رواية لمسلم يبدا فيغسل يديه قبل ان يدخلهما الاناء ثم يفرغ بيمينه على شماله

فیغسل فرجه ثم یتوضا۔

(28) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرنے کا ارادہ کرتے۔ جنابت سے تو غسل اس طرح شروع کرتے کہ پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے۔ پھر داخل کرتے اپنی انگلیاں پانی میں (تاکہ تر ہو جائیں پس خلال کرتے ان سے اپنے بالوں کی جڑوں کا پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے تین چلو اپنے سر پر ڈالتے پھر تمام بدن پر پانی بہاتے۔ اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ اور مسلم کی روایت میں یوں ہے غسل کرنا شروع کرتے' تو ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالنے سے پہلے دھوتے پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے۔ پھر اپنی شرمگاہ دھوتے پھر وضو کرتے۔

(29) وعن ابن عباس قال قالت میمونۃ وضعت للنبی صلی الله علیه وسلم غسلا فسترته بثوب وصب علی یدیه فغسلهما ثم صب علی یدیه فغسلهما ثم صب بیمینه علی شماله فغسل فرجه فضرب بدیه الا رض فمسحها ثم غسلها فمضمض واستنشق وغسل وجهه وذراعیه ثم صب علی راسه وافاض علی جسده ثم تنحی فغسل قلمیه فناولته ثوبا فلم یاخذه فانطلق وهو ینفض یدیه متفق علیه ولفظه للبخاری۔

(29) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (جو ازواج مطہرات میں سے ہیں) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لئے پانی رکھا۔ پھر میں نے ایک کپڑے سے آپ کا پردہ کر لیا۔ اب حضرت نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ اور دونوں کو دھویا۔ پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ پھر داہنے ہاتھ

سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر اپنا ستر دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ زمین پر ملا۔ پھر اس کو دھویا (یعنی مٹی مل کر پھر کلی کی۔ پھر ناک میں پانی دیا۔ اور اپنا منہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ ' پھر اپنے سر پر پانی ڈالا پھر بدن پر پانی بہایا پھر اس جگہ سے علیحدہ ہو کر دونوں پیر دھوئے۔ میں نے کپڑا دیا تو آپ نے نہ لیا اور دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے چل پڑے اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ اس روایت کے لفظ بخاری ہیں۔

(30) وعن انس قال كان النبى صلى الله عليه وسلم يتوضاء بالمد ويغتسل بالصاع الى خمسة امداد۔ متفق عليه۔

(30) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد پانی کے ساتھ وضو اور غسل ایک صاع سے لے کر پانچ مد تک غسل کر لیا کرتے تھے۔ اس پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا ہے۔

(31) وعن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تحت كل شعرة جنابة فاغسلوا الشعر واتقوا البشرة رواه ابوداؤد والترمذى هذا حديث غريب والحارث ابن وجيه ن الراوى هو شيخ ليس بذاك۔

(31) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہر بال کے نیچے جنابت (ناپاکی) ہوتی ہے۔ پس خوب اچھی طرح بالوں کو دھوؤ (تاکہ پانی بالوں کی جڑوں میں بھی پانی پہنچے۔ اور بدن کو خوب پاک کرو کوئی جگہ خشک نہ رہے اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اور حارث بن وجیہ راوی وہ ایک بوڑھا شخص ہے جو معتبر نہیں۔ (بہ سبب بڑھاپے اور غلبہ نسیان کے)

ثلثا رواه ابوداؤد واحمدو الدارمی الاانھمالم یکررافمن ثم عادیت راسی.

(32) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غسل جنابت کرتے وقت ایک بال برابر بھی چھوڑ دی اس کو نہ دھویا۔ اس کے سبب ایسا ایسا کیا جائے گا یہ کنایہ ہے بہت عذاب سے (عذاب آگ سے) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پس اسی سبب سے میں اپنے سر سے دشمنی کرنے لگا۔

وعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ لم یغسلھافعل بھا کذاو کذامن النار قال علی فمن ثم عادیت راسی فمن ثم عادیت راسی فمن ثم عادیث راسی.

یعنی یہ تہدید و وعید سن کر میں غسل کرنے میں اپنے سر کے بالوں کے ساتھ حد سے زیادہ مبالغہ کرنے لگا۔ خوب دھونے لگا کہیں کوئی بال برابر جگہ خشک نہ رہ جائے۔

پس اسی سبب سے میں اپنے سر سے دشمنی کرنے لگا۔ اس کو ابوداؤد احمد اور دارمی نے روایت کیا ہے مگر ان دونوں نے اس فقرہ کی آپس اسی سبب سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کی کہ تکرار نہیں کی۔

ف۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ سر کے بال منڈانے جائز ہیں۔ اگرچہ سنت رکھنے ہی ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے رضی اللہ عنہم سوائے حج کے منڈاتے نہ تھے اور مراد حضرت علیؓ کی اس کہنے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں نے دشمنی سر سے کسی اور غرض کے لئے یعنی زینت اور تنعم کے لئے نہیں کی بلکہ سبب یہ ہے جو میں نے بیان کیا اس میں گویا ایک طرح کا عذر کیا ترک مداومت ہمیشگی سے کہ حضرت سے ثابت ہوئی تھی۔

(33) وعن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایتوضابعد الغسل رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ.

(33) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کیا کرتے تھے (جو وضو غسل کے لئے کرتے اسی سے نماز پڑھ لیتے (اس کو ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ

نے روایت کیا ہے۔

(34) وعنها قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يغسل راسه بالخطمي وهو جنب يجزي بذالک ولا يصب عليه الماء رواه ابو دائود.

(34) انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت میں اپنا سر خطمی سے دھوتے۔ اسی پر کفایت کرتے اور سر پر پانی نہ ڈالتے یعنی صرف اسی پانی پر اکتفا کرتے جو خطمی نکالنے کے لئے ڈالتے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(35) عن ابن عمر قال كانتها الصلوة خمسين والغسل من الجنابة سبع مرات وغسل البول هن الثوب سبع مراة فلم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يسال حتى جعلت الصلوة خمساً وغسل الجنابة مرةً وغسل الثوب من البول مرةً (مشكوة بحواله ابو دائود)

(35) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شروع میں نمازیں 50 تھیں اور غسل جنابت سات مرتبہ اور کپڑے سے پیشاب بھی سات مرتبہ دھونا تھا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل دعا فرماتے رہے یہاں تک کہ نمازیں پانچ کر دی گئیں اور غسل جنابت ایک مرتبہ اور کپڑا بھی ایک مرتبہ دھونا مقرر کیا گیا۔ صاحب مشکوۃ نے ابوداؤد کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

(36) عن علي قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال انى اغتسلت من الجنابة وصليت الفجر فرايت قدر موضع الظفر لم يصبه الماء فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كنت مسحت عليه بيدک اجزاک. رواه ابن ماجه.

(36) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے غسل جنابت کر کے نماز پڑھ لی۔ اس کے بعد میں نے ناخن کی برابر خشک جگہ دیکھی جہاں پانی نہیں پہنچا (فرمایئے اس کا کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو اپنے ہاتھ سے اس جگہ کو مسح کر لیتا وہ کافی تھا (یعنی خشک جگہ پر بھیگا ہوا ہاتھ پھیر لینا چاہئے اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

تفسیر

یہاں نو۹ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ آیت وضو کے اس جملہ فاطھروا کی تفسیر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ اگر تم جنبی ہو تو نہالو مگر نہانے کا طریقہ بیان نہیں فرمایا کہ کس طرح نہانا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے وہ طریقہ بیان فرمایا ہے پہلی حدیث جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ جب غسل جنابت کرتے تھے تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ان ہاتھوں کو دھوتے تھے اور پھر برتن میں ڈالتے تھے۔ اور پھر جیسا کہ نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح غسل جنابت کے لئے پہلے وضو فرماتے تھے۔ پھر اپنی انگلیاں پانی میں داخل کرتے پھر ان سے اپنے سر کے بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے تھے اور پھر اپنے دو ہاتھوں سے اپنی سر پر تین بار تین چلو پانی بہاتے تھے پھر اپنے سارے جسم پر پانی ڈالتے تھے۔ اور دوسری حدیث جو ابن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ سے نقل کی ہے اس میں نو۹ چیزوں کا بیان ہے پہلی چیز یہ ہے کہ آپؐ باپردہ غسل کرتے تھے اور دوسری چیز یہ ہے کہ استنجا سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دو دو مرتبہ دھوتے تھے اور تیسری چیز یہ ہے کہ آپؐ دائیں ہاتھ سے پانی لے کر بائیں ہاتھ پر ڈالتے اور اس سے استنجا کرتے تھے۔ اور چوتھی چیز یہ ہے کہ آپؐ استنجا سے فارغ ہو کر یہ استنجا والا ہاتھ زمین پر ملتے تھے اور پھر اسے دھوتے تھے اور پانچویں چیز یہ ہے کہ آپؐ پھر کلی کرتے تھے اور چھٹی چیز یہ ہے کہ آپؐ پھر ناک میں اپنے چڑھاتے تھے۔ اور ساتویں چیز یہ ہے کہ آپؐ پھر اپنا چہرہ انور دھوتے تھے اور آٹھویں چیز یہ ہے کہ آپؐ پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتے تھے اور نوئیں چیز یہ ہے۔ کہ آپؐ پھر اپنے سر اور سارے جسم پر پانی بہاتے تھے۔ اور پھر وہاں سے ہٹ کر اپنے پاؤں دھوتے تھے۔ اور بدن صاف کرنے کے لئے کپڑا استعمال نہیں فرمایا تھا اور تیسری حدیث جو حضرت انسؓ سے مروی ہے اس میں بتایا ہے کہ آپؐ ایک سیر پانی سے وضو فرماتے تھے اور ایک صاع (پیمانہ) سے لیکر پانچ سیر تک سے غسل فرماتے تھے اور چوتھی حدیث جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس میں

آپ نے فرمایا ہے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے (ناپاکی) ہوتی ہے لہٰذا انسان کو ہر بال اور سارے جسم کی کھال دھونا چاہئے اور پانچویں حدیث جو حضرت علیؓ سے مروی ہے اس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص جنابت (ناپاک) کی ایک بال کی ایک جگہ بھی چھوڑ دے تو دوزخ میں اس کے ساتھ ایسا ایسا کیا جائے گا اور حضرت علیؓ نے تین مرتبہ فرمایا میں اسی لئے اپنے سر کا دشمن ہو گیا ہوں میں اسی لئے اپنے سر کا دشمن ہو گیا ہوں میں اسی لئے اپنے سر کا دشمن ہو گیا ہوں۔

اور چھٹی حدیث جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اس میں آپ کا فعل منقول ہے کہ آپ غسل کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔ یعنی آپ غسل سے فارغ ہو کر نماز کے لئے وضو جدید نہیں کرتے تھے۔ بلکہ غسل والے وضو پر اکتفا کرتے تھے اور اس سے نماز ادا فرماتے تھے اور ساتویں حدیث جو حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اس میں بتایا ہے کہ نبی ﷺ خطمی (جڑی بوٹی ہے جو صابن کا کام دیتی ہے) سے اپنا سر دھوتے تھے اس حال میں کہ وہ جنبی ہوتے تھے اور اسی دھونے پر اکتفا کرتے تھے۔ بعد میں سر پر نیا پانی نہیں ڈالتے تھے۔
اور اٹھویں حدیث جو حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے اس میں آپ نے بتایا ہے کہ نمازیں پہلے پانچ تھیں اور غسل جنابت سات مرتبہ۔ اور ناپاک کپڑا بھی سات مرتبہ دھونے کا حکم تھا۔ پھر نبی ﷺ مسلسل دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ نمازیں پانچ کر دی گئی ہیں اور غسل جنابت ایک مرتبہ اور ناپاک کپڑا بھی ایک ہی دفعہ دھونا ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ تین دفعہ سارا بدن دھونا چاہئے کیونکہ جب ہر بال کے نیچے جنابت ہے تو ایک دفعہ دھونا کفایت نہیں کرے گا۔ ہو سکتا ہے کہ پس پشت کوئی حصہ خشک رہ جائے اس لئے بہتر یہی ہے کہ تین دفعہ سارے بدن پر پانی ڈالا جائے اور ہر دفعہ سارا بدن ملنا بھی چاہیے لیکن اگر آدمی کو یقین ہو جائے کہ ایک ہی دفعہ سارا بدن تر ہو گیا ہے اور کوئی حصہ خشک نہیں رہا تو پھر ایک ہی دفعہ سارا بدن دھونا کافی ہے اس لئے فقہاء نے لکھا ہے فرائض غسل تین ہیں کلی کرنا۔ ناک میں پانی چڑھانا۔ اور سارا بدن دھونا باقی سب سنتیں ہیں۔
اور نویں حدیث جو حضرت علیؓ سے مروی ہے اس میں آپ ﷺ سے ایک صحابی نے عرض کیا تھا کہ میں نے غسل جنابت کیا تھا اور اس سے میں نے نماز بھی پڑھ لی تھی اور پھر میں

نے ناخن برابر کے برابر ایک جگہ دیکھا کہ جسے پانی نہیں پہنچا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس پر مسح کر دیتا تو تجھے کافی ہوتا محدثین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس جگہ پر اس طرح اپنا تر ہاتھ ملے کہ وہ جگہ تر ہو جائے تو کافی ہے بہرحال باب غسل کی یہ احادیث قرآن مجید کے اس جملہ فاطہروا کی تفسیر ہے جو آپ ﷺ نے بیان فرمائی ہے لیکن مقام غور یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس جملہ سے یہ تفسیر کس طرح معلوم ہو سکتی ہے اس کے دو جواب ہیں ایک یہ ہے کہ نجاست ناپاکی دو قسم ہے ایک وہ ہے جو پیشاب پاخانہ وغیرہ کی صورت میں انسان کو لاحق ہوتی ہے اس کا حکم تو وضو میں بیان فرمایا ہے جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے اور نجاست کی دوسری قسم وہ ہے جو مادہ منویہ کی صورت میں انسان کو عارض ہوتی ہے اس کو فاطہروا میں بیان فرمایا ہے اگر ان دونوں کا حکم ایک ہی ہوتا تو ان کنتم جنبا فاطہروا کو الگ ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں الگ چیزیں ہیں اور ہر ایک کا حکم بھی الگ ہے پہلی قسم کا حکم بحث وضو میں بیان فرمایا ہے اور دوسری کا حکم بحث غسل میں تاکہ دونوں میں فرق ہو جائے۔ اور دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قسم اولی کے لئے لفظ فاغسلوا اختیار فرمایا ہے اور قسم ثانی کے لئے لفظ فاطہروتو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے مفہوم میں بھی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ فاطہروا میں مبالغہ ہے اور وہ یہ ہے کہ فاطہروا صیغہ جمع حاضر امر ہے باب تفعل سے ہے۔ مادہ اس کا طہارت ہے اس کی ماضی طہر آتی ہے اس پر دو حروف کا اضافہ ہوا ہے ایک ا ر اور دوسری ت۔ اور قانون صرف کے تقاضوں کے موافق اس کو اطہروا پڑھا گیا ہے اور علم معانی کا یہ اصول ہے جو حروف کسی کلمہ پر بڑھائے جاتے ہیں وہاں معنی کی زیادتی مقصود ہوتی ہے اسی لئے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ صیغہ مبالغہ ہے اور اس میں وضو کی بنسبت زیادہ طہارت کرانا مقصود ہے جس کا طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ بالا احادیث میں بیان فرمادیا ہے۔

عورتوں کے غسل حیض و جنابت کا طریقہ

(36) وعن عائشه قالت ان امراة من الانصار سالت النبی صلی الله علیه وسلم عن غسلها من المحیض فامرها کیف تغتسل ثم قال خذی فرصۃ من مسک فتطھری بھا قال کیف اتطھر بھا قال سبحان الله تطھری بھا فاجتنبتھا الی فقلت تبتغی بھا اثر الدم۔ متفق علیه

(36) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل حیض کے متعلق پوچھا سو آپ نے اس کو حکم دیا کہ کیونکر نہاوے' پھر فرمایا تو مشک کا ایک ٹکڑا لے کر پاکی حاصل کر (یعنی کپڑے کا ٹکڑا مشک میں بسا کر شرمگاہ میں رکھ تاکہ خون کی بدبو دور ہو جائے۔ عرض کیا میں اس سے کیسے پاکی حاصل کروں؟ فرمایا پاکی حاصل کر اس سے اس نے پھر عرض کیا کہ اس سے کیسے پاکی حاصل کرون؟ پھر فرمایا اسی سے پاکی حاصل کر۔ فرمایا سبحان اللہ! پاکی حاصل کرو اس سے پس میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا (یعنی چپکے سے کان میں کہا) اور کہا اس کو خون کی جگہ رکھ لے (یعنی رحم میں) اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

(37) عن ام سلمۃ قالت قلت یا رسول الله انی امراۃ اشد ضفر راسی افانقضه بغسل الجنابة فقال لا انما یکفیک ان تحثی علی راسک ثلث حثیات ثم تفیضین علیک الماء فتطھرین رواہ مسلم۔

(37) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں کہ اپنے سر کے بالوں کو خوب مضبوط گوندتی ہوں تو کیا میں غسل جنابت کے لئے چٹیا کھولا کروں فرمایا نہیں تیرے لئے یہ بات کافی ہے کہ تو اپنے سر پر

تین پلیں ڈال لیا کر (یعنی تین لوٹے سر پر پانی کے ڈال لیا کر) پھر اپنے تمامبدن پر پانی بہا دے پس تو پاک ہوجاوے گی (گوندھی ہوئی چٹیا کھولنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہونچانا لازمی ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح :

حدیث 1- یہ حدیث بھی قرآن مجید کے جملہ فاطھروا کی تفسیر ہے۔ اس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے غسل جنابت کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ دراصل عورتوں اور مردوں کے جو مسائل مشترکہ ہیں وہاں اللہ تعالیٰ نے صیغہ مذکر کا ہی استعمال فرمایا ہے اور عورتوں کو ان کی ماتحت کرایا ہے اور ان صیغوں میں مذکورہ احکامات کی ادائیگی سب پر لازم ہے۔ عورتوں پر بھی اور مردوں پر بھی اور جہاں احکامات الگ الگ ہیں وہاں صیغے بھی اللہ تعالیٰ نے جداگانہ استعمال فرمائے ہیں اور یہاں بھی بحث غسل میں جو احکامات مشترکہ ہیں وہاں بھی صیغے مذکروں کے استعمال فرمائے گئے ہین اور جو مسائل عورتوں کے الگ ہیں ان کو الگ بیان فرمایا ہے۔ جیساکہ ان مذکورہ حدیثوں میں ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو غسل جنابت کے وقت سر کے بال کھولنے کی ضرورت نہیں ہے صرف تین دفعہ پانی اس طرح ان پر ڈالے کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچائے اور وہ جڑیں تر ہو جائیں اور رحم میں خوشبو والی چیز رکھ لیں یہ اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی حضرت ام سلمہؓ اور ایک انصاریہ عورت کے سوالکے جواب میں فرمائی تھیں لیکن جس طرح بعض آیات قرآنیہ کا نزول خاص ہوتا ہے اور حکم عام ہوتا ہے اسی طرح بعض احادیث کا مورد بھی خاصا ہوتا ہے مگر وہاں حکم عام ہوتا ہے یعنی یہ طریقہ غسل جنابت اور حیض صرف ام سلمہؓ انصاریہ عورت کے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ تاقیامت آنے والی تمام مسلمان عورتوں کے لئے ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا گیا کہ اگر کسی مرد نے عورتوں کی طرح بال رکھے ہوں اور انہیں گوندھا ہوا ہو تو اس پر وہ بال کھولنا لازمی ہے ورنہ اس کا غسل نہیں ہوگا۔

غسل پوشیدہ اور باپردہ ہونا چاہئے

(1) وعن یعلی قال ان رسول اللہ علیه وسلم رای رجلا یغتسل بالبراز فصعد المنبر فحمد اللہ واثنی علیه ثم قال ان اللہ حیی ستیر یحب الحیاء والتستر فاذا اغتسل احدکم فلیستتر رواہ ابوداؤد والنسائی وفی روایة ال ان اللہ ستیر فاذا اراد احدکم ان یغتسل فلیتوار بشئی

(1) یعلیٰ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو میدان میں غسل کرتے ہوئے دیکھا۔ جو ننگا نہا رہا تھا پس آپ ممبر پر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ بہت شرم و حیا والا ہے۔ اور بہت پردہ پوش ہے پردہ اور حیا کو دوست رکھتا ہے۔ سو جب تم میں سے کوئی میدان میں نہائے تو اس کو پردہ کر لینا چاہئے۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ ان کی روایت میں یوں ہے "یقیناً" اللہ تعالیٰ بہت پردہ پوش ہے پس جب تم میں سے کوئی غسل کا ارادہ کرے تو اس کو کسی چیز کا پردہ کر لینا چاہئے۔

حدیث 1- یہ حدیث بھی قرآن مجید کے اس جملہ فاطھروا کی تفسیر ہے کیونکہ میں یہ تو فرمایا ہے کہ اگر تم جنبی ہو تو غسل کر لو مگر یہ نہیں فرمایا کہ کس جگہ غسل کرنا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں اس کی تفصیل بیان فرما دی ہے کہ انسان کو غسل چھپ کر کرنا چاہئے اور یہ خطاب آپ نے اس وقت فرمایا کہ جب آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلی جگہ پر غسل کر رہا تھا تو آپ منبر پر بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زندہ اور حیادار ہے۔ وہ حیا اور پردے کو پسند کرتا ہے لہذا اگر کوئی غسل کرے تو اسے چاہئے کہ وہ چھپ کر غسل کرے پس یہ حدیث قرآن مجید کے اس جملہ فاطھروا کی تفسیر ہے مگر یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ حدیث قرآن مجید کے اس

جملہ کی تفسیر ہے۔ کیونکہ آیت میں تو اس کا ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جہاں بھی چاہے غسل کر سکتا ہے۔

اور اس حدیث سے قرآن پر زیاتی نظر آرہی ہے جو ناجائز ہے پس اس کا جواب یہ ہے کہ باپردہ اور پوشیدہ غسل کرنے کا طریقہ بھی اسی جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے جسم پر جب گندگی اور غلاظت پسند نہیں کرتے اور انہیں پاک صاف دیکھنا چاہتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو باپردہ اور زیب و زینت سے آراستہ دیکھنا پسند کرتے ہیں ان کی برہنگی کی حالت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اسی طرح یہ حدیث ان کنتم جنبا فاطھروا کی تفسیر اور تفصیل ہو گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

جنبی کے ساتھ کلام کرنے یا مصافحہ وغیرہ کرنے سے آدمی ناپاک نہیں ہوتا

عن ابی ہریرۃ قال لقینی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا جنب فاخذ بیدی فمشیت معہ حتی قعد فانسللت فاتیت الرحل فاغتسلت ثم جئت وھو قاعد فقال این کنت یا باہریرۃ فقلت لہ فقال سبحان اللہ ان المومن لا ینجس (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی اور میں جنبی تھا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تو میں آپکے ساتھ چلا گیا یہاں تک کہ آپ بیٹھے تو میں کھسک گیا اور کجاوے کے پاس جاکر غسل کیا پھر آیا۔ تو آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو فرمایا ابو ہریرہ تو کہاں گیا تھا تو میں نے بتایا تو فرمایا سبحان اللہ مومن ناپاک نہیں ہوتا (بخاری نے یہ حدیث نقل کی ہے)

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغتسل من الجنابۃ ثم یستد فی بی قبل ان اغتسل (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت فرماتے تھے اور میرے غسل کرنے سے پہلے گرمی حاصل کرنے کے لئے مجھ سے لپٹ جاتے تھے (ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کی ہے)

تشریح :

حدیث 1-2 یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی آیت ان کنتم جنبا الخ کی تفسیر ہے۔ پہلی حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مصافحہ کیا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ حضورؐ کے ساتھ ہو لئے یہاں تک کہ حضور ﷺ بیٹھے اور حضرت ابو ہریرہؓ چلے گئے اور غسل کر کے واپس آئے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے تو عرض کیا میں نے غسل کرنا تھا اس لئے میں نے آپ کے ساتھ بیٹھنا پسند نہ کیا۔

اور اب غسل کر کے آیا ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ مومن ناپاک نہیں ہوتا اور دوسری حدیث جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اس میں آپ کا فعل مذکور ہے کہ آپ ﷺ گرمی حاصل کرنے کے لئے اپنا جسم اطہر حضرت عائشہ کے جسم کے ساتھ بلا حائل ملا دیتے۔ اور وہ جنبی ہوتی تھیں پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جنبی آدمی کا جسم ایسا ناپاک نہیں کہ اس کا جسم دوسرے کے ساتھ ٹکرانے سے وہ بھی ناپاک ہو جائے اسی طرح اس کے ساتھ گفتگو کرنا بیٹھنا اٹھنا سب جائز ہے۔

دراصل یہ حدیثیں رفع اشتباہ کے لئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب تم جنبی ہو تو غسل کر لو۔ اس معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ جنبی آدمی ہے جس طرح گندگی غلاظت جب دوسری چیز کے ساتھ لگ جاتی ہے وہ بھی گندی ہو جاتی ہے اسی طرح جنبی انسانکا جسم جب پاک چیز سے لگ جائے گا تو وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نے اس شبہ کو دور فرما دیا۔ اگر ایسا ہوتا نبی کریم ﷺ خود ایسا کیوں کرتے۔ اور یہ مضمون اس آیت نے اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اگر جنبی ہو تو غسل کر لو یہ نہیں فرمایا کہ یہ جسم جس سے ٹکرے وہ بھی غسل کرے۔

غسل جنابت فوراً واجب نہیں

(4) وعن ابن عمر قال ذكر عمر بن الخطاب لرسول الله صلى الله عليه وسلم انه تصيبه الجنابه من الليل فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم توضاء واغسل ذكرك ثم نم متفق عليه۔

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ جنابت کی حالت لاحق ہوتی ہے رات کے وقت تو کیا فی الفور غسل کرنا چاہئے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ وضو کر کے اپنا عضو دھو ڈالو' پھر سو جا۔ اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

(5) وعن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا كان جنبا فاراد ان ياكل او ينام توضأ وضوءه للصلوة متفق عليه۔

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہوتے اور کھانے کا ارادہ کرتے یا سونے کا ارادہ کرتے تو نماز جیسا وضو کر لیا کرتے اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق کیا ہے۔

(6) وعن ابى سعيد الخدرى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتى احدكم اهله ثم اراد ان يعود فليتوضاء بينهما وضوء رواه مسلم۔

(6) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی عورت سے صحبت کرے اور پھر دوبارہ صحبت کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ دونوں صحبتوں کے دوران وضو کر لے۔ اس کو مسلم نے روایت

کیا ہے۔

(7) وعن انس قال كان النبی صلی الله علیه وسلم یطوف علی نسائه بغسل واحد رواه مسلم

(7) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی شب میں اپنی تمام بیویوں سے صحبت کرتے۔ اور اخیر میں ایک غسل کر لیتے ان کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(8) وعن ابی رافع قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم طاف ذات یوم علی نسائه یغتسل عند هذه وعند هذه قال فقلت له یا رسول الله الا تجعله غسلا واحدا اخرا قال هذا ازکی واطیب واطهر رواه احمد وابو داؤد۔

(1) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں پر پھرے تمام بیویوں سے صحبت کی) اس کے نزدیک نہائے اور نزدیک اس کے نہائے یعنی ہر صحبت کے بعد غسل کیا ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے سب سے آخر میں ایک ہی غسل کیوں نہ کیا؟ فرمایا کہ یہ سب سے زیادہ پاکیزہ خوب اور بہتر ہے اس کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

احادیث 1-2-3-4-5

یہاں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں اور پانچوں ان کنتم جنبا فاطهروا کی تفسیر ہے پہلی حدیث جو حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے اس میں آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا تھا کہ رات کو جنبی ہو جاؤ تو اپنے عضو تناسل کو دھو لیا کرو پھر سو جایا کرو۔ اور دوسری حدیث جو حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کا ذکر ہے کہ آپ جب جنبی ہوتے تھے تو اگر کھانا کھانا چاہتے تھے یا سونا چاہتے تھے تو نماز کے وضو کی

طرح وضو فرمالیا کرتے تھے اور تیسری حدیث جو ابی سعید خدری سے منقول ہے اس میں آپ نے سب لوگوں کو فرمایا ہوا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے دوبارہ صحبت کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ درمیان میں وضو کر لے اور چوتھی حدیث جو حضرت انسؓ سے مروی ہے اس میں آپؐ کا فعل مذکور ہے کہ آپؐ کبھی مختلف بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے تھے تو آخر میں ایک ہی دفعہ غسل کرتے تھے پس یہ چاروں احادیث قرآن مجید کے اس جملہ ان کنتم جنبا فاطھروا کی تفسیر ہے۔ لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ احادیث مذکورہ آیت کی تفسیر ہے۔ قرآن مجید میں تو اس کا ذکر نہیں ہے پس اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فوراً" کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلق چھوڑا ہے۔ اور یہ عام ہے خواہ انسان فوراً" غسل کر لے یا تاخیر سے کرے اور نبی ﷺ نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے اور پانچویں حدیث جو حضرت ابو رافع سے منقول ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ فوراً" غسل کرنا بہتر ہے جیسا کہ آپ کے مذکورہ عمل سے ظاہر ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا بھی ہے کہ فوری غسل بہتر ہے اور بہت پاکیزہ ہے۔

جنبی، حائضہ، اور نفاس والی عورتوں کے لئے داخلہ مسجد اور تلاوت قرآن جائز نہیں

(2) وعن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من الخلاء فیقرئنا القران و یاکل معانا الحم ولم یکن یحجبہ او یحجزہ عن القران شئی لیس الجنابۃ رواہ ابوداؤد والنسائی وروی ابن ماجہ نحوہ۔

(2) حضرت علی رضی اللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا سے نکل کر ہمیں قرآن پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت کھاتے اور ان کو منع کرنے والی یا روکنے والی قرآن سے کوئی چیز نہ تھی سوائے جنابت کے۔

روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے بھی اس کی مانند روایت کی ہے۔

(3) وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تقراء الحایض ولا الجنب شیئا من القران رواه الترمذی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حائضہ اور جنبی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں

عائشه قالت قال رسول الله وجهه هذه البیوت عن المسجد فانی لا احل المسجد لحائض ولا جنب (رواه ابو داؤد)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راویت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان گھروں کے دروازے مسجدوں کی طرف سے پھیرلو۔ پس تحقیق میں کسی حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال نہیں کرتا"۔ یعنی کسی حائضہ اور جنبی کو مسجد سے نہیں گزرنا چاہئے اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(۹) وعن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تدخل الملئكة بیتاً فیه صورة ولا كلب ولا جنب رواه ابوداؤد والنسائی۔

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں تصویر یا کتایا جنبی ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

(5) وعن عبدالله ابن ابی بکر بن محمد بن حزم ان فی الكتاب الذی كتبه رسول الله صلی الله علیه وسلم لعمر وبن حزم ان لا یمس القران الا طاهر

رواہ مالک والدار قطنی۔

(5) عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن حزم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط عمرو بن حزم کو لکھا تھا اس میں یہ تھا کہ قرآن کو پاک شخص کے سوا اور کوئی نہ چھوئے۔

احادیث 1-2-3-4-

تفسیر: یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں سے پہلی حدیث جو حضرت علیؓ سے مروی ہے اس میں فرمایا ہے کہ جناب نبی ﷺ بے وضو قرآن پڑھاتے تھے۔ اور بے وضو کھانا بھی کھاتے تھے۔ البتہ جنابت میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ اس میں آپ کا فرمان ہے کہ حائضہ اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھے۔ اور تیسری حدیث جو حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اس میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو مسجد کی طرف سے دروازوں کے منہ بند کرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا کہ میں حائضہ اور جنبی کا داخلہ مسجد میں جائز نہیں سمجھتا۔ اور چوتھی حدیث جو حضرت علیؓ سے مروی ہے اس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں تصویر' کتا' اور جنبی آدمی ہوں وہاں رحمت کے فرشتے نازل نہیں ہوتے۔

پس یہ چاروں احادیث قرآن مجید کی اس آیت ان کنتم جنبا کی تفسیر ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ جنبی' حائضہ' اور نفاس والی عورت کا مسجد میں داخلہ اور قرآن مجید پڑھنا ناجائز ہے لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ احادیث اس آیت کی تفسیر ہے۔ کیا ان کے داخلہ مسجد کی وجہ سے یا تلاوت قرآن مجید کی وجہ سے مسجد اور قرآن ناپاک ہو جاتے ہیں حالانکہ پہلے حدیث میں آچکا ہے کہ جنبی اگر غیر جنبی سے مصافحہ وغیرہ کرے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا ہے تو ان کے داخلہ مسجد سے یا تلاوت سے مسجد اور قرآن کیسے ناپاک ہو گئے۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس لئے نہیں کہ ان کے داخلہ مسجد یا تلاوت قرآن کی وجہ وہ ناپاک ہوجائیں گے بلکہ آداب کی وجہ سے ہے کیونکہ اس حالت میں اگر وہ مسجد میں داخل ہوں گے یا تلاوت قرآن کریں گے تو مسجد اور قرآن کی بے ادبی ہو گی اور جنبی اور حائضہ کو نماز سے اسی لئے روکا گیا ہے کہ اگر وہ اس حالت میں نماز یا قرآن کی تلاوت کریں گے

مسجد یا قرآن کی بے ادبی ہوتی ہے۔

اور پانچویں حدیث عبداللہ بن ابی بکر سے منقول ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید کو بے وضو ہاتھ نہ لگاؤ۔ اس کا مقصد یہ ہے بے وضو اس کی تلاوت جائز ہے۔

بے وضو سلام کا جواب' تلاوت قرآن اور ذکر پسندیدہ نہیں

(6) وعن نافع قال انطلقت مع ابن عمر فی حاجۃ وکان من حدیثہ یومئذ ان قال مر رجل فی سکۃ من السکک فلقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد خرج من غائط او بول فسلم علیہ فلم یرد علیہ حتی اذا کاد الرجل ان یتواری فی السکۃ ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدیہ علی الحائط ومسح بھما وجھہ ثم ضرب ضربۃ اخری فمسح ذراعیہ ثم رد علی الرجل السلام وقال انہ لم یمنعنی ان ارد علیک السلام الا انی لم اکن علی طھر رواہ ابوداؤد۔

(6) نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ استنجا کرنے کے لئے گیا۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ نے استنجے سے فراغت حاصل کرلی اور اس دن کی ان کے متعلق ایک بات یہ تھی کہ ایک شخص کسی کوچہ میں کوچوں سے گزرا اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہو کر نکلے تھے۔ اس شخص نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا جب وہ شخص قریب ہوا کہ کسی گلی کوچہ میں نظروں سے اوجھل ہو جائے تو حضورؐ نے مسح کے لئے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر مارے ان کو اپنے چہرے پر ملا پھر دوسری ضرب لگا کر اپنے دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔ پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا یعنی مسح کرنے کے بعد اور فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے جس

چیز نے سلام کا جواب دینے سے روکا وہ تھی کہ میں پاک نہ تھا۔ روایت کیا ہے اس کو ابوداؤد نے۔

نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام ہیں اور تابعی کبار ثقہ ہیں اور کثیر الحدیث بھی اصل میں آپ سلمی ہیں بعض نے عربی کہا۔ متوفی 117، 110

(7) وعن المهاجر بن قنفذ انه اتى النبى صلى الله عليه وسلم وهو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه حتى توضا ثم اعتذر اليه قال انى كرهت ان اذكر الله الا على طهر رواه ابوداؤد وروى النسائى الى قوله حتى توضا وقال فلما توضا رد عليه۔

(7) مہاجرین قنفذ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس حالت میں کہ آپ پیشاب کر رہے تھے۔ اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ آپ نے وضو کیا اور عذر کیا کہ میں نے اس بات کو مکروہ جانا کہ جب تک پاک نہ ہو جاؤں ناپاکی کی حالت میں اللہ کا ذکر کروں۔ یہ وجہ ہے کہ میں نے فی الفور سلام کا جواب نہ دیا اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور نسائی نے یہاں تک روایت کی ہے یہاں تک کہ آپ نے وضو کیا اور کہا کہ جب وضو کیا تو پھر اس کو سلام کا جواب دیا۔

1- 2- یہاں دو حدیثیں جمع کی گئی ہیں اور یہ بھی آیت وضو کی تفسیر ہے ان میں سے پہلی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی ﷺ کو سلام دیا تو اس وقت آپؐ بے وضو تھے تو آپؐ نے اسے جواب نہ دیا وہ چلا گیا تو آپ نے تیمم کر کے پھر اسے سلام کا جواب دیا اور دوسری حدیث کا مضمون بھی یہی ہے مگر اس میں یہ ہے کہ میں بے وضو اللہ تعالیٰ کا نام لینا پسند نہیں کرتا پس ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سلام ذکر و اذکار اور زبانی تلاوت قرآن کے لئے بہتر یہی ہے کہ آدمی باوضو ہو ورنہ بلا وضو بھی اجازت ہے کہ ذکر سلام اور تلاوت کر سکتا ہے جیسا کہ پہلے حدیث شریف میں آچکا ہے اور یہ حدیثیں جو آیت وضو کی تفسیر ہیں وہ اس طرح کہ نماز کے لیے جب وضو شرط رکھا ہے اور اسی طرح باقی جسم کا

پاک ہونا بھی شرط ہے وہ اسی لئے کہ نماز کے اندر بھی تو ذکر و اذکار' تسبیحات اور تلاوت قرآن ہی ہوتی ہے اسی لئے وہاں بے وضو اور بے غسل نماز کی اجازت نہیں ہے اور نماز کے علاوہ اجازت ہے بہتر نہیں بہتر یہی ہے کہ باوضو تلاوت' ذکر' تسبیحات' تہلیل اور تسلیم کرے یہاں تک تو طریقہ وضو اور غسل جنابت کے مسائل بیان ہوئے ہیں اب اس کے بعد غسل مسنون کے مسائل بیان ہوں گے۔

غسل مسنون کا بیان

(8) عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جاء احدکم الجمعة ولیغتسل متفق علیه۔

(8) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کو جمعہ آئے تو اس کو چاہئے کہ غسل کرے اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

ف۔ مختار یہ کہ غسل نماز جمعہ کے لئے ہے کہ اسی طہارت سے جمعہ ادا کرے اور بعض کہتے ہیں کہ غسل واسطے تعظیم و تکریم دن جمعہ کے ہے اور غسل جمعے کا مستحب موکدہ ہے نزدیک جمہور کے۔

(9) وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم متفق علیه۔

(9) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔

ف۔ ابتدائے اسلام میں مسجدیں چھوٹی تھیں۔ اور لوگ صوف پہنتے تھے۔ اور محنتیں بہت کرتے تھے پس جب ان کو پسینہ آیا تو لوگ ایذا پاتے تھے بسبب بو کے اس لئے لفظ واجب کا فرمایا تاکہ لوگ حکم نہانے کا جلدی قبول کرلیں۔

(10) عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حق على كل مسلم ان يغتسل فی كل سبعة ايام يغسل فيه راسه وجسده متفق عليه.

(10) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہر مسلمان پر حق ہے (یعنی ضروری ہے) کہ وہ ہفتہ میں ایک دن ضروری غسل کرے اپنا سر اور تمام بدن دھوئے۔ اس پر بخاری ومسلم کا اتفاق ہے۔

(11) عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضا يوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل رواه احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی والدارمی۔

(11) سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن وضو کیا اس نے فرض ادا کیا اور یہ بہت اچھا فرض ہے اور جس نے غسل کیا سو غسل کرنا بہتر ہے یعنی جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے اس کو احمد، ابوداؤد، ترمذی نسائی اور داری نے روایت کیا ہے۔

(12) عن عكرمة قال ان ناسامن اهل العراق جاوا فقالوا یاابن عباس اتری الغسل يوم الجمعة واجبا قال لا ولكنه اطهر وخير من اغتسل ومن لم يغتسل فليس عليه واجب وساخبركم كيف بدوالغسل كان الناس

مجهودين يلبسون الصوف ويعملون على ظهورهم وكان مسجدهم ضيقا مقارب السقف انما هو عريش فخرج رسول الله صلى الله عليه و سلم في يوم حار وعرق الناس في ذلك الصوف حتى ثارت منهم رياح اذى بذالك بعضهم بعضا فلما وجد رسول الله صلى الله عليه وسلم تلك الرياح قال يايها الناس اذا كان هذا اليوم فاغتسلوا وليمس احدكم افضل مايجد من دهنه وطيبه وقال ابن عباس ثم جاء الله بخير ولبسوا غير الصوف وكفوا العمل ووسع مسجدهم وذهب بعض الذى كان يوذى بعضهم بعضاً من العرق (رواه ابو دائود)

حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ کچھ عراقی لوگ آئے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ کیا آپ کے خیال میں جمعہ کا غسل واجب ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ نہ بلکہ وہ پاکیزہ اور بہتر ہے جو غسل کرے اور جو نہ کرے تو اس پر واجب نہیں ہے۔ میں تمہیں بتاؤں کہ غسل کیسے شروع ہوا۔ لوگ محنتی تھے۔ اون کے کپڑے پہنتے تھے اپنی پیٹھوں پر بوجھ اٹھاتے تھے ان کی مسجدیں تنگ ہوتی تھیں اور ان کی چھتیں قریب ہوتی تھیں، چھپڑ سا بنا ہوا ہوتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گرمی کے دن نکلے اور لوگوں کو اون کے کپڑے کی وجہ سے پسینہ آیا ہوا تھا تو ان سے تکلیف دینے والی ہوا اڑی تو اس کی وجہ سے ایک دوسرے کو تکلیف ہوئی اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہوا محسوس کی تو فرمایا لوگو! جب یہ جمعہ کا دن ہو تو غسل کرو تو اچھا تیل اور خوشبو لگاؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بہتری لائی تو اون کے علاوہ انہوں نے کپڑے پہننے شروع کئے اور مشقت والے کام چھوڑے اور مسجدیں کشادہ کر دی گئیں اور وہ چیز چلی گئی جس کے پسینے کی وجہ سے ایک دوسرے کو تکلیف ہوتی تھی۔

احادیث 1-2-3-4-5

تشریح : یہاں پانچ احادیث جمع کی گئی ہیں اور یہ پانچوں آیت وضو کی تفسیر ہے پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کو آئے تو غسل کرے اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر ضروری ہے نابالغ پر اس لئے لازم نہیں کہ وہ شرعی احکامات کا مکلف نہیں ہے اور تیسری حدیث جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس میں پہلی دو حدیثوں کی تشریح ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ساتویں دن غسل کرے جس میں اپنا سر اور سارا جسم دھوئے اور چوتھی حدیث جو حضرت سمر بن جندب سے مروی ہے اس میں فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی جمعہ کے دن وضو کر لے تو بھی ٹھیک ہے اور غسل کرنا بہتر ہے اور اس سے پہلے حدیث میں جو واجب اور حق کے الفاظ آئے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ غسل جمعہ بھی ثابت ہے یہ مقصد نہیں غسل جمعہ فرض ہے اور اس کا تارک گناہ گار ہوگا۔ اور پانچویں جو حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے اس میں غسل جمعہ کی مشروعیت کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ پہلے مسجدیں تنگ تھیں اور لوگ گرم کپڑے پہنتے تھے اور محنتی بھی تھے اور ان کے کپڑوں سے بدبو آتی تھی اس لئے حضور ﷺ نے لوگوں کو غسل جمعہ کی تاکید فرمائی تھی پس یہ احادیث آیت وضو کی تفسیر ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ احادیث کس طرح آیت وضو کی تفسیر ہے کیونکہ آیت وضو میں تو فرمایا ہے کہ جب تم نماز کے لئے تو وضو کرو۔ وہاں جمعہ کی خصوصیت تو نہیں ہے اور غسل تو صرف جنابت کی حالت میں لازمی قرار دیا ہے پس اس کا جواب حضرت عکرمہؓ والی حدیث میں موجود ہے کہ غسل جمعہ کی مشروعیت کا باعث بدبو ہے۔ پس جس طرح جنابت کی حالت میں انسان کے جسم میں بدبو آتی ہے تو غسل فرض ہوتا ہے اسی طرح جمعہ کے اجتماع کی وجہ سے جب کہ کپڑے گندے ہوں تو بدبو آتی ہے تو یہاں بھی غسل ہونا چاہئے اور اگر کپڑوں سے بدبو نہ آتی ہو تو کوئی حرج نہیں صرف وضو کافی ہے اور اصل قدر مشترک یہاں بدبو ہے پس اس طرح یہ احادیث آیت وضو کی تفسیر ٹھہری۔ یہاں تک تو وضو اور غسل کی تفصیل بیان ہوئی ہے

مستحاضہ ایام ماہواری نکال کر ہر نماز کے لئے وضو کرے

(6) عن عائشۃ قالت جاءت فاطمۃ بنت ابی حبیش الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یارسول اللہ انی امراۃ استحاض فلا اطہر افادع الصلوۃ فقال لا انما ذلک عرق ولیس بحیض فاذا اقبلت حیضتک فدعی الصلوۃ واذا ادبرت فاغسلی عنک الدم ثم صلی۔ متفق علیہ۔

(6) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی جیش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا یارسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں۔ کہ ہمیشہ مستحاضہ رہتی ہوں (خون آتا رہتا ہے) پاک نہیں ہوتی ہوں تو کیا میں نماز چھوڑ دوں۔ فرمایا۔ نہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ تو ایک رگ کا خون ہے یہ خون حیض نہیں۔ سو جب تجھ کو حیض آئے تو نماز چھوڑ دے۔ اور جب حیض بند ہو جائے تو پھر خون کو دھو (یعنی غسل کر' پھر نماز پڑھ۔ متفق علیہ۔

عن عروۃ ابن الزبیر عن فاطمۃ بنت ابی جیش انہا کنت تستحاض فقال لہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان دم الحیض فانہ دم اسود یعرف فاذا کان ذلک فامسکی عن الصلوۃ فاذا کان الاخرۃ فتوضی وصلی فانما عرف (رواہ ابوداؤد والنسائی)

(7) عروہ بن الزبیر فاطمہ بنت ابی جیش سے نقل کرتے ہیں کہ وہ مستحاضہ رہتی تھیں یعنی خون استحاضہ آتا رہتا۔ انہوں نے اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا جب تجھے خون حیض آئے اور وہ سیاہ رنگ کا خون ہوتا ہے پہچانا جاتا ہے جس وقت تو یہ خون پائے تو نماز پڑھنا ترک کر دے اور جب خون استحاضہ شروع ہو تو وضو کر اور نماز پڑھ' حقیقت یہ ہے کہ یہ خون ایک رگ سے آتا ہے یہ خون حیض کے حکم میں نہیں ہوتا) اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

(8) وعن عدی بن ثابت عن ابیه عن جده قال یحی بن معین جد عدی ن اسمه دینار عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال فی المستحاضه تدع الصلوة ایام اقرائها التی کانت تحیض فیها ثم تغتسل وتتوضا عند کل صلوة وتصوم وتصلی رواه الترمذی وابو داؤد۔

(8) عدی بن ثابت اپنے والد سے اور وہ عدی کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ یحیٰی بن معین نے کہا کہ عدی کے دادا کا نام دینار ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ مستحاضہ عورت کو جتنے دن حیض آتا ہے اتنے دنوں میں نماز چھوڑ پھر غسل کرکے ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کرے۔ روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔
اس کو ترمذی اور ابوداوٗد نے روایت کیا ہے۔ ف۔ تابعی ثقہ ہے ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے کوفہ میں شیعوں کی مسجد کا امام تھا۔ اور ان کا واعظ بھی تھا ابن معین نے کہا کہ وہ شیعہ مفرط ہے دار قطنی کہتے ہیں کہ رافضی غالی ہے۔

احادیث 1-2-3-

تشریح : یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں آیت وضو اور آیت تطہیر کی تفسیر ہے۔ ان میں سے پہلی حدیث میں ہے کہ فاطمہ بنت ابی جیش نے آپؐ سے عرض کیا کہ مجھے استحاضہ آتا ہے کیا میں نماز چھوڑ دوں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ حیض اور استحاضہ میں فرق نہیں جانتی تھی وہ دونوں کا حکم ایک ہی سمجھتی تھی تو آپ نے فرمایا کہ نہ یہ ایک رگ ہے حیض کا خون نہیں ہے حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور وہ حیض چلا جائے تو خون دھولے پھر نماز پڑھ۔ اور دوسری حدیث جو عروہ بن زبیر سے مروی ہے۔ اس میں تو مضمون سابق ہی ہے البتہ اس میں حیض کے خون کا رنگ بتایا ہے کہ وہ کالا ہوتا ہے۔ محدثین نے لکھا ہے آپ کا یہ فرمان باعتبار اکثر کے ہے ورنہ مدت حیض میں جو بھی خون آئے تو وہ حیض ہی شمار ہوگا خواہ وہ سرخ ہو یا زرد وغیرہ ہو اور تیسری حدیث جو حضرت عدی بن ثابت سے منقول ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ عورت حیض کے

دنوں میں نماز چھوڑ دے جن دنوں میں اسے حیض آتا ہے پھر غسل کرے اور ہر نماز کے لئے وضو کرے۔ روزہ رکھنے اور نماز پڑھے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے وقت وضو کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عند وقت کے معنی میں ہے مگر اس حدیث میں اجمال باقی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ایام حیض مقرر کر کے بتائے ہیں کہ وہ کتنے ہیں اور صاحب ہدایہ نے حدیث نقل کی ہے کہ اقل مدت حیض تین دن ہے اور زیادہ دس دن ہیں۔ مگر یہ اس کے لئے ہے کہ جس کی عادت مقرر ہے۔ اور جس کی جو عادت مقرر ہو جائے وہی اس کے ایام ماہواری ہیں خواہ وہ چھ ہوں یا سات ہوں۔ بہرحال عورت کے جو بھی ایام ماہواری ہوں انہیں نکال کر باقی دنوں میں جو خون آئے وہ استحاضہ ہے اس میں عورت نماز بھی پڑھے گی۔ اور روزہ بھی رکھے گی۔ ہر عبادت کر سکتی ہے اور حیض کے ایام میں عورت یہ کام نہیں کر سکتی۔ اور ان دونوں خونوں میں فرق یہ ہے کہ بیماری اور ولادت کے علاوہ عورت کے رحم سے جو خون آئے وہ حیض کہلاتا ہے۔ اور جو بیماری سے آئے وہ استحاضہ کہلاتا ہے۔ اور جو ولادت کے بعد آئے وہ نفاس ہے۔ اور نفاس اور ایام حیض میں عورت کوئی عبادت نہیں کر سکتی۔ اور اپنے خاوند سے صحبت بھی نہیں کر سکتی اور ایام استحاضہ میں یہ سارے کام کر سکتی ہے۔

مستحاضہ کو اگر خون زیادہ آتا ہو تو لنگوٹ باندھے

(9) عن اسماء بنت عميس قالت قلت يا رسول الله ان فاطه بنت ابى حبيش اسحيضت منذ كذا وكذا فلم تصل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم سبحان الله ان هذا من الشيطان لتجلس فى مركن فاذا رات صفارة فوق الماء فلتغتسل للظهر والعصر غسلا واحدا وتغتسل للمغرب والعشاء غسلا واحدا وتغتسل للفجر غسلا واحدا

وتوضاء فیما بین ذلک رواہ ابوداؤد وقال روی مجاھد عن ابن عباس لما اشتد علیھا الغسل امرھا ان تجمع بین الصلوتین۔

(9) اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! فاطمہ بنت ابی جیش کو اتنی اتنی مدت سے استحاضہ کا خون آرہا ہے۔ (اس وجہ سے) وہ نماز بھی نہیں پڑھتی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ چھوڑ دینا نماز کا شیطان کی طرف سے ہے چاہئے کہ وہ لگن میں بیٹھے' پس جب وہ پانی پر زردی دیکھے تو ظہر اور عصر کے لئے ایک غسل کرے' اور مغرب و عشاء کے لئے ایک ایک غسل کرے اور وضو کرے درمیان ان کے (یعنی جب احتیاج ہو تو عصر اور عشا کے لئے وضو کرے) روایت کیا ہے اس کو ابوداؤد نے اور کہا ہے کہ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کہ دشوار ہو اس پر نہانا۔ تو آپ نے اس کو دو نمازوں کے جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ یعنی ہر نماز کے لئے نہانا دشوار ہوا تو یہ حکم دیا۔

احادیث 1-2

تشریح : یہاں اس بحث میں دو حدیثیں جمع کی گئی ہیں یہ بھی آیت وضو اور آیت تطہیر کی تفسیر ہے۔ پہلی میں فرمایا ہے کہ عورت ایام حیض میں نماز چھوڑ دے اور جب وہ گزر جائیں تو غسل کرے اور کپڑے سے لنگوٹ باندھے اور دوسری حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر لنگوٹ سے بھی کام نہ بنے تو ایام حیض کے علاوہ ہر نماز کے لئے غسل کرے یا ظہر' عصر کو اور مغرب عشاء کو جمع کرے اور دونوں کو جمع کرنے سے پہلے غسل کر لیا کرے۔ اور جمع کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ ظہر کو موخر کر کے آخری وقت میں پڑھے اور عصر کو اول وقت میں پڑھے۔ او اسی طرح مغرب عشاء میں کرنے یہ جمع صوری کہلاتی ہے حقیقی نہیں ہے۔ اور نماز فجر کے وقت بھی غسل کرے پس بحث اس صورت کو حضورؐ نے بہتر فرمایا ہے یہ ضروری نہیں ہے ورنہ لنگوٹ باندھ کر وضو کر کے نماز پڑھے پس بحث استحاضہ میں جو احادیث ہیں یہ آیت وضو اور آیت تطہیر کی تفسیر ہے۔ کیونکہ جس طرح وضو سے پہلے

اعضاء وضو پر اور غسل سے پہلے جسم پر جس طرح گندے جراثیم ہوتے ہیں تو انہیں صاف کرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح حیض و نفاس اور استحاضہ سے بھی گندے جراثیم عورت کے جسم سے لگ جاتے ہیں انہیں بھی جسم سے صاف کرنا ضروری ہے جس کی تفصیل ان احادیث میں آگئی ہے۔

پاک پانی کا بیان

وینزل علیکم من السماء ماءلیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان (سورۃ الانفال آیت 11)

وانزلنا من السماء ماء طھورا (سورۃ الفرقان آیت 48)

اور اس اللہ نے تم پر آسمان سے پانی اتارا ہے تاکہ تمہیں اس کے ذریعہ پاک کرے اور تم سے شیطان کی گندگی لے جائے۔

اور اس نے آسمان سے پاک پانی اتارا ہے۔

تفسیر : اس سے پہلے تو وضو کرنے کا طریقہ اور غسل فرض اور غسل مسنون طریقہ بیان ہوا ہے مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ وضو اور غسل کس چیز سے کرنا ہے اور یہاں ان آیتوں میں یہ تفصیل بتا دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اسی لئے اتارا ہے تاکہ تمہیں اس کے ذریعہ پاک کرے اور تم سے گندگی لے جائے اور آسمان کا پانی پاک ہے رفع اشتباہ۔ یہاں شبہ پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں آسمان کے پانی کا ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف آسمانی پانی سے ہی وضو اور غسل کرنا جائز ہے کنوؤں اور چشموں کے پانی سے نہیں کیونکہ انکا ذکر آیت میں نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دریاؤں' چشموں اور کنوؤں کے سب پانی دراصل آسمانی ہی ہیں کیونکہ پانی کا اصل ذخیرہ سمندر ہے اور اس سے بخارات اٹھتے ہیں جو بادلوں کی شکل اختیار کرتے ہیں اور پھر وہ بارش اور برف کی شکل میں زمین پر برستے ہیں جن سے یہ دریا نہریں اور چشمے نکلتے ہیں لہٰذا یہ سب پانی دراصل آسمانی ہی ہیں ان سے وضو اور غسل جائز ہے ان سے کپڑے دھونا پینا سب جائز ہے۔

تفصیل احادیث میں آرہی ہے

ٹھہرے ہوئے تھوڑے پانی میں پیشاب پاخانہ یا کوئی ناپاک چیز گرنے سے وہ ناپاک ہو جاتا ہے

(13) عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیه متفق علیه

(13) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص ہرگز ہرگز ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو پیشاب نہ کرے پھر اسی میں غسل کرے اس میں جاری پانی کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ جاری پانی نجاست کے پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ متفق علیہ۔

(14) وفی روایة لمسلم قال لا یغتسل احدکم فی الماء الدائم وهو جنب قالوا کیف یفعل یا ابا هریرة قال یتناوله تناولا۔

(13) مسلم کی روایت میں یوں ہے "فرمایا جنبی ہونے کی حالت میں تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی غسل نہ کرے (اس سے مراد قلیل پانی ہے) لوگوں نے پوچھا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کیسے کرے یعنی اگر اس سے غسل کرنا ہو تو کیسے کرے فرمایا جو لینے کا طریقہ ہے اس طرح لے لے یعنی چلو سے یا ڈول وغیرہ بھر کر۔

(14) عن جابر قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یبال فی الماء الراكد رواه مسلم۔

(14) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(15) عن السائب بن یزید قال ذهبت بی خالتی الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت یارسول الله ان ابن اختی وجع فمسح راسی ودعالی بالبرکه ثم توضاء فشربت من وضوء ثم قمت خلف ظهره فنظرت الی خاتم النبوة بین کتفیه مثل زرالحجله متفق علیه.

(15) سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ کو میری خالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا بھانجا بیمار ہے اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیے۔ سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی پھر آپ نے وضو کیا اور میں نے آپ کے وضو کا پانی پی لیا پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر کھڑا ہوا اور میں نے مہر نبوت کی طرف دیکھا جو آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان چھپرکھٹ کی گھنڈی کے مانند چمک رہی تھی اس کو بخاری ومسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

عن ابی ھریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا استیقظ احدکم من نومه فلا یغمس یده فی الاناء حتی یغسلها ثلثا فانه لا یدریابن باتت یده (متفق علیه)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو اپنے ہاتھ برتن میں نہ ڈالے یہاں تک کہ انہیں تین دفعہ نہ دھوئے وہ جانتا نہیں ہے کہ کہاں رات گذاری ہے اس کے ہاتھوں نے۔

4-3-2-1

تشریح:

یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں آیت وضو کی تفسیر ہے پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ جب کوئی آدمی نیند سے بیدار ہو تو اپنے ہاتھ تین دفعہ

دھو کر پانی والے برتن میں داخل کرے کیونکہ اسے پتہ نہیں ہوتا کہ اس کے ہاتھوں نے کہاں رات گزاری ہے۔ اور وجہ اس کی یہ نظر آتی ہے کہ کبھی انسان پتھر سے استنجا کرتے ہیں اور نیند میں اگر پسینہ آیا ہوا اور انسان کا ہاتھ پاخانے والی جگہ پر لگ جائے تو ناپاک ہو جائے گا۔ ہاں اگر پانی سے استنجا کیا ہوا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ پھر اس کا ہاتھ ناپاک نہیں ہو گا۔ اور اسی طرح عضو تناسل منتشر ہونے کی صورت میں کبھی مذی نکل آتی ہے تو اس پر ہاتھ لگانے کی وجہ سے بھی ہاتھ ناپاک ہو جائے گا اس لیے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو اپنے ہاتھوں کو تین دفعہ دھو کر پانی والے برتن میں ڈالے تاکہ وہ ناپاک نہ ہو جائے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ پانی پاک ہاتھوں سے لینا چاہیے۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب مت کرو کیونکہ پھر اس میں غسل کرو گے تو ناپاک ہی رہو گے اور ایک روایت میں ہے کہ جنبی آدمی ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے اس کا مقصد یہی ہے کہ چونکہ جنبی کا جسم ناپاک ہے اگر وہ ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل کرے گا تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا تو پھر ظاہر بات ہے کہ یہ غسل کرنے والا بھی ناپاک ہی رہے گا ہاں اگر اس سے غسل کرنا ہو تو پہلے اپنے ہاتھوں کو کسی طرح دھوئے۔ اور پھر ان سے اپنے اوپر پانی ڈالے۔ یا کسی برتن سے پانی لے کر اپنے اوپر ڈالے۔ اور تیسری حدیث کا بھی یہی مقصد ہے پس خلاصہ یہ نکلا کہ یہ احادیث بھی آیت وضو کی تفسیر ہے۔ لیکن مقام غور یہ ہے کہ یہ احادیث آیت وضو کی تفسیر کس طرح بن سکتی ہیں آیت میں تو ان کا ذکر نہیں ہے کہ ناپاک ہاتھ پانی میں داخل کرنے سے وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے یا جنبی چشمہ میں غسل کرے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پلیدی انسان کے جسم کے ساتھ جب لگتی ہے تو وہ ناپاک سمجھا جاتا ہے اسی لئے وضو یا غسل کا حکم دیا جاتا ہے۔ تو پھر اس کے جسم سے جدا ہو کر جب پانی میں حل ہو جائے گی تو ظاہر بات ہے کہ وہ پانی بھی ناپاک ہو جائے گا ورنہ اصلاً" جس طرح انسان کا جسم پاک ہے وہ پانی بھی پاک ہے۔ ان دونوں کی نجاست عارضی ہے۔ اس لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے اور یہ مفہوم اس آیت سے بغور مطالعہ کرنے سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ آپؐ نے امت کی یہ صحیح راہنمائی فرمائی ہے کہ تھوڑے ٹھہرے

ہوئے پانی میں پیشاب پاخانہ یا غسل کرنے سے وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور اگر پانی زیادہ ہو تو اس کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب بیان ہو گی۔

اور چوتھی حدیث جو حضرت سائب رضی اللہ عنہ بن یزید سے مروی ہے کہ انسان کسی برتن سے اپنے ہاتھوں سے پانی لے کر وضو کرے وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود برتن سے پانی لے کر وضو فرمایا تھا اور اس حدیث کے راوی حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے وہ پانی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے سے بچ گیا تھا وہ پیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ وضو سے بچا ہوا پانی پاک ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے پینے سے منع فرماتے اور ظاہر یہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پہلے پاک ہوں گے تب ہی تو آپ نے اس برتن میں ڈالے ہوں گے ورنہ حدیث نمبر ایک میں ابھی گزر گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب تم سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنے ہاتھ تین دفعہ دھو کر برتن میں ڈالے کیونکہ وہ جانتا نہیں کہ اس کے ہاتھوں نے کہاں رات گزاری ہے مقصد یہ ہے کہ ہاتھوں سے برتن سے پانی لینا چاہئے۔ پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ انسان کسی برتن سے اپنے ہاتھوں سے پانی لے کر وضو کرے تو اس کے ہاتھ اس پانی میں پڑنے سے وہ پانی ناپاک نہیں ہو جاتا وہ پاک ہوتا ہے انسان اس سے وضو بھی کر سکتا ہے اور اسے بقیہ ضروریات کے لئے بھی استعمال کر سکتا ہے پس یہ حدیث بھی آیت وضو کی تفسیر ہے اور یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا تھا تو اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور فرما دیا ہے۔ شبہ یہ ہے کہ شاید کہ یہ پانی ناپاک ہو جاتا ہو گا۔

سمندری پانی پاک ہے اور اس سے وضو غسل کرنا جائز ہے

(16) وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال سال رجل رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال يا رسول الله انا نركب البحر ويحمل معنا القليل من الماء فان توضانا به عطشنا افنتوضا بماء البحر رفقال رسول الله صلی الله عليه وسلم هوا الطهور ماء ه

والحل میتته رواہ مالک والترمذی و ابوداؤد والنسائی وابن ماجه والدارمی۔

(16) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا۔ عرض کیا یارسول اللہ! واقعہ یہ ہے کہ ہم کبھی دریا کا سفر کرتے ہیں اس حالت میں کہ ہمارے ساتھ تھوڑا سا میٹھا پانی ہوتا ہے اگر ہم اس سے وضو کرلیں تو پیاسے مریں۔ تو کیا اس صورت میں ہم دریائے شور کے پانی سے وضو کرسکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا پانی پاک ہوتا ہے۔ اور حلال ہے اس کا مردار (یعنی دریائے شور کا پانی پاک ہوتا ہے تم اس سے وضو کرسکتے ہو۔ اس کو مالک' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

حدیث ۱: اس حدیث میں حضور ﷺ نے صحابہؓ کے سوال کے جواب میں یہ بات فرمائی ہے کہ سمندری پانی پاک ہے اور اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہؓ کو یہ شبہ پیدا ہوا ہوگا کہ سمندر میں چونکہ دنیا بھر کی گندگی گرتی ہے اور لاکھوں جانور مرتے ہیں اور قرآن مجید کی کسی آیت میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے کہ سمندری پانی پاک ہے۔ اور باب وضو میں جو آیات مذکورہ گزری ہیں ان میں تو صرف آسمانی پانی کا ذکر ہے کہ وہ پاک ہے شاید اس بنا پر انہیں یہ شبہ گزرا ہوگا کہ سمندری پانی ناپاک ہے پس آپؐ نے فرمایا کہ سمندری پانی پاک ہے اور اس کا مردار (مچھلی) کھانا بھی جائز ہے لیکن شبہ تو اپنی جگہ بدستور قائم ہی رہا کہ اس میں اتنی گندگی گرتی ہے اور جانور مرتے ہیں تو وہ کس طرح پاک ہو سکتا ہے۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ سمندر میں گرنے والی گندگی وغیرہ قلیل ہے اور پانی کثیر ہے اس اعتبار سے اس کی پاکی کا حکم دیا گیا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ گندگی وغیرہ سمندر میں اس طرح محو جاتی ہے جس طرح زمین میں جا کر محو ہو جاتی ہے سمندر اس کو پاک کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

بلّی اور کتّے کا پلید مکروہ ہے

(1) عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال یغسل الاناء اذا ولغ فیه الکلب سبع مراة اولهن اواخرهن بالتراب واذا ولغت فیه الهرة غسل مرة (ترمذی باب الطہارۃ)

(1) ابو ہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو اسے سات مرتبہ دھویا جائے پہلی دفعہ اور آخری دفعہ مٹی سے اور جب بلی اس میں منہ ڈالے تو اسے ایک ہی مرتبہ دھویا جائے۔

وعن کبشه بنت کعب بن مالک وکانت تحت ابن ابی قتاده ان ابا قتاده دخل علیها فسکبت له وضوءا فجاءت هرة تشرب منه فاصغی لها الاناء حتی شربت قالت کبشته فرانی انظر الیه فقال اتعجبین یا ابنة اخی قالت فقلت نعم فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انها لیست بنجس انها من الطوافین علیکم او الطوافات رواه مالک واحمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجه والدارمی۔

کبشہ بنت کعب بن مالکؓ جو ابو قتادہؓ کے بیٹے کے نکاح میں تھیں یہ روایت کرتی ہیں کہ تحقیق ابو قتادہؓ کے والد ان کے پاس آئے (یعنی ان کے سسر) کبشہ نے ان کے وضو کے لئے برتن میں پانی ڈالا۔ اتنے میں ایک بلی آئی اور اس میں سے پانی پینے لگی۔ ابو قتادہ

نے بلی کے لئے برتن جھکا دیا تاکہ وہ اچھی طرح پانی پی لے یہاں تک کہ اس نے پانی پی لیا۔ کبشہ کہتی ہیں کہ میں ان کی طرف (حیرت سے) دیکھتی رہی کہا اے میری بھتیجی کیا تو میرے اس فعل پر تعجب کر رہی ہے میں نے کہا ہاں یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق بلی نجس نہیں ہے تحقیق وہ تجھ پر پھرنے والیوں میں سے ہے یا پھرنے والوں میں ہے۔ یعنی ایسے جانوروں میں سے ہے جو بالعموم گھروں میں پھرتے رہتے ہیں۔ اس کو مالک' احمد' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

ف۔ حدیث میں بلی کو درندہ فرمایا ہے اور درندہ نجس ہوتا ہے لیکن یہ حدیث انھا من الطوافین معارض اس کے پڑی پس یہ نجاست (پلید ہونے) سے کراہت کی طرف لے آئی۔

(18) وعن داؤد بن صالح بن دینار عن امه ان مولتها ارسلتها بهریسة الی عائشة قالت فوجدتها تصلی فاشارت الی ان ضعیها فجاءت هرة فاكلت منها فلما انصرفت عائشة من صلوتها اكلت من حیث اكلت بهرة فقالت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انها لیست بنجس انها من الطوافین علیكم وانی رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یتوضا بفضلها۔ رواه ابوداؤد۔

(18) داؤد بن صالح بن دینار اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے آزاد کرنے والے آقا نے ان کو ہریسہ دیکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ انہوں نے ہاتھ یا سر سے اشارہ کیا کہ اس کو رکھ دے میں نے ہریسہ کا برتن رکھ دیا اچانک ایک بلی آئی اور اس ہریسہ میں سے کچھ کھایا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز سے فارغ ہوئیں تو وہیں سے کھانا شروع کیا جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ پھر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بلی نجس نہیں وہ تو تمہارے گھروں میں پھرنے والوں میں سے ہے۔ نیز فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلی کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

ف۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے ساتھ بچے ہوئے پانی بلی کے جو اس کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں پس ان کے نزدیک یہ حدیث محمول ہے اوپر عمل کرنے کے ساتھ رخصت کے اور بیان جواز کے اور جو کہ پاک کہتے ہیں ان کو حاجت تاویل کی نہیں۔

احادیث 1-2-3

تشریح : اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی آیات وضو اور تطہیر کی تفسیر ہے۔ پہلی حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ بلی کا جوٹھا ناپاک نہیں ہے کیونکہ وہ تم پر آنے جانے والے اور آنے جانے والیوں سے ہے یعنی خدمت گزاروں میں سے ہے اور دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بلی کا جوٹھا ناپاک نہیں ہے کیونکہ وہ تم پر آنے جانے والوں سے ہے۔ یعنی خادموں سے ہے۔ اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بلی کے جوٹھے سے وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بلی کا جوٹھا پاک ہے اور تیسری حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلی کا جوٹھا ناپاک ہے کیونکہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اس کو سات مرتبہ دھونا ہے اور اگر اس میں بلی منہ ڈالے تو اسے ایک مرتبہ دھونا ہے پس معلوم ہوا کہ بلی کا جوٹھا ناپاک ہے اور جب دو متعارض احادیث آجائیں تو اس سلسلہ میں علماء اصولیین کا دستور یہ ہے کہ پہلے دونوں پر عمل کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے ان حدیثوں پر عمل کا طریقہ یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر پاک صاف پانی موجود ہو تو اس وقت بلی کے جوٹھے سے وضو نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس کے استعمال کی اجازت ایمرجنسی کے طور پر دی ہے۔ جیسا کہ آپؐ کے فرمان طوافون اور طوافات سے ظاہر ہے اور ایمرجنسی بوقت ضرورت ہی استعمال کی جاتی ہے اور اگر پاک صاف پانی موجود نہ ہو اور بلی کا جوٹھا پانی موجود ہو تو اس وقت اس سے وضو کر لینا چاہئے اور اس وقت تیمم نہ کرے۔ اور نیز یہ بھی اصول ہے کہ

جس وقت دو متضاد احادیث آجائیں جن میں سے ایک سے حرمت ثابت ہوتی ہو اور دوسری سے حلت ثابت ہوتی ہو تو ایسے موقع پر اس چیز کی حلت و حرمت میں کمی آتی ہے۔ اور علماء اصول جہت حرمت کو مکروہ تنزیہہ سے تعبیر کرتے ہیں جو حلال کے قریب ہے پس خلاصہ یہ نکلا بلی کے جوٹھے سے وضو کرنا مکروہ تنزیہہ ہے (واللہ اعلم) پس یہ احادیث بھی آیات وضو اور تطہیر کی تفسیر ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ احادیث ان آیات کی کس طرح تفسیر بن سکتی ہیں پس اس کا جواب یہ ہے کہ طہارت دو قسم ہے کاملہ اور ناقصہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرق نہیں کیا کہ طہارت کاملہ ہونی چاہئے یا ناقصہ بلکہ مطلق فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے اٹھو تو وضو کرلو پس معلوم ہوا کہ طہارت کاملہ والا پانی ملے تو اس سے وضو کرنا ہے۔ اور اگر نہ ملے تو پھر طہارت ناقصہ والے سے بھی وضو کرنا ہے یا غسل کرنا ہے۔ اور جناب نبی کریم ﷺ نے اس کی تفصیل بیان فرمادی ہے اور آپ ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے کہ بلی کا جوٹھا نجس نہیں اس کا یہ مقصد نہیں کہ وہ بالکل نجس نہیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ پیشاب پاخانہ کی طرح حرام نہیں، نجس نہیں ہے۔ اور اگر یہ بالکل نجس نہ ہوتی تو اس کا کھانا حلال ہوتا حالانکہ دوسری جگہ حدیث میں موجود ہے کہ بلی کا کھانا حرام ہے۔ اور اس کے جوٹھے کو بوقت ضرورت استعمال کرنے کی اجازت اس لئے دی گئی کہ اس کے منہ کی لعاب جو ہے وہ انتہائی قلیل مقدار ہے اور اس سے انسان بچ بھی نہیں سکتا۔ اور یہ بامر مجبوری ہے۔ اور اعذار کا لحاظ تمام عقائد اور اصولوں میں اور ممنوعات میں معتبر ہے۔ اسی لئے فقہا نے لکھا ہے کہ نجاست غلیظہ بھی بقدر درہم معاف ہے۔

بڑے تالابوں کا پانی پاک ہے اگرچہ ان سے درندے پیئیں

(۱) عن یحیی بن عبدالرحمن قال ان عمر خرج فی رکب فیھم عمرو بن العاص حتی وردوا حوض فقال عمر یا صاحب الحوض ھل ترد حوضك السباع فقال عمر بن الخطاب یا صاحب

الحوض لا تخبرنا فانا نرد علی السباع وترد علینا رواہ مالک وزاد رزین قال زاد بعض الرواۃ فی قول عمر وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لها ما اخذت فی بطونها وما بقی فهو لنا طهور وشراب۔

(1) یحیی بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک قافلہ میں روانہ ہوئے اس قافلہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہاں تک کہ ایک حوض پر آئے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حوض کے مالک سے پوچھا کہ تمہارے حوض سے پانی پینے کے لئے درندے بھی آتے ہیں؟ (اس کے جواب دینے سے پہلے) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے حوض والے! ہمیں اس بات کی خبر نہ دے (تیرا خبر دینا اور نہ دینا ہمارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم درندوں پر آتے ہیں اور درندے ہم پر اگر اس حوض سے درندے بھی پیتے ہوں تو کچھ حرج نہیں اس کو مالک نے روایت کیا ہے۔ زرین روایت کرتے ہیں کہ بعض راویوں نے اس حدیث میں حضرت عمر کے قول کے ساتھ یہ الفاظ بھی زیادہ کئے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ پانی ایسی چیز ہے کہ درندے اسے اپنے پیٹوں میں ڈال لیں اور جو باقی رہے وہ ہمارے لئے پاک کرنے والا اور پینے کے قابل ہے۔

ف۔ اوپر کی حدیث اور یہ حدیث پچ حق ان حوضوں کے فرمائیں کہ ان میں پانی بہت ہوتا تھا اور تھوڑے پانی کا یہ حکم نہیں۔

(2) وعن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن الحیاض التی بین مکه والمدینه ترذها السباع والکلاب والحمر عن الطهر منها فقال لها ما حملت فی بطونها ولنا ما غبر طهور رواہ ابن ماجه۔

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حوضوں کے متعلق دریافت کیا گیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان راستہ میں پڑتے تھے۔ اور جن پر درندے' کتے اور گدھے پانی پینے آئے تھے کہ کیا ہم ان حوضوں سے طہارت حاصل کر سکتے ہیں فرمایا ان میں سے جو کچھ ان جانوروں نے اپنے پیٹوں میں ڈال لیا وہ ان کے لئے ہے اور جو کچھ انہوں نے چھوڑ دیا ہے وہ پاک ہے اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وعن جابر قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم انتوضاء بماء افضلت الحمر قال نعم وبماء افضلت السباع كلها رواه فى شرح السنه

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ کیا ہم گدھوں کے جھوٹے پانی سے وضو کر لیا کریں۔ فرمایا ہاں اور اس پانی سے بھی جس کو سب درندوں نے جھوٹا کیا ہو۔ اس کو شرح سنہ میں روایت کیا ہے۔

احادیث 1-2-3

تشریح : یہاں اس بحث میں تین حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور یہ آیت وضو اور تطہیر کی تفسیر ہے۔ پہلی حدیث جو حضرت یحیٰی بن عبدالرحمان سے منقول ہے اس میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ایکدفعہ ایک قافلہ جا رہا تھا اس میں حضرت عمرؓ بھی تھے یہاں تک کہ ایک حوض پر پہنچے تو عمرو بن عاص نے حوض والے سے پوچھا کہ تیرے حوض پر درندے تو نہیں آتے۔ تو حضرت عمر بن خطاب بولے اے حوض والے تجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے ہم درندوں پر آتے رہتے ہیں اور وہ ہم پر آتے رہتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا کہ درندوں کا ہے وہ جو انہوں نے پیا۔ اور جو باقی ہے وہ ہمارے لئے پاک ہے۔ اور دوسری حدیث کا بھی یہی مقصد ہے۔ پس یہ دو حدیثیں آیت وضو اور آیت تطہیر کی تفسیر ہے کہ

حوضوں اور تالابوں کا پانی انزلنا من السماء ماء طھورا میں آتا ہے اور حرام درندوں کا لعاب انتہائی قلیل ہوتا ہے۔ اور اتنی قلیل مقدار معاف ہے۔ جیسا کہ پہلے تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم۔

تیمم کا بیان

سورۃ المائدہ آیت 6 ان کنتم مرضی سے تا آخر۔ اس سے پہلے وضو اور غسل کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اور اب آئندہ اس بحث تیمم کے مسائل بیان ہوں گے یہ آیت جو نقل کی گئی ہے یہ سورۃ المائدہ کی آیت چھ کا دوسرا حصہ ہے۔ اس میں تین چیزوں کا بیان ہے ایک حکم تیمم دوسرا طریقہ تیمم اور تیسرا حکمت تیم۔ حکم تیمم صرف چار آدمیوں کے لئے ہے۔ ایک بیمار جو پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو اور دوسرا مسافر جسے پانی نہ ملے۔ تیسرا مقیم جسے پانی نہ ملے۔ اور اس نے وضو کرنا ہو۔ اور چوتھا جنبی جس پر غسل فرض ہو اور پانی نہ ملے ان چاروں کو نماز کے لئے تیمم کرنے کا حکم ہے۔ اور دوسری چیز طریقہ تیمم ہے۔ اور یہ طریقہ وضو اور غسل والے دونوں کے لئے ہے۔ کہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کر انہیں اپنے مونہوں اور ہاتھوں پر ملنا ہے۔ اور تیسری حکمت تیمم ہے۔ کہ انسان تکلیف میں مبتلا نہ ہو پاک بھی ہو جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی نعمت بھی پوری ہو جائے۔ اگر مذکورۃ الصدر حالات میں ان پر وضو یا غسل ہی فرض کیا جاتا تو یہ تکلیف تھی اور تیمم انہیں پاک بنانے کی ایک دوسری صورت ہے جو بیان فرما دی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر احسان ہے انہیں اس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

(3) عن حذیفة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فضلنا علی الناس بثلث جعلت صفوفنا کصفوف الملئکة وجعلت لنا الارض کلها مسجدا وجعلت تربتها لنا طهورا اذا لم نجد الماء رواه مسلم

(3) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہم کو لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے یعنی دوسری امتوں پر) ہمیں صفیں بنایا گیا۔ مانند ملائکہ کی

صفوں کے یعنی ہمیں فرشتوں کی طرح جماعت کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہمارے لئے تمام زمین کو مسجد بنا دیا گیا کہ جس جگہ چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں اور اس کی مٹی کو ہمارے لئے پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا جب کہ ہم پانی نہ پائیں اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(4) وعن عمران قال کنا فی سفر مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی بالناس فلما انفتل من صلوتہ اذا ھو برجل معتزل لم یصل مع القوم فقال ما منعک یا فلان ان تصلی مع القوم قال اصابتنی جنابۃ ولا ماء قال علیک بالصعید فانہ یکفیک متفق علیہ۔

(4) عمران کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب آپ نے اپنی نماز پوری کر لی تو ناگاہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص لوگوں سے الگ بیٹھا ہوا ہے اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ آپ نے فرمایا اے فلاں تجھے کیا ہوا کہ تو نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اس نے کہا کہ جنابت کی حالت میں تھا پانی ملا نہیں۔ فرمایا لازم ہے تجھ کو مٹی (یعنی تیمم کر لینا) وہ تیرے لئے کافی ہے۔

(5) عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الصعید الطیب وضوء المسلم وان لم یجد الماء عشر سنین فاذا وجد الماء فلیمسہ بشرہ فان ذٰلک خیر رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وروی النسائی نحوہ الی قولہ عشر سنین۔

(5) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ تحقیق مٹی پاک کرنے والی ہے۔ اور یہ مسلمان کا وضو ہے اگر وہ دس برس بھی پانی نہ پائے (اس سے

مراد کثرت ہے اور جب پانی پائے تو پھر اس کو بدن پر لگائے (یعنی وضو کرے یا غسل کرلے جیسی بھی حاجت ہو) پس یہ بہتر ہے روایت کیا ہے اس کو احمدؒ، ترمذیؒ، اور ابوداؤدؒ نے۔

عن عمار قال جاء رجل عمر بن الخطاب فقال انی اجنبت فلم اجد الماء فقال عمار لعمرا ما تذکر انا کما فی سفر انا و انت فلم تصل و اما انا فتمعکت فصیت فذکرت ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انما یکفیک ھکذا فضرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکفیہ الارض ونفخ فیھما ثم مسح بھما وجھہ و کفیہ (بخاری)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میں جنبی ہوں اور پانی نہیں ہے تو حضرت عمار نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ یاد نہیں کرتے ہم سفر میں تھے آپ بھی اور میں بھی (اور دونوں جنبی ہو گئے تھے) اور تو نے تو نماز ہی نہیں پڑھی تھی اور میں نے اپنے سارے جسم پر مٹی ملی اور نماز پڑھ لی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں نے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے ایسا کرنا کافی تھا پھر نبی صلی اللہ علہ وسلم نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے اور پھر ان میں پھونکا پھر ان سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا (بخاری نے یہ حدیث نقل کی ہے)۔

عن ابی سعید الخدری قال خرج رجلان فی سفر فحضرت الصلوٰۃ ولیس معھما ماء فتیمما صعیداً طیباً فصلیا ثم وجدالماء فی الوقت فاعاد احدھما الصلوۃ بوضوء ولم یعد الاخر ثم جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرا ذالک فقال اللذی لم یعد اصبیت السنۃ واجزء تک صلوتک وقال للذی توضا واعاد لک الاجر مرتین (ابوداؤد. دارمی. نسائی)

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی سفر میں گئے اور نماز کا وقت آگیا اور ان کے پاس پانی نہیں تھا تو انہوں نے پاک مٹی کے ساتھ تیمم کیا اور نماز پڑھی۔ پھر انہیں وقت میں پانی ملا تو ان میں سے ایک نے وضو سے نماز کو لوٹایا اور دوسرے نے نہ لوٹایا۔ پھر دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے یہ ذکر کیا تو آپ نے اس شخص کو فرمایا کہ جس نے نماز نہیں لوٹائی تھی کہ تو سنت کو پہنچ گیا ہے اور تیری نماز پوری ہو گئی ہے۔ اور اسے فرمایا کہ جس نے وضو کرکے نماز لوٹائی تھی دو مرتبہ اجر ملے گا۔

احادیث 1-2-3-4-5

تشریح : یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ آیت تیمم کی تفسیر ہے۔ پہلی حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی باقی انبیاء کی امتوں پر تین فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ ہماری نماز کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں اور دوسری یہ ہے کہ ساری روئے زمین ہمارے لئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ جہاں چاہیں نماز پڑھیں البتہ پاک ہونا شرط ہے۔ اور تیسری یہ ہے کہ زمین کی مٹی ہمارے لئے پاک بنادی گئی ہے پانی نہ ہو تو اس سے تیمم کرسکتے ہیں اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ پہلی امتوں میں جماعت کی پابندی بھی نہیں تھی اور عبادت خانے کے سوا ان کو نماز کی اجازت نہیں تھی اور ان کے عبادت خانوں کا نام کیسہ یا بیعہ تھا۔ اور ان کے لئے تیمم بھی روا نہیں تھا اور دوسری حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ سننے کے بعد فرمایا کہ تجھے کافی تھا ایسا کرتا اور پھر آپؐ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں اور پھر ان میں پھونکا۔

اور ان سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا اور ایک روایت یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا تجھے کافی ہے کہ اپنے ہاتھ زمین پر مارے۔ اور پھر ان میں پھونکے۔ اور ان سے اپنے چہرا اور ہاتھوں کا مسح کرے۔ اور تیسری حدیث جو حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ پاک مٹی مسلم کا وضو ہے اگرچہ اسے دس سال تک پانی نہ ملے اور جب اسے پانی ملے تو اس سے اسے وضو کرنا چاہئے اس کے لئے بہتر ہے۔ اور چوتھی حدیث جو حضرت ابی سعید خدریؓ سے مروی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر آدمی تیمم سے نماز پڑھ

لے اور بعد میں اسے پانی ملے تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے وہ پانی خواہ وقت کے اندر ملے یا بعد میں ملے۔ جیسا کہ اس حدیث میں مذکور واقعہ میں حضور ﷺ نے نماز اعادہ نہ کرنے والے کی تصویب فرمائی۔ اور اعادہ کرنے والوں کو فرمایا کہ تجھے دگنا ثواب ملے گا یعنی فرض جو پہلے پڑھ چکا تھا وہ ادا ہو گئے اور دوبارہ جو نماز پڑھی وہ نفل ہو گئی اور اب نفل کا ثواب ملے گا اور پانچویں حدیث جو حضرت عمار بن یاسر سے مروی ہے اس میں ہے کہ صحابہؓ نے نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تیمم کیا اور ایک دفعہ اپنے اپنے ہاتھ زمین پر مارے اور پھر انہیں اپنے اپنے چہروں پر ملا۔ اور دوبارہ پھر اپنے اپنے ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے اپنے اپنے کندھوں اور بغلوں تک مسح کیا۔ اور انہوں نے مسح اپنے ہاتھوں کے پیٹوں سے شروع کیا۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث سے پہلے گزر گیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ زمین پر ہاتھ مار کر اس سے اپنے چہرے کا بھی مسح کیا اور ہاتھوں کا بھی اور اس میں چہرے کے لئے الگ ہے مسح ہے اور ہاتھوں کے لئے الگ ہے۔ پس دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک ہی دفعہ ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرے تو بھی کافی ہے اور اگر چہرے کے لئے الگ ہاتھ زمین پر مارے اور مسح کرے اور ہاتھوں کے لئے الگ ہاتھ زمین پر مارے اور ان پر مسح کرے تو بہتر ہے اور یہ تیمم وضو والا جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے جائز ہے۔ اور جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور پانی دیکھنے سے بھی تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے بقیہ مسائل فقہ میں مفصل موجود ہیں۔

پس یہ احادیث آیت تیمم کی تفسیر ہے کیونکہ آیت تیمم میں اتنا فرمایا ہے کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آیا ہو یا عورتوں کے پاس گئے ہوں پھر تمہیں پانی نہ ملے تو فتیمموا صعیدا طیبا یہاں لفظ فتیمموا تیمم سے بنا ہے اس کا لفظی معنی قصد اور ارادہ کرنا ہے اور اس لغوی معنی کا اگر لحاظ کیا جائے تو مقصد یہ بنتا ہے کہ صرف مٹی کا ارادہ کر کے اپنے چہروں کا اور ہاتھوں کا مسح کر لو یہ کافی ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے کیونکہ اسی آیت میں آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تیمم سے تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ نفس ارادہ کرنے سے ان

انسانی اعضاء سے گندگی دور نہیں ہو سکتی۔ پس نبی ﷺ نے اس کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ پاک مٹی پر ہاتھ مارو۔ پھر ان سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔ مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ لفظ تیمم کا استعمال تو بے کار ہو گیا بے کار ہو گیا پس اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ بے کار نہیں ہے بلکہ اس کا ایک بہت بڑا فائدہ ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ جب تیمم کا قصد کرنا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمم میں نیت کرنا فرض ہے۔ اور اب ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر ملنے سے گندگی کیسے دور ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پہلے بحث وضو میں عرض کیا جا چکا ہے کہ ان اعضاء پر گندگی تو نہیں ہوتی۔ بلکہ ان پر گندے جراثیم لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور انہیں یا تو وضو اور غسل سے دور کیا جا سکتا ہے جس کی تفصیل پہلے بیان ہو گئی ہے اور یا وہ گندے جراثیم اس طریقہ تیمم سے ہی دور ہو سکتے ہیں اور اسی لئے مٹی کے لئے شرط رکھی ہے کہ وہ مٹی پاک ہونی چاہئے اور اگر وہ مٹی ناپاک ہو گی تو پہلے جراثیم دور ہونے کے بجائے اور لگ جائیں گے۔ اور ان جراثیم کا وجود مانا جا چکا ہے اور سائنس جدید انہیں تسلیم کرتی ہے اور ان سے بچنے کی تدابیر بھی اختیار کی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ابتداء آفرینش سے ہی انسانوں کو اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ان سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے اور ساتھ ساتھ تدابیر بھی بتا دی ہیں۔ پس اس طرح یہ احادیث آیت تیمم کی تفسیر ہے اور اگر ان احادیث کو اس آیت کی تفسیر نہ مانا جائے تو پھر یہ آیت تیمم بے معنی ہو جاتی ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ تفسیر قرآن کے لئے احادیث کا ہونا ضروری ہے ورنہ ان کے سوا قرآن سمجھ میں نہیں آتا۔

پس خلاصہ یہ نکلا کہ آدمی مسافر ہو۔ یا بیمار ہو اور پانی استعمال کرنے سے اس کا مرض بڑھنے کا خطرہ ہو تو اسے تیمم کر لینا چاہئے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پاک مٹی' اینٹ' یا کسی پتھر وغیرہ پر ایک دفعہ ہاتھ مار کر انہیں جھاڑے پھر اپنے چہرے پر ملے اور دوسری دفعہ اس طرح کر کے کہنیوں تک مسح کر لے غسل جنابت اور وضو دونوں کے لئے یہی کافی ہے۔

نماز کے لئے دوسری شرط کپڑوں کا پاک ہونا اور حیض سے پاک کرنے کا طریقہ

وثیابک فطھر (سورہ المدثر آیت 4- اور اپنے کپڑے پاک رکھو حدیث 1-

(10) وعن اسماء بنت ابی بکر قالت سالت امراۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ارایت احدنا اذا اصاب ثوبھا الدم من الحیضۃ کیف تصنع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اصاب ثوب احدکن الدم من الحیضۃ فلتقرصہ ثم لتنضحہ بماء ثم لتصل فیہ متفق علیہ۔

(10) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی عورت اپنے کپڑے پر حیض کا خون دیکھے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے کپڑے کو خون حیض لگ جائے تو اس کو چاہئے کہ اس جگہ کو چٹکی سے ملے پھر پانی سے دھو ڈالے اور پھر اسی کو پہن کر نماز پڑھ لے (یعنی اگرچہ ایسا کرنے کے بعد کپڑا تر ہو اس کے ساتھ نماز پڑھ لے

تشریح : یہاں اس بحث میں ایک ہی آیت اور ایک ہی حدیث نقل کی گئی ہے۔ آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے کپڑا سے صاف اور پاک رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اور پھر آپ کی وساطت سے پوری امت کو یہی حکم ہے آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم تطہیر ثیاب نماز کے لئے ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وربک فکبر (اپنے رب کی بڑائی بیان کرو) اس کے بعد فرمایا ہے کہ وثیابک فطھر اپنے کپڑے صاف اور پاک رکھ اس انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں کپڑوں کو پاک صاف رکھنا مقصود ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ کس کس نجاست اور گندگی سے کپڑوں کو پاک رکھنا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی

تفصیل بیان فرمائی ہے کہ کپڑوں کو حیض سے پاک رکھنا ہے اور اس کا طریقہ یہ بتایا کہ پہلے اس کپڑے کو مٹی سے ملو پھر پانی سے دھو ڈالو۔ پھر اس میں نماز پڑھو۔ مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے یہ تفصیل اس آیت سے کس طرح معلوم کی۔ آیت میں تو اس کا ذکر نہیں ہے کہ کپڑوں کو حیض سے پاک رکھو۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تفصیل پہلے آچکی ہے کہ حیض ناپاک ہے اس حالت میں عورت کو نماز پڑھنے کی روزہ رکھنے کی اور شوہر کو اس سے صحبت کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے پس ظاہر بات ہے کہ جس کپڑے کے ساتھ وہ خون حیض لگے گا وہ کپڑا بھی ناپاک ہی ہوگا۔ اس لئے آپ ﷺ نے یہ تفصیل بیان فرمائی ہے اور اس کا طریقہ بتایا ہے۔ پہلے اس خون آلود کپڑے کو ملے۔ اور پھر پانی سے دھوئے پھر اس میں نماز ادا کرے۔

اس تری کا کچھ خیال نہ کرے۔ اس پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

کپڑوں کو منی سے پاک کرنے کا طریقہ

(11) عن سلمان بن یسار قال سالت عائشة عن المنی یصیب الثوب فقالت کنت اغسله من ثوب رسول الله صلی الله علیه وسلم فیخرج الی الصلوة واثر الغسل فی ثوبه (متفق علیه)

(11) سلمان بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کپڑے کے متعلق پوچھا جس پر منی لگ جائے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے منی آلود کپڑوں کو دھویا کرتی تھی پھر آپ نماز کے لئے نکلتے تھے اور دھونے کا اثر آپ کے کپڑے میں ہوتا تھا۔ امام بخاری اور مسلم نے اس حدیث پر اتفاق کیا ہے۔

عن الاسود و همام عن عائشة قالت کنت افرک المنی من ثوب رسول الله صلی الله علیه وسلم رواه مسلم) و بروایه علقمه والاسود عن عائشة نحوه و

فیہ یصلی فیہ)

اسود اور ھمام دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے منی آلودہ کپڑوں کو دھو دیتی تھی۔ یعنی خشک منی آلود) اس روایت کو امام مسلم نقل کیا ہے۔ اور علقمہ اور اسود بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی مانند ایک اور روایت کرتے ہیں یہ دونوں حدیثیں منی کے ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ احناف کا یہی موقف ہے کہ تر منی کو دھویا جائے اور اگر خشک ہو تو اسے رگڑ کر چھڑا لے۔

احادیث 1-2

تشریح : یہ دو حدیثیں بھی آیت و ثیابک فطہر کی تفسیر ہے پہلی حدیث حضرت عائشہؓ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا ہے جو آپ سے منی کے بارے میں پوچھا گیا تھا کہ کپڑے کے ساتھ اگر منی لگے تو کس طرح کرے اسے دھوئے یا نہ تو اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے کے ساتھ لگی ہوئی منی کو دھویا کرتی تھی اور نبی ﷺ وہ تر کپڑا ہی پہن کر نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناپاک کپڑا جب دھو لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے خشک ہونا ضروری نہیں ہے اور دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے منی آلودہ کپڑوں کو رگڑتی تھی اور پھر اس میں حضور ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے۔ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منی اگر تر ہو تو اسے دھونا چاہئے۔ اور اگر خشک ہو گئی ہو تو اس کپڑے کو باہم رگڑ کر مل لینا چاہئے۔ اس سے وہ پاک ہو جائے گا اور ان دونوں حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ منی ناپاک اور نجس ہے تب ہی تو رسول اللہ ﷺ اپنے منی آلودہ کپڑوں کو حضرت عائشہؓ سے دھلاتے تھے اگر پاک ہوتی تو حضور ایسا نہ کرتے مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وثیابک فطہر سے یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ منی سے بھی کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے اسے دھونا چاہئے اور جناب نبی ﷺ نے یہ کہاں سے معلوم کیا تھا پس اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے مسئلہ بیان ہو گیا ہے کہ جب میاں بیوی صحبت کریں یا آدمی کو احتلام آجائے تو اس پر غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ منی

ناپاک ہے اور جسم کے ساتھ لگنے سے وہ جسم بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ پس ظاہر بات ہے کہ جب وہ کپڑے کے ساتھ لگے گی تو وہ کپڑا بھی ناپاک ہی ہو گا۔

بچے کے پیشاب سے کپڑا پاک کرنے کا طریقہ

(12) وعن ام قیس بنت محصن انها اتت با بن لها لم یاکل الطعام الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فا جلسه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حجره فبال علی ثوبه فدعا بماء فنضحه ولم یغسله متفق علیه۔

(12) ام قیس بن محصن سے روایت ہے کہ وہ اپنی چھوٹے بیٹے کو لائیں جو ابھی کھانا نہ کھاتا تھا۔ (صرف دودھ پیتا تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی گود میں بٹھا لیا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپؐ نے پانی منگایا اور اس جگہ پر بہا دیا اس کو دھویا نہیں۔ اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

(13) عن لبابة بنت الحارث قالت کان الحسین بن علی فی حجر رسول الله صلی الله علیه وسلم فبال علی ثوبه فقلت البس ثوبا و اعطنی ازارک حتی اغسله قال انما یغسل من بول الانثی وینضح من بول الذکر رواه احمد وابوداؤد وابن ماجه وفی روایة لابی داؤد والنسائی عن ابی السمح قال یغسل من بول الجاریة ویرش من بول الغلام۔

(13) لبابہ بن حارث کہتی ہیں کہ حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی آغوش شفقت میں تھے انہوں نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا میں نے عرض کیا اور کپڑا پہن لیجئے۔ اور مجھے اپنا تہ بند دے دیجئے تاکہ میں اس کو دھو دوں۔ آپ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹا دیا جاتا ہے۔ یعنی لڑکی کا پیشاب دھونا چاہئے اور لڑکے کے پیشاب پر پانی بہا دینا چاہئے۔ اس کو احمد' ابوداؤد' اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے' ابوداؤد اور نسائی کی ایک اور روایت ابی سمح سے ہے کہا کہ لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹا دیا جاتا ہے۔
احادیث 1-2

تشریح : یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی آیت وثیابک فطہر کی تفسیر ہے پہلی حدیث میں حضرت ام قیسؓ نے اپنا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنا بچہ جس نے ابھی تک کھانا نہیں کھانا شروع کیا تھا اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لائی یہ بچے کا لانا تبرک حاصل کرنے کے لئے تھا) اور آپ نے وہ بچہ اپنی گود میں بٹھایا تو اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگوایا اور اس پر پانی چھڑکا۔ اور اسے دھویا نہ اور دوسری حدیث جو حضرت لبابہؓ بنت حارث سے منقول ہے اس میں ایک اور واقعہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت حسینؓ بن علیؓ رسول اللہ ﷺ کی گود میں تھے تو انہوں نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا تو حضرت لبابہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ اور کپڑا پہنے اور اپنی یہ چادر مجھے دیں۔ میں آپ کو دھو کر دوں تو آپ نے فرمایا کہ بچی کا پیشاب لگ جانے سے کپڑا دھویا جاتا ہے اور بچے کا پیشاب لگ جائے تو اس پر تریڑا دیا جاتا ہے پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بڑے آدمی کا پیشاب یا چھوٹے بچے یا بچیاں جو کھانا کھاتے ہیں ان کا پیشاب ناپاک ہے وہ اگر کپڑے کے ساتھ لگ جائے تو اس کو دھونا ہے۔

اور چھوٹی بچی ابھی تک جو کھانا نہیں کھاتی اس کا پیشاب اگر لگ جائے تو وہ بھی ناپاک ہے اس سے بھی کپڑوں کو دھونا ہے اور چھوٹا بچہ جس نے ابھی کھانا کھانا نہیں شروع کیا اس کے بارے میں چند متضاد اور متناقض حدیثوں کی وجہ سے امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے مابین اختلاف پیدا ہو گیا ہے امام شافعیؒ نے حدیث حضرت ام قیس اور حدیث حضرت لبابہ بنت حارث کے پیش نظر فرمایا ہے کہ وہ بچہ جس نے ابھی تک کھانا کھانا

نہیں شروع کیا وہ اگر کسی کے کپڑے پر پیشاب کردے تو اس پر چھینٹا دینا کافی ہے اسے دھونے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ ان حدیثوں سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور ان کی سند بھی دو حدیثیں ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ اس کپڑے کو بہر حال دھونا چاہئے ان کی مستدل احادیث آگے آ رہی ہیں بہر حال یہ حدیثیں بھی آیت وثیابک فطہر کی تفسیر ہے کیونکہ جب انسان پیشاب کرتا ہے تو اسے استنجا کرنے کا حکم ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا پیشاب ناپاک ہے تب ہی تو اسے استنجا کرنے کا حکم ہے تو پھر ظاہر بات ہے کہ یہ پیشاب کپڑے کے ساتھ لگ جائے یا کسی اور چیز کے ساتھ لگ جائے تو وہ بھی ناپاک ہی ہو جائے گا۔ اس لئے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کے ناپاک ہونے کا حکم دیا تھا۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا وطى احدكم بنعله الاذى فان التراب له طهور رواه مشكوة بحواله ابوداؤد وابن ماجه.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب روندے تم میں سے کوئی آدمی اپنی جوتی کے ساتھ گندگی کو تو بے شک مٹی اس کو پاک کرنے والی ہے۔ یہ حدیث مشکوۃ والے نے ابوداؤد اور ابن ماجہ سے نقل کی ہے۔

عن ام سلمة قالت لها امراة انى اطيل ذيل وامشى فى المكان القذر قالت قال رسول الله صلى الله عليهٗ وسلم يطهر مابعده (رواه مشكوة بحواله امام احمد ترمذى ابوداؤد

ابوداؤد حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے سامنے ایک عورت نے ذکر کیا کہ میری دامن لمبی ہے اور میں گندی جگہ میں چلتی ہوں۔ ام سلمہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد والی مٹی اس کو پاک کردے گی۔

یہ حدیث صاحب مشکوۃ نے امام احمد ترمذی اور ابوداؤد کے حوالے سے نقل کی ہے۔

یہ حدیث صاحب مشکوۃ نے امام احمد ترمذی اور ابوداؤد کے حوالے سے نقل کی ہے۔

عن امرا ة من بنى عبدالاشهل قالت قلت يارسول الله صلى الله عليه وسلم ان لنا طريقاً الى المسجد منتقه فكيف نقول اذامطرنا قالت فقال اليس بعدها طريق هى اطيب منها قلت بلى قال فهذا بهذه (مشكوة بحواله ابوداؤد)

بنی عبدالاشہل کی ایک عورت نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ہمارا راستہ مسجد کی طرف جاتا ہے جو گندا ہے جب بارش ہو تو ہم کیا کریں تو آپ نے فرمایا کہ اس کے بعد کوئی راستہ نہیں جو اس سے اچھا ہو تو میں نے کہا کہ ہاں تو فرمایا آپ نے کہ یہ اسی کے بدلے ہے۔ یہ حدیث مشکوۃ نے ابوداؤد کے حوالے سے نقل کی ہے۔

تشریح:۔ یہاں اس بحث میں 3 احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی اس آیت وثیابک فطھر کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں یہ تو بتایا ہے کہ اے نبی اپنے کپڑوں کو پاک رکھ۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ کونسی گندی اور ناپاک چیزیں ہیں جن سے کپڑوں کو پاک رکھوانا مقصود ہے اور جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں اس کی تفصیل بتادی ہے۔ پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی گندگی میں چلے تو مٹی اس کو پاک کرنے والی ہے اور دوسری حدیث جو حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے اس میں ہے کہ ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری دامن لمبی ہے اور مجھے گندی جگہ چلنا پڑتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد والی جگہ اسے پاک کردے گی۔ اور تیسری حدیث جو بنی عبداشھل کی ایک عورت سے مروی ہے اس میں ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارا مسجد کی طرف آنے والا راستہ گندہ ہے اور جب بارش ہو تو ہم کیا کریں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا اس راستے کے بعد والا راستہ زیادہ پاکیزہ ہے۔ تو اس عورت نے عرض کیا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا یہی اس کے بدلے ہے یعنی اس پاک راستے سے وہ ناپاک چیز پاک ہوجائے گی اور یہ حدیث پہلی دو حدیثوں کی تفصیل ہے کیونکہ پہلی دو حدیثوں میں فرمایا ہے کہ بعد والی مٹی اسے پاک کردے گی لیکن یہ نہیں بتایا کہ بعد والی مٹی کیسی ہونی چاہئے پاک ہو یا ناپاک یہ تفصیل نہیں ہے اب اس سے شبہ پڑتا ہے کہ شاید کہ بعد والی مٹی اگر ناپاک ہو تب بھی اس سے وہ ناپاک ہوجائے گی پس اس حدیث میں اس شبہ کو دور فرمادیا۔ کہ بعد والی مٹی اگر پاک ہوگی تو اس سے وہ ناپاک پاک ہوجائے گی۔

محدثین نے لکھا ہے کہ ان احادیث میں جس نجاست کے بارے میں آیا ہے کہ بعد والی مٹی سے وہ پاک ہوجائے گی۔ اس سے مراد خشک نجاست ہے کہ وہ اگر کسی چیز کے ساتھ لگ جائے تو اسے دھونا ضروری ہے کیونکہ پہلی حدیثوں میں گزر گیا ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ترمنی سے آلودہ کپڑوں کو دھلاتے تھے اور وہ بچی ابھی تک جو کھانا نہیں کھاتی تھی اس کا پیشاب کپڑے پر لگ جائے تو اس کو بھی دھونے کا حکم دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گندگی اگر تر ہو تو اسے دھونا ضروری ہے اور اگر وہ تر خشک ہوجائے تو اس کا حکم خشک والا ہی ہوگا۔

بہرحال یہ احادیث بھی اس آیت (وثیابک فطھر) کی تفسیر ہے لیکن وہی سوال پیدا ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہاں سے معلوم کیا تھا جسے آپ نے بیان فرمایا ہے پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ پہلے تفصیلا بیان ہوگیا ہے کہ نماز

[illegible]

وعن ابي امامة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم [illegible]

[illegible] وفي رواية [illegible] رواه الدارقطني [illegible]

[illegible]

عن ابن عباس قال مر النبي صلى الله عليه وسلم بقبرين فقال انهما ليعذبان وما يعذبان في كبير اما احدهما فكان لا يستتر من البول وفي رواية لمسلم لا يستنزه من البول واما الآخر فكان يمشي بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبة فشقها بنصفين فغرز في كل قبر واحدة قالوا يا رسول الله لم صنعت هذا فقال لعله ان يخفف عنهما ما لم ييبسا متفق عليه مشكوة باب آداب الخلاء

[illegible]

کیوں کیا ہے تو آپ نے فرمایا شاید کہ اللہ تعالیٰ ان سے تخفیف کرے جب تک یہ خشک نہیں ہوتیں۔

استنزھو من البول فان عامة عذاب القبر منه (حاشیہ مشکوۃ)

حاکم نے ابو ہریرۃؓ سے حدیث نقل کی ہے کہ پیشاب سے بچو عام عذاب قبر اس سے ہوتا ہے۔

تشریح : یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں احادیث بھی قرآن مجید کی اس آیت (وثیابک فطھر) کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں اتنا تو بتایا ہے کہ اے نبی اپنے کپڑے پاک رکھو۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس کس چیز سے پاک رکھنا ہے پس جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفصیل بتا دی ہے پہلی حدیث جو حضرت برا سے منقول ہے اس میں فرمایا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کے پیشاب میں حرج نہیں ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے اور دوسری حدیث جو حضرت ابن عباس سے منقول ہے اس میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ انہیں عذاب دیا جا رہا ہے اور انہیں کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا۔ بلکہ اس لئے کہ ایک ان میں سے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اور امام مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ وہ پیشاب سے پرہیز نہیں کیا کرتا تھا۔ اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ نے ایک تر ٹہنی پکڑی اور اس کے دو ٹوٹے کئے پھر ہر ایک قبر میں اسے گاڑا۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کی تخفیف فرمادے جب تک یہ خشک نہیں ہوئیں اور تیسری حدیث جو حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ عذاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور ان حدیثوں میں حلال یا حرام جانوروں کی تفصیل نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عام ہے اس کے اور ان دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے تب ہی تو اس سے نہ بچنے والے کو عذاب ہوتا ہے اور ایسے موقعہ پر جب دو حدیثوں میں تعارض اور تضاد ہو تو دونوں کے مابین تطبیق کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل کیا جا سکے

اسی لئے فقہا نے لکھا ہے کہ نجاست مخففہ اگر کپڑے کے چوتھے حصہ سے لگ جائے تو معاف ہے اس سے انسان نماز پڑھ سکتا ہے یہ مجبوری کی حالت ہے اس وقت نماز قضا نہیں کرنا چاہئے اور جناب نبی ﷺ نے حلال جانوروں کے پیشاب کے بارے میں جو فرمایا ہے کہ ان کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں اس کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ وہ پانی کی طرح پاک ہے اس سے نہانا وضو کرنا اور کپڑے وغیرہ صاف کرنا جائز ہے بلکہ اس کا مقصد وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے پس خلاصہ یہ نکلا کہ یہ احادیث بھی آیت وثیابک فطھر کی تفسیر ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان احادیث کا اس آیت کی تفسیر ہونا کیسے معلوم ہوا۔ آیت میں تو حلال جانوروں کے پیشاب کا ذکر نہیں ہے پس اس کا جواب یہ ہے کہ نجاست دو قسم ہے اعلیٰ درجہ کی نجاست جسے غلیظہ کہتے ہیں اور دوسری ادنیٰ درجہ کی جسے خفیفہ کہتے ہیں اور اس آیت میں یہ کوئی قید نہیں لگائی بلکہ مطلق فرمایا ہے کہ اے نبی پہلے کپڑوں کو پاک رکھ۔ تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ہر قسم کی نجاست سے اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ خواہ وہ نجاست غلیظہ ہو یا خفیفہ ہو پس اس طرح یہ احادیث اس آیت کی تفسیر معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے ان دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق یوں نکالی ہے کہ جن حدیثوں سے حلال جانوروں کے پیشاب کی حرمت یا نجاست معلوم ہوتی ہے اسے نجاست مخففہ پر حمل کیا جائے۔ یعنی حلال جانوروں کا پیشاب حرام جانوروں جیسا نہیں ہے۔ اور جن احادیث سے اس پیشاب کی نجاست کا اشارہ ملتا ہے ان سے امام صاحب کے موقف کی تائید ہوتی ہے کیونکہ عذاب قبروالوں کے بارے یں آیا ہے کہ انہیں کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا ہے ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب سے نہ بچنا گناہ صغیر ہے۔ کبیرہ نہیں ہے اور دوسری حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ بول سے بچو اس کا مقصد یہ ہے کہ تقویٰ اور پرہیزگاری یہی ہے کہ انسان حلال جانوروں کے پیشاب سے بچے کپڑوں کے ساتھ یا جسم کے ساتھ لگ جائے تو اسے دھونا چاہئے۔

حلال جانوروں کا گوبر ناپاک ہے

(19) وعن سلمان قال نهنا يعنى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نستقبل القبله بغائط او بول او ان نستنجي باليمين او ان نستنجى باقل من ثلثة احجار او ان نستنجى برجيع او بعظم رواه مسلم

(19) سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا کہ پائخانہ یا پیشاب کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرے یا یہ کہ داہنے ہاتھ سے استنجا کریں یا یہ کہ تین ڈھیلوں سے کم سے استنجا کریں یا یہ کہ ہم لید یا ہڈی سے استنجا کریں۔

(20) وعن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما انا لكم مثل الوالد لولده اعلمكم اذا اتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها وامر بثلاثة احجار ونهى عن الروث والرمة ونهى ان يستطيب الرجل بيمينه رواه ابن ماجه والدارمی۔

(20) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حقیقت یہ ہے کہ میں تمہارے لئے والد کی مانند ہوں اپنی اولاد کے لئے میں تم کو (علم و ادب) سکھاتا ہوں جب تم پائخانہ جایا کرو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کیا کرو اور نہ پیٹھ اور حکم دیا تین ڈھیلون کے ساتھ استنجا کرنے کا لید اور ہڈی سے استنجا کرنے کو منع کیا اور اس بات سے بھی منع کیا کہ آدمی اپنے داہنے ہاتھ سے استنجا کرے"۔ اس کو ابن ماجہ

اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

(21) عن رویفع بن ثابت قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رویفع لعل الحیوۃ ستطول بک بعدی فاخبر الناس ان من عقد لحیته او تقلد وترا او استنجی برجیع دابة او عظم فان محمدا منه بری رواہ ابوداؤد۔

(21) رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے رویفع! شاید میرے بعد تیری زندگی طویل ہو۔ لوگوں کو خبر دے دے کہ جس نے اپنی داڑھی میں گرہ لگائی' یعنی داڑھی باندھی یا تانت کا ہار ڈالا یا کسی جانور کی نجاست یا ہڈی سے استنجا کیا تو تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہے (یعنی اس کا شریعت محمدی کے آداب سے کوئی تعلق نہیں وہ شریعت کا نافرمان ہے) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

عن عبداللہ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحاجته ما فقال التمس لی ثلاثة احجار قال فاتیته بحجرین وروثة فاخذ بحجرین والقی الروثة وقال انها رکس (ترمذی ابواب الطھرۃ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور مجھے فرمایا کہ تین پتھر تلاش کر کے لاؤ تو میں دو پتھر اور گوبر لایا تو آپ نے دو پتھر تو لے لئے اور گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ پلید ہے۔

تشریح: یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی اس آیت (ثیابک فطھر) کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں تو فرمایا ہے کہ اے نبی اپنے کپڑے پاک رکھو لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس کس چیز سے پاک رکھنا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں تفصیل بیان فرمادی ہے پہلی حدیث جو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

میں آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں چار چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کریں اور دوسری چیز یہ ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں۔ اور تیسری چیز یہ ہے کہ استنجا میں تین پتھروں سے کم استعمال نہ کریں اور چوتھی چیز یہ ہے کہ گوبر اور ہڈی سے استنجا نہ کریں اور دوسری حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے ان کا بھی یہی مقصد ہے اور تیسری حدیث جو حضرت رویفع سے منقول ہے اس میں جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت رویفع کو تین چیزوں سے لوگوں کو منع کرنے کا حکم دیا تھا۔ پہلی چیز ڈاڑھی میں گرہ لگانا کیونکہ ڈاڑھی کھلا چھوڑنے کا حکم ہے اور دوسری چیز گلے میں ڈوری ڈالنے سے۔ دور جاہلیت میں لوگ چونکہ مشرک تھے اور وہ مشرکانہ تعویذات اور ڈوریاں گلے میں ڈالتے تھے۔ اس لئے منع فرمایا ہے اس سے آیات قرآنیہ کے تعویذات کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ آیات قرآنیہ کے تعویذات میں کاغذ کے پرزے کو موثر حقیقی نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھا جاتا ہے۔ اور الفاظ قرآنیہ کو باعث برکت اور شفاء سمجھا جاتا ہے اور آیات الہیہ اور اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامیہ باعث برکات ہیں۔ اور اگر کوئی شخص اس کاغذ کے پرزے کو موثر حقیقی سمجھے یا تعویذ میں غیراللہ سے امداد طلب کی ہوئی ہو یا جادو کے الفاظ ہوں تو یہ شرک ہے اور ایسے تعویذ کرنے والے پیر اور مولوی اور ایسے تعویذات کرانے والے عوام سب مشرک اور کافر ہیں۔ اور تیسری چیز گوبر لید وغیرہ اور ہڈی سے استنجا کرنے سے ممانعت ہے۔ اور فرمایا کہ جو ایسا کرے گا محمدؐ اس سے بیزار ہے۔ اور چوتھی حدیث میں وجہ بیان فرمائی ہے کہ گوبر لید وغیرہ ناپاک ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حلال جانوروں کا گوبر جو تر ہو وہ اگر جسم کے ساتھ لگے یا کپڑوں کے ساتھ لگے تو وہ ناپاک ہو جائیں گے انہیں دھونا چاہئے مگر یہ نجاست مخففہ ہے مغلظہ نہیں ہے۔

مردار جانور کا چمڑا خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتا ہے

(22) وعن عبداللہ ابن عکیم قال اتانا کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تنتفعوا من

المیتة باهاب ولا عصب رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجه

(22) عبداللہ بن حکیم کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب آیا (جس میں تحریر تھا کہ) مردہ جانور کے چمڑے اور اس کے پٹھے سے دباغت دیئے بغیر نفع نہ اٹھاؤ۔ اس کو ترمذی' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(23) وعن عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم امر ان یستمتع بجلود المیتة اذا دبغت رواه امالک ابوداؤد۔

(23) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ مردار کے چمڑے سے جبکہ وہ دباغت دیا جائے فائدہ اٹھایا جائے۔ اس کو مالک اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(24) وعن میمونة قالت مر علی النبی صلی الله علیه وسلم رجال من قریش یجرون شاة لهم مثل الحمار فقال لهم رسول الله صلی الله علیه وسلم یطهرها الماء والقرظ رواه احمد وابوداؤد۔

(24) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے قریش کے کچھ ایسے لوگ گزرے جو اپنی مری ہوئی بکری کو گدھے کی مانند کھینچ رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کاش تم اس کا چمڑا لے لیتے۔ انہوں نے عرض کیا یہ تو مردار ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پانی اور کیکر کی چھال پاک کر دیتی ہے یعنی مردار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اس کو احمد وابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(25) وعن سلمه بن المحبق ان رسول الله صلی الله علیه وسلم جاء فی غزوة تبوک علی اهل بیت فاذا قربة معلقة فسال الماء فقالوا له یا رسول الله انها میتة فقال دباغها طهورها رواه احمد وابوداؤد۔

(25) سلمہ بن محبق کہتے ہیں کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں ایک شخص کے گھر میں آئے دیکھا ایک مشک لٹکی ہوئی ہے آپ نے پینے کے لئے پانی مانگا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ مشک تو مردار کے کھال کی ہے مردہ جانور کی ہے فرمایا مردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہوتی ہے اس کو احمد و ابوداوٗد نے روایت کیا ہے۔

تشریح : یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں، اور یہ بھی اس آیت (وثیابک فطھر) کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اے نبی اپنے کپڑے پاک رکھ۔ یہ نہیں بتایا کہ کیسے پانی سے پاک کرنا ہے اور نبی کریم ﷺ نے ان احادیث میں اس کی تفصیل بتا دی ہے پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ مردار جانور کے چمڑے سے اور پٹھے سے نفع نہ اٹھانا۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہا اگر اسے دباغت دی جائے تو جائز ہے اور تیسری حدیث کا بھی یہی مقصد ہے مگر اس میں فرمایا ہے کہ دباغت پانی اور کیکر کے پتوں سے ہو سکتی ہے اور چوتھی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ دباغت شدہ چمڑے کا مشکیزہ بنایا جائے تو جائز ہے یہ احادیث دراصل دفع اشتباہ کے لئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب مردار جانور کا گوشت حرام ہے تو شاید کہ اس کا چمڑا اور اعصاب بھی حرام ہوں گے اور ان کے چمڑوں سے جو مشکیزہ یا ڈول بنایا جائے گا وہ بھی ناپاک ہوگا اور ان میں جو پانی آئے گا وہ بھی ناپاک ہو جائے گا پس جناب نبی ﷺ نے یہ اشتباہ دور فرما دیا کہ مردار جانور کا چمڑہ اور پٹھے خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتے ہیں اب ان کو استعمال میں لانا جائز ہے ان میں جو پانی ہوگا وہ بھی پاک ہے اور اس سے ناپاک چیزوں کو پاک کرنا جائز ہے۔

ناپاک برتنوں کو پاک کرنے کا طریقہ

(26) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبع مرات متفق علیہ وفی روایۃ لمسلم قال طھور اناء احدکم اذا ولغ فیہ الکلب ان یغسلہ سبع مرات اولیھن بالتراب

(26) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کے برتن میں سے کتا پانی پی جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس برتن کو سات بار دھو ڈالے"۔ متفق علیہ مسلم کی ایک روایت میں یوں آیا ہے جس برتن سے کتا پانی پی جائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات بار دھو لیا جائے ان میں سے پہلی مرتبہ مٹی سے دھویا جائے یعنی مٹی مل کر۔

حدیث:

تشریح: یہ حدیث بھی آیت تطہیر کی اور آیت وضو کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں اتنا تو فرمایا ہے کہ نماز کے لئے اٹھو تو وضو کر لو یا جنبی ہو تو غسل کر لو لیکن یہ نہیں بتایا کہ کیسے پانی سے وضو یا غسل کرنا ہے اور جب نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں تفصیل بیان فرمائی ہے کہ تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پی جائے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھونا چاہئے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پہلی دفعہ مٹی سے دھونا ہے اور اس سلسلہ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں مختلف روایات نقل کی ہیں آخری دفعہ مٹی سے یا ان میں سے ایک دفعہ مٹی سے یا آٹھویں دفعہ مٹی سے دھوئے اور اس طرح تین دفعہ پانچ دفعہ اور سات دفعہ کی روایات بھی ملتی ہیں ان مختلف روایات کا مقصد یہ ہے کہ یہاں اصل دارومدار یقین پر ہے اگر تین دفعہ دھونے سے یقین آجائے کہ یہ برتن پاک ہو گیا ہوگا تو تین دفعہ دھونا کافی ہے جیسا کہ اور ناپاک چیزوں کو دھونے کا یہی

طریقہ ہے اور اگر تین دفعہ دھونے سے یقین نہ آئے تو پھر جتنا مناسب سمجھے اس کے مطابق دھولے احتیاطاً سات دفعہ کا دھو سکتا ہے۔ اور کسی ایک دفعہ مٹی سے ضرور ملے۔
اور تین دفعہ دھونے میں حکمت یہ ہے کہ کتے کے جراثیم بڑے سخت ہوتے ہیں یہ ایک آدھ دفعہ دھونے سے دور نہیں ہوتے اور پانچ اور سات دفعہ دھونے میں حکمت یہ ہے کہ کتوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں بعض کتے تو ایسے ہوتے ہیں کہ مالک انہیں باندھ کر رکھتے ہیں انہیں کوئی گندی غلیظ چیز نہیں کھانے دیتے ایسے کتے اگر ایک دفعہ یا کئی دفعہ کسی کے برتن میں منہ ماریں تو ان برتنوں کو تین دفعہ دھونا کافی ہے البتہ کسی ایک دفعہ انہیں مٹی سے مانجھ لینا چاہئے اور اگر وہ کھلے پھرنے والے کتے ہوں تو ظاہر بات ہے کہ اولاً تو وہ خود نجس ہیں اور وہ اور بھی نجس چیزیں کھاتے پیتے ہیں مثلاً وہ غلاظت بھی کھاتے ہیں ار مردار اور حرام جانوروں کو بھی کھاتے ہیں۔ لہٰذا ایسے کتوں کی لعاب تو دگنا نجس ہو جائے گی اس لئے ایسے کتے اگر کسی کے برتن میں منہ ماریں تو ایسے برتنوں کو سات دفعہ دھونا بہتر ہے اور ایسے برتنوں سے سوائے دھونے کے پانی لے کر وضو کرنا یا غسل کرنا یا ان اس سے کپڑے دھونا ناجائز ہے کیونکہ وہ پانی ناپاک ہے اس لئے اس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے اس طرح یہ آیت وضو کی اور آیت تطہیر کی تفسیر ہے۔

نماز کے لیے تیسری شرط جگہ پاک ہونا

وعهدنا الی ابراهیم واسماعیل ان طهرا بیتی
للطائفین والعکفین والرکع السجود (سورة البقرہ آیت 125)

اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔

وعنه قال قام اعرابی فبال فی المسجد فتناوله الناس فقال لهم النبی صلی الله علیه وسلم دعوه واهریقوا علی بوله سجلا من ماء او ذنوبا من ماء فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین رواه البخاری۔

انہی سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے برا بھلا کہنے اور طیش میں آنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول یا بہت سا پانی بہا دو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم تو آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ لوگوں پر تنگی اور سختی کرنے کے لئے اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن انس قال بینما نحن فی المسجد مع رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ جاء اعرابی فقام یبول فی المسجد فقال اصحب الرسول الله صلی الله علیه وسلم مه مه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تزرموه دعوه فترکوه حتی بال ثم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم دعاه فقال له ان هذه

المساجد لا يصلح بشئي من هذا البول و القدر انما هي لذكر الله و الصلوة وقراء ة القرآن او كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال و امر رجلا من القوم فجاء بدلوا من ماء سته عليه متفق عليه.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ ایک بدو آیا اور وہ کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ رضی اللہ تعالی علیہم اجمعین اس کو منع کرتے رہے کہ اس حرکت سے باز رہ اس حرکت سے باز رہ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو مت روکو، پیشاب کرنے دو اس کو چھوڑ دو۔ صحابہ نے اس کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ پیشاب کر چکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس بلایا اور اس کو سمجھایا کہ یہ مسجدیں ہیں ان کو پیشاب وغیرہ گندگی سے پاک و صاف رکھنا چاہیے یہ مسجدیں تو اس لئے ہیں کہ ان میں اللہ کا ذکر ہو نماز پڑھی جائے اور قرآن کی تلاوت کی جائے یا اس کے مانند فرمایا یہ راوی کا شک ہے کہ یہی الفاظ فرمائے یا ان کے مانند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے راوی کہتے ہیں کہ لوگوں میں سے ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا وہ پانی کا ایک ڈول لایا اور اس کو پیشاب پر ڈال دیا۔ اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

عن ابن عمر قال كانت الكلاب تقبل وتدبر فى المسجد فى زمان رسول الله صلى الله عليه ولم فلم يكونو ليبرشون شيئا من ذالك (بخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور اس کی وجہ سے مسجد کو دھوتے نہیں تھے۔

تشریح: یہاں اس بحث میں سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچیس کا ایک جملہ اور تین احادیث نقل کی گئی ہیں آیت کے جملوں میں تو اتنا فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم

علیہ السلام سے یہ عہد لیا تھا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں۔ اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔ مگر یہ تفصیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو پاک رکھنے کا یہ حکم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے یا وہ مقامات بھی اس میں شامل ہیں کہ جہاں نماز پڑھی جاتی ہے اور یہ تفصیل بھی نہیں ہے کہ کس چیز سے پاک رکھنا ہے اور کس سے پاک رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نے ان احادیث میں یہ تفصیل بیان فرما دی ہے پہلی حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اس میں ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کیا۔ اور لوگ اس کو مارنے کے لئے پکڑنے لگے یا اس کو برا بھلا کہنا شروع کیا ہوگا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس طرح شاید اس کا پیشاب بند ہو جائے اور اسے تکلیف ہو اور آپ ﷺ نے شفقتہ اسے صحابہؓ سے بچایا ہو۔ اور یہ بھی امکان ہے کہ شاید کہ وہ ادھر ادھر بھاگے اور باقی مسجد بھی ملوث ہو اور پھر حضورؐ نے فرمایا کہ اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں آسانی کے لئے پیدا کیا ہے تنگی کے لئے نہیں پیدا کیا۔

اور دوسری حدیث جو حضرت انس سے منقول ہے اس میں بھی وہی مضمون سابق ہے۔ البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ نبی ﷺ نے پھر اس آدمی کو بلایا اور اسے فرمایا کہ مسجدوں میں پیشاب پاخانہ مناسب نہیں ہے یا مسجدیں تو اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآنی کے لئے بنائی گئی ہیں اور پھر آپ نے لوگوں میں سے ایک آدمی کو حکم دیا تو اس نے پانی کا ایک ڈول اس کے پیشاب پر بہا دیا۔ بہرحال ان دو حدیثوں سے تین یا تین معلوم ہوتی ہیں پہلی بات یہ ہے کہ تمام مسجدوں میں پیشاب پاخانہ جائز نہیں ہے اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کو فرمایا ہے کہ میرے گھر کو پاک رکھو یہ حکم مخصوص نہیں ہے بلکہ عام مساجد کے لئے ہے۔ بیت اللہ کا ذکر بطور مثال ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی مسجد گندی اور ناپاک ہو جائے تو اس جگہ اچھا خاصا پانی بہا دینا کافی ہے۔ البتہ فقہا نے لکھا ہے کہ وہ جگہ خشک ہونا بھی ضروری ہے اور اسی طرح اس نجاست کی بو اور مزہ دور ہونا بھی ضروری ہے اور اس حدیث میں اس کی تفصیل نہیں ہے اور تیسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسجدیں صرف ذکر اور عبادت

اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں۔ ان میں دنیاوی کاروبار نہیں ہونا چاہئے۔ اور تیسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی حرام جانور کتا وغیرہ مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ مسجد ناپاک نہیں ہوتی بہرحال ان احادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچیس کا اجمال واضح فرمادیا ہے لیکن آیت کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ صرف ظاہری گندگی نہیں ہے بلکہ عقیدہ کی گندگی بھی اس میں شامل ہے یعنی جس طرح ظاہری گندگی سے مساجد پاک رکھنا ضروری ہے باطنی سے بھی اسی طرح انہیں پاک رکھنا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

درندوں کے چمڑوں کا عام استعمال اور ان پر نماز پڑھنا منع ہے

یحرم علیہم الخبٓئث (سورہ الاعراف آیت 157)

ان پر گندی چیزیں حرام کرتا ہے۔

(29) وعن المقدام بن معدیکرب قال نہی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن لبس جلود السباع والرکوب علیها رواه ابوداؤد والنسائی۔

(29) مقدام بن معد یکرب ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کا چمڑا پہننے اور ان پر سواری کرنی سے منع فرمایا۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

(30) عن ابی الملیح بن اسامة عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم نہی عن جلود السباع رواه احمد وابوداؤد والنسائی وزاد الترمذی والدارمی ان تفترش۔

(30) ابی الملیح بن اسامہ کے والد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کا چمڑا استعمال کرنے سے منع فرمایا اس کو احمد ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے ترمذی اور داری نے اس میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ آپ نے

درندوں کے چمڑے کو بچھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔

(31) وعن ابی الملیح انه کره ثمن جلود السباع رواه الترمذی۔

تشریح : یہاں اس بحث میں ایک سورۃ الاعراف کی آیت ایک سو ستاون کا ایک جملہ ہے اور تین احادیث ہیں۔ آیت کے جملہ میں تو فرمایا ہے کہ وہ نبی تم پر خبیث چیزیں حرام کرتا ہے اور ان احادیث میں ان خبیث چیزوں میں سے بعض کا ذکر ہے۔ کہ وہ درندے ہیں۔ اور پہلی حدیث میں نبی ﷺ نے ان کے چمڑوں کو پہننے سے اور ان پر سواری کرنے سے منع فرمایا ہے اور دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون ہے مگر اس میں اتنا اضافہ ہے کہ ان چمڑوں کو فرش نہ بنایا جائے یعنی انہیں بچھا کر ان پر بیٹھنا یا انہیں زین پر ڈال کر ان پر سوار ہونا منع ہے اور تیسری حدیث میں ان چمڑوں کی قیمت لینے سے بھی منع فرمایا ہے۔ پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ درندوں کے چمڑوں پر بیٹھنا ان پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ جانور خبیث ہیں ان کے بال پسینہ وغیرہ سب ناپاک ہے اور ان کا کاروبار کرنا سب حرام ہے۔

○

نماز کی چوتھی شرط ستر پوشی کرنا ہے

یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سو انکم ودیشا ولباس التقوی ذالک خیر ذالک من ایت الله لعلهم یذکرون○ یبنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد

(سورہ الاعراف آیت 26-31)

اے بنی آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا ہے جو تمہارے پردہ والے بدن کو چھپاتا ہے۔ اور زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس یہ بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں اے اولاد آدم ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔

تفسیر: یہاں اس بحث میں ایک تو سورۃ الاعراف کی آیت چھبیس ہے اور دوسرا آیت اکتیس کا ایک جملہ ہے آیت چھبیس میں تین چیزوں کا بیان ہے پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو لباس کا انعام عطا فرمایا ہے اس کا مقصد ان کی شرمگاہوں کو ڈھانپنا اور ان کی زیب و زینت ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ننگا بدن اور بدزیب پسند نہیں کرتے اس لئے ان کے لئے سب سے اچھا اور عمدہ لباس پیدا فرمایا ہے کیونکہ وہ اشرف المخلوقات ہے تو اس کا لباس بھی اشرف المخلوقات ہونا چاہئے تھا۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ نے جانوروں اور پرندوں کی شرمگاہوں پر پردہ پیدا کیا ہے۔ اور وہ بھی ایسا کہ ہر وقت ان کے ساتھ پیوست اور لگا رہتا ہے اور انسان کے لئے جو لباس پیدا کیا ہے یہ مختلف رنگ کا ہے جسے وہ بدل بھی سکتا ہے اور صاف بھی کر سکتا ہے اور حسب منشا پہن بھی سکتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے اور اگر جانوروں جیسا پردہ اس کے ساتھ لگا دیا جاتا تو انسان ایسا نہ کر سکتا۔ اور جو انسان پابندی لباس کو اتارنا چاہتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جانوروں کے مقام سے بھی گراتا ہے بہرحال اللہ تعالیٰ نے انسان کو وضع قطع اور لباس کے اندر بھی باقی مخلوقات سے ممتاز بنایا ہے اور دوسری چیز لباس تقویٰ ہے اور اسے لباس جسمانی سے بہتر فرمایا ہے۔ اور

اس سے مراد پرہیزگاری اور دیانت داری ہے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے جو پوری دنیا میں محمود اور مقبول ہے اور اس کو اپنانے والا انسان معاشرہ میں اونچا متصور ہوتا ہے اس لئے اس کو لباس جسمانی سے بہتر فرمایا ہے۔ اور نیز یہ لباس تقویٰ اس لئے بھی بہتر ہے کہ اس سے فحاشی کا انسداد ہوتا ہے اور لباس اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ یعنی یہ عقیدہ توحید پر عقلی دلیل ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا تعارف اور اس کے احسانات کا بھی پتہ چلتا ہے اور دوسرے نمبر پر یہاں آیت اکتیس کا ایک جملہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا بنی آدم کو حکم ہے کہ ہر مسجد میں زینت کا لباس پہن کر جاؤ۔ یعنی ننگے بدن نماز نہ پڑھو اور نماز پڑھتے وقت اچھا اور خوبصورت لباس زیب تن کرو اور اب یہ اچھا لباس کونسا ہے اس کی تفصیل نہیں بیان فرمائی۔ لیکن ایسا جملہ اور پہلی آیت کے مضمون کو باہم ملانے سے خود بخود معلوم ہو جاتا ہے کہ ایسا لباس ہونا چاہیے کہ جس سے انسان کے جسم کا پردہ بھی ہو اور زیب و زینت بھی ہو۔ یعنی جس طرح اچھا اور خوبصورت لباس پہن کر آدمی اونچی اونچی مجالس اور محافل میں جاتا ہے اسی طرح ایسا ہی لباس پہن کر انسان کو خداوند تعالیٰ جل جلالہ کے دربار عالی میں جانا چاہئے اور جس طرح گندہ میلا کچیلا پھٹا ہوا اور نیم عریانی والا لباس پہن کر انسان ایسی محافل میں نہیں جاتا۔ ایسا لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں بھی نہیں جانا چاہئے۔ بہرحال سورۃ الاعراف کا یہ جملہ (خذوا زینتکم عند کل مسجد) اپنے اندر لباس کے سلسلہ میں بڑی وسعت رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے زینت کے لباس کو جو یہاں متعین نہیں فرمایا۔ اس میں حکمت یہ نظر آتی ہے کہ چونکہ ہر قوم وطن اور علاقہ کے اعتبار سے ہر ایک کا زینت کا لباس الگ ہوتا ہے اور دوسرے علاقہ میں وہ لباس ناپسند سمجھا جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے زینت کا لباس متعین نہیں فرمایا تاکہ جو قوم اور قبیلہ اپنے لئے جو بھی لباس زینت سمجھتے ہیں انہیں وہی اختیار کر کے نماز ادا کرنا چاہئے اگر اللہ تعالیٰ یہ لباس متعین فرما دیتے تو قوموں کے لئے مشکلات ہوتیں بہرحال انسان زینت کا لباس پہن کر نماز ادا کرتا ہے ننگے بدن اور نیم عریانی کی حالت میں نماز جائز نہیں ہے مگر اس سے شبہ پیدا ہوا کہ اگر کسی کے پاس لباس ہی نہ ہو اور یا اگر ہو تو ادھورا شلوار نہیں ہے یا شلوار نہیں ہے تو پھر اسے کیا کرنا چاہئے نماز نہ پڑھے اس کا جواب

یہ ہے کہ اس آیت میں اجمال ہے تفصیل نہیں ہے اس کی تفصیل عن قریب احادیث میں آرہی ہے۔

مرد بقدر کفایت لباس میں نماز پڑھ سکتا ہے

(32) عن عمر بن ابی سلمة قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی فی ثوب واحد مشتملا به فی بیت ام سلمة واضعا طرفیه علی عاتقیه متفق علیه۔

(32) عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ ایک کپڑے میں اشتمال کئے ہوئے ام سلمہ کے گھر نماز پڑھتے تھے اس طرح اس کی دونوں طرفین آپ نے اپنے مونڈوں پر رکھی ہوئی تھیں۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

(33) وعنه ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یصلین احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقیه منه شئی متفق علیه۔

(33) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص ہرگز نماز نہ پڑھے ایک کپڑے میں اس طرح کہ اس کے مونڈھوں پر اس کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو"۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

(34) وعن عقبة بن عامر قال اهدی لرسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم فروج حریر فلبسہ ثم صلی
فیہ ثم انصرف فنزعہ نزعا شدیدا کا لکارہ لہ ثم
قال لا ینبغی ھذا للمتقین متفق علیہ

(35) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشمی قباء ہدیہ بھیجی گئی اس کو پہن کر آپ نے نماز پڑھی نماز سے فارغ ہو کر اس کو سخت نفرت سے اتار کر الگ کر دیا گویا آپ اس کو بہت مکروہ رکھتے ہیں پھر فرمایا یہ پرہیزگاروں کے لائق نہیں اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

(36) عن سلمۃ بن الاکوع قال قلت یا رسول اللہ
انی رجل اصید افا صلی فی القمیص الواحد قال
نعم وازرہ ولو بشوکۃ وراہ ابوداؤد وروی النسائی
نحوہ

(36) سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں شکار کیا کرتا ہوں اس وقت فقط کرتا ہی پہنتا ہوں اس کے نیچے لنگی نہیں ہوتی اس طرح شکار کے پیچھے دوڑنا آسان ہوتا ہے کیا میں ایک کرتے میں ہی نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا ہاں مگر اس میں گھنڈی لگا لے خواہ کلنٹے ہی سے کیوں نہ لگانی پڑے اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور نسائی نے بھی انی کی مانند روایت کی ہے۔

(37) عن ابی سعید الخدری قال دخلت علی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرایتہ یصلی علی
حصیر یسجد علیہ قال ورایتہ یصلی فی ثوب
واحد متوشحا بہ رواہ مسلم

(37) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ ایک بوریئے پر نماز پڑھ رہے تھے

اسی پر سجدہ کرتے تھے راوی کہتے ہیں کہ اور میں نے دیکھا کہ آپ ایک کپڑے میں بیٹھے ہوئے نماز پڑھتے تھے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(38) وعن محمد بن المنکدر قال صلی بنا جابر فی ازار قد عقدہ من قبل قفاہ وثیابہ موضوعۃ علی المشجب فقال لہ قائل یصلی فی ازار واحد فقال انما صنعت ذلک لیرانی احمق مثلک واینا کان لہ ثوبان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری۔

(38) محمد بن منکدر (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی صرف ایک تہ بند میں اس کو اپنی گدی کی جانب باندھ رکھا تھا۔ اور ان کے کپڑے سہ پایہ پر رکھے ہوئے تھے۔ ایک کہنے والے نے ان سے کہا کہ آپ ایک تہ بند میں نماز پڑھتے ہیں انہوں نے کہا میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ تیرے جیسا احمق دیکھ لے کہ نماز ایک کپڑے میں ہو جاتی ہے۔ تجھے یہ خبر نہیں) کہ ہم میں سے کس کے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دو کپڑے تھے۔

(39) وعن ابی بن کعب قال الصلوۃ فی الثوب الواحد سنۃ کنا نفعلہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یعاب علینا فقال ابن مسعود انما کان ذلک اذا کان فی الثیاب قلۃ فاما اذا وسع اللہ فالصلوۃ فی الثوبین ازکی رواہ احمد۔

(39) حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور اس بات سے ہم پر کوئی عیب و نقص بھی نہ دھرا جاتا تھا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت کی بات تھی

جب کہ کپڑوں کی قلت تھی جب اللہ تعالیٰ نے کشادگی کر دی ہے تو پھر دو کپڑوں میں نماز پڑھنا ہی بہتر ہے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

تشریح : یہاں اس بحث میں ست احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ سورۃ الاعراف کی آیت چھبیس اور اکتیس کی تفسیر ہے۔ پہلی حدیث جو حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے اس میں فرماتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کو ایک کپڑے میں اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپؐ نے اپنی چادر اپنے دونوں کندھوں پر لپیٹی ہوئی تھی۔ اس حدیث میں جو لفظ مشتمل آیا ہے۔ یہ اشتمال سے بنا ہے اور اشتمال یہ ہے کہ انسان دائیں مونڈے کی چادر بائیں بغل میں دے اور بائیں مونڈے والی چادر دائیں بغل میں دیکر سینہ پر گرہ لگا دے۔ اور یہ گرہ اس لئے لگائی جاتی ہے تاکہ چادر کھلے نہ اور چادر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو تو گرہ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور دوسری حدیث جو حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ آدمی کے کندھے پر کچھ نہ ہو تو ایک کپڑے میں نماز نہیں پڑھنا چاہئے۔

اور تیسری حدیث جو حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی ایک کپڑے میں نماز پڑھے اسے چاہئے کہ دو طرفوں میں مخالفت کرے اس کی تشریح وہی ہے جو اشتمال کی ہے اور چوتھی حدیث جو سلمہ بن اکوع سے روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کرتے کے اندر بھی نماز جائز ہے۔ ہاں اگر اس کا گریبان کھلا ہو تو اس کو کسی طرح بند کر دینا چاہئے تاکہ ستر نہ کھلے اور پانچویں حدیث جو محمد بن منکدر سے مروی ہے اس میں ہے کہ حضرت جابر نے ایک تہ بند میں نماز پڑھائی۔ اور ان کی گردن پر گرہ تھی اور ان کے کپڑے کھونٹی پر تھے پس کسی آدمی نے سوال کیا کہ آپ نے ایک تہ بند میں نماز پڑھائی ہے۔ تو حضرت جابر نے فرمایا کہ ہاں تاکہ تیرے جیسے بے وقوف دیکھیں اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم میں کس کے پاس اور کپڑے تھے پس اس حدیث کا مقصد یہ ہوا کہ حضرت جابرؓ نے بیان جواز کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ ایک کپڑے کے اندر بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور چھٹی حدیث جو حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت ہے

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسی طرح کرتے تھے اور ہم پر عیب نہیں لگایا جاتا تھا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ کا واقعہ ہے کہ جب لباس میں قلت تھی اور جب اللہ تعالی نے وسعت عطا فرمائی ہے تو نماز دو کپڑوں میں زیادہ پاکیزہ ہے۔ پس اس بحث کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ سب سے بہتر اور افضل یہ ہے کہ انسان ایسے لباس میں نماز پڑھے جو سب سے اچھا ہو۔ جسے وہ پہن کر اپنی محافل اور مجالس میں جاتا ہے جیسا کہ خذوا زینتکم میں وضاحت ہو چکی ہے اور اگر کوئی مجبوری ہو یا ویسے ہی کوئی ایک کپڑے میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ مگر ستر اس کا نہیں کھلنا چاہئے۔ ورنہ نماز نہیں ہوگی اور مرد کا ستر گھٹنوں سے لے کر ناف تک حدیث میں آیا ہے اور فقہاء نے لکھا کہ اگر لباس نہ ہو تو ننگے بدن نماز انسان پڑھ سکتا ہے مگر اشارہ سے پڑھے اور آج کل بعض لوگ جو ننگے سر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے پاس ٹوپی اور پگڑی یا رومال وغیرہ موجود ہوتے ہیں اور جب بڑی بڑی محافل میں جاتے ہیں تو قراقل پہنتے ہیں اور اچھا لباس پہنتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ خدا کو انسانوں کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔

عورت کے لئے پورا بدن ڈھانپنا ضروری ہے ورنہ اس کی نماز نہیں ہوگی

(40) وعن عائشة قالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوۃ حائض الا بخمار رواہ ابو دانود والترمذی.

(40) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بالغ عورت کی نماز نہیں قبول کی جاتی مگر اوڑھنی کے ساتھ (یعنی بغیر سر ڈھانکے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ عورت کے سر کے بال ستر میں داخل ہیں اگر باریک کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھے تب بھی نہ ہوگی۔

(41) وعن ام سلمة انها سالت رسول اللہ صلی اللہ

علیه وسلم اتصلی المراة فی درع وخمار لیس علیها ازار قال اذا کان الدرع سابغا یغطی ظهور قدمیها رواه ابوداؤد وذکر جماعه وقفوه علے ام سلمه

(41) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا عورت صرف کرتے اور اوڑھنے اور دوپٹہ کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے؟ فرمایا ہاں پڑھ سکتی ہے مگر اس وقت جب کہ کرتا پورا ہو کہ اس کے قدموں کو ڈھانک لے اس سے ثابت ہوا کہ عورت کے قدم بھی ستر میں داخل ہیں اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ذکر کیا ہے کہ محدثین کی ایک جماعت نے اس کو ام سلمہ تک موقوف رکھا ہے۔

احادیث 1-2

تشریح : یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں پہلی حدیث جو حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے سوا قبول نہیں ہوتی اور دوسری حدیث جو حضرت ام سلمہ سے مروی ہے ان میں ہے آپ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ کیا عورت کی تہ بند نہ ہو تو وہ ایک کرتے اور اوڑھنی میں نماز پڑھ سکتی ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں کرتہ اگر ان کے قدموں کو ڈھانپ لے تو وہ پڑھ سکتی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ عورت کا سارا بدن ہی ستر ہے اور نماز کے اندر بھی اس کا چھپانا ضروری ہے اور اس کے لئے بقدر کفایت لباس اوڑھنی اور لمبا کرتہ ہے جو اس کے قدموں تک پہنچ جائے اور صرف اوڑھنی اور تہ بند میں وہ نماز نہیں پڑھ سکتی اور اسی طرح ننگے سر بھی وہ نماز نہیں پڑھ سکتی۔ اور اسی طرح ایسا باریک کپڑا کہ جس سے اس کے سر کے بال اور جسم ظاہری طور پر دکھائی دیتا ہو اس میں اس کی نماز جائز نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بقدر کفایت لباس خواہ مرد کا ہو یا عورت کا یہ بھی اس کے لئے زینت ہے اگرچہ کم درجے کی زینت ہے۔ ایسا لباس اسے جانوروں سے ممتاز کرتا ہے۔ بہرحال یہ حدیثیں بھی خذوا زینتکم کی تفسیر ہیں۔

متکبرانہ لباس میں نماز پسندیدہ نہیں ہے

(42) وعن عائشة قالت صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في خميصة لها اعلام فنظر الى اعلامها نظرة فلما انصرف قال اذهبوا بخميصتي هذه الى ابى جهم واتونى بانبجانية ابى جهم فانها الهتنى انفا عن صلوتى متفق عليه وفى رواية للبخارى قال كنت انظر الى علمها وانا فى الصلوة فاخاف ان يفتننى۔

(42) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ایک چادر میں کہ اس کے کنارے اور رنگ کے تھے آپ نے اس کے کام پر نظر ڈالی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اس چادر کو لے جاؤ ابوجہم کے پاس اور مجھے ابوجہم کی انبجانی لاکر دو تحقیق اس کی چادر نے مجھے نماز سے باز رکھا یعنی میری توجہ ہٹا دی اور مجھے اپنی طرف مشغول کرلیا۔ متفق علیہ۔

(43) وعن عقبه بن عامر قال اهدى لرسول الله صلى الله عليه وسلم فروج حرير فلبسه ثم صلى فيه ثم انصرف فنزعه نزعا شديدا كالكاره له ثم قال لا ينبغى هذا للمتقين متفق عليه۔

(43) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشمی قباء ہدیہ بھیجی گئی اس کو پہن کر آپ نے نماز پڑھی نماز سے فارغ ہوکر اس کو سخت نفرت سے اتار کر الگ کردیا گویا آپ اس کو بہت مکروہ رکھتے ہیں پھر فرمایا یہ پرہیزگاروں کے لائق نہیں اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

(55) وعن ابى هريره ان رسول الله صلى الله عليه

وسلم نهی عن السدل فی الصلوۃ وان یغطی الرجل فاہ رواہ ابو دائود والترمذی.

(55) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا لٹکانے سے منع کیا اور اس بات سے کہ آدمی منہ ڈھانکے اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عن انس قال کان قرام لعائشة سترت به جانب بیتها فقال لها النبی صلی الله علیه وسلم امیطی عنا قرامک هذا فانه لا یزال تصاویره تعرض لی فی صلواتی (رواه البخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نقوش دار پردے تھے جن سے وہ اپنے گھر کے کونے ڈھانپتی تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے یہ پردے ہم سے ہٹاؤ۔ اس کی تصاویر میری نماز میں خلل ڈالتی ہیں۔

تشریح: یہاں اس بحث میں چار احادیث جمع کی گئی ہیں پہلی حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس میں آپ نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمیصہ (چادر) میں نماز پڑھی جس کے کنارے اور رنگ کے تھے۔ پس آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میری یہ چادر بھی ابی جہم کے پاس لے جاؤ اور اس سے انبجانیہ لے آؤ۔ اس چادر نے مجھے ابھی نماز سے غافل کیا ہے۔ خمیصہ کالے رنگ کی ریشمی یا اون کی چادر ہوتی تھی اور انبجانیہ ایک سادہ کملی ہوتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوجہم ایک صحابی نے خمیصہ چادر جس میں رنگ دار نقوش تھے ہدیہ بھیجی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس میں غور نہ کیا ہوگا تو نماز کی نیت کی اور نماز کے اندر جب ان نقوش پر نگاہ پڑی تو نماز سے فارغ ہو کر صحابہؓ کو فرمایا کہ یہ چادر ابوجہم کو واپس دے دو اور اس سے انبجانیہ لے آؤ اور یہ چادر آپ نے اس لئے منگوائی تا کہ ہدیہ کا رد لازم نہ آئے کیونکہ ہدیہ واپس کرنے سے ہادل کی دل شکنی ہوتی ہے اور اس طرح انبجانیہ چادر خمیصہ کا بدل بن گئی اور واپس کرنے کی وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی بیان فرمادی تھی کہ اس نے مجھے

نماز سے غافل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایسا خوبصورت لباس جس سے انسان کے دل میں تکبری آئے وہ لباس پہننا پسندیدہ نہیں ہے اور نماز اس سے ہو جاتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نماز لوٹائی نہیں تھی اور دوسری حدیث جو حضرت انسؓ سے مروی ہے اس کے اندر بھی ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی دیوار پر ایک نقش دار پردہ پڑا ہوا تھا۔ اور نبی ﷺ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا کہ اسے ہٹادو۔ یہ تصاویر میری نماز میں خلل ڈالتی ہیں اس حدیث کا بھی وہی مقصد ہے جو پہلی حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ حضرت عائشہ نے وہ پردہ پھر ہٹادیا تھا۔ اور تیسری حدیث جو حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے اس میں بھی ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ریشمی چوغہ بطور ہدیہ بھیجا گیا تھا تو آپ نے وہ پہن کر نماز پڑھی۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسے ناپسند سمجھ کر فوراً" اتار دیا اور فرمایا کہ پرہیزگاروں کے لئے یہ لباس مناسب نہیں ہے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ یہ چوغہ رومہ کے بادشاہ یا اسکندریہ کے بادشاہ نے آپ کو بطور ہدیہ بھیجا تھا اور ریشم حرام ہونے سے پہلے آپؐ نے اسے پہنا تھا۔ اور چوتھی حدیث جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس میں بھی ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اور اس کی تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکی ہوئی تھی تو آپؐ نے اسے فرمایا کہ چل وضو کر وہ چلا گیا اور اس نے وضو کیا اور پھر آگیا تو ایک آدمی نے آپؐ سے عرض کیا کہ آپ نے اسے وضو کرنے کا کیوں حکم دیا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ نماز پڑھ رہا تھا اس حال میں کہ اس کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ تہ بند لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں کرتے اور یہ دوبارہ وضو کا حکم اس لئے دیا تاکہ وہ قدر کرے اور چونکہ یہ ہیئت متکبرانہ ہے ۔ اس لئے ایسے آدمی کی نماز قبول نہیں ہوتی اور پانچویں حدیث جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس میں نبی ﷺ نے سدل سے منع فرمایا ہے اور سدل کا معنی یہ لکھا ہے کہ انسان اپنے مونڈے پر کپڑا ڈالے اور بکل نہ مارے یہ بھی متکبرانہ حالت ہے اس لئے اس سے منع فرمایا ہے۔

نماز کی پانچویں شرط قبلہ رخ ہونا

سیقول السفهاء من الناس ما ولهم عن قبلتهم التی
کانوا علیها قل لله المشرق والمغرب یهدی من یشاء
الی صراط مستقیم○ وکذلک جعلنکم امة وسطا
لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم
شهیدا وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من
یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه وان کانت لکبیرة
الا علی الذین هدی الله وما کان الله لیضیع ایمانکم ان
الله بالناس لروءف رحیم○ قد نری تقلب وجهک فی
السماء فلنولینک قبلة ترضها فول وجهک شطره
المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوهکم شطره
وان الذین اوتوا الکتب لیعلمون انه الحق من ربهم وما الله
بغافل عما یعملون○ ولئن اتیت الذین اوتو الکتب بکل
ایة ما تبعوا قبلتک وما انت بتابع قبلتهم وما بعضهم
بتابع قبلة بعض ولئن اتبعت اهواءهم من بعد ما جاءک
من العلم انک اذا لمن الظلمین○ الذین اتینهم الکتب
یعرفونه کما یعرفون ابناءهم وان فریقا منهم لیکتمون
الحق وهم یعلمون○ الحق من ربک فلا تکونن من
الممترین○ ولکل وجهة هو مولیها فاستبقوا الخیرات
این ما تکونوا یات بکم الله جمیعا ان الله علی کل شئ
قدیر○ ومن حیث خرجت فول وجهک شطره المسجد

الحرام وانه للحق من ربک وما الله بغافل عما تعملون۝ ومن حیث خرجت فول وجهک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ الا الذین ظلموا منھم فلا تخشوھم واخشونی ولا تم نعمتی علیکم ولعلکم تھتدون۝ سورہ البقرہ آیت 141-150)

اب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ کس چیز نے مسلمانون کو ان کے قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے کہ دو مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور اسی طرح ہم نے تمہیں برگزیدہ امت بنایا تاکہ تم اور لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو اور ہم نے وہ قبلہ نہیں بنایا تھا جس پر آپ پہلے تھے مگر اس لئے کہ ہم معلوم کریں اس کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے اس سے جو الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بیشک یہ بات بھاری ہے سوائے ان کے جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا بیشک اللہ لوگوں پر بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ بیشک ہم آپ کے منہ کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں پس آپ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے اور جہاں کہیں تم ہوا کرو اپنے مونہوں کو اسی کی طرف پھیر لیا کرو اور بیشک وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے یقیناً" جانتے ہیں کہ وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو وہ کر رہے ہیں اور اگر آپ ان کے سامنے تمام دلیلیں لے آئیں جنہیں کتاب دی گئی تو بھی وہ آپ کے قبلے کو نہیں مانیں گے اور نہ آپ ہی ان کے قبلہ کو ماننے والے ہیں اور نہ ان میں کوئی دوسرے قبلہ کو ماننے والا ہے اور اگر آپ ان کی خواہشوں کی پیروی کریں گے بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا تو بیشک آپ بھی تب ظالموں میں سے ہوں گے وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی تھی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بیشک کچھ لوگ ان میں سے حق کو چھپاتے ہیں اور وہ جانتے ہیں آپ کے رب کی طرف سے حق وہی ہے پس

شک کرنے والوں میں سے نہ ہو اور ہر ایک کے لئے ایک طرف ہے جس طرف وہ منہ کرتا ہے پس تم نیکیوں کی طرف دوڑو۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے تم سب کو اللہ سمیٹ کر لے آئے گا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جہاں سے آپ نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کیا کریں اور آپ کے رب کی طرف سے یہی حق بھی ہے اور اللہ تمہارے کام سے غافل نہیں اور آپ جہاں کہیں سے نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کیا کریں اور تم بھی جہاں کہیں ہو تو اپنا منہ اس کے طرف کیا کرو تا کہ لوگوں کو تم پر کوئی الزام نہ رہے مگر ان میں سے جو ہٹ دھرم ہیں تو تم بھی ان سے نہ ڈرو اور ہم سے ڈرتے رہو اور تا کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور تا کہ تم راہ پاؤ۔

سورۃ البقرہ آیت 142 تا 150

تفسیر: یہاں اس بحث میں کل نوں آیات نقل کی گئی ہیں۔ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب پوری تفسیر معارف القرآن مولفہ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی جاتی ہے۔ صفحہ 303 تا 334 پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے صحابہؓ کو اور پھر اس ضمن میں پوری آپ کی امت کو اس قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اس قبلہ کی طرف نماز پڑھنا شرط ہے۔ اگر کوئی اس کی طرف نماز نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہو گی اور ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین بار اس قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور آپ کے صحابہؓ کو دو بار حکم دیا ہے اور پھر ضمنا پوری امت اس میں شامل ہے یہ تکرار تاکید در تاکید ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ قبلہ اب تا قیامت رہے گا اور بیت المقدس کی طرح اسے اب منسوخ نہیں کیا جائے گا اور اب پوری امت کو اس قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

سیقول السفهاء من الناس ماولهم عن قبلتهم التی کانوا علیها قل لله المشرق والمغرب یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم
(سورہ البقرہ آیت 142)

ترجمہ : "اب کہیں گے بیوقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ تھے تو کہہ اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب چلائے جس کو سیدھی راہ۔

فوائد و مسائل

اس آیت میں مخالفین کا اعتراض در بارۂ تحویل قبلہ نقل کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے اس اعتراض اور جواب سے پہلے قبلہ کی حقیقت اور اس کی مختصر تاریخ سن لیں جس سے سوال و جواب کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

قبلہ کے لفظی معنی ہیں سمت توجہ یعنی جس طرف رخ کیا جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ مومن کا رخ ہر عبادت میں صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف ہوتا ہے اور اس کی ذات پاک شرق و مغرب اور شمال و جنوب کی قیدوں اور سمتوں سے بالاتر ہے وہ کسی خاص سمت میں نہیں اس کا اثر طبعی خالص طور پر یہ ہوتا تھا کہ کوئی عبادت کرنے والا کسی خاص رخ کا پابند نہ ہوتا۔ جس کا جس طرف جی چاہتا نماز میں اپنا رخ اس طرف کر لیتا اور ایک ہی آدمی کسی وقت ایک طرف اور کسی وقت کئی طرف رخ کرتا تو وہ بھی بے جا نہ ہوتا۔

لیکن ایک دوسری حکمت الٰہیہ اس کی مقتضی ہوئی کہ تمام عبادت گزاروں کا رخ ایک ہی طرف ہونا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ عبادت کی مختلف قسمیں ہیں بعض انفرادی ہیں۔ بعض اجتماعی' ذکر اللہ اور روزہ وغیرہ انفرادی عبادات ہیں جن کو خلوت میں اور اخفاء کے ساتھ ادا کیا جا سکتا ہے اور نماز اور حج اجتماعی عبادات ہیں جن کو جماعت و اجتماع و اعلان کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔ ان میں عبادت کے ساتھ مسلمانوں کو اجتماعی زندگی کے آداب کا بتلانا اور سکھانا بھی پیش نظر ہے اور یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ اجتماعی نظام کا سب سے بڑا بنیادی اصول افراد کثیرہ کی وحدت اور یک جہتی ہے یہ وحدت جتنی زیادہ قوی سے قوی ہوگی اتنا ہی اجتماعی نظام مستحکم اور مضبوط ہوگا انفرادیت اور تشتت اجتماعی نظام کے لئے سم قاتل ہے پھر نقطہ وحدت متعین کرنے میں ہر قرن ہر زمانہ کے لوگوں کی مختلف راہیں رہی ہیں کسی قوم نے نسل اور نسب کو نقطہ وحدت قرار دیا کسی نے وطن اور جغرافیائی خصوصیات کو کسی نے رنگ اور زبان کو۔

لیکن دین الٰہی اور شرائع انبیاء علیہم السلام نے ان غیر اختیاری چیزوں کو نقطہ وحدت۔

بنانے کے قابل نہیں سمجھا اور نہ درحقیقت یہ چیزیں ایسی ہیں جو پورے افراد انسانی کو کسی ایک مرکز پر جمع کر سکیں بلکہ جتنا غور کیا جائے یہ وحدتیں درحقیقت افراد انسانی کو بہت سی کثرتوں کو تقسیم کر ڈالنے اور آپس میں ٹکراؤ اور اختلاف کے اسباب ہیں۔

دین اسلام نے جو درحقیقت تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے وحدت کا اصل نقطہ وحدت فکر و خیال اور وحدت عقیدہ کو قرار دیا اور کروڑوں خداؤں کی پرستش میں بٹی ہوئی دنیا کو ایک ذات حق وحدہ لاشریک لہ کی عبادت اور اطاعت کی دعوت دی جس پر مشرق و مغرب اور ماضی و مستقبل کے تمام افراد انسانی جمع ہو سکتے ہیں پھر اس حقیقی فکری اور نظری وحدت کو عملی وحدتوں میں بھی اصول یہ رکھا گیا کہ وہ عملی اور اختیاری ہوں تاکہ تمام افراد انسانی کو ان کو اختیار کر کے ایک رشتہ اخوت میں منسلک ہو سکیں نسب وطن زبان رنگ وغیرہ غیر اختیاری چیزیں ہیں جو شخص ایک خاندان کے اندر پیدا ہو چکا ہے وہ کسی طرح دوسرے خاندان میں پیدا نہیں ہو سکتا جو پاکستان میں پیدا ہو چکا ہے وہ انگلستان یا افریقہ میں پیدا نہیں ہو سکتا جو کالا ہے وہ اپنے اختیار سے گورا' اور جو گورا ہے وہ اپنے اختیار سے کالا نہیں ہو سکتا۔

اب اگر ان چیزوں کو مرکز وحدت بنایا جائے تو انسانیت کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں ٹکڑوں اور گروہوں میں تقسیم ہو جانا ناگزیر ہو گا۔ اس لئے دین اسلام نے ان چیزوں سے جو تمدنی مفاد وابستہ ہیں ان کا پورا احترام کرتے ہوئے ان کو وحدت انسانی کا مرکز نہیں بننے دیا کہ یہ وحدتیں افراد انسانی کو مختلف کثرتوں میں بانٹنے والی ہیں ہاں اختیاری امور میں اس کی پوری رعایت رکھی کہ فکری وحدت کے ساتھ عملی اور صوری وحدت بھی قائم ہو جائے مگر اس میں بھی اس کا پورا لحاظ رکھا گیا کہ مرکز وحدت ایسی چیزیں بنائی جائیں جن کا اختیار کرنا ہر مرد و عورت لکھے پڑھے اور ان پڑھ شہری اور دیہاتی امیر و غریب کو یکساں طور پر آسان ہو یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلام نے تمام دنیا کے لوگوں کو لباس اور مسکن کھانے اور پینے کے کسی ایک طریقہ کا پابند نہیں کیا کہ ہر جگہ کے موسم اور طبائع مختلف اور ان کی ضروریات مختلفہ ہیں سب کو ایک ہی طرح کے لباس یا شعار یونیفارم کا پابند کر دیا جاے تو بہت سی مشکلات پیش آئیں گی۔ پھر اگر یہ یونیفارم کم سے کم تجویز کر دیا جائے تو یہ اعتدال انسانی پر

ظلم ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے عمدہ لباس اور عمدہ کپڑوں کی بے حرمتی ہوگی اور اگر اس سے زائد کسی لباس کا پابند کیا جائے تو غریب مفلس لوگوں کو مشکلات پیش آئیں گی۔

اس لئے شریعت اسلام نے مسلمانوں کا کوئی ایک شعار یونیفارم مقرر نہیں کیا بلکہ مختلف قوموں میں جو طریقے اور اوضاع لباس کی رائج تھیں ان سب پر نظر کر کے ان میں سے جو صورتیں اسراف بیجا یا فخر وغیرہ یا کسی غیر مسلم قوم کی نقالی پر مبنی تھیں صرف ان کو ممنوع قرار دے کر باقی چیزوں میں ہر فرد اور ہر قوم کو آزاد اور خود مختار رکھا مرکز وحدت ایسی چیزوں کو بنایا گیا جو اختیاری بھی ہوں اور آسان اور سستی بھی ان چیزوں میں جیسے جماعت نماز کی صف بندی ایک امام کی نقل و حرکت کی مکمل پابندی' حج میں لباس اور مسکن کا اشتراک وغیرہ ہیں۔

اسی طرح ایک اہم چیز سمت قبلہ کی وحدت بھی ہے کہ اگرچہ اللہ جل شانہ کی ذات پاک ہر سمت ہر جہت سے بالاتر ہے اس کے لئے شش جہت یکساں ہیں لیکن نماز میں اجتماعی صورت اور وحدت پیدا کرنے کے لئے تمام دنیا کے انسانوں کا رخ کسی ایک ہی جہت و سمت کی طرف ہونا ایک بہترین اور آسان اور بے قیمت وحدت کا ذریعہ ہے جس پر سارے مشرق و مغرب اور جنوب و شمال کے انسان آسانی سے جمع ہو سکتے ہیں اب وہ ایک سمت و جہت کونسی ہو جس کی طرف ساری دنیا کا رخ پھیرا جائے۔ اس کا فیصلہ اگر انسانوں پر چھوڑا جائے تو بھی ایک سب سے بڑی بناء اختلاف و نزاع بن جاتی ہے۔ اس لئے ضرور تھا کہ اس کا تعین خود حضرت حق جلہ علا شانہ کی طرف سے ہوتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اتارا گیا۔ تو فرشتوں کے ذریعہ بیت اللہ کعبہ کی بنیاد پہلے ہی رکھ دی گئی تھی حضرت آدم اور اولاد آدم علیہ السلام کا سب سے پہلا قبلہ یہی بیت اللہ اور خانہ کعبہ بنایا گیا۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکہ مبارکا وھدی للعلمین۞

ترجمہ : سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہدایت والا جہان والوں کیلئے"۔

نوح علیہ السلام تک سب کا قبلہ یہی بیت اللہ تھا۔ طوفان نوح علیہ السلام کے وقت پوری دنیا غرق ہو کر تباہ ہو گئی بیت اللہ کی عمارت بھی ختم ہو گئی اور ان کے بعد حضرت خلیل اللہ اور اسمٰعیل علیہما السلام نے دوبارہ بحکم خداوندی بیت اللہ کی تعمیر کی اور یہی ان کا اور ان کی امت کا قبلہ رہا اس کے بعد انبیاء بنی اسرائیل کے لئے بیت المقدس کو قرار دیا گیا اور بقول ابو العالیہ انبیاء سابقین جو بیت المقدس میں نماز پڑھتے تھے وہ بھی عمل ایسا کرتے تھے کہ صخرہ بیت اللہ بھی سامنے رہے اور بیت اللہ بھی (ذکرہ القرطبی)

حضرت خاتم الانبیاء ﷺ پر جب نماز فرض کی گئی تو بقول ابن عباسؓ ابتداء آپؐ کا قبلہ آپؐ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ یعنی خانہ کعبہ قرار دیا گیا مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے اور مدینہ طیبہ میں قیام کرنے کے بعد اور بعض روایات کے اعتبار سے ہجرت مدینہ سے کچھ پہلے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ آپؐ بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنائیے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے سولہ سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز ادا فرمائی مسجد نبویؐ میں آج تک اس کی علامات موجود ہیں۔ جہاں کھڑے ہو کر آپؐ نے بیت المقدس کی طرف نمازیں ادا فرمائی تھیں۔

حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے تو سید المرسلینؐ سراپا اطاعت تھے۔ اور حکم خداوندی کے مطابق نمازیں بیت المقدس کی طرف ادا فرما رہے تھے۔ لیکن آپؐ کی طبعی رغبت اور دلی خواہش یہی تھی کہ آپؐ کا قبلہ پھر وہی آدم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ قرار دے دیا جائے اور چونکہ عادۃ اللہ یہی ہے کہ وہ اپنے مقبول بندوں کی مراد اور خواہش و رغبت کو پورا فرماتے ہیں ۔

تو چناں خواہی خدا خواہد چنیں
می دہد یزداں مراد متقیں

آنحضرت ﷺ کو بھی یہ امید تھی کہ آپؐ کی تمنا پوری کی جائے گی اور اس لئے انتظار وحی میں آپؐ بار بار آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے تھے اسی کا بیان قرآن کی اس آیت میں ہے۔

قد نری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضھا

فول وجھک شطر المسجد الحرام

"ہم دیکھ رہے ہیں آپؐ کا بار با آسمان کی طرف نظر اٹھانا سو ہم آپ کا قبلہ وہی بدل دیں گے جو آپؐ کو پسند ہے اس لئے آئندہ آپؐ نماز میں اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کیا کریں"۔

اس آیت میں رسول کریم ﷺ کی تمنا کا اظہار فرما کر اس کو پورا کرنے کا حکم بھی دے دیا ہے کہ آئندہ آپؐ مسجد حرام کی طرف رخ کیا کریں۔

نماز میں خاص بیت اللہ کا استقبال ضروری نہیں انکی سمت کا استقبال بھی بیرونی دنیا کے لئے کافی ہے

یہاں ایک فقہی نقطہ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اس آیت میں کعبہ یا بیت اللہ کے بجائے لفظ مسجد حرام کا استعمال فرمایا گیا ہے جس میں اشارہ ہے کہ بلاد بعیدہ کے رہنے والوں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ عین بیت اللہ کی محاذا ت پائی جائے بلکہ سمت بیت اللہ کی طرف رخ کر لینا کافی ہے۔ ہاں جو شخص مسجد حرام میں موجود ہے یا کسی قریبی پہاڑ پر بیت اللہ کو سامنے دیکھ رہا ہے اس کے لئے خاص بیت اللہ ہی کی طرف رخ کرنا ضروری ہے اگر بیت اللہ کی کوئی چیز بھی اس کے چہرے کے محاذات میں نہ آئی تو اس کی نماز نہیں ہوتی بخلاف ان لوگوں کے جن کے سامنے بیت اللہ نہیں کہ ان کے واسطے سمت بیت اللہ یا سمت مسجد حرام کی طرف رخ کر لینا کافی ہے۔

بہر حال ہجرت مدینہ سے سولہ سترہ مہینے بعد پھر آپؐ کا اور مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ کو بنایا گیا اس پر یہود اور بعض مشرکین و منافقین آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ ان کے دین کا بھی کوئی ٹھکانا نہیں ان کا قبلہ بھی روز روز بدلتا رہتا ہے۔

قرآن کریم نے ان کا یہ اعتراض آیت مذکورہ میں نقل فرمایا۔ مگر ساتھ ہی عنوان یہ رہا کہ بیوقوف لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں اور ان کی بیوقوفی اس جواب سے واضح ہو گئی جو اس کے بعد ذکر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔ قل للہ المشرق والمغرب یھدی من یشآء الی صراط مستقیم

"یعنی آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے ہیں مشرق اور مغرب وہ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ چلاتا ہے"۔

اس میں استقبال قبلہ کی حقیقت کو واضح فرما دیا کہ کعبہ اور بیت المقدس کی کوئی خصوصیت بجز اس کے نہیں کہ حکم ربانی نے ان کو کوئی امتیاز دے کر قبلہ بنا دیا وہ اگر چاہیں تو ان دونوں کے علاوہ کسی تیسری چوتھی چیز کو بھی قبلہ بنا سکتے ہیں۔ پھر جس کو قبلہ بنا دیا گیا اس کی طرف رخ کرنے میں جو کچھ فضیلت اور ثواب ہے اس کی روح حکم حق جل شانہ کی اطاعت کے سوا کچھ نہیں جو بانی کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا بنیادی اصول ہے اور اسی لئے دوسری آیت میں اور زیادہ واضح فرمایا کہ:

لیس البر ان تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب
ولکن البر من امن بالله (البقرہ)

"اس میں ذاتی کوئی نیکی اور ثواب نہیں کہ تم مشرق کی طرف رخ کرو یا مغرب کی طرف لیکن نیکی اللہ پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کرنے میں ہے"۔

اور ایک آیت میں فرمایا:

اینما تولوا فثم وجه الله

"یعنی تم اللہ کے فرمان کے مطابق جس طرف بھی رخ کرو اللہ اسی طرف ہے"۔

ان آیات نے قبلہ اور استقبال قبلہ کی حقیقت کو بھی واضح فرما دیا کہ اس میں ان مقامات کی کوئی ذاتی خصوصیت نہیں بلکہ ان میں فضیلت پیدا ہونے کا سبب یہی ہے کہ ان کو حق تعالیٰ نے قبلہ بنانے کے لئے اختیار فرما لیا اور اس کی طرف رخ کرنے میں ثواب کی وجہ بھی صرف یہی ہے کہ حکم ربانی کی اطاعت ہے اور شاید آنحضرت ﷺ کے لئے قبلہ میں تغیر و تبدل فرمانے کی یہ بھی حکمت ہو کہ عملی طور سے لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ قبلہ کوئی بت نہیں جس کی پرستش کی جائے بلکہ اصل چیز حکم خداوندی ہے وہ بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا آگیا تو اس کی تعمیل کی پھر جب کعبہ کی طرف رخ کرنے کا

حکم مل گیا تو اسی کی طرف رخ کرنا عبادت ہو گیا اس کے بعد والی آیت میں خود قرآن کریم نے بھی اس حکمت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں فرمایا ہے:

وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه

"یعنی جس قبلہ پر آپ پہلے رہ چکے ہیں اس کو قبلہ بنانا تو محض اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ کون رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹ جاتا ہے"۔

اس حقیقت قبلہ کے بیان سے ان بیوقوف مخالفین کا بھی پورا جواب ہو گیا جو قبلہ کے بارے میں تغیر و تحویل کو اصول اسلام کے منافی سمجھتے اور مسلمانوں کو طعنے دیتے تھے۔

آخر میں ارشاد فرمایا:

یهدی من یشاء الی صراط مستقیم اس میں بتلا دیا ہے کہ سیدھی راہ یہی ہے کہ انسان حکم حق جل شانہ کے لئے کمر بستہ منتظر رہے جو حکم مل جائے اس پر بے چون و چرا عمل کرے اور یہ سیدھی راہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل کتاب کو مسلمانون کے ساتھ سب سے بڑا حسد تین چیزوں پر ہے ایک یہ کہ ہفتہ میں ایک دن عبادت کے لئے مخصوص کرنے کا حکم ساری امتوں کو ملا تھا۔ یہود نے شنبہ و سنیچر کا دن مقرر کر لیا اور نصاریٰ نے اتوار کا اور حقیقت میں عند اللہ وہ جمعہ کا روز تھا جو مسلمانوں کے انتخاب میں آیا دوسرے وہ قبلہ جو تحویل کے بعد مسلمانوں کے لئے مقرر کیا گیا اور کسی امت کو اس کی توفیق نہیں ہوئی۔ تیسرے امام کے پیچھے آمین کہنا کہ یہ تینوں خصلتیں صرف مسلمانوں کو میسر ہوئیں اہل کتاب ان سے محروم ہیں۔

فضائل ومسائل

لفظ وسط بفتح السین بمعنی اوسط ہے اور خیر الامور اور افضل اشیاء کو وسط کہا جاتا ہے۔

ترمذی میں بروایت ابو سعید خدریؓ آنحضرت ﷺ سے لفظ وسط کی تفسیر عدل سے کی گئی ہے جو بہترین کے معنی میں آیا ہے۔ قرطبی) اس آیت میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی ایک امتیازی فضیلت و خصوصیت کا ذکر ہے۔ کہ وہ ایک معتدل امت بنائی گئی۔ اس میں یہ بتلایا گیا کہ جس طرح ہم نے مسلمانوں کو وہ قبلہ عطا کیا جو سب سے اشرف اور افضل ہے اسی طرح ہم نے امت اسلامیہ کو ایک خاص امتیازی فضیلت یہ عطا کی ہے کہ اس کو ایک معتدل امت بنایا ہے جس کے نتیجہ میں ان کو میدان حشر میں یہ امتیاز حاصل ہو گا کہ سارے انبیاء علیہم السلام کی امتیں جب اپنے انبیاء کی ہدایت و تبلیغ سے مکر جائیں گی اور ان کو جھٹلا کر یہ کہیں گی کہ ہمارے پاس نہ کوئی کتاب آئی نہ کسی نبی نے ہمیں کوئی ہدایت کی اس وقت امت محمدیہ علیہم السلام کی طرف سے گواہی میں پیش ہوگی اور یہ شہادت دے گی کہ انبیاء علیہم السلام نے ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائی ہوئی ہدایت ان کو پہنچائیں۔ اور ان کو صحیح راستہ پر لانے کی مقدور بھر پوری کوشش کی مدعی علیہم امتیں امت محمدیہ کی گواہی پر یہ جرح کریں گی کہ اس امت محمدیہ کا تو ہمارے زمانے میں وجود بھی نہ تھا اس کو ہمارے معاملات کی کیا خبر اس کی گواہی ہمارے مقابلہ میں کیسے قبول کی جا سکتی ہے۔

امت محمدیہ اس جرح کا یہ جواب دے گی کہ بے شک ہم اس وقت موجود نہ تھے مگر ان کے واقعات و حالات کی خبر ہمیں ایک صادق مصدوق رسولؐ نے اور اللہ کی کتاب نے دی ہے جس پر ہم ایمان لائے اور ان کی خبر کو اپنے معائنہ سے زیادہ وقیع اور سچا جانتے ہیں اس لئے ہم اپنی شہادت میں حق بجانب اور سچے ہیں۔ اس وقت رسول کریم ﷺ پیش ہوں گے اور ان گواہوں کا تزکیہ و توثیق کریں گے کہ بیشک انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری تعلیم کے ذریعہ ان کو یہ صحیح حالات معلوم ہوئے۔

محشر کے اس واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری، ترمذی، نسائی اور مسند احمد کی متعدد احاد

میں مجملا" مفصلا" مذکور ہے۔

الغرض آیت مذکورہ میں امت محمدیہؐ کی اعلیٰ فضیلت و شرف کا یہ راز بتلایا گیا ہے کہ یہ امت معتدل امت بنائی گئی ہے اس لئے یہاں چند باتیں قابل غور ہیں۔

(1) اعتدال کے معنی اور حقیقت کیا ہیں (2) وصف اعتدال کی یہ اہمیت کیوں ہے کہ اس پر مدار فضیلت رکھا گیا ہے (3) اس امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے معتدل ہونے کا واقعات کی رو سے کیا ثبوت ہے ترتیب وار ان تینوں سوالوں کا جواب یہ ہے:

اعتدال کے لفظی معنی ہیں برابر ہونا۔ یہ لفظ عدل سے مشتق ہے اس کے معنی بھی برابر کرنے کے ہیں۔

2- وصف اعتدال کی یہ اہمیت کہ اس کو انسانی شرف و فضیلت کا معیار قرار دیا گیا ذرا تفصیل طلب ہے اس کو پہلے ایک محسوس مثال سے دیکھئے دنیا کے جتنے نئے اور پرانے طریقے جسمانی صحت و علاج کے لئے جاری ہیں۔ طبی یونانی ویدک ایلوپیتھک ہومیوپیتھک وغیرہ سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ بدن انسانی کی صحت اعتدال مزاج ہے۔ اور جہاں یہ اعتدال کسی جانب سے خلل پذیر ہو وہی بدن انسانی اک مرض ہے خصوصا" طب یونانی کا تو بنیادی اصول ہی مزاج کی پہچان پر موقوف ہے انسان کا بدن چار خلط خون بلغم، سودا، صفرا سے مرکب اور انہی چاروں اخلاط سے پیدا شدہ چار کیفیات انسان کے بدن میں ضروری ہیں گرمی ٹھنڈک، خشکی اور تری جس وقت تک یہ چاروں کیفیات مزاج انسانی کے مناسب حدود کے اندر معتدل رہتی ہیں وہ بدن انسانی کی صحت تندرستی کہلاتی ہے اور جہاں ان میں سے کوئی کیفیت مزاج انسانی کی حد سے زیادہ ہو جائے یا گھٹ جائے وہی مرض ہے اور اگر اس کی اصلاح و علاج نہ کیا جائے تو ایک حد میں پہنچ کر وہی موت کا پیام ہو جاتا ہے۔

اس محسوس مثال کے بعد اب روحانیت اور اخلاقیات کی طرف آئیے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ان میں بھی اعتدالی اور بے اعتدالی کا یہی طریقہ جاری ہے اس کے اعتدال کا نام روحانی صحت اور بے اعتدالی کا نام، روحانی اور اخلاقی مرض ہے اور اس مرض کا اگر علاج کر کے اعتدال پر نہ لایا جائے تو اس کا نتیجہ روحانی موت ہے اور یہ بھی کسی صاحب بصیرت انسان پر مخفی نہیں کہ جوہر انسانیت جس کی وجہ سے انسان ساری مخلوقات کا حاکم

اور مخدوم قرار دیا گیا ہے وہ اس کا بدن یا بدن کے اجزاء و اخلاط یا ان کی کیفیات حرارت و برودت نہیں کیونکہ ان اجزاء و کیفیات میں تو دنیا کے سارے جانور بھی انسانیت کے ساتھ شریک بلکہ انسانیت سے زیادہ حصہ رکھنے والے ہیں۔

جوہر انسانیت جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات اور آقائے کائنات مانا گیا ہے وہ اس کے گوشت پوست اور حرارت و برودت وغیرہ سے بالاتر کوئی چیز ہے جو انسان میں کامل اور اکمل طور پر موجود ہے دوسری مخلوقات کو اس کا وہ درجہ حاصل نہیں اور اس کا متعین کر لینا بھی کوئی باریک اور مشکل کام نہیں کہ وہ انسان کا روحانی اور اخلاقی کمال ہے جس نے اس کو مخدوم کائنات بنایا ہے مولانا رومیؒ نے خوب فرمایا ہے ؎

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست
آدمیت جز رضائے دوست نیست

اور اسی وجہ سے وہ انسان جو اپنے جوہر شرافت و فضیلت کی بے قدری کر کے اس کو ضائع کرتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا ؎

اینکہ می بینی خلاف آدم اند
نیستند آدم غلاف آدم اند

اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ انسان کا جوہر شرافت اور مدار فضیلت اس کے روحانی اور اخلاقی کمالات ہیں اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ بدن انسانی کی طرح روح انسانی بھی اعتدال و بے اعتدال کا شکار ہوتی ہے اور جس طرح بدن انسانی کی صحت اس کے مزاج اور اخلاط کا اعتدال ہے۔ اسی طرح روح کی صحت روح اور اس کے اخلاق کا اعتدال ہے اس لئے انسان کامل کہلانے کا مستحق صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو جسمانی اعتدال کے ساتھ روحانی اور اخلاقی اعتدال بھی رکھتا ہو یہ کمال تمام انبیاء علیہم السلام کو خصوصیت کے ساتھ عطا ہوتا ہے اور ہمارے رسول اللہ ص کو انبیاء علیہم السلام میں بھی سب سے زیادہ یہ کمال حاصل تھا اس لئے انسان کامل کے اولین مصداق آپؐ ہی ہیں اور جس طرح جسمانی اعلاج معالجہ کے لئے ہر زمانہ اور ہر جگہ ہر بستی میں طبیب اور ڈاکٹر اور دواؤں اور آلات کا ایک

محکم نظام حق تعالیٰ نے قائم فرمایا ہے اسی طرح روحانی علاج اور قوموں میں اخلاقی اعتدال پیدا کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ان کے ساتھ آسمانی ہدایات بھیجی گئیں۔ اور بقدر ضرورت مادی طاقتیں بھی عطا کی گئیں جن کے ذریعہ وہ یہ قانون اعتدال دنیا میں نافذ کر سکیں اسی مضمون کو قرآن کریم نے سورہ حدید میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید فیه باس شدید ومنافع للناس۔

"یعنی ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہو جائیں اور ہم نے اتارا لوہا اس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کے کام چلتے ہیں"۔

اس میں انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے اور ان پر کتابیں نازل کرنے کی حکمت یہی بتلائی ہے کہ وہ ان کے ذریعہ لوگوں میں اخلاقی اور عملی اعتدال پیدا کریں کتاب اخلاق اور روحانی اعتدال پیدا کرنے کے لئے نازل کی گئی اور ترازو معاملات لین دین میں عملی اعتدال پیدا کرنے کے لئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ترازو سے مراد ہر پیغمبر کی شریعت ہو۔ جس کے ذریعہ اعتدال حقیقی معلوم ہوتا ہے اور عدل و انصاف قائم کیا جا سکتا ہے۔

اس تفصیل سے آپ نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے اور ان پر کتابیں نازل کرنے کی اصل غرض و حکمت یہی ہے کہ قوموں کو اخلاقی اور عملی اعتدال پر قائم کیا جائے اور یہی قوموں کی صحت مندی اور تندرستی ہے۔

اس بیان سے آپ نے یہ بھی معلوم کر لیا ہوگا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی جو فضیلت آیت مذکورہ میں بتلائی گئی۔ وکذلک جعلنکم امة وسطا یعنی ہم نے تمہیں ایک معتدل امت بنائی ہے' یہ بولنے اور لکھنے میں تو ایک لفظ ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے کسی قوم یا شخص میں جتنے کمالات اس دنیا میں ہو سکتی ہیں ان سب

کے لئے حاوی اور جامع ہے۔

اس میں امت محمدیہ کو امت وسط یعنی معتدل امت فرما کر یہ بتلا دیا کہ انسان کا جوہر شرافت و فضیلت ان میں بدرجہ کمال موجود ہے اور جس غرض کیلئے یہ آسمان و زمین کا سارا نظام ہے اور جس کے لئے انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابیں بھیجی گئی ہیں یہ امت اس میں ساری امتوں سے ممتاز اور افضل ہے۔

قرآن کریم نے اس امت کے متعلق اس خاص وصف فضیلت کا بیان مختلف آیات میں مختلف عنوانات سے کیا ہے سورہ اعراف کے آخر میں امت محمدیہ کے لئے ارشاد ہوا۔

وممن خلقنا امه یهدون بالحق وبه یعدلون۝

"یعنی ان لوگوں میں جن کو ہم نے پیدا کیا ہو ایک ایسی امت ہے جو سچی راہ بتلاتے ہیں اور اس کے مواقف انصاف کرتے ہیں"۔

اس میں امت محمدیہ کے اعتدال روحانی و اخلاقی کو واضح فرمایا ہے کہ وہ اپنی ذاتی مفادات اور خواہشات کو چھوڑ کر آسمانی ہدایت کے مطابق خود بھی چلتے ہیں اور دوسروں کو بھی چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کسی معاملہ میں نزاع و اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ بھی اسی بے لاگ آسمانی قانون کے ذریعہ کرتے ہیں جس میں کسی قوم یا شخص کے خصوصی مفاد کا کوئی خطرہ نہیں۔

اور سورہ آل عمران میں امت محمدیہ کے اسی اعتدال مزاج اور اعتدال روحانی کے آثار ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف تنهون عن المنکر وتومنون بالله

"یعنی تم سب امتوں میں بہتر ہو جو عالم میں بھیجی گئی ہو حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہوئے برے کاموں سے اور اللہ پر ایمان لاتے ہو"۔

یعنی جس طرح ان کو رسولؐ سب رسولوں میں افضل نصیب ہوئے کتاب سب کتابوں میں جامع اور اکمل نصیب ہوئی اسی طرح ان کو قوموں کا صحتمندانہ مزاج اور اعتدال بھی

اس اعلیٰ پیمانے پر نصیب ہوا کہ وہ سب امتوں میں بہتر امت قرار پائی۔ اس پر علوم و معارف کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں ایمان و عمل و تقویٰ کی شاخیں ان کی قربانیوں سے سرسبز و شاداب ہوں گی۔ وہ کسی مخصوص ملک و اقلیم میں محصور نہ ہوگی بلکہ اس کا دائرہ عمل سارے عالم اور انسانی زندگی کی سارے شعبوں کو محیط ہوگا۔ گویا اس کا وجود ہی اس لئے ہوگا کہ دوسروں کی خیر خواہی کرے اور جس طرح ممکن ہو انہیں جنت کے دروازوں پر لا کھڑا کردے۔ اخرجت للناس میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ یہ امت دوسروں کی خیر خواہ اور فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس کا فرض منصبی اور قومی نشان یہ ہے کہ لوگوں کو نیک کاموں کی ہدایت کرے برے کاموں سے روکے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد الدین النصیحۃ کا یہی مطلب ہے کہ دین اس کا نام ہے کہ سب مسلمانوں کی خیر خواہی کرے پھر برے کاموں میں کفر شرک، بدعات، رسوم قبیح، فسق و فجور اور ہر قسم کی بداخلاقی اور نامعقول باتیں شامل ہیں ان سے روکنا بھی کئی طرح ہوگا کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے کبھی قلم سے کبھی تلوار سے غرض ہر قسم کا جہاد اس میں داخل ہوگیا۔ یہ صفت جس قدر عموم و اہتمام سے امت محمدیہ میں پائی گئی پہلی امتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

3- اب تیسری بات غور طلب یہ رہ گئی کہ اس امت کے توسط و اعتدال کا واقعات سے ثبوت کیا ہے اس کی تفصیل طویل اور تمام امتوں کے اعتقادات اعمال و اخلاق اور کارناموں کا موازنہ کرکے بتلانے پر موقوف ہے اس میں سے چند چیزیں بطور مثال ذکر کی جاتی ہیں۔

اعتقادی اعتدال : سب سے پہلے اعتقادی اور نظری اعتدال کو لے لیجئے تو پچھلی امتوں میں ایک طرف تو یہ نظر آئے گا کہ اللہ کے رسولوں کو اس کا بیٹا بنالیا اور ان کی عبادت اور پرستش کرنے لگے۔ قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصٰری المسیح ابن اللہ اور دوسری طرف انہی قوموں کے دوسرے افراد کا یہ عالم بھی مشاہدہ میں آئے گا کہ رسول کے مسلسل معجزات دیکھنے میں برتنے کے باوجود جب ان کا رسول ان کو کسی جنگ و جہاد کی دعوت دیتا ہے تو وہ کہہ دیتی ہیں۔ اذھب

انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون یعنی جایئے آپ اور آپ کا پروردگار وہی مخالفین سے قتال کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں کہیں یہ بھی نظر آتا ہے کہ اپنے انبیاء کو خود ان کے ماننے والے طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے ہیں۔

بخلاف امت محمدیہؐ کے کہ وہ ہر قرن ہر زمانے میں ایک طرف تو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ عشق و محبت رکھتے ہیں کہ اس کے آگے اپنی جان و مال اور اولاد و آبرو سب کو قربان کردیتے ہیں۔

سلام اسؐ پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں ہیں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے ہیں

اور دوسری طرف یہ اعتدال کہ رسول کو رسول اور خدا کو خدا سمجھتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو باایں ہمہ کمالات و فضائل عبداللہ ورسولہ مانتے اور کہتے ہیں وہ آپؐ کے مدائح و مناقب میں بھی یہ پیمانہ رکھتے ہیں جو قصیدہ بردہ میں فرمایا۔

دع ما ادعہ النصاری فی نبیھم
واحک بماشئت مدحا فیہ واحتکم

"یعنی اس کلمہ کفر کو تو چھوڑ دو جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں کہہ دیا کہ وہ معاذ اللہ خود خدا یا خدا کے بیٹے ہیں اس کے سوا آپؐ کی مدح و ثناء میں جو کچھ کہو وہ سب حق و صحیح ہے۔

جس کا خلاصہ کسی نے ایک شعر میں اس طرح بیان کردیا۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

عمل اور عبادت میں اعتدال : اعتقاد کے بعد عمل اور عبادت کا نمبر ہے اس میں ملاحظہ فرمایئے پچھلی امتوں میں ایک طرف تو یہ نظر آئے گا کہ اپنی شریعت کے احکام کو چند ٹکوں کے بدلے فروخت کیا جاتا ہے رشوتیں لے کر آسمانی کتاب میں ترمیم کی جاتی ہے یا غلط فتوے دیئے جاتے ہیں اور طرح طرح کے حیلے بہانے کرکے شرعی احکام کو بدلا جاتا ہے عبادت سے پیچھا چھڑایا جاتا ہے اور دوسری طرف عبادت خانوں میں آپ کو ایسے لوگ بھی نظر آئیں گے جنہوں نے ترک دنیا کرکے رہبانیت اختیار کرلی وہ خدا کی دی ہوئی حلال

نعمتوں سے بھی اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں اور سختیاں جھیلنے ہی کو عبادت و ثواب سمجھتے ہیں۔

امت محمدیہؐ نے اس کے خلاف ایک طرف رہبانیت کو انسانیت پر ظلم قرار دیا اور دوسری طرف احکام خدا رسول پر مرمٹنے کا جذبہ پیدا کیا اور قیصرو کسریٰ کے تخت و تاج کے مالک بن کر دنیا کو یہ دکھلا دیا کہ دیانت و سیاست میں یا دین و دنیا میں بیر نہیں مذہب صرف مسجدوں یا نقالوں کے گوشوں کے لئے نہیں آیا بلکہ اس کی حکمرانی بازاروں اور دفتروں پر بھی ہے اور وزارتوں اور امارتوں پر بھی اس نے بادشاہی میں فقیری اور فقیری میں بادشاہی سکھلائی۔

چو فقر اندر لباس شاہی آمد
ز تدبیر عبیداللہی آمد

معاشرتی اور تمدنی اعتدال : اس کے بعد معاشرت اور تمدن کو دیکھئے تو پچھلی امتوں میں آپ ایک طرف یہ بے اعتدالی دیکھیں گے کہ انسانی حقوق کی کوئی پرواہ نہیں حق ناحق کی کوئی بحث نہیں اپنی اغراض کے خلاف جس کو دیکھا اس کو کچل ڈالنا، قتل کر دینا، لوٹ لینا سب سے بڑا کمال ہے ایک رئیس کی چراگاہ میں کسی دوست کا اونٹ گھس گیا اور وہاں کچھ نقصان کر دیا تو عرب کی مشہور جنگ حرب بسوس مسلسل جاری رہی ہزاروں انسانوں کا خون ہوا عورتوں کو انسانی حقوق دینا تو کجا زندہ رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی کہیں بچپن ہی میں ان کو زندہ درگور کر دینے کی رسم تھی کہیں مردہ شوہروں کے ساتھ ستی کر کے جلا ڈالنے کا رواج تھا اس کے بالمقابل دوسری طرف یہ سفیہانہ رحم دلی کہ کیڑے مکوڑوں کی ہتھیا کو حرام سمجھیں جانوروں کے ذبیحہ کو حرام قرار دیں خدا کے حلال کئے ہوئے جانوروں کے گوشت و پوست سے نفع اٹھانے کو ظلم سمجھیں امت محمدیہؐ اور اس کی شریعت نے ان سب بے اعتدالیوں کا خاتمہ کیا ایک طرف انسان کو انسان کے حقوق بتلائے۔ اور نہ صرف صلح و درستی کے وقت بلکہ عین میدان جنگ میں مخالفین کے حقوق کی حفاظت سکھلائی۔ عورتوں کو مردوں کی طرح حقوق عطا فرمائے اور دوسری طرف ہر چیز کی حد مقرر فرمائی۔ جس سے آگے بڑھنے اور پیچھے رہنے کو جرم قرار دیا اور اپنے حقوق کے معاملہ میں درگزر اور

عفو و چشم پوشی کا سبق سکھلایا دوسروں کے حقوق کا پورا اہتمام کرنے کے آداب سکھلائے۔

اقتصادی اور مالی اعتدال : اس کے بعد دنیا کی ہر قوم و ملت میں سب سے اہم مسئلہ معاشیات اور اقتصادیات کا ہے۔ اس میں بھی دوسری قوموں اور امتوں میں طرح طرح کی بے اعتدالیاں نظر آئیں گی ایک طرف نظام سرمایہ داری ہے جس میں حلال و حرام کی قیود سے اور دوسرے لوگوں کی خوش حالی یا بدحالی سے آنکھیں بند کر کے زیادہ سے زیادہ دولت جمع کر لینا سب سے بڑی انسانی فضیلت سمجھی جاتی ہے تو دوسری طرف شخصی اور انفرادی ملکیت ہی کو سرے سے جرم قرار دیا جاتا ہے اور غور کرنے سے دونوں اقتصادی نظاموں کا حاصل مال دولت کی پرستش اور اس کو مقصد زندگی سمجھنا اور اس کے لئے دوڑ دھوپ ہے۔

امت محمدیہؐ اور اس کی شریعت نے اس میں بھی اعتدال کی عجیب و غریب صورت پیدا کی کہ ایک طرف تو دولت کو مقصد زندگی بنانے سے منع فرمایا۔ اور اس پر کسی منصب و عہدہ کا مدار نہیں رکھا اور دوسری طرف تقسیم دولت کے ایسے پاکیزہ اصول مقرر کئے جن سے کوئی انسان ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے۔ اور کوئی فرد ساری دولت کو نہ سمیٹ لے قابل اشتراک چیزوں کو مشترک اور وقف عام رکھا مخصوص چیزوں میں انفرادی ملکیت کا مکمل احترام کیا حلال مال کی فضیلت اس کے رکھنے اور استعمال کرنے کی صحیح طریقے بتلائے اس کی تفصیل اس قدر طویل ہے کہ ایک مستقل بیان کو چاہتی ہے اس وقت بطور مثال چند نمونے اعتدال اور بے اعتدالی کے پیش کرنے تھے اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے جس سے آیت مذکورہ کا مضمون واضح ہو گیا۔ کہ امت محمدیہؐ کو ایک معتدل اور بہترین امت بنایا گیا ہے۔

احکام و مسائل

شہادت کے لئے عدل و ثقہ ہونا شرط ہے : لتکونوا اشھداء علی الناس یعنی امت محمدیہؐ کو وسط اور عدل و ثقہ اس لئے بنایا گیا کہ یہ شہادت دینے کے قابل ہو جائیں اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص عدل نہیں وہ قابل شہادت نہیں۔

اجماع کا حجت ہونا : قرطبی نے فرمایا کہ یہ آیت اجماع امت کی حجت ہونے پر ایک دلیل ہے کیونکہ جب اس امت کو اللہ تعالیٰ نے شہداء قرار دے کر دوسری امتوں کے بالمقابل ان کی بات کو حجت بنا دیا تو ثابت ہوا کہ اس امت کا اجماع حجت ہے اور عمل اس پر واجب ہے۔ اس طرح کہ صحابہ کا قول تابعین پر اور تابعین کا قول تبع تابعین پر حجت ہے۔

اور تفسیر مظہری میں ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اس امت کے جو افعال و اعمال متفق علیہ ہیں وہ سب محمود و مقبول ہیں کیونکہ اگر سب کا اتفاق کسی خطا پر تسلیم کیا جائے تو پھر یہ کہنے کے کوئی معنی نہیں رہتے کہ یہ امت وسط اور عدل ہے۔

اور امام جصاصؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں اس کی دلیل ہے کہ ہر زمانے کے مسلمانوں کا اجماع معتبر ہے اجماع کا حجت ہونا صرف قرن اول یا کسی خاص زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں کیونکہ آیت میں پوری امت کو خطاب ہے اور امت رسول اللہ ﷺ کی صرف وہ نہیں تھے جو اس زمانے میں موجود تھے بلکہ قیامت تک آنے والی نسلیں جو مسلمان ہیں وہ سب آپ کی امت ہیں تو ہر زمانے کے مسلمان شہداء اللہ ہو گئے جن کا قول حجت ہے وہ سب کسی خطاء اور غلط پر متفق نہیں ہو سکتے۔

فوائد و مسائل

کعبہ کے قبلہ نماز ہونے کی ابتداء کب ہوئی : اس میں صحابہ و تابعین کا اختلاف ہے کہ ہجرت سے پہلے کہ مکرمہ میں جب نماز فرض ہوئی اس وقت قبلہ بیت اللہ تھا یا بیت المقدس حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول یہ ہے کہ اول ہی سے قبلہ بیت المقدس تھا جو ہجرت کے بعد بھی سولہ سترہ مہینہ تک باقی رہا اس کے بعد بیت اللہ کو قبلہ بنانے کے احکام نازل ہو گئے البتہ رسول اللہ ﷺ کا عمل مکہ مکرمہ میں یہ رہا کہ آپؐ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان نماز پڑھتے تھے۔ تاکہ بیت اللہ بھی سامنے رہے اور بیت المقدس کا بھی استقبال ہو جائے مدینہ پہنچنے کے بعد یہ ممکن نہ رہا اس لیے تحویل قبلہ کا اشتیاق پیدا ہوا۔ (ابن کثیر)

اور دوسرے حضرات نے فرمایا کہ جب نماز فرض ہوئی مکہ میں تو مسلمانوں کا ابتدائی

قبلہ بیت اللہ ہی تھا۔ کیونکہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کا قبلہ بھی بیت اللہ ہی رہا تھا اور آنحضرت ﷺ جب تک مکہ میں مقیم رہے بیت اللہ کی طرف نماز پڑھتے رہے پھر ہجرت کے بعد آپؐ کا قبلہ بیت المقدس قرار دے دیا گیا۔ اور مدینہ میں سولہ سترہ مہینے آپ نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی اس کے بعد پھر آپؐ کا جو پہلا قبلہ تھا یعنی بیت اللہ اسی کی طرف نماز میں توجہ کرنے کا حکم آگیا۔ تفسیر قرطبی مین بحوالہ ابوعمرو اسی کو اصح القولین قرار دیا اور حکمت اس کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد چونکہ قبائل یہود سے سابقہ پڑا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو مانوس کرنے کے لئے انہی کا قبلہ باذن خداوندی اختیار کر لیا۔ مگر پھر تجربہ سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آنے والے نہیں تو پھر آپؐ کو اپنے اصلی قبلہ یعنی بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم مل گیا۔ جو آپ کو اپنے آباء ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کا قبلہ ہونے کی وجہ سے طبعاً محبوب تھا۔

اور قرطبیؒ نے ابوالعالیہ ریاحی سے نقل کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی مسجد کا قبلہ بھی بیت اللہ کی طرف تھا اور پھر ابوالعالیہ نے نقل کیا ہے کہ ان کا ایک یہودی سے مناظرہ ہو گیا یہودی نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کا قبلہ صخرہ بیت المقدس تھا ابوالعالیہؒ نے کہا کہ نہیں موسیٰ علیہ السلام صخرہ بیت المقدس کے پاس نماز پڑھتے تھے مگر آپ کا رخ بیت اللہ ہی کی طرف ہوا تھا یہودی نے انکار کیا تو ابوالعالیہ نے کہا کہ اچھا میرے تمہارے جھگڑے کا فیصلہ حضرت صالح علیہ السلام کی مسجد کر دے گی جو بیت المقدس کے نیچے ایک پہاڑ پر ہے دیکھا گیا تو اس کا قبلہ بیت اللہ کی طرف تھا۔

اور جن حضرات نے پہلا قول اختیار کیا ہے ان کے نزدیک حکمت یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں تو مشرکین سے امتیاز اور ان سے مخالفت کا اظہار کرنا تھا اس لئے ان کا قبلہ چھوڑ کر بیت المقدس کو قبلہ بنا دیا گیا پھر ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں یہود و نصاریٰ سے امتیاز اور ان کی مخالفت کا اظہار مقصود ہوا تو ان کا قبلہ بدل کر بیت اللہ کو قبلہ بنا دیا گیا اسی اختلاف اقوال کی بناء پر آیت مذکورہ کی تفسیر میں بھی اختلاف ہو گیا کہ القبلہ التی کنت علیھا سے کیا مراد ہے قول اول کی بنا پر اس سے مراد بیت المقدس ہے جو آپ کا قبلہ

اولیٰ تھا اور قول ثانی کی بناء پر اس سے مراد کعبہ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ وہی آپ کا پہلا قبلہ تھا۔

اور مفہوم آیت کا دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ ہم نے تحویل قبلہ کو آپ کا اتباع کرنے والے مسلمانوں کے لئے ایک امتحان قرار دیا ہے تاکہ ظاہر طور پر بھی معلوم ہو جائے کہ کون آپ کا صحیح فرمانبردار ہے اور کون اپنی رائے کے پیچھے چلتا ہے چنانچہ تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے کے بعد بعض ضعیف الایمان یا وہ جن کے دلوں میں کچھ نفاق تھا اسلام سے پھر گئے اور رسول اللہ ﷺ پر یہ الزام لگایا کہ یہ تو اپنی قوم کے دین کی طرف پھر گئے۔

احکام و مسائل

کبھی سنت کو قرآن کے ذریعہ بھی منسوخ کیا جاتا ہے : جصاص ؒ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ قرآن کریم میں کہیں اس کی تصریح نہیں ہے کہ رسول کریم ﷺ کو قبل از ہجرت یا بعد ہجرت بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا تھا بلکہ اس کا ثبوت صرف احادیث اور سنت نبویہ ہی سے ہے۔ تو جو چیز سنت کے ذریعہ ثابت ہوئی تھی اس آیت قرآن نے اس کو منسوخ کر کے آپ کا قبلہ بیت اللہ کو بنا دیا۔

اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حدیث رسول بھی ایک حیثیت سے قرآن ہی ہے اور یہ کہ کچھ احکام وہ بھی ہیں جو قرآن میں مذکور نہیں صرف حدیث سے ثابت ہیں اور قرآن ان کی شرعی حیثیت کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ اسی آیت کے اخیر میں یہ بھی مذکور ہے کہ جو نمازیں بامر رسول ﷺ بیت المقدس کی طرف پڑھی گئیں وہ بھی معتبر اور مقبول عند اللہ ہیں۔

خبرواحد جبکہ قرائن قویہ اس کے ثبوت پر موجود ہوں اس سے قرآنی حکم منسوخ سمجھا جا سکتا ہے

بخاری و مسلم اور تمام معتبر کتب حدیث میں متعدد صحابہ کرامؓ کی روایات سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا اور آپؐ نے عصر کی نماز جانب بیت اللہ پڑھی اور بعض روایات میں اس جگہ عصر کے بجائے ظہر مذکور ہے (ابن کثیر) تو بعض صحابہ کرام یہاں سے نماز پڑھ کر باہر گئے اور دیکھا کہ قبیلہ بنی سلمہ کے لوگ اپنی مسجد میں حسب سابق بیت المقدس کی طرف نماز پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے آواز دے کر کہا کہ اب قبلہ بیت اللہ کی طرف ہو گیا ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بجانب بیت اللہ نماز پڑھ کر آئے ہیں ان لوگوں نے درمیان نماز ہی اپنا رخ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف پھیر لیا نویلہ بنت مسلم کی روایت میں ہے کہ اس وقت عورتیں جو پچھلی صفوں میں تھیں آگے آگئیں اور مرد جو اگلی صفوں میں تھے پیچھے آگئے اور جب رخ بیت اللہ بدلا گیا تو مردوں کی صفیں آگے اور عورتوں کی پیچھے ہو گئیں۔ (ابن کثیر)

بنو سلمہ کے لوگوں نے تو ظہر یا عصر ہی سے تحویل قبلہ کے حکم پر عمل کر لیا۔ مگر قبا میں یہ خبر اگلے دن صبح کی نماز میں پہنچی جیسا کہ بخاری و مسلم میں بروایت ابن عمرؓ مذکور ہے اہل قبا نے بھی نماز ہی کے اندر اپنا رخ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف پھیر لیا۔ (ابن کثیر و جصاص)

امام جصاصؒ نے یہ متعدد روایات حدیث نقل کر کے فرمایا:

هذا خبر صحيح متفيض في ايدي اهل العلم قد تلقوه بالقبول فصار في حيزا التواتر الموجب للعلم في حيزا التواتر الموجب للعلم۔

"یعنی یہ حدیث اگرچہ اصل سے خبرواحد ہے، مگر قرائن قویہ کی وجہ سے اس نے درجہ تواتر کا حاصل کر لیا ہے جو علم یقین کا موجب ہوتا ہے۔

مگر حنفیہ اور ان کے متفق فقہاء جن کا ضابطہ یہ ہے کہ خبرواحد سے کوئی قطعی حکم

منسوخ نہیں ہو سکتا۔ ان پر یہ سوال اب بھی باقی رہتا ہے کہ اس حدیث کی شہرت اور تلقی بالقبول تو بعد میں ہوئی بنو سلمہ اور اہل قباء کو تو اچانک ایک ہی آدمی نے خبر دی تھی اس وقت حدیث کو درجہ شہرت تواتر حاصل نہیں تھا انہوں نے اس پر کیسے عمل کر لیا۔ جصاصؒ نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ ان حضرات اور سب صحابہ کو پہلے سے یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی رغبت یہ ہے کہ آپؐ کا قبلہ بیت اللہ کر دیا جائے اور آپؐ اس کے لئے دعا بھی کر رہے ہیں اس رغبت و دعاء کی وجہ سے ان حضرات کی نظر میں استقبال بیت المقدس کا حکم باقی نہ رہنے کا احتمال ضرور پیدا ہو گیا تھا اس احتمال کی وجہ سے بقاء قبلہ بیت المقدس ظنی ہو گیا تھا اس کے منسوخ کرنے کے لئے یہ خبرواحد کافی ہو گئی ورنہ محض خبرواحد سے کوئی قرآنی قطعی فیصلہ منسوخ ہو جانا معقول نہیں۔

آلہ مکبر الصوت کی آواز پر نماز میں

نقل و حرکت

کے مفسد نماز نہ ہونے پر استدلال

صحیح بخاری باب ماجاء فی القبلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث جو قباء میں تحویل قبلہ کا حکم پہنچنے اور ان لوگوں کے بحالت نماز بیت اللہ کی طرف پھر جانے کا واقعہ ذکر کیا اس پر علامہ عینی حنفی نے تحریر فرمایا ہے:

فیہ جواز تعلیم من لیس فی الصلوۃ من ھو فیھا۔ (عمدۃ القاری ص 148 ج 4)

"یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص نماز میں شریک نہیں وہ کسی نماز پڑھنے والے کو تعلیم و تلقین کر سکتا ہے"۔

نیز علامہ عینی نے دوسری جگہ اس حدیث کے ذیل میں یہ الفاظ لکھے ہیں"۔

وفیه استماع المصلی الکلام من لیس فی الصلوة فلا یضر صلوته (الی) ھکذا استنبطه الطحاوی (عمدۃ القاری ص 148 ج 4)

"یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص نماز میں شریک نہیں وہ کسی نماز پڑھنے والے کو تعلیم و تلقین کر سکتا ہے"۔

اور عام فقہاء حنفیہ نے جو خارج صلوۃ کسی شخص کی اقتداء اور اتباع کو مفسد نماز کہا ہے جو عام متون و شروح حنفیہ میں منقول ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ نماز میں غیر اللہ کے امر کا اتباع موجب فساد نماز ہے لیکن اگر کوئی شخص اتباع امر الٰہی کا کرے مگر اس اتباع میں کوئی دوسرا شخص واسطہ بن جائے وہ موجب فساد نہیں۔

فقہاء نے جہاں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ کوئی شخص جماعت میں شریک ہونے کے لئے ایسے وقت پہنچے کہ اگلی صف پوری ہو چکی ہے اب پچھلی صف میں تنہا رہ جاتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اگلی صف میں سے کسی آدمی کو پیچھے کھینچ کر اپنے ساتھ ملا لے اس میں بھی یہی سوال آتا ہے کہ اس کے کہنے سے جو پیچھے آجائے گا وہ نماز میں اتباع امر غیر اللہ کا کرے گا اس لئے اس کی نماز فاسد ہو جانی چاہئے لیکن در مختار باب الامامہ میں اس مسئلہ کے متعلق تحریر فرمایا۔ ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلة من جذب من الصف فتاخر فھل ثم فرق فلیحرر اس پر علامہ طحاویؒ نے تحریر فرمایا لانه امتثل امر الله یعنی اس صورت میں نماز فاسد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ در حقیقت اس شخص نے آنے والے کے حکم کا اتباع نہیں کیا۔ بلکہ امر الٰہی کا اتباع کیا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ اس کو پہنچا ہے کہ جب ایسی صورت پیش آئے تو اگلی صف والے کو پیچھے آجانا چاہئے۔

اسی طرح شرنبلالیؒ نے شرح وھبانیہ میں اس مسئلہ کا ذکر کر کے پہلے فساد نماز کا قول نقل کیا پھر اس کی تردید کی اس کے الفاظ یہ ہیں اذا قیل لمصل تقدم فتقدم الی سدت صلوته لانه امتثل امر غیر الله فی الصلوة لان امتثاله نما هو لامر رسول الله صلی الله علیه وسلم فلا یضر

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی نمازی کی آواز پر عمل کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خود اس شخص کی دلداری اور اتباع مقصود ہو' یہ تو مفسد نماز ہے۔ لیکن اگر اس نے کوئی حکم شرعی بتلایا اور اس کا اتباع نمازی نے کر لیا تو در حقیقت امر الٰہی کا اتباع ہے اس لئے مفسد نماز نہیں ہوگا اسی لئے طحطاوی نے فیصلہ یہی کیا ہے کہ اقول لو قیل بالتفصیل بین کونہ امتثل امر الشارع فلا تفسد بین کونہ امتثل امر الداخل مراعاۃ لخاطرہ من غیر نظر الی امر الشارع فتفسد لکان حسنا (طحطاوی علی الدر ص 247 ج 2)

اب مسئلہ زیر بحث یعنی آلہ مکبر الصوت کا فیصلہ کر لینا آسان ہو گیا کیونکہ وہاں اس آلے کے اتباع کا دور دور بھی وہم نہیں ہو سکتا ظاہر ہے کہ اتباع رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کا ہوتا ہے کہ جب امام رکوع کرے تو رکوع کرو' جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اس آلہ سے صرف یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اب امام رکوع میں گیا' یا سجدہ میں جا رہا ہے اس علم کے بعد اتباع امام کا کرتا ہے نہ کہ اس آلے کے حکم کا' اور اتباع امام ایک حکم الٰہی ہے۔ (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

ما کان اللہ لیضیع ایمانکم یہاں اگر ایمان سے مراد اس کے معروف معنی لئے جائیں تو مطلب آیت کا یہ ہے کہ تحویل قبلہ پر جو بعض بیوقوف لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ دین سے منحرف ہو گئے اور ان کا ایمان ہی ضائع ہو گیا اس کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والے نہیں بے وقوف لوگوں کے کہنے پر کان نہ دھریں۔

اور بعض روایات حدیث اور اقوال سلف میں اس جگہ ایمان کی تفسیر نماز سے کی گئی ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو نمازیں سابق قبلہ بیت المقدس کی طرف پڑھی گئی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ضائع کرنے والا نہیں وہ تو صحیح و مقبول ہو چکیں تحویل قبلہ کے حکم کا پچھلی نمازوں پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

صحیح بخاری میں بروایت ابن عازبؓ اور ترمذی میں بروایت ابن عباسؓ منقول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا قبلہ بیت اللہ کو بنا دیا گیا تو لوگوں نے سوال کیا کہ جو مسلمان اس عرصہ میں انتقال کر گئے جب کہ نماز بیت المقدس کی طرف ہوتی تھی۔ اور بیت اللہ کی

طرف نماز پڑھنا ان کو نصیب نہیں ہوا ان کا کیا حال ہو گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں نماز کو ایمان کے لفظ سے تعبیر کر کے واضح کر دیا کہ ان کی نمازیں سب صحیح و مقبول ہو چکی ہیں ان کے معاملہ میں تحویل قبلہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

فوائد و مسائل

اس آیت کے پہلے جملہ میں رسول کریم ﷺ کے اشتیاق کعبہ کا ذکر ہے اس اشتیاق کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں اور سب میں کوئی تعارض نہیں وہ سب وجوہ ہو سکتی ہیں۔ مثلاً" یہ کہ آنحضرت ﷺ نزول وحی اور عطاء نبوت سے پہلے اپنی طبیعت و فطرت سے ملت ابراہیمی کے تابع کام کرتے تھے۔ اور نزول وحی کے بعد قرآن نے بھی آپؐ کی شریعت کو ملت ابراہیمی کے مطابق قرار دیا اور حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا قبلہ بیت اللہ تھا اس لئے آپؐ کی دلی خواہش یہی تھی کہ آپؐ اور مسلمانوں کا قبلہ بھی وہی کعبتہ بیت اللہ قرار دے دیا جائے۔

یہ وجہ بھی تھی کہ قبائل عرب بھی چونکہ ملت ابراہیمی کو کم از کم زبان سے مانتے تھے اور اس کی پیروی کے مدعی تھے کعبہ کے قبلہ مسلمین ہو جانے سے ان کے اسلام کی طرف مائل ہو جانے کی توقع تھی اور سابق قبلہ بیت المقدس میں جو موافقت اہل کتاب کی توقع کی جا سکتی تھی وہ سولہ سترہ مہینے کے عمل کے بعد منقطع ہو چکی تھی کیونکہ یہود مدینہ کو اس کی وجہ سے کوئی اسلام سے قریب ہونے کے بجائے بعد ہی بڑھا تھا۔

بہرحال رسول اللہ ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ کعبہ کو قرار دے دیا جائے۔ اور چونکہ مقربان بارگاہ الٰہی انبیاء علیہم السلام اپنی کوئی خواہش اور کوئی درخواست حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اس وقت تک پیش نہیں کرتے جب تک ان کو یہ درخواست پیش کرنے کی اجازت کا علم نہ ہو جائے اس سے سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو یہ دعا کرنے کی اجازت پہلے مل چکی تھی اور آپؐ اس کی دعاء کر رہے تھے اور اس کی قبولیت کے امیدوار تھے اس لیے بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تھے کہ شاید کوئی فرشتہ حکم لے کر آجائے۔ آیت مذکورہ میں اس کیفیت کا بیان فرما کر پہلے تو قبولیت دعاء کا وعدہ

فرمایا فلنولینک یعنی ہم آپ کا رخ اسی کی طرف پھیر دیں گے جو سمت آپؐ کو پسند ہے اس کے فوراً" بعد ہی یہ رخ پھیرنے کا حکم بھی نازل فرما دیا۔ فول وجھک اس طرز عمل میں ایک خاص لطف تھا کہ پہلے وعدہ کی خوشی حاصل ہو پھر ایفائے وعدہ کی خوشی قند مکرر ہو جائے (یہ سب مضمون قرطبی' جصاص مظہری سے لیا گیا ہے)

مسئلہ استقبال قبلہ : یہ تحقیق پہلے آچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے اعتبار سے تو ساری سمتیں اور ساری جہات برابر ہیں۔ قل لله المشرق والمغرب لیکن مصالح امت کے لئے بتقاضا حکمت کسی ایک جہت کو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے لئے قبلہ بنا کر سب میں ایک اپنی وحدت کا عملی مظاہرہ مقصود تھا۔ وہ جہت بیت المقدس بھی ہو سکتی تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ کی تمنا کے مطابق کعبہ کو قبلہ بنانا تجویز کر لیا گیا اور اسی کا حکم اس آیت میں دیا گیا۔ اس کا مقتضی یہ تھا کہ اس جگہ فول وجھک الی الکعبۃ او الی بیت اللہ فرمایا جاتا۔ مگر قرآن حکیم نے یہ عنوان بدل کر شطر المسجد الحرام کے الفاظ اختیار فرمائے اس سے کئی اہم مسائل استقبال قبلہ کے بارہ میں واضح ہو گئے۔

اول یہ کہ اگرچہ اصل قبلہ بیت اللہ ہی جس کو کعبہ کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اصل بیت اللہ کا استقبال اسی جگہ تک ہو سکتا ہے جہاں تک بیت اللہ نظر آتا ہے جو لوگ وہاں سے دور ہیں اور بیت اللہ ان کی نظروں سے غائب ہے اگر ان پر یہ پابندی عائد کی جائے کہ عین بیت اللہ کی طرف رخ کرو تو اس کی تعمیل بہت دشوار ہو جائے خاص آلات و حسابات کے ذریعہ بھی صحیح سمت کا استخراج دور کے شہروں میں مشکل اور غیر یقینی ہو جائے اور شریعت محمدیہؐ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا مدار سہولت و آسانی پر رکھا گیا ہے۔ اس لیے بجائے بیت اللہ یا کعبہ کے مسجد حرام کا لفظ رکھا گیا جو بہ نسبت بیت اللہ کے بہت زیادہ وسیع رقبہ پر مشتمل ہے اس کی طرف رخ پھیر لینا دور دور تک لوگوں کے لئے آسان ہے۔

پھر ایک دوسری سہولت لفظ شطر اختیار کر کے دے دی گئی۔ ورنہ اس سے مختصر لفظ الی المسجد الحرام تھا اس کو چھوڑ کر شطر شطر المسجد الحرام فرمایا

گیا۔ شطر دو معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ایک نصف شے دوسرے سمت شے باتفاق مفسرین اس جگہ شطر سے مراد سمت ہے تو اس لفظ نے یہ بتلا دیا کہ بلاد بعیدہ میں یہ بھی ضروری نہیں کہ خاص مسجد حرام ہی کی طرف ہر ایک کا رخ ہو جائے تو نماز درست ہو بلکہ سمت مسجد حرام کافی ہے۔ (بحر محیط)

مثلاً" مشرقی ممالک ہندوستان و پاکستان وغیرہ کے لئے جانب مغرب مسجد حرام کی سمت ہے۔ تو مغرب کی جانب رخ کر لینے سے استقبال قبلہ کا فرض ادا ہو جائے گا۔ اور چونکہ گرمی سردی کے موسموں میں سمت مغرب میں بھی اختلاف ہوتا رہتا ہے اس لئے فقہاء رحمہم اللہ نے اس امت کو سمت مغرب و قبلہ قرار دیا ہے۔ جو موسم گرما و سرما کی دونوں مغربوں کے درمیان ہے اور قواعد ریاضی کے حساب سے یہ صورت ہوگی کہ مغرب صیف اور مغرب شتا کے درمیان 48 ڈگری تک سمت قبلہ قرار دی جائے گی یعنی 24 ڈگری تک بھی اگر دائیں یا بائیں مئل ہو جائے تو سمت قبلہ فوت نہیں ہوگی۔ نماز درست ہو جائے گی۔ ریاضی کی قدیم اور مشہور کتاب شرح چغمینی باب رابع صفحہ 66 میں دونوں مغربین کا فاصلہ یہی 48 ڈگری قرار دیا ہے۔

اس سے ان لوگوں کی جہالت بھی واضح ہو گئی جنہوں نے ہندوستان و پاکستان کی بہت سی مسجدوں کی سمت قبلہ میں معمولی سا فرق دو چار ڈگری کا دیکھ کر یہ فیصلہ کر دیا کہ ان میں نماز نہیں ہوتی یہ سراسر جہالت ہے اوبلاوجہ مسلمانوں میں تفریق و انتشار پیدا کرنا ہے۔

شریعت اسلامیہ چونکہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے اور پوری دنیا کے ممالک کے لئے ہے اس لئے احکام شرعیہ کو ہر شعبہ میں اتنا آسان رکھا گیا ہے کہ ہر گاؤں' جنگل' پہاڑ جذیرہ میں بسنے والے مسلمان اس پر اپنے مشاہدہ سے عمل کر سکیں کسی مرحلے میں حسابات' ریاضی یا اصطرلاب وغیرہ آلات کی ضرورت نہ پڑے۔ 48 ڈگری تک کی وسیع سمت مغرب اہل شرق کا قبلہ ہے اس میں پانچ دس ڈگری کا فرق ہو بھی جائے تو اس سے نمازوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث سے اس کی اور وضاحت ہو جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ما بین المشرق والمغرب قبلة (رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃؓ)

یعنی مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے آپؐ کا یہ ارشاد مدینہ طیبہ والوں کے لئے تھا کیونکہ ان کا قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان جانب جنوب واقع تھا۔ اس حدیث نے گویا شطر المسجدؔ الحرام کے لفظ کی تشریح کر دی کہ مسجد حرام کی سمت کافی ہے البتہ بناء مسجد کے وقت اس کی کوشش بہتر ہے کہ ٹھیک بیت اللہ کی رخ سے جتنا قریب ہوسکے وہ کر لیا جائے صحابہ و تابعین اور سلف صالحین کا طریقہ تو اس دریافت کے لئے سیدھا سادہ یہ تھا کہ جس جگہ صحابہ کرام کی بنائی ہوئی کوئی مسجد ہوئی اس سے اس کے قرب و جوار کی مسجدوں کا رخ سیدھا کر لیا پھر ان کے قرب وجوار کا ان کے ذریعہ اسی طرح تمام عالم میں مساجد کا رخ تجویز کیا گیا ہے اس لئے بلاد بعیدہ میں سمت قبلہ معلوم کرنے کا صحیح طریقہ جو سلف سے چلا آتا ہے یہ ہے کہ جن بلاد میں مساجد قدیمہ موجود ہیں ان کا اتباع کیا جائے کیونکہ اکثر بلاد میں تو حضرات صحابہ و تابعین نے مساجد کی بنیادیں ڈالی ہیں اور سمت قبلہ متعین فرمائی ہے۔ اور پھر انہیں دیکھ کر دوسری بستیوں میں مسلمانوں نے اپنی اپنی مساجد بنائی ہیں۔

اس لئے یہ سب مساجد مسلمین سمت قبلہ معلوم کرنے کے لئے کافی و وافی ہیں۔ ان میں بلاوجہ شبہات فلسفیہ نکالنا شرعاً" محمود نہیں بلکہ مذموم اور موجب تشویش ہے بلکہ بسا اوقات ان تشویشات میں پڑنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ و تابعین اور عامتہ المسلمین پر بدگمانی ہو جاتی ہے کہ ان کی نمازیں اور قبلہ درست نہیں حالانکہ یہ باطل محض اور سخت جسارت ہے آٹھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف عالم ابن رجب حنبلیؒ اسی بناء پر سمت قبلہ میں آلات رصدیہ اور تدقیقات ریاضیہ میں پڑنے کو منع فرماتے ہیں۔ و لفظ

واما علم التسیر فاذا علم منہ ما یحتاج الیہ للا ستھداء ومعرفۃ القبلۃ والطرق کان جائزا عند الجمھور وما زاد علیہ فلا حاجۃ الیہ وھو یشغل عما ھو اھم منہ وربما ادی لتدقیق فیہ الی اساۃ الظن بمتحاریب المسلمین

امصارهم کما وقع فی ذلک کثیر من اهل هذا العمل قدیما وحدیثا وذلک یفضی الی اعتقاد خطاء الصحابۃ والتابعین فی صلواتہم فی کثیر من الامصار وھو باطل وقد انکر الامام احمد الاستدلال بالجدے وقال انما ورد ما بین المشرق والمغرب قبلۃ

"لیکن علم تفسیر سو اس کو اس قدر حاصل کرنا جمہور کے نزدیک جائز ہے جس سے راہ یابی اور قبلہ اور راستوں کی شناخت ہو سکے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں کہ وہ (یعنی زیادہ سیکھنا) تدقیقات فلکیہ میں پڑنا عاہ بلاد اسلامیہ میں جو مسلمانوں کی مسجدیں ہیں ان کے متعلق بدگمانی پیدا کر دیتا ہے۔ ان فن میں مشغول ہونے والوں کو ہمیشہ اس قسم کے شبہات پیش آتے ہیں اس سے یہ بھی اعتقاد پیدا ہو گا کہ بہت سے شہروں میں صحابہ و تابعین کی نمازیں غلط طریقہ پر تھیں اور یہ بالکل لغو و باطل ہے امام احمدؒ نے ستارہ جدی (جس کو ہمارے بلاد میں قطب کہتے ہیں) سمت قبلہ میں اس سے استدلال کرنے کو منع کیا اور فرمایا کہ حدیث شریف میں (صرف) مابین المشرق والمغرب قبلہ آیا ہے یعنی مشرق و مغرب کے درمیان پوری جہت قبلہ ہے۔

اور جن جنگلات یا نو آبادیات وغیرہ میں مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں وہاں شرعی طریقہ جو سنت صحابہؓ و تابعینؒ سے ثابت ہے یہ ہے کہ شمس و قمر اور قطب وغیرہ کے مشہور و معروف ذرائع سے اندازہ قائم کر کے سمت قبلہ متعین کر لی جاوے اگر اس میں معمولی انحراف و میلان بھی رہے تو اس کو نظر انداز کیا جاوے کیونکہ حسب تصریح صاحب بدائع ان بلاد بعیدہ میں تحری اور اندازہ سے قائم کردہ جہت ہی قائم مقام کعبہ کے ہے اور اسی پر احکام دائر ہیں۔ جیسے شریعت نے نیند کو قائم مقام خروج ریح کا قرار دے کر اسی پر نقض وضو کا حکم کر دیا یا سفر کو قائم مقام مشقت کا قرار دے کر مطلقاً" سفر پر رخصتیں مرتب کر دیں، حقیقتاً مشقت ہو یا نہ ہو اسی طرح بلاد بعیدہ میں مشہور و معروف نشانات و علامات کے ذریعہ جو سمت قبلہ تحری و اندازہ سے قائم کی جائے گی وہی شرعاً" قائم مقام کعبہ کی ہوگی

علامہ بحرالعلوم نے رسائل الارکان میں اسی مضمون کو بالفاظ ذیل بیان کیا ہے۔

والشرط وقوع المسامة علی حسب ما یری المصلی ونحن غیر مامورین بالمسامنة علی ما یحکمه به الالات الرصدیة ولهذا افتوا ان الانحراف المفسد ان یتجاوز المشارق والمغارب

(رسائل الارکان ص 53)

"اور استقبال قبلہ میں شرط و ضروری صرف یہ ہے کہ نمازی کی رائے اور اندازہ کے موافق کعبہ کے ساتھ مسامت (محاذات) واقع ہو جاوے اور ہم اس کے مکلف نہیں کہ وہ درجہ مسامتت و محاذات کا پیدا کریں جو آلات رصدیہ کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے اس لئے عام علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ انحراف مفسد (صلوۃ) وہ ہے جس میں مشرق و مغرب کا تفاوت ہو جاوے۔

فوائد و مسائل

وما انت بتابع قبلتهم میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ اب قیامت تک کے لئے آپ کا قبلہ بیت اللہ ہی رہے گا اس سے یہود و نصاریٰ کے ان خیالات کا قطع کرنا مقصود تھا کہ مسلمانوں کے قبلہ کو تو کوئی قرار نہیں پہلے بیت اللہ تھا پھر بیت المقدس ہو گیا پھر بیت اللہ ہو گیا اب بھی ممکن ہے کہ پھر دوبارہ بیت المقدس ہی کو قبلہ بنالیں۔ (بحر محیط)

ولئن اتبعت اهوءهم یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو بطور فرض محال کے ہے جس کے وقوع کا کوئی احتمال نہیں اور دراصل سنانا امت محمدیہ کو ہے کہ اس کی خلاف ورزی ایسی چیز ہے کہ خود رسولؐ بھی بفرض محال ایسا کریں تو وہ بھی ظالم قرار پائیں۔

فوائد و مسائل

اس آیت میں رسول کریم ﷺ کو بحیثیت رسول پہچاننے کی تشبیہ اپنے بیٹوں کو پہچاننے کے ساتھ دی گئی ہے کہ یہ لوگ جس طرح اپنے بیٹوں کو پوری طرح پہچانتے ہیں ان میں کبھی شبہ و اشتباہ نہیں ہوتا اسی طرح تورات و انجیل میں جو رسول اللہ ﷺ کی

بشارت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح علامات ونشانات کا ذکر آیا ہے اس کے ذریعہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یقینی طور سے جانتے پہچانتے ہیں ان کا انکار محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے۔

یہاں یہ بات قابل نظر ہے کہ پوری طرح پہچاننے کے لئے بیٹوں کی مثال دی گئی ہے ماں باپ کی مثال نہیں دی۔ حالانکہ آدمی اپنے ماں باپ کو بھی عادۃً خوب پہچانتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بیٹوں کی پہچان ماں باپ کی پہچان کی نسبت بہت زیادہ ہے کیونکہ انسان اپنے بیٹوں کو ابتداء پیدائش سے اپنے ہاتھوں میں پالتا ہے اس کے بدن کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہوتا جو ماں باپ کی نظر سے اوجھل رہا ہو بخلاف ماں باپ کے کہ ان کے اعضاء مستورہ پر اولاد کی کبھی نظر نہیں ہوتی۔

اس بیان سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہاں بیٹا ہونے کی حیثیت سے پہچاننا مراد نہیں، کیونکہ وہ تو انسان پر مشتبہ ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ بیوی نے خیانت کی ہو اور یہ بیٹا اپنا نہ ہو۔ بلکہ مراد ان کی شکل وصورت وغیرہ کا پہچاننا کہ بیٹا فی الواقع اپنا ہو یا نہ ہو مگر جس کو بحیثیت بیٹے کے انسان پالتا ہے اس کی شکل وصورت کے پہچاننے میں کبھی اشتباہ نہیں ہوتا۔

فوائد ومسائل

مذکورہ آیات میں تحویل قبلہ کے لئے الفاظ فول وجھک شطر المسجد الحرام تین مرتبہ آئے ہیں اور وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ دو مرتبہ اس تکرار کی ایک عام وجہ تو یہ ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم مخالفین کے لئے تو شور وشغب کا ذریعہ تھا ہی خود مسلمانوں کے لئے بھی عبادات کا ایک عظیم انقلاب تھا اور یہ حکم تاکیدات کے ساتھ بتکرار نہ لایا جاتا تو قلوب کا اطمینان وسکون آسان نہ ہوتا اس لئے اس حکم کو بار بار دہرایا گیا جس میں اس کی طرف بھی اشارہ کیا گیا کہ یہ تحویل آخری اور قطعی ہے اب اس کی تبدیل کا کوئی امکان نہیں۔

اور قرطبی نے اس کی ایک ایسی تقریر بھی نقل کی ہے جس سے تکرار محض نہ رہے۔

مثلاً" فرمایا کہ پہلی مرتبہ جو حکم آیا فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیثما کنتم فولو وجوھم شطرہ یہ حکم حالت حضر کا ہی کہ جب آپؐ اپنی جگہ مقیم ہیں تو آپؐ مسجد حرام کی طرف رخ کیا کریں۔ اور پھر پوری امت کو اسی کا حکم دیا گیا۔ اور حیثما کنتم کا مفہوم اس تقریر پر یہ ہوگا کہ اپنے وطن اور شہر میں جس جگہ بھی ہوں استقبال بیت اللہ ہی کرنا ہے یہ حکم صرف مسجد نبویؐ کے ساتھ مخصوص نہیں۔

پھر دوسری مرتبہ جو انہی الفاظ کے ساتھ حکم آیا اس سے پہلے من حیث خرجت کے الفاظ نے یہ واضح کر دیا کہ یہ حکم وطن سے نکلنے اور سفر کی حالت کے لئے ہے اور چونکہ سفر کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں کبھی چند روز کے لئے کسی بستی میں قیام کیا جاتا ہے کبھی سفر قطع کرنے کا سلسلہ ہوا ہے ان دونوں حالتوں کو عام کرنے کے لئے تیسری مرتبہ پھر ان الفاظ کے ساتھ وحیثما کنتم کا اضافہ کر کے بتلا دیا کہ سفر کی کوئی بھی حالت ہو ہر حال میں استقبال مسجد حرام ہی کا کرنا ہے اس تیسری مرتبہ کے اعادہ کے ساتھ تحویل قبلہ کی ایک حکمت کا بھی جوڑ لگا دیا گیا کہ مخالفین کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ نبی آخرالزماںؐ کا قبلہ تو تورات اور انجیل کی تصریحات کے مطابق کعبہ ہونا چاہئے اور یہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے بجائے بیت المقدس کا استقبال کرتے ہیں۔

لکل وجھۃ ھو مولیھا وجھۃ بکسر الواؤ کے معنی لغوی جس چیز کی طرف رخ کیا جائے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد قبلہ ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ کی قرات میں اس جگہ وجہہ کی بجائے قبلہ بھی منقول ہے مراد آیت کی جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ ہر قوم کا قبلہ جس کی طرف وہ عبادت میں رخ کرتے ہیں مختلف ہے خواہ منجانب اللہ ان کو ایسا ہی حکم لا ہے یا انہوں نے خود کوئی جانب مقرر کر لی ہے بہرحال یہ امر واقعہ ہے کہ مختلف قوموں کے قبلے مختلف ہوتے چلے آئے ہیں۔ تو اسی حالت میں اگر نبی امی ﷺ کے لئے کوئی خاص قبلہ مقرر کر دیا گیا تو انکار و تعجب کی کیا بات ہے۔

مذہبی مسائل میں فضول بحثوں سے اجتناب کی ہدایت : فاستبقوا الخیرات اس سے پہلے جملہ میں یہ فرمایا تھا کہ مختلف قوموں کے مختلف قبلے ہیں کوئی

ایک دوسرے کے قبلہ کو تسلیم نہیں کرتا اس لئے اپنے قبلہ کے حق ہونے پر ان لوگوں سے بحث فضول ہے اس جملے کا حاصل یہ ہے کہ جب یہ معلوم ہے کہ اس بحث سے ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا تو پھر اس فضول بحث کو چھوڑ کر اپنے اصلی کام میں لگ جانا چاہئے اور وہ کام ہے نیک کاموں میں دوڑ دھوپ اور آگے بڑھنے کی کوشش اور چونکہ فضول بحثوں میں وقت ضائع کرنا اور مسابقت الی الخیرات میں سستی کرنا عموماً آخرت سے غفلت کے سبب ہوتے ہیں جس کو اپنی آخرت اور انجام کی فکر در پیش ہو وہ کبھی فضول بحثوں میں نہیں الجھتا اپنی منزل طے کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اس لئے اگلے جملے میں آخرت کی یاد دلانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ واینما تکونوا یاتکم اللہ جمیعا جس کا مطلب یہ ہے کہ بحثوں میں ہار جیت اور لوگوں کے اعتراضات سے بچنے کی فکر سب چند روزہ دنیا کے لئے ہے اور عنقریب وہ دن آنے والا ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمام اقوام عالم کو ایک جگہ جمع کر کے حساب لیں گے۔ عقلمند کا کام یہ ہے کہ اپنے اوقات اس کی فکر میں صرف کرے۔

عبادات اور نیک اعمال میں بلاوجہ تاخیر کرنا مناسب نہیں مسارعت کرنا چاہئے

لفظ فاستبقوا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو چاہئے کہ کسی نیک عمل کا جب موقع مل جائے تو اس کے کرنے میں دیر نہ کرے کیونکہ بعض اوقات اس کو ٹالنے اور تاخیر کرنے سے توفیق سلب ہو جاتی ہے پھر آدمی کام کر ہی نہیں سکتا خواہ وہ نماز روزہ ہو یا حج وصدقہ وغیرہ قرآن کریم میں یہی مضمون سورہ انفال کی آیت 24 میں زیادہ وضاحت سے آیا ہے۔ یایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ۔

"یعنی اے ایمان والو! جب تمہیں اللہ و رسول کسی کام کی طرف بلائیں تو بلا تاخیر اس کی تعمیل کر لو ورنہ یہ ہو سکتا ہے کہ تاخیر کرنے سے توفیق سلب ہو جائے اور پھر تم یہ کام نہ کر سکو"۔

نماز کی چھٹی شرط نیت کرنا

قل ان صلوتی ونسکی و محیای ومماتی للہ رب العالمین

(سورۃ الانعام آیت ۱۶۲)

ترجمہ:۔ کہہ دو بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پالنے والا ہے۔

تفسیر: اس آیت میں اللہ رب العزت نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ سلم کو اخلاص نیت کی تعلیم دی ہے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا زندہ رہنا، اور مرنا صرف اور صرف اللہ تعالی کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام عبادات میں اگر نیت خالص ہوگی تو وہ اعمال اور عبادات درجہ قبول پائیں گے ورنہ نہیں۔

ومن اراد الاخرۃ وسعی لہا سعیھا وھو مومن فالئک
کان سعیھم مشکورا

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۹)

ترجمہ: اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کے لئے مناسب کوشش بھی کرتا ہے اور مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی۔

تفسیر: اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ جو آدمی یہ نیت اور ارادہ رکھتا ہو کہ اسے آخرت میں نجات اور کامیابی نصیب ہو اور ایمان کی حالت میں اس سلسلہ میں محنت بھی کرے یعنی صالح اور نیک اعمال کرے تو اس کی نیکی کی قدر کی جائے گی یعنی اس کی نیکیاں قبول ہوں گی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کے نیک اعمال تب قبول ہوتے ہیں کہ ان کا ایمان ہو اور عمل کرتے وقت اس کی نیت بھی ہو کہ اللہ تعالی مجھ سے راضی ہو اور مجھے

آخرت میں کامیابی نصیب ہو اور اگر اس کا ایمان ہی نہ ہو یا اس کی نیت ہی نہ ہو تو اسے نیک اعمال کا اجر نہیں ملتا پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام نیک اعمال کے اندر نیت شرط ہے اور نماز بھی ایک نیک عمل ہے اس کے لئے بھی نیت شرط ہے۔

تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم انا انزلنا الیک الکتاب بالحق فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین الا للہ الدین الخالص والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی ان اللہ یحکم بینھم فیماھم فیہ یختلفون ان للہ لا یھدی من ھو کذب کفار (سورہ زمر آیت ۱،۲،۳)

ترجمہ:۔ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو غالب حکمت والا ہے۔ بے شک ہم نے یہ کتاب ٹھیک طور پر آپ کی طرف نازل کی ہے پس تو خالص اللہ ہی کی فرمانبرداری مدنظر رکھ کر اسی کی عبادت کر خبردار! خالص فرمانبرداری اللہ ہی کے لئے ہے اور جنہوں نے اس کے سوا اور کارساز بنالئے ہیں ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں کرتا جو جھوٹا ناشکرگزار ہو۔

تفسیر:۔ یہاں سورۃ الزمر کی تین آیات نقل کی گئی ہیں ان آیات میں تین چیزوں کا بیان ہے پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب قرآن اسی لئے اتاری ہے کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ عبادت خالصہ محض اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس کے سوا کسی اور کا حق نہیں اور دوسری چیز بیان فرمائی ہے کہ وہ معبود ان باطلہ کہ لوگ جن کی اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنائیں گے ان کو اللہ تعالیٰ کا مقرب وہ نہیں بناسکیں گے اور

اللہ تعالی کے فیصلوں میں تبدیلی بھی نہیں کر سکیں گے اور تیسری چیز یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالی ایسے جھوٹے ناشکروں کو ہدایت بھی نصیب نہیں فرمائیں گے بہرحال سورہ الزمر کی ان آیات میں اخلاص فی العبادت نہ برتنے والوں کا اخروی نقصان بیان فرمایا ہے اس کے بعد سورہ الکوثر ہے اس میں سورہ بنی اسرائیل میں جو وعدہ فرمایا ہے کہ اخلاص والوں کی سعی کی قدر کی جائے گی۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے خلوص سے اللہ تعالی کی عبادت کی تو اللہ نے انہیں دنیا اور آخرت کی بھلایاں نصیب فرمائیں تفصیل انشاء اللہ سورہ کی تفسیر سے واضح ہوگی۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لا مرۃ مانوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امراۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ۔ متفق علیہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ حقیقت یہ ہے کہ تمام اعمال کی صحت و مقبولیت کا دارومدار نیتوں پر ہے اور انسان کو وہی چیز ملتی ہے جس کی وہ نیت کرے پس جس کی ہجرت اللہ و رسول ﷺ کی طرف ہو تو اس کی ہجرت واقعی اللہ اور رسول ﷺ کے لئے ہوگی اور جو شخص کسی دنیوی غرض یا عورت کے لئے ہجرت کرے تو اس کی ہجرت اس کے لئے ہوگی۔ اس کو امام بخاری و مسلم دونوں نے بیان کیا ہے۔

محدثین اتفاق رکھتے ہیں اس حدیث کی فضیلت پر اور بعض علماء نے اس حدیث کو نصف العلم کہا ہے یہ جو فرمان ہے کہ "نہیں واسطے ہر شخص

کے مگر وہ چیز کہ نیت کی'' اس جملے کا تعلق پہلے جملے سے ہے یہ پہلے کی تاکید ہے کہ عمل نیت کے بغیر معتبر نہیں ایک عمل میں جتنی نیتیں کرے گا اتنا ہی ثواب حاصل کرے گا۔ مثلاً صدقہ قرابت داروں کو دینے میں اگر نیت صرف للہ دینے ہی کی کرے گا تو اسی کا ثواب پائے گا صلہ رحمی کا نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ نیت کرے کہ دوسرے کی ضرورت پوری ہو جائے اور اللہ مجھ سے خوش ہو تو اس کا دوہرا ثواب ملے گا اسی طرح مسجد میں جانے کے لئے کئی نیتیں ہو سکتی ہیں اور ہر ایک کا الگ الگ ثواب ہے۔ مثلاً ا۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت نیت کرے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور جو کوئی مسجد میں اللہ کی زیارت کے لئے آتا ہے تو وہ کریم ہے اور واجب ہے کریم پر کہ وہ ضیافت کرے اپنے زیارت کرنے والوں پر اس لئے میں بھی اس کا امیدوار ہوں اس نیت میں اس کا ثواب حاصل کرے گا اور اگر نیت کرے نماز باجماعت کی تو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ''کوئی نماز کا انتظار کرتا ہے گویا نماز میں ہوتا ہے'' پس اس نیت کا ثواب پائے گا اور یہ نیت کرتا ہے کہ میری آنکھ اور تمام اعضاء محلے اور بازار میں گناہوں میں گرفتار رہتے ہیں اور یہاں محفوظ ہیں اور اعتکاف کی نیت کرے کیونکہ علماء نے کہا ہے کہ جب مسجد میں آئے تو اعتکاف کی نیت کرلیا کرے اعتکاف کی کم سے کم مدت ایک لمحہ ہے تو اس کا ثواب پائے گا یہ عجیب عبادت ہے کہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں اور نیت کرے کہ درود و سلام بھیجے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مسجد میں داخل ہوتے وقت اور باہر جاتے وقت دعائیں پڑھی جائیں تو اس کی بے شمار فضیلت اور ثواب ہے اور مسجد میں تنہا اللہ کا ذکر اور قرآن کی تلاوت پڑھنے یا سننے کی نیت کرے یا وعظ کی نیت کرے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی صبح کو مسجد میں ذکر اور وعظ کے لئے جائے تو مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہوتا ہے اور جس قوم کے لوگ اپنے گھروں میں خدا کے لئے قرآن پڑھنے اور پڑھانے کا اہتمام کرتے ہیں تو خدا کی رحمتیں اور ملائکہ انہیں اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اگر نیت کرے کہ وضو کر کے نماز کے لئے مسجد میں جانے سے حج اور عمرے کا ثواب حاصل ہوتا ہے اور نیت کرے کہ علم سے فائدہ لینا اور دینا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مسجد میں حاصل ہوتا ہے اور یہ لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے اور نیت کرے کہ ملاقات جو مسلمان بھائیوں سے اور ان پر سلام بھیجے اور نیت کرے مراقبے اور آخرت کے لئے غور وفکر کی اور اپنی خطاؤں کے لئے استغفار کرنے کا موقع صرف مسجد میں جمع ہونے سے ملتا ہے اور نیت کرے کہ پوشیدہ اور آرام دہ اور مسلسل مشاہدہ حق میں ڈوب جانا مسجد میں نصیب ہوتا ہے۔ پس یہ بارہ نیتیں مسجد میں ایک وقت میں آنے کے لئے حاصل ہوسکتی ہیں اور ہر ایک کا ثواب علیحدہ ہے اور مسجد تو عبادت کی جگہ ہے کیونکہ ثواب ہے خواہش نفسانی کی چیزوں میں اچھی نیت پاتا ہے۔

مثلاً جمعہ کو خوشبو لگائے اور نیت کرے کہ کوئی میری بدبو کی وجہ سے غیبت کرنے کے گناہ میں مبتلا نہ ہوگا خوشبو لگا کر اس کو اس گناہ سے بچائے گا نیت کرے کہ اس خوشبو سے میرا دماغ تر و تازہ ہو علوم و معارف خوب حاصل ہوں پس اس طرح ہر عمل میں بہت سی نیتیں ہوسکتی ہیں اور ہر ایک کا ثواب الگ الگ حاصل کرے گا اور اگر صرف جسمانی لذت اور نفسانی خواہش کیلئے کرے گا تو ان سب ثوابوں سے محروم رہے گا پس معلوم ہوا کہ ثواب حاصل کرنے کا دارومدار نیت پر ہے اور ہجرت کے معنی یہ ہیں کہ کفرستان

سے نکل کر دارالسلام میں اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لئے جائے پس اگر یہ خاص اللہ کی رضامندی کے لئے ہے تو ثواب سے خالی نہیں اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک شخص ایک عورت ام قیس نامی کے واسطے ہجرت کرکے آیا تھا اس کے حق میں یہ حدیث فرمائی اور اس کو مہاجر ام قیس کہتے تھے یہ مضمون حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے میں ہے اور اس حدیث میں کئی طرح کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

انما الاعمال بالنیات وانماالاعمال بالنیته والاعمال والعمل بالنیات نیت کے بہت سے مسائل ہیں۔

مسئلہ جاننا چاہیئے کہ اس حدیث میں مذکورہ اعمال سے مراد وہ عمل ہیں کہ عمل مقصود یعنی جو جان بوجھ کر کئے گئے ہوں۔ مثلاً" نماز روزہ زکوۃ اور حج پس اس طرح کے اعمال نیت کے بغیر معتبر نہیں اور نہ قبول ہوتے ہیں خدا کے نزدیک صحیح نہیں ہوتے اگر کوئی بغیر نیت کئے نماز پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی اور نہ قبول ہوگی اس طرح سے نہ روزہ قبول ہوگا اور نہ صحیح اس طرح سے زکوۃ اور حج نیت کے بغیر قبول نہیں ہوتے اور بعض عمل بغیر مقصود کے ہوتے ہیں جیسے غسل اور وضو ان میں نیت کا ہونا ضروری ہے یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غسل اور وضو کی نیت کرنا ضروری ہے ان کے نزدیک غسل اور وضو بغیر نیت کے نہیں ہوتے اور امام اعظم کے نزدیک وضو اور غسل بغیر نیت کے ہوجاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک نیت سنت ہے یا مستحب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وضو کی نیت نہ بھی ہو تو وضو ہوگیا اس وضو سے نماز پڑھنا درست ہے یہاں نیت سے مراد اللہ کی طرف توجہ کرنا ہے جو کام کرے اللہ کے لئے کرے ا

اس کی طلب رضا اور حکم بجاآوری کے لئے کرے اور نیت کے معنی دل سے ارادہ کرنا زبان سے کہنا شرط نہیں۔ سب عبادتوں میں اگر زبان سے کہے اور دل غافل ہو تو معتبر نہیں اس لئے بہت سی کتابوں میں لکھا ہے کہ زبان سے کہنا نیت کا حدیث سے صحیح ہے یا نہیں اور چاروں اماموں اور مفید کتابوں سے یہ نقل نہیں ہے۔ بعض علماء نے نیت کا زبان سے کہنا مکروہ رکھا اور **بعضوں** نے اس کو مستحب کہا ہے اور مستحب بھی اس قدر کہ "اللھم انی ارید صلوۃ کذا فیسر ھالی وتقبلھا منی" اسی طرح کی عبارت حدیث میں حج کی نیت سے منقول ہوئی ہے اور دوسری عبادات میں منقول نہیں چنانچہ یہ نیت کی بحث "کتاب الشباہ" میں تفصیل سے موجود ہے پس اس کے ترجمہ لکھنے کی تحقیق کی اہمیت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ اور چاروں اماموں سے کہنا لفظ نیت نماز کا روزے کا منقول نہیں ہوا اور پچھلے علماء نے اس کے مکروہ اور مستحب ہونے پر اختلاف کیا ہے اور بدعت ہونے کے یعنی بعض کہیں کہ یہ سنت ہے اور بعض کہیں کہ یہ بدعت ہے اس لئے ایسی جگہ پر احتیاط یہ ہے کہ ایسی چیز کو ترک کردیا جائے چنانچہ یہ بات ایک جگہ فتاوی عالمگیری سے معلوم ہوئی اور اسی طرح جب اختلاف ہو کہ کراہت اور مستحب ہونے میں تو اس کو ترک کردینا چاہئے کہ نیت عبادت میں ضروری ہے مگر حرام کام میں نیت اثر نہیں کرتی۔

اور صحیح کاموں میں عبادت کی نیت کرے یا ان صحیح کاموں کو عبادت کا وسیلہ بنائے تو بھی ثواب کا موجب ہوتا ہے اور شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوہ میں یہ لکھا ہے کہ علماء نے اختلاف کیا ہے کہ نماز پڑھنے کے دوران اونچی آواز سے نیت کا کہنا شرع کے موافق نہیں اور محدثوں نے کہا ہے کسی

روایت میں حضور ﷺ سے منقول نہیں کہ نیت زبان سے کی ہو طریقہ سنت اور اتباع سنت یہ ہے کہ نیت کا اکتفا دل پر ہو وہ فعل جو حضور ﷺ نے کبھی نہ کیا ہو نہ کرنے میں بھی امتناع لازم ہے اور جو کوئی ایسے کام کرتا ہے جو شرع سے ثابت نہیں وہ شخص بدعتی اور متبدع ہے یہاں تک شیخ عبدالحق دہلوی کا ترجمہ مکمل ہوا۔

مسئلہ 2:۔ وضو میں نیت سنت ہے اور وضو کی جگہ نیت کرنے میں بعض علماء کے نزدیک منہ دھونے کا وقت بہتر ہے بعض علماء کے نزدیک ہاتھ دھونے کا وقت بہتر ہے اور بعض کے نزدیک پاؤں دھونے کا وقت ہے تاکہ سنت کا بھی ثواب ہو غسل میں پہلے منہ دھونا بھی سنت ہے اور وضو شروع کرتے وقت زیادہ بہتر ہے اور تیمم میں نیت فرض ہے اس وقت نیت کرے جب ہاتھ مٹی پر رکھے اس کے بعد ہاتھ منہ پر پھیرے اور ہاتھوں پر۔

مسئلہ 3:۔ نیت میں کئی چیزیں شرط ہیں ایک تو اسلام یعنی مسلمان کی عبادت مقبول ہے اور کافر کی عبادت نہ تو صحیح ہے اور نہ مقبول ہے اور دوسرے امتیاز یعنی اتنی عقل رکھتا ہو کہ عبادت اور غیر عبادت میں فرق سمجھتا ہو اس لئے دیوانے کی عبادت اور غیر تمیز والے لڑکے کی صحیح نہیں۔ اور تیسرے جس چیز کو کرتا ہے اس کا علم چاہئے پس اگر ایک شخص نماز کی فرضیت سے جاہل ہو اگرچہ نماز کی نیت کرے اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی اور چوتھے یہ کہ منافی نیت کے کوئی کام نہ کرے جیسے کہ اگر کوئی اسلام لانے کے بعد یا عبادت کرنے کے بعد مرتد ہوا معاذاللہ اسکی تمام عبادت جھوٹ ہوئی اور اسی طرح اگر کسی نے نماز شروع کی اور ان کو توڑ ڈالا پس اس کی نماز اور روزہ دونوں جھوٹ ہوئے اس لئے نیت نہیں ہے۔

مسئلہ 4:۔ فرض نماز میں چار طرح کی نیت ہونی چاہئے ایک تو یہ کہ میں نماز پڑھتا ہوں دوسرا یہ کہ فرض پڑھتا ہوں اور تیسرے یہ کہ وقت کا تعین ظہر کا' عصر کا یا مغرب کا۔ چوتھے یہ کہ اگر مقتدی ہو تو نیت اقتدا کی کرے ان چاروں باتوں کو دل میں نماز شروع کرتے وقت ٹھہرا لے اگر ان چاروں میں سے ایک کا بھی دھیان نہ ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ 5:۔ واجب عبادت میں نیت کا حکم فرض کی مانند ہے۔ یعنی واجب کا تعین ضروری ہے۔ جیسے فرض کا تعین۔

مسئلہ 6:۔ سنت نماز کے ساتھ اور نفل نماز بھی نیت کے ساتھ صحیح ہوتی ہے یہ سنت موکدہ ہوں یا غیر موکدہ اس میں دونوں برابر ہیں۔

مسئلہ 7:۔ رمضان کا روزہ' روزے کی نیت کے ساتھ صحیح ہوتا ہے یعنی اس میں صرف روزہ کی نیت ہو اس نیت میں یہ نہیں ہے کہ سنت ہے نفل ہے یا واجب ہے ہر صورت میں بھی رمضان کا روزہ ادا ہوجاتا ہے روزہ کی نیت کرنا رات کو' فجر کو اور دوپہر سے پہلے پہلے یعنی نصف شرعی دن سے پہلے درست ہے۔ شریعت میں دن صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے اس وقت کے نصف سے پہلے پہلے نیت کرے نفلی روزے میں بھی نیت اسی طرح کی جاتی ہے کہ دن مقرر کرے کہ میں فلاں دن جمعہ' ہفتہ یا پیر کو روزہ رکھوں گا۔ اور اس کو اپنے اوپر لازم کرلے اور نذر مطلق کی صورت یہ ہے کہ اس طرح مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے یا فلاں بیمار تندرست ہوجائے تو میں ایک روزہ کئی یا دس روزے رکھوں گا تو جب چاہے رکھ سکتا ہے۔

مسئلہ 8:۔ زکوۃ کی نیت اس طرح ہوتی ہے کہ جس وقت زکوۃ دینے

لگے اس وقت زکوۃ ادا کرنے کی نیت کرنی چاہئے اور زکوۃ کے مال میں سے ایک حصہ الگ رکھ دے بعد میں زکوۃ اس میں سے دیا کرے زکوۃ دیتے وقت نیت ضروری نہیں بلکہ پہلی نیت ہی کافی ہے اگر زکوۃ کا مال فقیر کو دے دیا اور دیتے وقت زکوۃ کی نیت نہیں تھی تو اس کے بعد نیت کرلے لیکن شرط یہ ہے کہ فقیر کے پاس وہ رقم موجود ہو تو زکوۃ ہوگی اور اگر اس کے پاس موجودہ مال نہیں خرچ ہوگیا ہے۔ تو اس کے بعد نیت کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی صدقہ فطر زکوۃ کی طرح ہوتا ہے۔ مگر ذمی کافر کو صدقہ فطر یا زکوۃ دینا درست نہیں۔

مسئلہ 9:۔ ایک عبادت کے درمیان میں دوسری کی نیت کرنا درست ہے جیسے ایک شخص فرض یا نفل نماز ادا کررہا ہو تو اس کے درمیان میں روزے کی نیت کرے تو اس کی نیت درست ہے اور اس نیت کرنے سے نماز میں کوئی نقص نہیں ہوگا چنانچہ اشباہ میں قنیہ سے یہی نقل کیا ہے۔

مسئلہ 10:۔ ہر عبادت کے شروع میں نیت کرنا کافی ہے۔ ہر رکن کے ادائیگی کے آخر تک نیت ضروری نہیں ہے کیونکہ اس میں حرج ہے۔

مسئلہ 11:۔ اشباہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے فرض کی نیت سے نماز شروع کی اور بعد میں اسے گمان ہوا کہ میں نے نفل کی نیت کی ہے اور اسی نیت سے اسے پورا کیا تو اس کی فرض نماز ہوگی۔

مسئلہ 12:۔ بعض عبادات میں صرف دل کی نیت ہی کافی نہیں جب کہ منہ سے نہ کہے ان میں سے ایک نذر ہے اگر آدمی دل میں نذر کا ارادہ کرلے تو اس کی نذر نہیں ہوتی جب تک منہ سے نہ کہے کہ اتنی نمازیں روزے یا اتنے مساکین کو کھانا کھلانا میرے ذمے ہے اور ان میں سے ایک

وقف ہے کہ دل میں نیت کرنے سے وقف نہیں ہوتا جب تک کہ منہ سے نہیں کہتا۔ اور عبادات کے سوا بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا انحصار لفظوں پر ہے صرف نیت اس میں معتبر نہیں۔ جیسے طلاق و عتاق کہ دل میں نیت کرنے سے طلاق و عتاق نہیں ہوئی جب تک منہ سے نہ کہے۔

مسئلہ 13:۔ اگر ایک شخص نے ایک چیز کسی کام کے لئے خریدی مثلاً" غلام، کپڑا، کتاب یا جانور وغیرہ اور دل میں یہ بھی خیال ہے کہ اگر منافع ملا تو بیچ دوں گا اس پر زکوۃ نہیں ادا کرنے پڑے گی۔

14:۔ اگر کسی نے روزے کی نیت کی لیکن اسے یقین نہیں کہ دن شعبان کا ہے یا رمضان کا اور اس نے نیت کی کہ اگر دن شعبان کا ہے تو میرا روزہ نہیں اور اگر رمضان کا ہے تو میرا روزہ ہے تو اس صورت میں یہ نیت درست نہیں ہوگی لیکن اگر اس نے سوچا کہ دن شعبان کا ہے تو میرا روزہ نفل اور اگر رمضان کا ہے تو میرا روزہ فرض اس صورت میں اس کی نیت راست ہوگی۔

15:۔ نیت کے اعتبار سے حلال چیزیں مختلف ہوتی ہیں اگر وہ حلال کی نیت اللہ کی اطاعت کے لئے کرے تو وہ کام بھی عبادت ہے جیسے کھانا، سونا، حلال روزی کھانا وغیرہ اور اگر اس کام میں عبادت کی نیت نہیں تو ثواب نہیں ہوگا۔

16:۔ اگر طلاق کا لفظ لکھا ہوا ہو تو اس میں نیت ضروری ہے اور اگر طلاق کا لفظ زبان سے کہہ دیا تو اس میں نیت ضروری نہیں۔

17:۔ قرآن کریم کی آیت ذکر کی نیت سے پڑھنے کے بجائے قرات کے ارادے سے درست ہے۔ جنابت کی حالت میں ذکر کے ارادے کے

علاوہ قرات کے ارادے سے قرآن کریم پڑھنا درست نہیں۔

18 :۔ اگر ایسی چیز کی تجارت کی نیت کی جو عشری زمین سے یا خرابی زمین سے کرائے کی زمین سے نکلتی ہو تو اس پر زکوۃ نہیں۔

19 :۔ اگر تجارت کے مال کی نیت کی اور اس میں جو اس کو حاصل ہوا بعض اس مال سے جو اس کو ہبہ میں ملا یا صدقہ میں خلع میں یا مہر یا وصیت میں اس پر زکوۃ نہیں ہے چاہے سال گزر جائے مگر جب وہ چیز بکے گی اور اس کے بدلے جو اسے مال ملے گا تو اس پر زکوۃ واجب ہو گی۔

مسئلہ 20 :۔ ایسے جانور جو جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑ دیئے گئے اور ان میں نیت کی ان کے دودھ یا بچوں کی تو ان پر زکوۃ ہے وہ مویشی جن پر اس نے تجارت کی نیت کی تو ان پر بوقت تجارت زکوۃ واجب ہے بشرط یہ کہ خریدتے وقت تجارت کی نیت کی اگر خریدتے وقت نیت کی سواری مال دلانی یا ذبح کرنے کی تو اس پر زکوۃ نہیں۔

مسئلہ 21 :۔ اگر کوئی شخص خوشی سے زکوۃ نہ دے تو زکوۃ لینے والا امام زبردستی اس سے زکوۃ نہ لے کیونکہ اس طرح زکوۃ ادا نہیں ہو گی زکوۃ کے لئے اختیار شرط ہے لیکن امام اس کو قید کی سزا دے تاکہ وہ خود بخود زکوۃ ادا کرے اور جو بعض روایتوں میں لکھا ہے کہ امام زبردستی اس سے زکوۃ وصول کرے اور اس کو زکوۃ کے مصرف میں خرچ کر سکتا ہے یہ روایت ضعیف ہے معتمد روایت یہ ہے کہ زبردستی زکوۃ لینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

مسئلہ 22 :۔ اگر امام ممبر پر خطبے کی نیت سے پڑھے اور پڑھنے کے بعد چھینک آنے پر وہ الحمد للہ کہے تو چھینک کی وجہ سے جمعہ کا خطبہ نہیں ہو گا۔

مسئلہ 23:۔ اگر کوئی شخص کاروبار کی نیت سے انگور کا رس بیچے اس کی نیت شراب بنانے کی نہ ہو تو حرام نہیں اور اگر شراب بنانے کی نیت سے بیچے تو حرام ہے اسی طرح اگر کوئی شخص انگور کا درخت لوگوں کے کھانے کے لئے لگائے تو حرام نہیں اور اگر شراب کی نیت سے لگائے تو حرام ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص مسلمان سے ناراضگی کی وجہ سے ملے تو حرام ہے لیکن اگر یہ ارادہ نہیں تو عرصہ دراز تک بھی ملاقات نہ کرے تو حرام نہیں۔ اسی طرح اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی میت کے علاوہ کسی دوسری میت پر تین دن سے زیادہ ماتم کرے اور زینت نہ کرے تو حرام ہے اور اگر اس ارادے سے نہیں تو حرام نہیں ہے اور اسی طرح اگر کوئی کسی میت کی وجہ سے حلال کام چھوڑ دے مثلاً" اچار ڈالنا' چارپائی پر سونا' شادی' عقیقہ' اور ختنے وغیرہ کرنا' چہلم ششماہی یا برسی تک تو یہ سب رسمیں حرام ہیں اور اگر سوگ کے بغیر یہ باتیں ہوں تو حرام نہیں سوائے شادی کے کیونکہ شادی کا کرنا ہی بہتر ہے اور یہ سنت بھی ہے۔

مسئلہ 24:۔ نماز جنازہ میں اس طرح نیت کرنا کہ نماز اللہ کے لئے اور دعا اس میت کے لئے ہے۔

مسئلہ 25:۔ سجدہ تلاوت میں تعین کرنا کہ کس تلاوت کا سجدہ ہے کچھ ضرور نہیں۔

مسئلہ 26:۔ اقتدا امام کی بغیر نیت کے صحیح نہیں ہوتی اور امامت بغیر نیت کے صحیح ہے مگر جس وقت عورتیں اس کے پیچھے نماز پڑھتی ہوں تو اس وقت عورتوں کی اقتدا ساتھ اس امام کے بغیر نیت صحیح نہیں ہوتی پس عورتوں کی نماز جب تک امام نیت امامت عورتوں کی نہ کرے صحیح نہیں

ہوتی اور بعضوں نے جمعہ اور عیدین کو اس حکم سے مستثنٰی کرر کھا ہے' یعنی جمعہ اور عیدین میں بغیر نیت امام کے بھی عورتوں کی اقتدا درست ہے۔

مسئلہ 27:۔ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں کسی کی امامت نہیں کروں گا اور اس شخص نے نماز شروع کی اور کسی نے اس کے ساتھ اقتدا کرلی تو اس کی اقتدا صحیح ہے لیکن قسم اس کی ٹوٹی یا نہیں قضا" تو ٹوٹ گئی لیکن دیانۃ" نہیں ٹوٹی یعنی قاضی حکم ٹوٹنے کا دے گا اور دیانۃ" یعنی عنداللہ نہیں ٹوٹی مگر جس وقت اس نے نماز شروع کرنے سے پہلے اسے گواہ بنالیا تو قضاء کبھی ٹوٹتی۔ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں شخص کا امام نہیں ہوں اور اس نے بہت سے لوگوں کی امامت کی اور اس کی امامت میں وہ شخص بھی شامل ہوگیا جس کے لئے اس نے قسم کھائی تو قسم ٹوٹ گئی۔ بے شک اس امام کو علم نہ ہو۔

مسئلہ 29:۔ اگر مقتدی نے سورہ الفاتحہ نماز جنازہ میں ذکر کی نیت سے پڑھی تو حرام نہیں اس کے باوجود کہ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک امام کے پیچھے مقتدی کو قرات پڑھنا حرام ہے کیونکہ اس نے ذکر کے ارادے سے پڑھی نہ کہ قرات کے ارادہ سے اگر جنبی مرد یا۔ عورت یا عورت حیض یا نفاس والی قرآن کریم کے الفاظ ذکر یا دعا کے ارادہ سے پڑھے تو درست ہے مگر قرات کے ارادہ سے قرآن پڑھنا درست نہیں۔

مسئلہ 30:۔ اگر کوئی شخص کوئی بیچنے والی چیز بیچنے کے لئے خریدار کے سامنے کھولے اور اس کو رغبت دلانے کے لئے سبحان اللہ یا اللھم صلی علیہ کہے تو اس کا یہ کہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ 31:۔ اگر کوئی شخص اپنے نفس کے لئے پیٹ بھرنے سے زیادہ

کھائے تو حرام ہے اور اگر نیت کر کے کھائے کل میں روزہ رکھوں گا یا ایسا نہ ہو کہ سستی یا مہمان کی خاطر مدارت کی وجہ سے سحری سے محروم رہ جاؤں تو جائز ہے۔

مسئلہ 32:۔ اگر کوئی کافر مسلمان کی حفاظت کرے اور اس وقت کوئی دوسرا مسلمان اس مسلمان کے قتل کے ارادہ سے تیر پھینکے تو حرام ہے اور اگر کافر کے قتل کے ارادے سے پھینکے تو حرام نہیں۔

مسئلہ 33:۔ اگر کسی کو کوئی چیز پڑی ہوئی ملے اور اس کے مالک کا علم نہ ہو تو وہ اس نیت سے اٹھائے کہ یہ چیز اس کے مالک کو پہنچاؤں گا تو اس نیت سے اس کا چیز اٹھانا حلال ہے اور اگر اس نیت سے اٹھائے کہ اس کے مالک کو نہیں دوں گا تو وہ شخص غاصب اور گناہ گار ہے۔

مسئلہ 34:۔ اگر کوئی شخص حفاظت کی نیت سے کتاب کو تکیہ بنائے تو مکروہ نہیں اور اگر اس نیت سے نہ بنائے تو مکروہ ہے۔

مسئلہ 35:۔ اگر کوئی شخص حفاظت کی نیت سے ڈیسک پر بیٹھتا ہے اور اس میں قرآن کریم بھی ہے تو مکروہ نہیں اور اگر نیت حفاظت کی نہیں تو مکروہ ہے۔

مسئلہ 36:۔ اگر کوئی شخص پرہیز یا مجبوری کی وجہ سے کھانے سے باز رہا تو ثواب کا مستحق ہے۔

مسئلہ 37:۔ اسی طرح اگر کوئی مسجد میں آرام کے لئے بیٹھا تو ثواب کا مستحق نہیں اور اگر نماز کے انتظار میں یا اعتکاف کی نیت سے بیٹھا ہو تو ثواب ہے۔

مسئلہ 38:۔ اگر اسی طرح مال دنیا کی غرض سے دیا یا بخشش کی نیت

سے دیا تو اس میں کوئی ثواب نہیں اور اگر مال زکوۃ صدقہ یا نفل کی نیت سے دیا تو ثواب ہے۔

مسئلہ 39:۔ اسی طرح جانور کو کھانے کے لئے ذبح کرنا حلال ہوتا ہے اور قربانی کے لئے ذبح کرنا عبادت ہے۔ لیکن کسی مردہ یا زندہ شخص کی تعظیم کے لئے یا کفریہ بات کے لئے ذبح کرنا حرام ہے۔

مسئلہ 40:۔ نماز کے درمیان رکعات' سجود اور ارکان نماز کی نیت کرنا شرط نہیں۔ لیکن اب شخص نے نیت کی ظہر کی تین رکعات پڑھتا ہوں تو نماز صحیح ہوئی اور نیت کا تعین لغو ہوا۔

مسئلہ 41:۔ اگر ایک شخص نے ایک امام کے پیچھے نماز کی نیت کی اور ہوا وہاں دوسرا امام تو نماز درست ہوئی۔

مسئلہ 42:۔ ایک شخص نے نماز پڑھنے میں اس وقت کی نماز کی نیت کی اور وہ وقت قضاء کا ہوا تو اس کی نماز درست ہوئی اگر اسی طرح نیت کی قضاء اور معلوم ہوا کہ وقت نماز کا تھا تو نماز صحیح ہوئی۔

مسئلہ 43:۔ اگر کسی شخص نے امام کو دیکھا اور نیت کی اقتدا کی میں اس امام کے پیچھے جو زید ہے نماز پڑھتا ہوں اور وہ نکلا زید کے علاوہ تو اس کی نماز درست ہوئی اس طرح سے دور یا آخری صف میں اور امام کو دیکھ نہ سکتا ہو اور نیت کی اقتدا کے پیچھے اس امام کے جو محراب جو زید ہے اور نکلا وہ زید کے علاوہ تو اس کی نماز درست ہوئی اور اگر نیت کی کہ میں پڑھتا ہوں نماز پیچھے اس جوان کے اور اچانک نکلا وہ بوڑھا تو اس کی نماز درست نہیں اور اگر نیت کی کہ اقتدا کرتا ہوں اس بوڑھے کے اور نکلا وہ جوان تو اس کی نماز درست ہے۔

اس لئے کہ شاب پر لفظ شیخ بزرگی کی وجہ سے بولا جاتا ہے اور بجائے اس کے شیخ پر شاب نہیں بولتے۔

مسئلہ 44:۔ اگر ایک شخص نے خاص اللہ کے لئے نماز شروع کی اور بعد میں اس کے دل میں ریا آگئی تو یہ صرف ریا ہوگی نماز نہیں۔ اگر اکیلے میں نماز نہیں پڑھتا اچھی طرح لیکن اکیلے میں اچھی نماز نہیں پڑھتا تو اس کے لئے نماز کا ثواب تو ہے لیکن اچھی نماز کا ثواب نہیں۔

مسئلہ 45:۔ اگر ایک شخص نے شک کیا کہ نماز پڑھی یا نہیں پڑھی تو وقت پر ادا کرے اور اگر شک کیا رکوع کرنے یا سجدہ کرنے کے اور وہ اسی نماز میں ہے تو وہ نماز ادا کرے اور شک کیا کہ سجدہ یا رکوع ادا نہیں کیا تو نماز دوبارہ پھیرنی نہیں آتی۔ اور اگر شک کیا کہ تکبیر تحریمہ کہی یا نہ کہی یا نقض وضو کا ہوا یا نہیں یا نجاست کپڑے کو لگی یا نہیں یا مسح سر پر کیا یا نہیں اگر یہ شک نماز میں پہلی مرتبہ واقعہ ہوا تو نماز دوبارہ پڑھے گا اور اگر یہ شک بارہا ہوتا ہے تو نماز دوبارہ پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (یہ تفصیل مظاہر حق سے منقول ہے)

نماز کی ساتویں شرط وقت پر نماز پڑھنا

فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکروا اللہ قیما وقعود وعلی جنوبکم فاذا اطمانتنم فاقیموا الصلوۃ ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتبا موقوتاO (سورۃ النساء آیت ۱۰۳) ترجمہ:۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہونے کی حالت میں یاد کرو پھر جب تمہیں اطمینان ہو جائے تو پوری نماز پڑھو اور بے شک نماز اپنے مقرر وقتوں میں مسلمانوں پر فرض ہے۔

واقم الصلوة طرفی النهار وزلفا من الیل ان الحسنت یذهبن السیئات ذالک ذکری للذاکرین ○ (سورة هود آیت ۱۱۴

ترجمہ:۔ اور دن کے دونوں طرف اور کچھ حصہ رات کا نماز قائم کر، یہ نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے نصیحت ہے۔

یایها الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلث مرات من قبل صلوة الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظهیرة ومن بعده صلوة العشاء ثلث عورات لکم لیس علیکم ولا علیهم جناح بعدهن طوافون علیکم بعضکم علی بعض کذالک یبین الله لکم الایت والله علیم حکیم ○ (سوره النور آیت ۵۸

ترجمہ:۔ اے ایمان والو تمہارے غلام اور تمہارے وہ لڑکے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے تم سے ان تین وقتوں میں اجازت لے کر آیا کریں صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد تین وقت تمہارے پردوں کے ہیں ان کے بعد تم پر اور نہ ان پر کوئی الزام ہے تم آپس میں ایک دوسرے کے پاس آنے جانے والے ہو اسی طرح اللہ تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

عن عبدالله ابن عمرو قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وقت الظهر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطوله مالم۔ یحضر العصر۔ ووقت العصر مالم تغب الشمس ووقت صلوة المغرب مالم یغب الشفق ووقت صلوة العشاء الی نصف الیل الا وسط

ووفت الفجر مالم تطلع الشمس فاذا طلعت الشمس فامسک عن الصلوۃ فانها تطلع بین قرن الشیطان

مشکوۃ باب مواقیت الصلوۃ

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرو کا قول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظہر کا وقت جب سورج ڈھل جائے۔ اور آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہوجائے۔ جب تک کہ وقت عصر حاضر نہ ہو۔ اور وقت عصر سورج زرد ہونے تک رہتا ہے۔ اور نماز مغرب کا وقت شفق ڈوبنے تک ہے۔ اور نماز عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے۔ اور نماز صبح کا وقت طلوع صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے۔ اور جب آفتاب نکل آئے تو پھر نماز سے رک جا کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے (یہ روایت مسلم میں ہے)

تفسیر:۔ یہاں اس بحث میں تین آیتیں جمع کی گئی ہیں پہلی سورہ النساء کی آیت ایک سو تین ہے اس کا پہلا اور دوسرا حصہ نماز خوف سے متعلق ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز اپنی بحث میں آئے گی یہاں آخری جملہ سے مقصد ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بے شک نماز اپنے مقررہ اوقات پر پڑھی جائے ورنہ وہ نماز ادا نہیں ہوگی اور اس کے بعد دوسرے نمبر پر سورہ ہود کی آیت ایک سو چودہ ہے اس میں تین چیزوں کا بیان ہے ایک تو ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں اتنا تو فرمایا ہے کہ نماز ایمان والوں پر اپنے مقررہ وقت میں فرض ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ اوقات کون سے ہیں۔ پس سورہ ہود کے پہلے جملہ میں چار نمازوں کے اوقات بتائے۔ فجر، عصر، مغرب، اور عشاء

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اس میں فرمایا ہے کہ دن کے دو کناروں پر نماز پڑھ اور رات کے حصوں میں اور ظاہر بات ہے کہ کناروں سے مراد فجر اور عصر ہو سکتی ہے اور رات کے حصوں سے مراد مغرب اور عشاء اور آیت کے دوسرے حصہ میں یہ بتایا ہے کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ پس نماز بھی تو نیکی ہے تو یقیناً" اس سے بھی برائیاں مٹا دی جائیں گی اور اس کے بعد سورہ النور کی آیت اٹھاون ہے اس کی باقی تفسیر جلد خامس میں آئے گی۔ یہاں صرف اتنا بتانا ہے کہ تین نمازوں کا ذکر قرآن مجید میں آگیا ہے اور سورہ ہود اور سورہ النور کی دو آیتیں ان الصلوہ کانت علی المومنین کتابا موقوتا" کی تفسیر ہے۔ مگر تاہم اجمال ابھی تک باقی ہے کیونکہ اتنا تو بتادیا ہے کہ نمازوں کے یہ پانچ اوقات ہیں مگر یہ تو نہیں بتایا کہ فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے اور اسی طرح ظہر، عصر، مغرب، عشاء کے اوقات کے تفصیل بھی نہیں بتائی چنانچہ یہ تفصیل احادیث میں آرہی ہے۔

( )وعن بریرہ قال ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن وقت الصلوۃ فقال له صل معنا هذین یعنی الیومین فلما زالت الشمس امرہٗ بلا لا فاذن ثم امرہٗ فاقام الظهر ثم امرہٗ فاقام العصر والشمس امرۃ تفعه بیضاء نقیه ثم امرہٗ فاقام المغرب حین عابت الشمس ثم امرہٗ فاقام العشاء حین غاب الشفق ثم امرہٗ فاقام الفجر حین طلع الفجر فلما ان کان الیوم الثانی امرہٗ فابرد بالظهر فابردبها فانعم ان یبرد بها وصلی العصر والشمس ذمرتفعه اخرها فوق الذی کان وصلی المغرب قبل ان یغیب الشفق وصلی العشاء

بعد ماذهب ثلث الليل وصلى الفجر فاسفر بها ثم قال اين السائل عن وقت الصلوة فقال الرجل انا يا رسول الله قال وقت صلوتكم بين مارايتم (رواه مسلم)

ترجمہ:۔ بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے نماز کے اوقات پوچھے آپ ﷺ نے فرمایا تم دو دن ہمارے ساتھ نماز پڑھو تاکہ تم ایک دن نمازوں کا اول وقت دیکھ لو۔ اور دوسرے دن آخری وقت پس جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم فرمایا پھر ان کو تکبیر کا حکم دیا۔ اور نماز پڑھی پھر ان کو حکم دیا اور نماز عصر پڑھی۔ اس حالت میں کہ ابھی آفتاب بلند تھا۔ اور دھوپ صاف سفید تھی پھر ان کو حکم دیا اور مغرب کی نماز پڑھی جب کہ سورج غروب ہوگیا پھر ان کو حکم دیا اور عشاء کی نماز پڑھی جبکہ شفق غائب ہوگئی پھر ان کو حکم دیا اور فجر کی نماز پڑھی جب کہ صبح صادق ہوئی پھر جب دوسرا دن ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ظہر کو ٹھنڈا کرنے یعنی تاخیر کرنے کا حکم دیا پس تاخیر کی نماز ظہر میں اور بہت تاخیر کی کہ دھوپ کی شدت کم ہوگئی اور آفتاب کے بلند ہوتے ہوئے عصر کی نماز تاخیر کرکے پڑھی یعنی پہلے دن سے زیادہ تاخیر کی اس تاخیر کے اوپر جو کی تھی اور شفق غائب ہونے سے قبل نماز مغرب پڑھی اور رات کا تہائی حصہ گزرنے پر عشاء کی نماز پڑھی اور صبح کی نماز اس وقت پڑھی جب کہ صبح خوب روشن ہوگئی پھر فرمایا وہ شخص جس نے نماز کے اوقات پوچھے تھے کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا تمہاری نمازوں کے اوقات جو تم نے دیکھے ان کے درمیان ہیں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

() عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امنی جبرئیل عندالبیت مرتین فصلی بی الظہر حین زالت الشمس وکانت قدر الشراک وصلی بی العصر حین صار ظل کل شئی مثله وصلی بی المغرب حین افطر الصائم وصلی بی العشاء حین غاب الشفق وصلی بی الفجر حین حرم الطعام والشراب علی الصائم فلما کان الغد صلی بی الظہر حین کان ظله مثله وصلی بی العصر حین کان ظله مثلیه وصلی بی العشاء الی ثلث اللیل وصلی بی الفجر فاسفر ثم التفت الی فقال یا محمد هذا وقت الانبیاء من قبل والوقت ما بین هذین هذا بن الوقتین۔

ورواہ ابوداؤد والترمذی

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بیت کے پاس دو مرتبہ نماز پڑھائی۔ مجھے ظہر پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہوگیا۔ اور عصر پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ دگنا ہوگیا اور مجھے مغرب پڑھائی جب روزے دار افطار کرتا ہے۔ مجھے عشاء پڑھائی جب شفق غائب ہوگئی۔ اور مجھے فجر پڑھائی جب کھانا پینا روزے دار پر حرام ہوتا ہے۔ اور جب دوسرا دن ہوا تو اس نے مجھے ظہر پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہوگیا اور مجھے مغرب پڑھائی جب روزے دار افطار کرتا ہے۔ اور مجھے عشاء پڑھائی رات کے تیسرے حصے تک۔ اور مجھے فجر پڑھائی اچھی سفیدی کرتے۔ اور پھر میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا تجھ سے پہلے انبیاء کا یہی وقت ہے۔ اور وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے۔

تفسیر:۔ یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں اس باب میں مذکورہ آیات کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیات میں نماز کے اوقات تو بتائے ہیں کہ وہ پانچ ہیں مگر ان کی ابتدا اور انتہا نہیں بتائی کہ وہ اوقات کہاں سے شروع ہوتے ہیں اور کب تک رہتے ہیں اور نیز یہ بھی نہیں بتایا کہ ان اوقات کے کس کس حصہ میں نماز پڑھنا ہے اور کس کس میں نہیں پڑھنا۔ اور نیز یہ بھی نہیں بتایا کہ ان اوقات میں بہتر حصہ کونسا ہے اور کونسا نہیں ہے پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں یہ تفصیل بیان فرمائی ہے۔ پہلی حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے اس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کے اول وقت اور آخری وقت کی نشانی بیان فرمائی ہے اور فرمایا کہ اول وقت کی نشانی یہ ہے کہ جب سورج کچھ ڈھل جائے اسی کو وقت زوال کہتے ہیں اور آخری وقت ظہر کا یہ ہے کہ آدمی کا سایہ اس کے قد کی لمبائی کے برابر ہوجائے لیکن یہ سایہ اصل کے علاوہ ہے اور یہ سایہ اصل زوال کے وقت تھوڑا سا جو ہوتا ہے وہ ہے اور جب تک نہ آئے وقت عصر یہ پہلے جملہ کی تاکید ہے کیونکہ وقت ظہر جب مثل اول کے آخر تک ہے تو اس سے خود بخود معلوم ہوگیا کہ اس کے بعد عصر ہے پس یہ جملہ پہلے کی تاکید ہے۔ اور عصر کا آخری وقت یہ بتایا کہ جب تک سورج زرد نہ ہو اور وقت مغرب سورج کے ڈوب جانے سے لے کر شفق کے چھپ جانے تک ہے اور عشاء کا وقت شفق چھپ جانے سے لے کر آدھی رات تک ہے اور فجر کا وقت طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے اور طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس وقت شیطان سورج کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور سورج پرستار جو اسے سجدہ کرتے

ہیں تو ساتھ شیطان کی پوجا بھی ہو جاتی ہے اس لئے اس وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے پس اس حدیث میں پانچوں نمازوں کے اول اوقات بھی بتا دئیے ہیں اور اس کے بعد دوسرے نمبر پر حضرت بریدہ ؓ والی حدیث ہے اس میں آپ ﷺ کا فعل مذکور ہے کہ ایک شخص نے آپ سے نمازوں کے اوقات کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ایسے فرمایا کہ تم دو دن ٹھہرو نمازیں پڑھو۔ چنانچہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان پڑھی۔ پھر اسے حکم دیا تو انہوں نے نماز ظہر کے لئے تکبیر بھی کہی پھر اسے حکم دیا تو انہوں نے نماز عصر کے لئے تکبیر کہی حالانکہ سورج اونچا صاف سفید تھا پھر اسے حکم دیا تو اس نے نماز مغرب کے لئے تکبیر کہی جب سورج ڈوب چکا تھا اور پھر جب شفق غائب ہوئی تو اسے حکم دیا تو اس نے نماز عشاء کے لئے تکبیر کہی اور پھر جب فجر طلوع ہوئی تو اسے حکم دیا تو اس نے نماز فجر کے لئے تکبیر کہی اور پھر دوسرے دن ظہر کو اچھی طرح تاخیر کر کے پڑھا اور نماز عصر کو پہلے کی نسبت تاخیر سے پڑھا اور نماز مغرب شفق غروب ہونے سے پہلے پڑھی اور نماز عشاء تہائی رات جانے کے بعد پڑھی اور نماز فجر اچھی طرح روشنی میں پڑھی۔ پھر فرمایا کہ وہ سائل کدھر ہے تو اس نے عرض کیا کہ میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ تو فرمایا کہ تمہاری نمازوں کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا پس اس حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے عملاً" سائل کو نمازوں کے اول اوقات بھی بتا دئیے اور آخری بھی بتا دئیے اور اسے فرمایا کہ ان دونوں وقتوں کے درمیان نمازیں پڑھا کرو۔ اور اس کے بعد تیسرے نمبر پر جو حدیث ہے جو حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے یہ پہلی دو حدیثوں کی تشریح ہے اس

میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نمازوں کے ان اوقات کی تعلیم مجھے جبرئیل امین نے دی تھی اور انہوں نے اس طرح مجھے امامت کرائی تھی کہ پہلے دن اول وقت میں مجھے انہوں نے نمازیں پڑھائی تھیں اور دوسرے دن آخری وقت میں پڑھائی تھیں اور فرمایا تھا کہ اے محمد ﷺ تمام انبیاء کی نمازوں کے اوقات ان کے درمیان تھے اور ظاہر بات ہے کہ جبرئیل امین نے جو نبی کریم ﷺ کو دو دن جو (نمازیں پڑھائی تھیں یہ اپنی طرف سے نہیں پڑھائی تھیں۔ بلکہ اللہ تعالی کے حکم سے تھی پس ثابت ہوا کہ احادیث بھی قرآن کی شرح ہیں' اور احادیث کے سوا آیات قرآنی کا مفہوم متعین کرنا مشکل ہے اور اسی لئے محدثین نے لکھا ہے کہ قرآن اور احادیث دونوں اللہ تعالی کی طرف سے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن وحی جلی یا متلو ہے اور احادیث وحی خفی یا غیر متلو ہے۔ بہرحال یہ دونوں کلام اللہ ہیں۔

نماز اول وقت میں پڑھنا بہتر ہے

ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات این ما تکونوا یأتِ بکم اللہ جمیعا ان اللہ علی کل شی قدیر ○ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۷

ترجمہ:۔ اور ہر ایک کے لئے ایک طرف ہے جس طرف وہ منہ کرتا ہے پس تم نیکیوں کی طرف دوڑو تم جہاں کہیں بھی ہوگے تم سب کو اللہ لے آئے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر:۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہر ایک قوم اور امت اپنی اپنی عبادت کے لئے ایک قبلہ ایک جہت رکھتی ہے اور اسی کی طرف رخ کرکے وہ عبادت کرتے ہیں امت محمدیہ ﷺ کے لئے بھی ایک جہت ہونی چاہئے اور وہ

کعبہ ابراہیمی ہے۔ لہٰذا تم نیکیوں میں آگے بڑھو۔ اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نیک کام جلدی کرنا چاہئے جب اس کا وقت آئے تو اس میں تاخیر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ زندگی موہوم ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عبادت کا آخری وقت اسے نصیب نہ ہو اور وہ پہلے ہی مرجائے اور عبادت کی سعادت سے محروم چلا جائے اگرچہ آخری وقت تک عبادت کی تاخیر میں اس کے لئے گنجائش موجود ہے مگر بہتر یہی ہے کہ وقت آنے پر عبادت کو جلدی ادا کرلینا چاہئے۔ بہرحال یہ آیت مجمل ہے آنے والی احادیث میں اس کی تفصیل آرہی ہے چنانچہ پہلی تعجیل کی احادیث نقل کی جائیں گی اور اس کے بعد تاخیر کی۔

1۔عن سیار بن سلامه قال دخلت انا وابی علی ابی برزة الا سلمی فقال له ابی کیف کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی المکتوبه فقال کان یصلی المکتوبه فقال کان یصلی الهجیر التی تدعونها الاولی حین ترفض الشمس ویصلی العصر ثم یرجع احدنا الی رحله فی اقصی المدینه والشمس حیه ونسیت ماقال فی المغرب وکان یستحب ان یوخر العشاء التی تدعونها العتمه وکان یکره النوم حین یعرف الرجل جلیسه ویقرا بالستین الی المائه وفی روایه ولا یبالی بتاخیر العشاء الی ثلث اللیل ولا یحب النوم قبلها والحدیثه بعدها ○ (متفق علیه)

ترجمہ:۔ سیار بن سلامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد ابی برزہ اسلمی کے پاس آئے میرے باپ نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض نمازوں کی کیا کیفیت تھی کس طرح پڑھتے تھے انہوں نے

جواب دیا کہ ظہر کی نماز جس کو تم پہلی نماز کہتے ہو اس وقت پڑھتے جب کہ سورج ڈھل جاتا عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے کہ ہم میں سے کوئی عصر کی نماز پڑھنے کے بعد مدینہ کے آخری کنارہ سے چل کر اپنے گھر آجاتا اور آفتاب ابھی زندہ (یعنی صاف وغیرہ متغیر) ہوتا مغرب کی نماز کے متعلق جو کچھ فرمایا میں اس کو بھول گیا ہوں۔ عشاء کی نماز میں جس کو تم عتمہ کہتے ہو تاخیر کرنے کو مستحب رکھتے اور آنحضرت ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور اس کے بعد باتیں کرنے کو مکروہ رکھتے تھے اور صبح کی نماز اس وقت پڑھتے جب کہ پہچان لیتا آدمی اپنے ہم نشین کو اور پڑھتے ساٹھ آیتوں سے سو آیتوں تک اور ایک روایت میں ہے کہ نہیں پرواہ کرتے تھے عشاء کی نماز میں تہائی رات تک تاخیر کرنے کی اور عشاء کی نماز میں سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد باتیں کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

(2) وعن محمد ابن عمرو بن الحسین ابن علی قال سالنا جابر بن عبداللہ عن صلوہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان یصلی الظہر بالھجیرة والعصر والشمس حیہ والمعرب اذا وجبت والعشاء اذا کثر الناس عجل واذا قلوا اخر ویصلی الصبح بغلس (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ محمد بن عمرو بن حسن نے بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے جابر بن عبداللہ سے نبی کریم ﷺ کی نماز کے متعلق پوچھا فرمایا۔ آپ ﷺ ظہر کی نماز دوپہر ڈھلتے ڈھلتے پڑھتے عصر کی نماز اس وقت جب کہ آفتاب زندہ ہوتا مغرب کی اس وقت جب کہ آفتاب غروب ہوجاتا۔ لوگوں کی کثرت ہوتی تو عشاء کی نماز جلدی پڑھ لیتے اور اگر تھوڑے ہوتے تو تاخیر

کرتے اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے۔

(3) وعن انس قال کنا اذا صلینا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالظهائر سجدنا علی ثیابنا اتقاء الحر (متفق علیه)

ترجمہ:۔ حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے ظہر کی تو ہم اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے گرمی سے بچنے کے لئے متفق علیہ اور اس کے لئے لفظ بخاری کے ہیں۔

(4) وعن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد الحر فابر دوبالصلوة وفی روایه للبخاری عن ابی سعید بالظهر فان شدة الحر من فیح جهنم واشتکت النار الی ربها فقالت رب اکل بعضی بعضا فاذن لها بنفسین نفس فی الشتاء ونفس فی الصیف اشد ما تجلون من الحر واشد ماتجلون من الزمهریر متفق علیه وفی روایه للبخاری فاشد ماتجلون من الحر فمن سمومها واشد ماتجلون من البرد فمن زمهریرها

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب شدت کی گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو۔ بخاری کی ایک روایت میں ابی سعید ﷛ سے منقول ہے کہ ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کرو اس لئے کہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھانپ سے ہوتی ہے اور آگ نے اپنے رب سے شکایت کی عرض کیا اے میرے رب بعض نے میرے بعض کو کھالیا پس اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس جاڑے میں اور ایک سانس گرمی میں تم گرمی کی شدت بھی اس سانس سے پاتے ہو اور سردی کی شدت بھی اس

سبب سے پاتے ہو متفق علیہ بخاری کی ایک روایت میں ہے "پس تم جو گرمی کی شدت پاتے ہو تو یہ سبب دوزخ کی گرم ہواؤں کے ہے اور سردی کی جو شدت پاتے ہو اس کی سرد ہواؤں کے سبب ہے۔

وعن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العصر والشمس مرتفعہ حیہ فیذھب الذاھب الی العوالی فیاتیھم والشمس مرتفعہ وبعض العوالی من المدینہ علی اربعۃ امیال اونحوہ۔ متفق علیہ

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ایسے وقت پڑھا کرتے تھے کہ آفتاب زندہ ہو یا یعنی بلند اور غیر متغیر) ایک جانے والا عوالی مدینہ کی طرف جاتا اور واپس آجاتا اور ابھی سورج بلند ہوتا اور مدینہ کے بعض عوالی چار کوس پر تھے یا مانند اس کی (عوالی سے مراد شہر کے باہر بلندی مدینہ کے مکانات ہیں۔

(5) وعن رافع ابن خدیج قال کنا نصلی المغرب مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فینصرف احدنا وانہ لیبصر مواقع نبلہ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مغرب کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پڑھا کرتے ہم میں سے ایک پھر آتا ایسے وقت کہ وہ اپنے تیر کی جگہ دیکھ لیتا کہ کہاں گرا ہے یعنی اول وقت)

(6) وعنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصبح فتنصرف النساء متلففات بمروطھن مایعرفن من الغلس (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ انہی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ صبح کی نماز ایسے وقت پڑھتے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے والی عورتیں نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو چادروں میں لپٹی ہوئی واپس آجاتیں۔ اور بسبب اندھیرے کے پہچانی نہ جاتیں۔ متفق علیہ۔

(7) عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال علی ثلث لا توخرھا الصلوۃ اتت والجنازہ اذا حضرت والا یم اذا وجدت لھا کفوا رواہ الترمذی

ترجمہ:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تین باتوں میں دیر نہیں کرنی چاہئے ایک تو نماز جب اس کا وقت آجائے دوسرے جنازہ جبکہ وہ تیار ہو تیسرے بے خاوند عورت جب پاوے تو اس کا کفو (یعنی مناسب رشتہ) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(8) وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوقت الاول من الصلوۃ رضوان اللہ والوقت الاخر عفواللہ۔ رواہ الترمذی

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "نماز کا اول وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہے اور آخر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا باعث ہے"

(9) وعن ام فروۃ قالت سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل قال الصلوۃ لاول وقتھا ورواہ احمد والترمذی وابوداؤد وقال الترمذی لایروی الحدیث الامن حدیث عبداللہ بن

عمر العمری وھو لیس بالقوی عند اھل الحدیث

ترجمہ:۔ ام فروہ کہتی ہیں کہ رسول مقبول ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا نماز کا اول وقت پر پڑھنا' اس کو احمد' ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث نہیں بیان کی جاتی مگر حدیث عبداللہ بن عمر عمری سے اور وہ قوی حافظہ والا نہیں اہل حدیث کے نزدیک۔

(10) عم رافع بن خدیج قال کنا نصلی العصر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ینحر الجزور فتقسم عشر قسم ثم تطبخ فناکل لحما نضیجا قبل مغیب الشمس' متفق علیہ

ترجمہ:۔ حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ عصر کی نماز آنحضرت ﷺ کے ہمراہ پڑھا کرتے (اس کے بعد) پھر اونٹ ذبح کیا جاتا اس کو دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر پکایا جاتا پھر ہم سورج غروب ہونے سے پہلے یہ پکا ہوا گوشت کھا لیتے۔

تشریح: اس بحث میں دس احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ سب قرآن مجید کی اس آیت فاستبقوالخیرات کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ نیکیوں میں جلدی کرو اور نماز بھی ایک نیک کام ہے بلکہ تمام نیکیوں کا عملی نمونہ ہے لہٰذا اسے بھی وقت آنے پر جلدی ادا کرنا چاہئے چنانچہ حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں اس کی تفصیل بیان فرمادی ہے۔ پہلی حدیث جو سیار بن سلامہ سے منقول ہے اس میں آپ نے فرمایا کہ میں اور میرا والد ابن برزہ اسلمی کے پاس گئے تو میرے والد نے اسے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کس طرح پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ

ظہر کی نماز جس کو تم پہلی نماز کہتے ہو دوپہر ڈھل جانے کے وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز آپ پڑھتے تو ہم میں سے بعض مدینہ کے کناروں سے ہو کر واپس آجاتے۔ اور سورج ابھی بالکل صاف ہوتا تھا۔ اور سیار نے کہا کہ مغرب کے بارے میں ابی برزہ اسلمی نے جو کہا میں بھول گیا ہوں اور کہا کہ نبی ﷺ نماز عشاء سے پہلے سونا اور بعد باتیں دنیاوی کرنا ناپسند کرتے تھے۔ اور صبح کی نماز پڑھا کر آپ لوٹتے تو آدمی اپنے ساتھی کو پہچان لیتا تھا' اور نماز میں ساٹھ آیتوں سے لے کر سو تک تلاوت فرماتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ عشاء کو رات کے تیسرے حصہ تک موخر کرنے کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اسی سے پہلے سونا اور بعد میں دنیاوی باتیں کرنا ناپسند کرتے تھے۔ پس اس حدیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ جناب نبی کریم ﷺ نماز صبح اور ظہر اور عصر کو اول وقت میں پڑھا کرتے تھے اور نماز عشاء کو رات کے تیسرے حصہ تک موخر کرنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت محمد بن عمرو بن حسین بن علی سے مروی ہے اس میں مضمون سابق یہی ہے البتہ اتنا اضافہ ہے کہ مغرب واجب ہوتی تو پڑھتے تھے یعنی یہ بھی اول وقت میں پڑھتے تھے اور نماز عشاء جب لوگ زیادہ ہوتے تو جلدی پڑھاتے تھے اور جب کم ہوتے تو تاخیر کرتے تھے اور تیسری حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں مضمون سابق کی قدرے اور تفصیل ہے کہ اول وقت میں جب ہم نماز پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لئے ہم اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز آپ شدید گرمی کے وقت میں پڑھا کرتے تھے۔ اور چوتھی حدیث بھی جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں صرف نماز عصر کا ذکر ہے اس میں بتایا ہے کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز عصر ادا فرماتے تو سورج اچھی طرح بلند اور روشن ہوتا اور جانے والا نماز عصر پڑھ کر عوال مدینہ تک جاتا اور جب واپس لوٹ کر آتا تو سورج ابھی تک روشن ہی ہوتا اور عوالی عالیتہ کی جمع ہے یہ مدینہ شہر سے باہر بلندی پر کچھ مکانات تھے۔ یہ تقریباً" چار میل کے فاصلہ پر واقع تھے اس حدیث کا مقصد بھی یہی ہے کہ آپ نماز عصر اول وقت میں پڑھا کرتے تھے اور پانچویں حدیث جو حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے اس میں نماز مغرب کا بیان ہے اس میں فرمایا ہے کہ جب ہم نماز مغرب پڑھ کر لوٹتے تو آدمی اپنے تیر کے گرنے کی جگہ دیکھ لیتا تھا اس حدیث میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں صبح کی نماز کا بیان ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھاتے تو عورتیں اپنی اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی لوٹتیں اور اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا اس حدیث کا مقصد بھی یہی ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم نماز فجر اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔ اور ساتویں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تین چیزوں کو موخر نہ کرو ایک نماز جب اس کا وقت آجائے اور دوسرا جنازہ جب تیارہ ہوجائے اور تیسرے بے نکاح عورت جب اس کے لئے کفو مل جائے۔ آٹھویں حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کا اول وقت اللہ تعالی کی خوشنودی کا ہے اور آخری فرق معافی کا سبب ہے۔ اور نویں حدیث جو حضرت ام فروہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اعمال میں سے کونسا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول وقت پر نماز پڑھنا۔

اور دسویں حدیث جو رافع بن خدیج سے منقول ہے اس میں ہے کہ حضرت رافع نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز عصر پڑھتے اور اونٹ ذبح کیا جاتا تھا اور پھر اس کو دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر پکایا جاتا تھا' اور سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے ہم گوشت کھاتے تھے اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز عصر اول وقت میں پڑھنا چاہیے۔

گرمی میں نماز ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھنا چاہیئے۔

احادیث ۲-۱

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد الحر فابردد بالصلوہ وفی روایتہ البخاری عن ابی سعید بالظہر فان شدۃ الحر من فیح جہنم واشتکت النار الی ربہا فقالت رب اکل بعضی بعضا فاذن لہا بنفسین۔ نفس فی الشتاء وفی الصیف اشد ماتجدون من الحر واشتد ماتجدون من الزمہریر (متفق علیہ) وفی روایتہ للبخاری فاشد ماتجدون من البرد رمن زمہریہا۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو۔ اور بخاری کی ایک روایت میں لفظ صلوۃ کے بجائے ظہر کا ذکر ہے۔ کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کی پھونکوں سے ہے۔ اور آگ نے اپنے رب کے دربار میں شکایت کی تھی کہ میرے رب میرے بعض نے بعض کو کھایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں۔ زیادہ سخت جو تم پاتے ہو گرمی اور زیادہ سخت جو تم پاتے ہو سردی۔ اس حدیث پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے زیادہ سخت جو پاتے ہو تم گرمی سے یہ اسکی گرم ہوا ہے اور زیادہ سخت جو پاتے ہو تو سردی سے یہ اسی کی ٹھنڈک ہے۔

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان الحر ابرد بالصلوۃ واذا کان البرد عجل (مشکوۃ بحوالہ نسائی)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گرمی ہوتی تھی تو نماز ظہر ٹھنڈی کرکے پڑھتے تھے اور جب سردی ہوتی تھی تو جلدی پڑھتے تھے۔

تشریح

اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حضرت ابو ہریرہ ؓ سے منقول ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب گرمی شدید ہوجائے تو نماز ٹھنڈے وقت پر پڑھو۔ اور بخاری میں حضرت ابو سعید ؓ سے ایک روایت ہے اس میں ظہر کا اضافہ ہے۔ یعنی نمار ظہر کو ٹھنڈا کرکے پڑھو۔ کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ ہے۔ آگ نے اللہ تعالی کے دربار میں شکایت کی تھی۔ کہ میرا بعض بعض کو کھاتا ہے (یہ کنایہ ہے شعلہ زنی اور اختلاط سے اجزا سے) پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سردی میں اور گرمی میں۔ گرمی شدت جو تم پاتے ہو اور سردی کی شدت جو تم پاتے ہو۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے گرمی کی شدت جو تم پاتے ہو اس کی گرمی ہے اور سردی کی شدت جو تم پاتے ہو اس کی سردی ہے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت انس ؓ سے مروی ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ گرمی میں نماز ظہر ٹھنڈا کرتے تھے اور سردی میں جلدی پڑھتے تھے۔ پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ گرمی میں نماز ظہر کا تاخیر سے پڑھا جاسکتا ہے اور سردی میں بہرحال جلدی ہی بہتر ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ عملاً" ثابت ہے کیونکہ اصل مقصد نماز میں خشوع وخضوع ہے۔ اور گرمی میں یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ علاقے جہاں کہ گرمی کم پڑتی ہے وہاں نمازی کے خشوع

خضوع میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور یا مساجد کو گرمی میں ٹھنڈا رکھنے کا انتظام ہے تو وہاں نماز ظہر اول وقت میں ہی بہتر ہے۔

نماز عصر کو سورج کی زردی تک موخر کرنا مکروہ ہے۔

وعن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تلک صلوۃ المنافق یجلس یرقب الشمس حتی اذا حضرت وکانت بین فرنی الشیطان قام فنقرار بعالا یذکراللّٰہ فیھا الا قلیلا (مسلم مشکوۃ باب تعجل الصلوۃ)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ منافق کی نماز ہے جو سورج ڈوبنے کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جب زرد ہوجائے اور شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آجائے تو اٹھ کر کھڑا ہوجاتا ہے اور چار ٹھونگیں مارتا ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتا ہے۔

تشریح

اس باب میں ایک ہی حدیث ہے جو حضرت انس ؓ سے مروی ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہے جو بیٹھ کر سورج ڈوبنے کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ زرد ہوجاتا ہے اور شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آجاتا ہے۔ تو اس وقت یہ کھڑا ہوجاتا ہے پھر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتا ہے قرنی الشیطان کی تشریح پہلے گزر گئی ہے اور چار ٹھونگیں مارنے میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ ہے کہ یہاں ایک ہی سجدہ ہوا ہے اور دوسرے کے لئے سر اٹھاکر اور بیٹھ کر پھر سجدہ کرنا تھا جو اس نے کیا ہی نہیں ہے پس گویا کہ ایک

ہی سجدہ ہوا ہے اور یا دونوں سجدوں کو ایک ہی رکن قرار دے کر فرمایا ہے اور یہاں نماز عصر کا ذکر خاص طور پر فرمایا ہے اور باقی نمازوں کا ذکر اس طرح نہیں فرمایا۔ کیونکہ قرآن مجید میں نماز عصر کی تاکید باقی نمازوں کی بنسبت زیادہ آئی ہے۔ پس خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ نماز عصر کو بھی اول وقت سے کچھ تاخیر سے پڑھ سکتا ہے۔ لیکن سورج کی زردی تک اسے موخر کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ اور اس وقت نماز پڑھنے کو منافق کی نماز فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح منافق دکھلاوے کی نماز پڑھتا ہے۔ عقیدہ نہیں رکھتا کہ نماز میں برکات ہیں۔ اس لئے وہ اللہ تعالی کو نماز کی حالت میں بھی کم یاد کرتا ہے۔ اسی طرح یہ شخص ضعیف الاعتقاد ہے۔ دنیاوی منافع کی خاطر کاروبار میں مشغول رہا ہے۔ نماز عصر میں اللہ تعالی نے جو برکات رکھی ہیں۔ ان پر اسے یقین نہیں تھا۔ ورنہ جلدی نماز کی طرف آتا۔ اور تاخیر سے آنے کے بعد پھر سکون سے نماز نہیں پڑھتا۔ ادھورے رکوع اور ادھورے سجدہ کرکے جلدی فارغ ہوکر پھر دنیاوی منافع میں لگنا چاہتا ہے۔

نماز فجر پڑھتے وقت سورج نکل آئے یا نماز عصر پڑھتے وقت ڈوب جائے تو اسے نماز پوری کرلینا چاہیئے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک رکعہ من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح ومن ادرک رکعہ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر

(متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جس نے صبح کی ایک رکعت پالی طلوع شمس سے پہلے تو اس نے صبح کی نماز پالی اور جس نے غروب شمس سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی تو اس نے عصر کی نماز پالی (یہ تو بخاری و مسلم دونوں کی مروی حدیث ہے)

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ادرک احدکم سجدۃ من صلوۃ العصر قبل ان تغرب الشمس فلیتم صلوتہ واذا ادرک سجدۃ من صلوۃ الصبح قبل ان تطلع الشمس فلیتم صلوتہ (بخاری)

اور انہیں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس نے غروب شمس سے پہلے ایک سجدہ عصر کا پایا تو اس کو چاہیے کہ اپنی نماز پوری کرے اور جب طلوع شمس سے پہلے فجر کا سجدہ پائے تو اسے چاہئے کہ اپنی نماز پوری کرے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث جو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے طلوع شمس سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالی تو اس نے صبح کی نماز پالی۔ اور جس نے غروب شمس سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت پالی۔ تو اس نے نماز عصر پالی۔ اور دوسری حدیث بھی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے اس کا مضمون بھی یہی ہے البتہ اس میں فرمایا ہے کہ بقیہ نماز اسے پوری کرلینا چاہئے

نماز عصر فوت ہونے کا نقصان

مشکوۃ باب تعجیل فی الصلوۃ

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی

یفوته صلوة العصر فکانما وتر اهله وماله (متفق علیه)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا کہ اس کا اہل و عیال تباہ کردیا گیا۔

(اس حدیث پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے)

عن بریدة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک صلوة العصر فقد حبط عمله (بخاری)

حضرت بریدةؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑی گویا اس کے اعمال ضائع ہوگئے۔ (اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے)

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں پہلی حدیث جو حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے نماز عصر فوت ہوگئی۔ گویا کہ اس کی اہل اور مال لوٹ لئے گئے۔ یعنی جس طرح اہل وعیال اور مال ودولت تباہ اور ہلاک ہونے سے انسان کا نقصان ہوتا ہے۔ اسی طرح نماز عصر فوت ہوجانے سے بھی انسان کا نقصان ہوتا ہے۔ بلکہ یہ نقصان زیادہ ہے کیونکہ اہل وعیال اور مال ودولت تو ہیں ہی فانی۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن تو انہوں نے فنا ہونا ہی ہے اور نماز عصر کے فوت ہونے سے انسان دنیاوی برکات سے بھی محروم ہوجاتا ہے اور اخروی برکات سے بھی محروم ہوجاتا ہے اور نیز اس وقت اس کی غیرحاضری کی رپورٹ دن والے فرشتے بھی دیں گے۔ اور رات والے بھی۔ اور

دوسری حدیث جو حضرت بریدۃ سے مروی ہے اس میں جو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے نماز عصر چھوڑ دی اس کے عمل ضائع ہوگیا۔ اور عمل سے مراد نماز عصر کا ثواب ہے جو عن قریب بیان ہوگا۔

نماز مغرب کو کچھ ستاروں کے ظہور کے وقت بھی پڑھ سکتا ہے۔

حدیث باب تعجیل الصلوۃ

عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایزال امتی بخیرا وقال علی الفطرۃ مالم یوخر المغرب الی ان تشبک النجوم (ابوداؤد)

حضرت ابی ایوب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ہمیشہ بھلائی میں رہے گی یا فرمایا اسلام پر رہے گی جب تک کہ نماز مغرب کو ستاروں کے ہجوم تک موخر نہ کریں۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے)

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے۔ یہ حضرت ابوایوب سے منقول ہے۔ اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت ہمیشہ بھلائی میں رہے گی۔ یا فرمایا کہ فطرت پر (یعنی دین اسلام) پر رہے گی۔ جب تک کہ نماز مغرب کو ستارے زیادہ ہونے تک موخر نہ کریں۔ یہ مسئلہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ نماز مغرب کو اول وقت میں پڑھنا بہتر ہے۔ اور جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری امت ایسا کرے گی تو اچھی اور بہتر رہ گی۔ مگر تاہم اس میں تاخیر بھی جائز ہے اور یہ تاخیر کچھ ستارے ظاہر ہونے تک ہوسکتی ہے۔ اور ستارے گھنے ہونے تک جائز نہیں

کیونکہ اس کے بعد نماز مکروہ ہوگی۔

نماز عشاء رات کے تیسرے حصہ تک موخر کرنا بہتر ہے۔

احادیث ۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔۶۔۷

عن عائشه قالت کانوا یصلون العتمه فیما بین ان یغیب الشفق الی ثلث اللیل الاول (متفق علیه)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز عشاء کو شفق غروب ہونے سے رات پہلے تیسرے حصہ تک موخر کرتے تھے (اس حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے)

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لولا ان اشق علی امتی لامرتهم ان یوخروا العشآء الی ثلث اللیل او نصفه۔ رواه احمد والترمذی وابن ماجه

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اگر میں اپنی امت کو مشکل و دقت میں ڈالنا چاہتا' تو ان کو حکم دے دیتا کہ وہ عشاء کی نماز میں تہائی یا نصف رات تک تاخیر کریں۔"

( ) وعن معاذ بن جبل قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اعتموا بهذه الصلوۃ فانکم قد فضلتم بها علی سائر الامم ولم یصلها امه قبلکم رواه ابوداؤد۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اس نماز میں (یعنی عشاء میں) تم تاخیر کرو' تحقیق تم اس نماز کے سبب تمام امتوں پر فضیلت دیئے گئے ہو تم سے پہلے کسی امت نے

اس نماز کو نہیں پڑھا۔"

اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن النعمان بن بشیر قال قال انا اعلم بوقت هذه الصلوة صلوة العشآء الاخرة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصليها لسقوط القمر لثالثه۔ رواه ابوداؤد والدارمي

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس نماز یعنی عشاء کی نماز کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پڑھا کرتے۔ جب کہ تیسری رات کا چاند ڈوب جاتا۔ اس کو ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ تیسری شب کو چاند قریب پانچویں حصہ رات کے غروب ہوتا ہے۔ پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے تاخیر عشاء پر ۱۲ مصح

وعن عبدالله بن عمر قال مكثنا ذات ليله ننتظر رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة العشآء الاخرة فخرج الينا حين ذهب ثلث الليل او بعده فلا ندرى اشئى شغله فى اهله او غير ذالك فقال حين خرج انكم لتنتظرون صلاة ماينتظرها اهل دين غيركم ولولا ان شق على امتى لصليت بهم هذه الساعه ثم امر الموذن فاقام الصلوة وصلى۔ رواه مسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک رات پچھلی عشاء کی نماز کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ سو جب تہائی رات کا حصہ گذر چکا۔ بلکہ اس کے بعد تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکلے۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ آپ اپنی اہل میں کس شغل میں مصروف تھے یا کوئی اور بات تھی۔ جس

وقت آپ نکلے تو فرمایا۔ واقعی تم نماز کے انتظار میں ہو۔ اور تم ہی اہل دین میں سے ایسے ہو جو نماز کا انتظار کرتے ہو' اگر مجھے اپنی امت پر گرانی کا خیال نہ ہوتا تو البتہ میں اسی ساعت میں نماز پڑھتا ان کے ساتھ' پھر موذن کو اذان دینے کا حکم دیا۔ پھر تکبیر کہی اور نماز پڑھی۔ روایت کیا ہے اس کو مسلم نے۔

وعن جابر بن سمرة قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصلوات نحوا" من صلاتکم شیئا" وکان یخفف الصلوة۔ رواہ مسلم

جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری نماز کے مانند نمازیں پڑھتے تھے۔ عشاء کی نماز میں تاخیر کرتے تھے۔ تمہاری نماز سے کچھ بعد اور نماز ہلکی پڑھتے تھے۔ (یعنی چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے۔

روایت کیا ہے اس کو مسلم نے

وعن ابی سعید قال صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة العتمه فلم یخرج حتی مضی نحو من شطر اللیل فقال خذوا مقاعدکم فاخذنا مقاعدنا فقال ان الناس قد صلوا واخذو مضاجعهم وانکم لن تزالوا فی صلوة ماانتظرتم الصلوة ولولا ضعف الضعیف وسقم السقیم لاخرت هذه الصلوة الی شطر اللیل رواہ ابوداؤد والنسائی۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عشاء کی نماز پڑھی (یعنی ہم نے ارادہ کیا کہ آپ کہ ہمراہ عشاء کی نماز پڑھیں) آپ تشریف نہ لائے۔ یہاں تک کہ نصف رات گذر گئی۔ فرمایا کہ اپنی

بیٹھے رہو۔ پس ہم اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تحقیق لوگ (اور محلوں کے) نماز پڑھ چکے ہیں اور اپنے بستروں پر بھی جا چکے ہیں۔ اور جب تک تم انتظار میں ہو گویا نماز میں ہی ہو۔ اگر مجھے ضعیف کے ضعف اور بیمار کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو نصف رات تک موخر کرتا۔

تشریح

یہاں اس بحث میں سات احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور ان سب میں نماز عشا کو رات کے تیسرے حصہ تک موخر کرنے کی فضیلت آئی ہے۔ پہلی حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جناب نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز عشاء کو شفق غروب ہونے سے لے کر رات کے تیسرے حصہ تک موخر کرتے تھے۔ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز عشاء کو جو **عتمه** فرمایا ہے۔ یہ مشہور لفظ کی وجہ سے فرمایا ہے کیونکہ پہلے لوگ اس وقت کو **عتمه** ہی کہتے تھے اس کا اطلاق بھی رات کے تیسرے حصہ تک ہوتا ہے اور جناب نبی کریم ﷺ نے اسکا نام عشاء رکھا تھا۔ اور عتمہ کہنے سے منع فرمایا تھا۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ابھی تک یہ بات پہنچی ہوئی نہیں تھی۔ تب آپ نے یہ لفظ ذکر فرمایا اور دوسری حدیث جو حضرت ابوہریرۃ ؓ سے منقول ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے اگر اپنی امت پر مشکل کا اندیشہ نہ ہو تو میں ان کو حکم دے دوں کہ نماز عشاء کو رات کے تیسرے حصہ تک یا آدھے حصہ تک موخر کریں۔ لیکن آپ نے امت کی شفقت کے پیش نظر یہ حکم تو نہیں دیا تھا۔ کیونکہ اگر آپ ﷺ حکم دے دیتے تو اسکی تعمیل امت پر فرض ہو جاتی تاہم

آپ ﷺ نے اس نماز کو موخر کرنے کی فضیلت بیان فرمادی تھی اور تیسری حدیث جو حضرت معاذ بن جبل ؓ سے مروی ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس نماز کے لئے تاخیر کرو۔ کیونکہ اللہ تعالی نے تمہیں اس نماز کے ذریعہ باقی امتوں پر فضیلت بخشی ہے۔ تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی تھی۔

اشتباہ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی امتوں پر نماز عشا فرض نہیں تھی تب ہی تو انہوں نے یہ نماز نہیں پڑھی تھی اگر ان پر یہ نماز فرض ہوتی تو ان میں سے کوئی نہ کوئی پڑھتا۔ اس سے پہلے حدیث جبرئیل میں گزر گیا ہے کہ جبرئیل نے دو دن نبی کریم ﷺ کو امامت کرائی تھی اور پہلے دن اول وقت میں پانچوں نمازیں پڑھائی تھیں اور دوسرے دن آخری وقت میں پڑھائی تھیں اور یہ فرمایا کہ انبیاء سابقین کی نمازوں کے یہی اوقات تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان انبیاء کی امتوں پر یہ پانچوں نمازیں فرض تھیں۔ پس ان دونوں حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔

جواب اشتباہ

محدثین نے ان حدیثوں میں تطبیق یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ انبیاء سابقین پر تو نماز عشا فرض تھی لیکن ان کی امتوں پر فرض نہیں تھی۔ یہ ان انبیاء کی خصوصیت تھی۔ جیسا کہ نماز تہجد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور آپ ﷺ کی امت پر فرض نہیں۔ اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہوجاتی ہے۔ (واللہ اعلم)

اور یہاں چوتھی حدیث جو حضرت نعمان بن بشیر ؓ سے منقول ہے

اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں پچھلی عشاء کی نماز کا وقت جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری تاریخ کے چاند کے ڈوبنے کے وقت وہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور تیسری تاریخ کا چاند رات کے پچھلے حصے میں ڈوب جاتا ہے اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کو موخر کرکے پڑھتے تھے۔ اور پانچویں حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے مروی ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے کہا کہ ہم ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز عشا آخری کا انتظار کرتے رہے تو آپ ﷺ رات کے تیسرے حصہ میں یا اس کے بعد نکلے پتہ نہیں کہ اپنی اہل کے ساتھ مشغولیت کی وجہ سے آپ کو تاخیر ہوگئی یا کسی اور وجہ سے۔ جب آپ ﷺ نکلے تو فرمایا کہ تم نماز کا انتظار کرتے ہو۔ تمہارے سوا اور دین والے (یہود ونصاری) اس کا انتظار نہیں کرتے تھے اگر میری امت پر گرانی نہ ہو تو میں اسی وقت انہیں یہ نماز پڑھاؤں۔ پھر آپ ﷺ نے موذن کو حکم دیا اس نے اذان پڑھی۔ پھر تکبیر کہی اور آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اور چھٹی حدیث جو یہاں مذکور ہے یہ حضرت جابر ﷺ سے مروی ہے اس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں تمہاری نمازوں کی طرح نمازیں پڑھتے تھے۔ البتہ نماز عشا کو کچھ موخر کرتے تھے۔ اور ہلکی نماز پڑھاتے تھے۔ اور ساتویں حدیث جو حضرت ابی سعید ﷺ سے مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تھی۔ آپ ﷺ آدھی رات گزارنے کے بعد گھر سے تشریف لائے۔ تو فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ تو ہم اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ تو فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی اپنی سونے کی

جگہ پکڑلی ہے۔ اور تم مسلسل نماز میں ہو جب تک کہ تم نے انتظار کیا نماز کا اور اگر مجھے کمزور کی کمزوری اور بیمار کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو اس نماز کو آدھی رات تک موخر کرتا۔ پس اس باب میں جو سات احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ان سب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ نماز عشاء کو رات کے تیسرے حصہ تک موخر کرکے پڑھنا بہتر ہے اور محدثین نے لکھا ہے کہ صبح کی اذان تک نماز عشا پڑھنا جائز ہے مگر بہتر نہیں ہے۔ بہتر تیسرے حصہ تک ہی ہے۔ اور اگر لوگ اتنی تاخیر برداشت نہ کرسکیں تو پھر نماز ان کو اول وقت میں بھی پڑھانا جائز ہے۔

نماز فجر روشنی میں پڑھنے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

عن رافع بن خديج قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسفر وابا الفجر فانه اعظم لا اجر (رواه الترمذی)

ترجمہ:۔ رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح روشنی میں پڑھو۔ بے شک اس کا ثواب بہت ہے۔

قال معاذ بعثنى رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اليمن فقال اذا كان فى الشتاء فغلس بالفجر واطل القرائة قدر ما تطيق الناس ولا تملهم واذا كان فى الصيف فاسفروا بالفجر فان الليل قصير والناس نيام فامهلهم حتى ادركوا يعنى الصلوة (مظاہر حق)

ترجمہ:۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا۔ تو فرمایا کہ جب سردی کا زمانہ ہو تو نماز فجر اندھیرے میں شروع کرو۔ اور قراۃ اتنی لمبی کرو جس کی لوگ طاقت رکھیں اور اکتائیں نہ۔ اور

جب گرمی ہو تو نماز فجر روشنی میں شروع کرو۔ کیونکہ رات چھوٹی ہوتی ہے اور لوگ سوئے ہوتے ہیں۔ ان کو مہلت دو یہاں تک کہ وہ نماز فجر کو پالیں۔

تشریح

یہاں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں پہلی حضرت رافع بن خدیج سے منقول ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفیدی کرو ساتھ فجر کے کیونکہ اس کا اجر بہت ہے یہ حدیث مجمل ہے اور دوسری حدیث جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور یہ حدیث صاحب مظاہر حق نے نقل کی ہے اس میں اس کی تفصیل ہے۔ اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو جب یمن کی طرف بھیجا تھا تو فرمایا کہ نماز فجر سردی کے زمانہ میں اندھیرے میں شروع کرو اور قراۃ لمبی کرو۔ مگر اتنی لمبی نہ کرنا کہ جس سے لوگ اکتا جائیں۔ یعنی جب اتنی قراۃ لمبی ہوگی تو صبح روشن ہو جائے گی۔ اور گرمی کے زمانہ میں جب صبح روشن ہو تو پھر نماز فجر شروع کرنا۔ کیونکہ لوگ سوئے ہوتے ہیں۔ اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں ان کو موقعہ دو تاکہ وہ بھی نماز میں شریک ہو سکیں۔

نماز فوت ہوجائے تو اس کو قضا کرلینا چاہیئے۔

احادیث ۲-۱

وعن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من نسی الصلوۃ او نام عنھا فکفارتھا ان یصلیھا اذا ذکرھا وفی روایہ لاکفارہ لھا الا ذلک۔ متفق علیہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص

نماز پڑھنا بھول جائے یا سوجائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے پڑھ لے (بھولنے کے بعد یاد آئے یا سونے کے بعد) ایک روایت میں ہے اس کا کوئی کفارہ نہیں مگر یہ" یعنی دوسری چیزوں کی طرح نماز کا کفارہ نہیں۔ کفارہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ...... اس پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظہ فاذا نسی احدکم صلٰوۃ اونام عنھا فلیصلھا اذا ذکرھا فان اللہ تعالی قال واقم الصلوۃ لذکری۔ رواۃ مسلم۔

حضرت ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"سو جانے میں کوئی قصور نہیں۔ قصور تو جاگنے میں ہے (یعنی ایسا کیوں کیا کہ سوجائے) پس جب تم میں سے کوئی نماز بھول جائے یا سوجائے۔ تو جب یاد آئے پڑھ لے۔" تحقیق اللہ تعالی نے فرمایا۔ نماز قائم کر مجھے یاد کرنے کے لئے۔"روایت کیا ہے اس کو مسلم نے"

تشریح

یہاں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی قضا جائز ہے۔ پہلی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کو نماز بھول جائے یا وہ سو جائے۔ تو اسکا کفارہ یہ ہے کہ اس کو یاد آئے تو پڑھ لے۔ اور دوسری حدیث کا مضمون بھی یہی ہے مگر اس میں اتنا ہے کہ اگر جان بوجھ کر نماز چھوڑے تو گناہ ہوگا۔ اور سوجانے یا بھول جانے سے نماز رہ جائے تو گناہ گار نہیں ہوتا

سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنا منع ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتحری احدکم فیصلی عند طلوع الشمس ولا عند غروبھا وفی روایہ قال اذا طلع حاجب الشمس فدعوا الصلوۃ حتی تبرز واذا غاب حاجب الشمس فدعوا الصلوۃ حتی تغیب ولا تحینوا بصلوتکم طلوع الشمس ولا غروبھا فانھا تطلع بین قرنی الشطن۔ متفق علیہ

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ نہ کر۔ ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے جس وقت کنارا سورج کا نکلے تو نماز مت پڑھو جب تک کہ وہ خوب ظاہر ہو (یعنی پورا طلوع ہو) اور جس وقت آفتاب کا کنارا غائب ہو تب بھی نماز پڑھنا چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ وہ پورا غائب ہوجائے۔ اور آفتاب کے طلوع و غروب ہوتے وقت نمازیں پڑھنے کا ارادہ نہ کیا کرو کیونکہ آفتاب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ متفق علیہ

عن عقبہ بن عامر قال ثلث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھنا ان نصلی فیھن او نقبر فیھن موتانا حین تطلع الشمس بازغہ" حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل الشمس وحین تمیل الشمس للغروب حتی تغرب۔ رواہ مسلم

عقبہ بن عامر ؓ فرماتے ہیں کہ تین اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنے سے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع کیا کرتے تھے یا یہ کہ ہم ان میں

اپنے مردوں کو دفن کریں (اس سے مراد جنازہ کی نماز کا پڑھنا ہے) ایک تو اس وقت جب کہ آفتاب کا طلوع ہونا ظاہر ہو یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے۔ دوسرے اس وقت کہ دوپہر کا سایہ کھڑا ہو (یعنی زوال آفتاب کے وقت) یہاں تک کہ آفتاب ڈھل جائے۔ تیسرے اس وقت کہ آفتاب ڈوب رہا ہو۔ یہاں تک کہ وہ پورا ڈوب جائے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح

اس سے پہلے تو وہ احادیث بیان ہوئی ہیں جن میں نماز پڑھنے کے اوقات کی تفصیل نقل کی گئی ہے۔ اور اب آئندہ وہ احادیث نقل کی جائیں گے جن میں نماز کے مکروہ اوقات بیان ہوں گے۔ ان میں سے پہلی حدیث حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت تم میں سے کوئی نماز کی نیت نہ کرے تاکہ پھر نماز پڑھے۔ اور ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب سورج کا کنارہ نکلے تو نماز چھوڑ دو یہاں تک کہ خوب ظاہر ہو۔ اور جب سورج کا کنارہ ڈوبنے لگے تو بھی نماز چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ ڈوب جائے۔ اور سورج کے طلوع اور غروب کے وقت اپنی نمازوں کا قصد نہ کیا کرو۔ کیونکہ وہ شیطان کے سینگوں کے درمیان سے نکلتا ہے او دوسری حدیث حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے اس میں جناب رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اوقات میں نماز پڑھنے سے اور مردوں دفنانے سے منع فرمایا ہے۔ سورج کے طلوع کے وقت۔ ٹھیک دوپہر وقت اور سورج غروب ہوتے وقت۔ محدثین نے لکھا ہے کہ مردوں

دفنانے سے مراد یہاں ان پر نماز جنازہ پڑھنا ہے یعنی ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ ورنہ مردوں کو دفنانا تو ہر وقت جائز ہے اور قرن الشیطان کی تشریح پہلے بیان ہو چکی ہے۔

نماز فجر اور عصر کے بعد اور کوئی نماز نہیں ہے۔

احادیث ۲۔۱

وعن ابی سعید ن الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا صلوۃ بعد الصبح حتی ترتفعُ الشمس ولا صلوۃ بعد العصر حتی تغیب الشمس۔ متفق علیہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "نہیں ہے کوئی نماز صبح کے بعد یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو اور نہیں ہے نماز عصر کے بعد یہاں تک کہ غائب ہو آفتاب۔" اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ جمہور علماء کا مذہب اس حدیث کی بناء پر یہی ہے۔ کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ نفی نہی کے معنوں میں ہے۔ یعنی ان اوقات میں نماز مت پڑھو (مترجم) مراد نفی سے کامل نماز کی ہے اس لئے کہ ان ھدو وقتوں میں نماز مکروہ ہے نہ حرام ۱۲ اشعۃ اللمعات

وعن عمرو بن عبسہ قال قدم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم المدینہ فقدمت المدینہ فدخلت علیہ فقلت اخبرنی عن الصلوۃ فقال صل صلوۃ الصبح ثم اقصر عن الصلوۃ حین تطلع الشمس حتی ترتفع فانھا تطلع حین تطلع بین قرنی شیطان وحینئذ یسجد لھا الکفار ثم صل فان الصلوۃ مشھودۃ محضورہ حتی

یستقل الظل بالرمح ثم اقصر عن الصلوة فان الصلوة مشهودة محضورة حتی تصلی العصر ثم اقصر عن الصلوة حتی تغرب الشمس فانها تغرب بین قرنی شیطان وحینئذ یسجد بها الکفار قال قلت یا نبی اللہ فالوضوء حدثنی عنه قال ما منکم رجل یقرب وضوءہ فیمضمض ویستنشق فیستنثر الا خرت خطایا وجهه وفیه وخیاشیمه ثم اذا غسل وجهه کما امرہ اللہ الا خرت خطایا وجهه من اطراف لحیته مع الماء ثم یغسل یدیه الی المرفقین الا خرت خطایا یدیه الی المرفقین الا خرت خطایا یدیه من انامله مع الماء ثم یمسح راسه الا خرت خطایا راسه من اطراف شعرہ مع الماء ثم یغسل قدمیه الی الکعبین الا خرت خطایا رجلیه من انامله مع الماء فان هو قام فصلی فحمد اللہ واثنی علیه ومجدہ بالذی هو له اهل وفرغ قلبه للہ الا انصرف من خطیئته کهیئته یوم ولدته امه۔ رواہ مسلم

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ میں آئے تو میں بھی مدینہ میں آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے نمازوں کے اوقات بتلائیے؟ فرمایا۔ تو صبح کی نماز پڑھ' پھر نماز سے رک جا' پھر جس وقت آفتاب نکلے اور بلند ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اس وقت کافر اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد نماز پڑھ (یعنی اشراق کی) اس لئے کہ اس وقت کی نماز مشہودہ ہے (اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں) اور حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ آفتاب سوا نیزہ بلند ہو (یعنی ٹھیک

دوپہر ہو جائے) اس کے بعد ہر نماز سے باز رہ اس لئے کہ اس وقت دوزخ بھڑکائی جاتی ہے' پھر جب سایہ ڈھل جائے تو نماز پڑھ اس لئے کہ نماز حاضر کی گئی ہے' اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں' یہاں تک کہ تو عصر کی نماز پڑھے' پھر نماز سے باز رہ' آفتاب کے غروب ہونے تک' تحقیق آفتاب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ عمرو کہتے ہیں کہ اے اللہ کے نبی! مجھے وضو کی فضیلت بتلائیے! فرمایا تم میں سے کوئی شخص نہیں کہ اپنے وضو کا پانی نزدیک کرے پس کلی کرے' ناک میں پانی دے اور ناک جھاڑے مگر یہ کہ اس کے چہرے کے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ (یعنی چہرہ دھونے سے چہرہ کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں) اور اس کے منہ کے اور اس کے نتھنوں کے' پھر جب وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے اسکو حکم دیا ہے۔ مگر اس کے چہرہ' اس کے اطراف اور اس کی داڑھی کے گناہ گر جاتے ہیں پانی کے ساتھ۔ پھر وہ اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں اور اس کی انگلیوں کے گناہ دور ہو جاتے ہی۔ پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے سر' اور بالوں کے اطراف کے گناہ جھڑ جاتے ہیں پھر وہ اپنے دونوں پیر ٹخنوں تک دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے قدموں اور اس کی انگلیوں کے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ اگر (وضو کے بعد) وہ کھڑا ہو کر نماز بھی پڑھے۔ اللہ کی حمد وثنا بیان کرے' اس کی عظمت وبزرگی کا دھیان رکھے' جس کے وہ لائق ہے اور اپنے قلب کو اللہ کے لئے فارغ کرلے (یعنی رجوع قلب سے نماز پڑھے) تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے گویا اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا

ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز صبح کے بعد اور کوئی نماز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ سورج اونچا ہوجائے۔ اور نماز عصر کے بعد بھی کوئی نماز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ سورج ڈوب جائے۔ اور یہاں دوسری حدیث حضرت عمرو بن عبسہ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو میں بھی آیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے نماز کا طریقہ بتائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو صبح کی نماز پڑھ کر اور پھر اور نمازیں پڑھنے سے رک جا یہاں تک کہ وہ اونچا ہوجائے۔ کیونکہ وہ شیطان کے سینگوں کے درمیان سے نکلتا ہے اور اس وقت کفار لوگ اسے سجدہ کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ (یعنی نماز اشراق) بے شک اس نماز کی گواہی دی جاتی ہے اور حاضر کی ہوئی ہے۔ (یعنی فرشتے اس نماز میں حاضر ہوتے ہیں اور اس کی گواہی دیتے ہیں) یہاں تک کہ بندے کا سایہ ختم ہوجائے (یعنی آفتاب اونچا ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پہلے تم نماز پڑھ سکتے ہو۔) پھر نماز سے رک جا۔ کیونکہ اس وقت دوزخ گرم کی جاتی ہے۔ اور جس وقت سایہ پھر جائے تو نماز پڑھو (نماز ظہر) بے شک نماز گواہی دی ہوئی حاضر کی ہوئی ہے یعنی فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں (اور اس کی گواہی دیتے ہیں) یہاں تک کہ تو نماز عصر پڑھے۔ پھر نماز سے رک جا یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔ کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان

ڈوبتا ہے اور اس وقت کفار لوگ اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ اوراس کے بعد والی بقیہ حدیث کی تشریح بحث وضو میں بیان ہوگئی ہے۔ وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔ پس خلاصہ اس بحث کا یہ ہوا کہ تین اوقات میں نماز ممنوع ہے۔ طلوع آفتاب کے وقت اور غروب کے وقت۔ اور دوپہر کے وقت۔ اور نماز فجر کے بعد اور نماز عصر کے بعد بھی منع ہے۔ اور اس مسئلہ میں کافی تفصیل ہے۔ جو کتاب فقہ میں مذکور ہے۔ یہاں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

نماز کا فرض اول تکبیر تحریمہ ہے۔

وله الكبرياء في السموات والارض وهو العزيز الحكيم ○ سورة الجاثيه آيت ۳۷

وقل الحمد لله الذى لم يتخذ ولدا ولم يكن له شريك فى الملك ولم يكن له ولى من الذل وكبره تكبيرا ○ (سورة بنى اسرائيل آيت ۱۱۱

يايها المدثر ○ قم فانذر ○ وربك فكبر ○ سورة المدثر آيت ۱ تا ۳

اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی عزت ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

اور کہہ دو سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا سلطنت میں شریک ہے، اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے، اور اسی کی بڑائی بیان کرتے رہو۔

اے کپڑے میں لپٹنے والے، اٹھ پھر کافروں کو ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔

تشریح

یہاں اس بحث میں پانچ آیات نقل کی گئی ہیں، پہلی آیت سورۃ الجاثیہ کی ہے اور دوسری آیت سورۃ بنی اسرائیل کی ہے اور باقی تین سورۃ المدثر کی ہیں۔ پہلی آیت میں یہ بتایا ہے کہ زمین و آسمان میں کبریائی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور وہ بڑی عزت والا داتا ہے۔ لفظ کبریا مصدر ہے۔ اور عربی محاورات میں جس پر کوئی حاکم بالا نہ ہو اور وہ معاونین کا محتاج

بھی نہ ہو اس کو کبریا کہتے ہیں اور یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ میں ہی پائی جاتی ہے اور کسی میں نہیں پائی جاتی' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی یہ صفت بیان فرمائی ہے مگر اس میں اجمال ہے' کیونکہ کبریا کا یہ مفہوم علماء لغت نے بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ایک سو گیارہ میں اس کی وضاحت فرمادی ہے اول تو یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے۔ اور دوم یہ فرمایا کہ اس کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اور سوم یہ فرمایا ہے کہ وہ کمزوری کی وجہ سے کسی کو دوست نہیں بناتا اور ان تین باتوں کی نفی کی ضرورت اس لئے درپیش آئی کہ خدا تعالیٰ کے بارے میں بعض لوگ یہ غلط نظریات رکھتے تھے۔ کہ جس طرح انسان کی شہرت اولاد سے ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی شہرت بھی اولاد سے ہی ہوسکتی ہے۔ اسی لئے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور حضرت عزیر علیہ السلام کو' اور فرشتوں کو اور جنات کو خداوند تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے تھے۔ اور اسی طرح بعض لوگوں کا یہ خیال تھا' کہ جس طرح دنیا میں حکام شرکاء کے سوا نظام حکومت نہیں چلاسکتے' اسی طرح خدا بھی شرکاء کے سوا نظام خدائی نہیں چلا سکتا۔ اور جس طرح دنیا میں حکومتیں اپنے تحفظ بقا اور ضروریات کے لئے ایک دوسرے کا تعاون حاصل کرتی ہیں خدا بھی تعاون کا محتاج ہے اور اسی لئے اس نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بزرگان دین کو اپنا دوست بنایا ہوا ہے اور ان کے ذریعہ اور وسیلہ سے کام کرتا ہے ویسے وہ کام نہیں کرسکتا پس اللہ تعالیٰ نے ان تینوں نظریات کی یہاں اس آیت میں تردید بیان فرمائی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو اولاد شرکاء اور مددگاروں کی ضرورت نہیں۔ پس جو ذات ایسی ستودہ صفات ہو ظاہر بات ہے کہ وہی سب

سے سربلند اور اونچی ذات ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے (فکبرہ تکبیراً) اے نبی اس کی یہ عظمت اور بزرگی لوگوں کے سامنے بیان کر۔ اور اس کے بعد سورہ المدثر کی آیات میں فرمایا ہے کہ اے چادر میں لپٹنے والے اٹھو اور جو لوگ اس کی عظمت اور بڑائی کو نہیں مانتے انہیں ڈرا اور ان کے سامنے اس کی یہ شان کبریائی بیان کر۔

یعنی اے نبی تیرے لئے اب چادر میں لپٹ کر بیٹھنے کا وقت نہیں ہے۔ کیونکہ لوگ گمراہ ہو چکے ہیں اور اپنے حل مشکلات کے لئے مختلف درباروں پر بھٹک رہے ہیں اور اس طرح وہ دوزخ کے راستے پر چل رہے ہیں۔

لہذا اٹھو انہیں اس کبریاء کا دربار دکھاؤ۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی کبریائی بیان کرنے کے بعد دو مرتبہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے۔

کبرہ تکبیرا اکبر اور کبھی کلام کا تکرار تاکید کے لئے ہوتا ہے۔

رکعات فرض دو۔ تین اور چار ہیں

واذاضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوہ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفرو ان الکفرین کانوالکم عدو اًمبیناً o واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوۃ فلتقم طآئفہ منھم معک ولیاخذو اسلحتھم فاذاسجدوافلیکونوامن ورآئکم ولتات طآئفہ اخری لم یصلوا فلیصلوامعک ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم ودالذین کفروالوتغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃً واحدہ ولاجناح علیکم ان کان بکم اذیً من مطر او کنتم مرضی ان تضعو اسلحتکم وخذوااحذرکم ان اللہ اعدللکفرین عذاباً مھیناًo

اور جس وقت چلو تم بیچ زمین کے پس نہیں اوپر تمہارے گناہ پر یہ کہ کوتاہ کرو تم نماز سے اگر ڈرو تم یہ کہ فتنہ میں ڈالیں تم کو وہ لوگ کہ کافر ہوئے تحقیق کافر ہیں واسطے تمہارے دشمن ظاہر اور جس وقت ہووے تو بیچ ان کے پس قائم کرے واسطے ان کے نماز پس چاہئے کہ کھڑی ہووے ایک جماعت ان میں سے ساتھ تیرے اور چاہیئے کہ لیویں ہتھیار اپنے پس جس وقت سجدہ کرلیں پس چاہیئے کہ ہوجاویں پیچھے تمہارے اور چاہیئے کہ آوے جماعت اور کہ نہیں نماز پڑھی انہوں نے پس نماز پڑھیں ساتھ تیرے اور چاہیئے کہ لیویں بچاؤ اپنا اور ہتھیار اپنے دوست رکھتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں کاش کے غافل ہو تم ہتھیاروں اپنے سے اور اسباب اپنے سے پس جھک آویں اوپر تمہارے جھک آنا یکبارگی اور نہیں گناہ اوپر تمہارے اگر ہو تم کو ایذا مینہ سے یا ہو تم بیمار یہ کہ رکھ دو ہتھیار اپنے اور لو بچاؤ اپنا تحقیق اللہ نے تیار کیا ہے واسطے کافروں کے عذاب رسوا کرنے والا۔ سورہ النساء آیت ۱۰۱ - ۱۰۲

تفسیر

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیتوں کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجری ۶ میں جب عمرہ ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو مشرکین نے عسفان کے مقام پر آپ کو روکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمائی۔ تو مشرکین نے کہا کہ ہم نے غلطی کی ہے ہمیں چاہیئے تھا کہ جب یہ لوگ نماز میں مصروف تھے ان پر حملہ کردیتے۔ مگر چلو کوئی بات نہیں اب جب یہ لوگ نماز عصر پڑھیں گے تو اس وقت حملہ کرینگے۔ تو اس وقت یہ آیتیں اتری ہیں اللہ تعالی نے ان آیتوں

میں نبی کریم ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو نماز قصر پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔ آیت ایک سو ایک میں تو یہ فرمایا ہے کہ جب تم زمین میں چلو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کردو۔ اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ کافر ستائیں گے۔ بے شک کافر تمہارے صریح دشمن ہیں۔ اور اس کے بعد آیت ایک سو دو میں اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نماز قصر پڑھانے کا طریقہ بتایا ہے کہ آپ ﷺ مجاہدین کی دو جماعتیں بنائیں۔ ایک جماعت کو آپ ایک رکعت پڑھائیں وہ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور پھر دوسری جماعت کو بھی آپ ایک رکعت پڑھائیں۔ اس طرح حضور ﷺ دو رکعات نبی اور مجاہدین کی ایک ایک۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرض نماز کی کم از کم دو رکعات ہیں۔ اس سے کم فرض نماز نہیں ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ چار ہیں کیونکہ آیت ایک سو ایک میں جب قصر کی تعلیم دی ہے تو ظاہر بات ہے کہ یہ قصر چار میں ہی ہو سکتی ہے کیونکہ قصر کا مقصد نماز کی تنصیف ہے۔ اگر چار میں تنصیف کریں تو پیچھے دو بچتی ہیں اور آیات کا نزول بھی نماز عصر کے وقت ہوا تھا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ چار میں ہی قصر مقصود ہے اگر تین میں قصر کریں تو پیچھے دو نہیں بچتیں ڈیڑھ بچتی ہے اور ڈیڑھ رکعت نماز فرض نہیں ہے۔ دو فرض ہیں یا تین یا چار ہیں۔ اور ان آیات میں جب قصر کی تعلیم دی ہے اور دو رکعات پڑھنے کا طریقہ بتایا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اصل رکعات چار تھیں اور ہم یہی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ فرض نماز وہ کی رکعات کی تعداد کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چار ہیں اور بقیہ تفصیل ان آئندہ احادیث کی روشنی میں عرض کریں گے کیونکہ یہ آیات مجمل ہیں۔ احادیث میں اس کی تفصیل ہے اور انشاء اللہ نماز کی

تمام رکعات پڑھنے کی تفصیل پیش کریں گے اور ہر نماز (فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ اور عشاء) کا طریقہ الگ الگ عرض کیا جائے گا اور سنتیں پڑھنے کی تفصیل بھی پیش کی جائے گی واللہ الموفق والمعین پہلی رکعت پڑھنے کا طریقہ اس میں کل چھ فرائض ہیں پہلا فرض تکبیر تحریمہ ہے۔

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مفتاح الصلوہ الطہو و تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم

(ترمذی ابواب الطهاره باب مفتاح الصلوہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا نماز کی چابی وضو ہے اور نماز میں خارجی چیزوں کو حرام کرنے والی تکبیر ہے اور انہیں حلال کرنے والا سلام پھیرنا ہے۔

وعن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلواہ الطهور وتحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم ولا صلوہ لمن لم یقراء بالحمد وسورة فی فریضته او غیرها ترمذی ابواب الصلواہ باب ماجافی تحریح الصلواہ وتحریحها)

ابی سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کی چابی وضو ہے اور نماز سے خارج چیزوں کو حرام کرنے والی تکبیر اور حلال کرنے والا سلام پھیرنا ہے اور جو فرائض وغیرہ میں فاتحہ اور سورہ نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں۔

عن ابی حمید الساعدی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلواہ استقبل القبلہ رفع یدیہ وقال اللہ اکبر

(مشکوۃ)

ابی حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے اٹھتے تو قبلہ کی طرف کھڑے ہوجاتے اور ہاتھ اٹھاتے اور فرماتے اللہ اکبر

تشریح

یہاں تین حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں قرآن مجید کے متذکرہ جملوں (کبرہ تکبیرہ وربک فکبر) کی تفسیر ہے کیونکہ ان جملوں میں اللہ ربّ العزت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیر بیان کرنے کی تاکید فرمائی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ کہاں کہاں تکبیر پڑھنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شارح قرآن تھے اس تکبیر کے مختلف مواقع بیان فرمائے ہیں ان مواقع میں سے ایک افتتاح نماز کا وقت بھی ہے چنانچہ پہلی حدیث میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے تین چیزیں بیان فرمائی ہیں پہلی چیز (مفتاح الصلواۃ الطہور) ہے یعنی نماز کے لئے وضو شرط ہے اس کی تفصیل پہلے بیان ہوچکی ہے اور دوسری چیز (تحریمھا التکبیر) ہے یعنی نماز سے خارجی چیزوں کو حرام کرنے والی تکبیر ہے اور تیسری چیز (**تحليلها التسليم**) ہے یعنی نماز سے خارج چیزوں کو حلال کرنے والا سلام پھیرنا ہے اور اس کے بعد دوسری حدیث جو حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں بھی یہی تین چیزیں بیان فرمائی ہیں اور تیسری حدیث جو ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے اندر بھی تین چیزیں بیان فرمائی ہیں پہلی چیز یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے اٹھتے تھے تو اپنا منہ مبارک قبلہ کی طرف کرتے تھے۔ اور دوسری چیز یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ بھی اٹھاتے تھے اور تیسری چیز تکبیر کے الفاظ بتائے ہیں اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے۔ اب مقام غور یہ ہے کہ ان الفاظ کا نام تکبیر تحریمہ

کیوں رکھا؟ اور انہیں نماز کے شروع میں کیوں رکھا؟ بنظر غائر دیکھنے سے اس کی تین وجوہات معلوم ہوتی ہیں پہلی یہ ہے کہ دنیا میں یہ مانا ہوا اصول ہے کہ ماتحت عملہ کو اپنے سے بالا حاکم کی بات ماننی پڑتی ہے اور وہ ان کا آرڈر ماننے کا پابند ہوتا ہے خواہ وہ آگ میں کود پڑنے کا حکم کیوں نہ ہو اسی طرح یہاں مومن سے یہ منوالیا گیا ہے کہ دنیا کے تمام حکام سے بالا اعلیٰ اللہ تعالیٰ جل مجدہ ہے وہ جو حکم دے وہ تونے ماننا ہوگا جو چیز کھانے کا حکم دے وہ کھانا اور جس سے منع کرے وہ نہیں کھانا اور نماز اس کا ایک عملی نمونہ ہے اور مومن کو یہ تعلیم دی گئی ہے: کہ جس وقت نماز کے لئے اٹھ اور زبان سے اللہ اکبر کے یہ الفاظ استعمال کرو تو اس وقت تم پر کھانا پینا چلنا پھرنا اور کسی سے کلام کرنا یہ سب کام تیرے لیے اب حرام ہیں جب تک کہ اسلام علیکم ورحمہ اللہ نہ کہو اور اس سلسلہ میں وہ مقررہ عبارت اور الفاظ ہی اس نے پڑھنے ہوں گے اور ایک مومن بحیثیت مومن ہونے کے یہ اقرار اور اعتراف کرتا ہے اور اس کا عمل نمونہ پیش کرکے بتادیتا ہے میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی ذات گرامی و اقدس کو ہی اپنا حاکم بالا اعلیٰ و ارفع مانتا ہوں اور یہاں تک کہ غیر اللہ کا تصور بھی وہ اپنے دل میں لانے کو تیار نہیں ہوتا اور اگر آجائے تو اسے دفع کردیتا ہے اور دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ نماز کا فعل سب سے اہم ہے کیونکہ انسان اس میں اللہ تعالیٰ سے محو گفتگو اور اہم کلام ہوتا ہے اور اس کے آداب الٰہی اور خداوندی بجالاتا ہے اور یہ بھی مانا ہوا اصول ہے کہ جب آدمی کسی بڑے حاکم اور افسر سے کوئی خاص بات کرتا ہے تو اس وقت بھی کسی اور سے بے مقصد بات کرنا چلنا پھرنا خلاف ادب سمجھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل مجدہ تو

سب سے بڑا بادشاہ ہے جب انسان اس کے سامنے کھڑا ہو تو اس کے حضور میں خلاف ادب کوئی کام جائز نہیں اور تیسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ نماز سے انسان کو بہت اونچی تعلیم دینا مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے رضا الٰہی کی خاطر اس سے مرغوبات ترک کرا کر حرام چیزیں اس سے چھڑانا ہے کیونکہ جو آدمی حلال طیب چیزیں رضا الٰہی کی خاطر ترک کرے گا قطعاً حرام کو ضرور ترک کردے گا رضا الٰہی اس کا مزاج اور مشن بن جائے گا۔

تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھ کندھوں تک اور کانوں تک بھی اٹھانا جائز ہے۔

حدیث ۱۔ ۲

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذ ومنکبیہ اذا افتتح الصلوۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع رفعھما کذالک وقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد وکان لا یفعل ذالک فی السجود۔ متفق علیہ۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب نماز شروع کرتے تو آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے اور جب تکبیر کہتے رکوع کے لئے اور جب سر اٹھاتے رکوع سے اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے اور فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اور یہ سجدوں کے بیچ میں نہ کرتے۔ (یعنی سجدوں کے درمیان ہاتھ نہ اٹھاتے) اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

وعن مالک ابن الحویرث قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اذا کبر رفع یدیه حتی یحاذی بهما اذنیه واذا رفع راسه من الرکوع فقال سمع اللّٰہ لمن حمده فعل مثل ذالک وفی روایه حتی یحاذی بهما فروع اذنیه۔ متفق علیه

مالک بن حویرث ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ اپنے دونوں کانوں کے برابر کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللّٰہ لمن حمده کہتے مانند اس کی کرتے۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے۔ کہ یہاں تک کہ برابر کرتے اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کی لو تک۔

اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو احادیث نقل کی گئی ہیں' اور یہ قرآن مجید کے ان جملوں (فکبره تکبیرا" وربک فکبر) کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان جملوں میں اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو اپنی کبریائی بیان کرنے کا حکم دیا ہے' مگر طریقہ نہیں بتایا کہ کس طرح کبریائی بیان کرنا ہے۔ اور اس باب سے قبل جو احادیث بیان ہوئی ہیں' ان میں آپ ﷺ نے کبریائی بیان کرنے کے الفاظ بتائے ہیں' کہ وہ اللہ اکبر ہے اور ساتھ اس کا نام بھی بتایا ہے' کہ ان کا نام تکبیر تحریمہ ہے۔ اور ان احادیث میں یہ بھی بتادیا ہے' کہ یہ الفاظ کہتے وقت ہاتھ اٹھانا ہے' اور پھر اللہ اکبر کہنا ہے۔ مگر پہلی حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ کا فعل مذکور ہے کہ آپ اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے اور بعد والی حدیث میں ہے کہ آپ اپنے ہاتھ مبارک کانوں تک اٹھاتے تھے اور بظاہر یہ حدیثیں متعارض نظر آتی ہیں۔ مگر محدثین حضرات نے ان کی تطبیق یہ بیان کیا ہے کہ یہاں دو احتمال ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ

منلبین والی حدیث منسوخ ہو۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں اختیار ہوں۔ یعنی کندھوں تک رفع یدین کرتے تو بھی مرضی ہے اور اگر کانوں تک کرے تو مرضی ہے۔ اور احناف کانوں تک رفع یدین والی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور وجہ ترجیح صاحب مظاہر حق نے یہ لکھی ہے کہ چونکہ بعض احادیث میں رفع یدین کانوں سے اوپر بھی ثابت ہے۔ اس لئے احناف نے درمیانی راہ کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ یہ اصول ہے کہ خیرالاموراوسطھا۔ بہرحال اگر کوئی رفع یدین کندھوں تک کرے یا کانوں تک کرے یا اگر کانوں سے بھی اوپر ہاتھ ہوجائیں تو نماز ہوجاتی ہے۔

نماز کا دوسرا فرض قیام ہے۔

حفظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وقوموا اللہ قنتین ○
(سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۸

تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور خاص کر درمیانی نماز کی اور اللہ کے لئے ادب سے کھڑے ہو جاؤ

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ان الکفرین کانوا لکم عدوا" مبینا" ○ واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوۃ فلتقم طآئفہ منھم معک ولیاخذوآ اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورآئکم ولتات طآئفہ اخری لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم ودالذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلہ" واحدۃ ط ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی" من مطر او کنتم مرضی ان تضعوا اسلحتکم وخذوا حذرکم ان اللہ اعد للکفرین عذاب مھینا" ○ فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکروا اللہ قیما" وقعودا" وعلی جنوبکم فاذا اطماننتم فاقیموا الصلوۃ ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتبا موقوتا" ○

اور جب تم سفر کے لئے نکلو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کر دو اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے بے شک کافر تمہارے صریح دشمن ہیں۔ اے نبی جب تو مسلمانوں میں موجود ہو اور انہیں نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہو تو چاہئے ان میں سے ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو اور اپنے ہتھیار لے لیں پھر جب یہ سجدہ کریں تو تیرے پیچھے سے ہٹ

جائیں اور دوسری جماعت آوے جس نے نماز نہیں پڑھی وہ تیرے ساتھ نماز پڑھے اور وہ بھی اپنے بچاؤ اور ہتھیار ساتھ رکھیں کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور اسباب سے بے خبر ہو جاؤ تاکہ تم پر یک بارگی ٹوٹ پڑیں اور اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو یا بیمار ہو تو ہتھیار رکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں اور (تب بھی) اپنا بچاؤ ساتھ رکھو بے شک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہونے کی حالت میں یاد کرو۔ پھر جب تمہیں اطمینان ہو جائے تو پوری نماز پڑھو بے شک نماز اپنے مقررہ وقتوں میں مسلمانوں پر فرض ہے۔

(سورۃ النساء آیت ۱۰۱ ۔ ۱۰۲ ۔ ۱۰۳)

تفسیر یہاں اس بحث میں دو آیتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی آیت سورہ البقرہ کی ہے۔ اس میں دو حکم ہیں ایک تمام نمازوں پر حفاظت کرنے کا۔ اور دوسرا اللہ تعالی کے دربار عالیہ میں ادب سے کھڑا ہونے کا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ نمازوں کی حفاظت کرنا فرض ہے اور نمازوں میں قیام کرنا بھی فرض ہے۔ **حافظوا علی الصلوٰۃ** کی تفسیر پہلے بیان ہو گئی ہے۔ اور اب قوموا للہ قانتین کی تفسیر بیان کرنا مقصود ہے۔ کہ نماز میں قیام کرنا فرض ہے۔ کیوں کہ قوموا صیغہ امر ہے اور ایسے صیغوں سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کو فرض کہتے ہیں اور اس کے بعد دوسرے نمبر پر سورہ النساء کی آیت ہے۔ مفسرین نے اس کا شان نزول لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجری ۶ ھ میں اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ عمرہ ادا کرنے جا رہے تھے۔ تو مشرکین نے عسفان کے مقام پر آپ کو روکا۔ اور

آپ کے مقابلہ کے لئے حضرت خالد بن ولید جو اس وقت تک مشرف بالاسلام نہ ہوئے تھے کی ماتحتی میں بڑا بھاری لشکر تیار کیا۔ اور انہوں نے مختلف پہاڑیوں پر لوگ بٹھائے۔ اور موقعہ کے منتظر رہے۔ جب آپ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز ظہر پڑھائی۔ تو ان مشرکین نے کہا کہ ہم سے غلطی ہوئی' جب یہ لوگ نماز میں مصروف تھے تو ان پر ہمیں یکبارگی حملہ کردینا چاہئے تھا چلو یہ وقت تو ہاتھ سے نکل گیا' اب جب یہ نماز عصر پڑھیں تو اس وقت ان پر حملہ کریں گے۔ اس وقت اللہ تعالی نے آپ ﷺ پر وحی اتاری' اور آپ کو نماز خوف پڑھانے کا طریقہ بتایا ہے۔ کہ آپ مجاہدین کی دو جماعتیں بنائیں۔ ایک جماعت کو اپنے ساتھ نماز میں کھڑا کریں اور ان کو ایک رکعت پڑھائیں اور یہ جماعت مسلح ہونی چاہیئے۔ جب یہ جماعت ایک رکعت پڑھے تو چلی جائے دشمن کے مقابلہ میں کھڑی ہوجائے۔ اور دوسری جماعت جنہوں نے نماز نہین پڑھی وہ آجائے وہ آپ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے۔ اور یہ جماعت بھی ہتھیار بند ہونی چاہئے۔ کیونکہ کافر تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور آگے فرمایا ہے کہ اگر بارش ہو یا کوئی مجاہد بیمار ہو تو اسلحہ اتارنے میں حرج نہیں ہے۔ پس ہمارا مقصد یہاں یہ ہے کہ اللہ تعالی نے یہاں فرمایا ہے (فلتقم طائفہ منھم معک) ایک جماعت ان میں سے تیرے ساتھ کھڑی ہو۔ یہ فلتقم امر غائب مونث کا صیغہ ہے جو وجوب کے لئے آتا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں قیام فرض ہے۔ مگر یہ آیتیں مجمل ہیں ان کی تفصیل عن قریب بیان ہوگی۔

حالت مرض میں قیام فرض نہیں رہتا

عن انس بن مالک قال خر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن

فرس فجحش فصل بنا قاعدا فصلینا معه قعودا ثم انصرف فقال انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبرا فکبروا واذا رکع فارکعوا واذا رفع فارفعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا ولک الحمد واذا سجد فاسجدوا اذا صلی قاعدا فصلو قعودا اجمعون ○

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے تو زخمی ہوگئے۔ تو آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی تو ہم نے آپ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھیں۔ جب آپ نماز سے لوٹے تو فرمایا کہ امام اقتدا کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو وہ سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سارے اس کے پیچھے بیٹھ کر نمار پڑھو۔

عن عائشہ قالت صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابی بکر فی مرضہ الذی مات فیہ قاعدا"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے اپنی مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھی تھی۔

(یہ دونوں حدیثیں ترمذی ابواب الصلوۃ سے منقول ہیں)

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ قرآن مجید کی مذکورہ الصدر آیات کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیتوں میں اتنا فرمایا ہے کہ نماز میں قیام کرنا ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ ہر حالت میں قیام کرنا ہے۔ یا کسی وقت

ساقط بھی ہوجاتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ الصدر بیان اور عملی نمونے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرض حالت میں قیام کی فرضیت ساقط ہوجاتی ہے مگر یہ کیسے معلو ہوا کہ یہ احادیث ان آیتوں کی تفسیر ہے۔ اور حالت مرض میں قیام کی فرضیت ساقط ہوجاتی ہے ؟ پس اس کا جواب یہ ہے کہ سورہ النساء کی آیت ایک سو ایک سے یہ مضمون بالکل واضح ہوجاتا ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ اگر تم سفر کے لئے نکلو اور تمہیں کافروں سے اندیشہ ہو کہ وہ تمہیں ستائیں گے تو نماز میں کمی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پس اس آیت سے صاف معلوم ہوگیا کہ جب کفار کے ساتھ مقابلہ کی مشقت کی وجہ سے تعداد رکعات میں کمی کی جاسکتی ہے تو مرض بھی ایک مشقت ہے اس کی وجہ سے بھی ارکان اور فرائض نماز میں کمی کی جاسکتی ہے۔ اور سورہ البقرۃ کے اس جملہ (لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا) نہیں تکلیف دیتے اللہ تعالی کسی نفس کو مگر اس کی وسعت کے مطابق) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

نوافل میں بھی قیام فرض نہیں ہے

عن عمران بن حصین قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ الرجل وھو قاعد فقال من صلی قائما فھوا فضل ومن صلاھا قاعداً فلہ نصف اجر القائم ومن وصلاھا نائما فلہ نصف اجر القاعد (ترمذی باب الصلوۃ)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کھڑا ہوکر پڑھے تو بہتر ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے تو اسے کھڑا ہونے

والے کی بنسبت نصف ثواب ملے گا۔ اور جو لیٹنے کی حالت میں پڑھے تو اسے بیٹھنے والے کی بنسبت نصف ثواب ملے گا۔

عن عبداللہ بن شفیق عن عائشه قال سالتها عن صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن تطوعه قالت کان یصلی لیلا طویلا قائما ولیلا طویلا قاعدا فاذا قرا وهو قائم رکع وسجد وهو قائم واذا قراء وهو جالس رکع وسجد وهو جالس (ترمذی ابواب الصلوة)

عبداللہ بن شفیق نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ ﷺ رات کو دیر تک کھڑے ہو کر بھی پڑھتے تھے۔ اور بیٹھ کر بھی پڑھتے تھے۔ جب کھڑے ہو کر پڑھتے تھے تو رکوع بھی کرتے تھے اور سجدہ بھی کرتے تھے۔ اور جب بیٹھ کر پڑھتے تھے تو رکوع بھی کرتے تھے اور سجدہ بھی کرتے تھے۔

عن ابی جحیفه ان علیا قال السنه وضع الکف علی الاکف تحت السره (ابوداؤد کتاب الصلوة)

حضرت جحیفہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہتھیلی ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

عن علقمه بن وائل بن حجر عن ابیه قال رایت النبی صلی اللہ علیه وسلم وضع یمینه علی شماله فی الصلوة تحت السرة (حاشیه قدوری باب الصلوة)

علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر نماز میں ناف

کے نیچے رکھا ہوا تھا۔

(مطبع کانشی رام لاہور)

تشریح

پہلی دونوں احادیث بھی سورہ البقرہ کی آیت ۲۳۸ اور سورہ النساء کی ۱۰۱۔۱۰۲۔۱۰۳ کی تفسیر ہے۔ کیونکہ پہلی حدیث جو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپ ﷺ نے ان کے سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنا افضل ہے اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو اس کو آدھا ثواب ملے گا۔ اور لیٹ کر پڑھے گا تو اس سے بھی آدھا ثواب ملے گا۔ بہرحال آپ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ نوافل میں قیام فرض نہیں ہے۔ اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا سوال نوافل کے بارے میں ہی تھا۔ اور اس کے جواب میں حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اور دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن شقیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ رات کو نفلی نماز (تہجد) کھڑے ہوکر بھی پڑھتے تھے اور بیٹھ کر بھی پڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نوافل میں قیام فرض نہیں تب ہی تو آپ نے مذکورہ ارشاد فرمایا اور خود بھی اس پر عمل کیا۔ مگر رہا یہ سوال کہ جناب نبی کریم ﷺ نے یہ کہاں سے استنباط فرمایا کہ نوافل میں قیام فرض نہیں ہے حالانکہ مذکورہ آیات میں تو فرائض اور نوافل کا فرق نہیں کیا۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ مشقت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے جب فرائض میں قصر رکھی ہے۔ تو نوافل میں بھی مشقت کی بناء پر ارکان اور فرائض میں قصر جائز ہے اور جناب نبی کریم ﷺ نے وہ

قصر قیام میں رکھا ہے۔ پس اس اعتبار سے یہ احادیث مذکورہ آیات کی تفسیر بن جاتی اور کبھی طبیعت میں گرانی ہوتی ہے۔ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ والی حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ جو لیٹ کر پڑھے گا تو اسے بیٹھنے سے آدھا ثواب ملے گا۔ اور چوتھی حدیث حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہتھیلی پر ہتھیلی ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے اور پانچویں جو حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا بھی یہی مقصد ہے احناف نے ان آخری دو حدیثوں کو ترجیح دی ہے اور ان کے مسلک میں ہاتھ نماز میں ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ چونکہ ہاتھ باندھنے سے مقصود تعظیم ہے اور ناف سے نیچے باندھنے میں تعظیم زیادہ ہے۔ بہرحال ان متعارض روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز پڑھے۔ یا سینہ پر باندھ کر پڑھے' یا ناف سے نیچے رکھ کر پڑھے نماز ہو جاتی ہے اور بقیہ مسالک کے ترجیحی دلائل ان کی اپنی اپنی کتب میں موجود ہیں۔ جو چاہے وہاں دیکھ لے۔ یہاں انہیں نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس سلسلے میں بہت کچھ تعصب برتا جاتا ہے اور فریق مخالف کو کافر اور منکر الحدیث تک کہہ دیا جاتا ہے اور اس سے متنفر ہو کر نسل مذہب سے برگشتہ ہو چکی ہے اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانا تو کجا اپنے لوگ بھی مذہب سے دور ہو رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ایسے علماء کو تعصب والی عینک اتار کر دیانت والی عینک پہننے کی توفیق عطا فرمائے۔ پس خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ باب قیام میں احادیث قرآن مجید کی یہ آیت دو سو اڑتیس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالی کے دربار عالی میں ادب سے کھڑے ہو جاؤ۔

وائل بن حجر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر اپنے سینہ پر باندھا ہوا تھا۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی قبیصہ بن حلب سے مروی ہے اس میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت کراتے تھے تو اپنے بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے۔ اور دوسری طریقے کی تفصیل نہیں نبی ﷺ نے اس کی تفصیل بیان فرمادی ہے۔

قیام میں داہنے ہاتھ سے بایاں پکڑنا ہے' اور ناف کے نیچے باندھنا ہے۔

عن قبیصہ بن ھلب عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومنا فیاخذ شمالہ بیمینہ (ترمذی' ابواب الصلوۃ)

حضرت قبیصہ بن حلب رضی اللہ عنہ کے باپ نے کہا' کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں امامت کراتے تھے تو اپنا بایاں ہاتھ داہنے سے پکڑتے تھے

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ عند تکبیرہ الافتتاح ثم یرسل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر افتتاح کے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر چھوڑ دیتے تھے۔

عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضع یدہ الیمنی علی الیسری علی صدرہ

حدیث میں ہے کہ آپ تکبیر افتتاح کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر کھلا چھوڑ دیتے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو ترجیح دی ہے۔ اور ان کے مسلک میں ہاتھ کھلا چھوڑ کر نماز پڑھنا ہے اور تیسری حدیث جو حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینہ پر باندھا ہوا تھا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو ترجیح دی ہے۔

تیسرا فرض قرأت ہے

فاقرءوامانیسر من القرآن

فاقرؤ ما تیسر منه (مزمل)

پس پڑھو جتنا قرآن میں سے آسان ہے پس پڑھو جو اس میں سے آسان ہو۔

تفسیر

نماز کے فرائض میں سے تیسرا فرض قراۃ ہے' کیونکہ اللہ تعالی نے یہاں دو دفعہ فرمایا ہے' کہ پڑھو جتنا قرآن میں سے آسان ہو۔ اور یہ صیغے امر کے ہیں' اور ایسے صیغوں سے جو حکم ثابت ہوتا ہے' فقہا اس کو اپنی اصطلاح میں فرض کہتے ہیں۔ اور ان جملوں کے سیاق و سباق سے اندازہ ہوتا ہے' کہ اس قرات سے مراد نماز میں پڑھنا ہے۔ کیونکہ نماز کے علاوہ تلاوت قرآن فرض نہیں ہے' مرضی ہے کوئی تلاوت کرے یا نہ کرے۔ اور ماتیسر من القرآن لگا کر بتادیا کہ نماز میں تلاوت آیات متعین نہیں انسان کی مرضی ہے جتنی پڑھے' خواہ ایک آیت ہو یا دو ہوں یا اس سے زیادہ اس سے نماز ہوجائے گی۔ اور اسی سے معلوم ہوگیا کہ گونگے کی نماز بلا قرات جائز ہے۔ اس کے لئے صرف قیام۔ رکوع۔ سجدہ قعدہ' اخیرہ کافی ہے۔ کیونکہ یہاں اللہ تعالی نے ماتیسر من القران کی قید لگائی ہے اور گونگے کے لئے قرات میسر ہی

نہیں۔ اور سورہ البقرۃ کے آخری رکوع والا جملہ (لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا) بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ بہرحال قرآن مجید کے ان جملوں میں اجمال ہے۔ تفصیل نہیں ہے کیونکہ یہاں یہ نہیں بتایا' کہ قرآت کس وقت شروع کرنا ہے اس کا طریقہ کیا ہے۔ کس پر قرات ہے اور کس پر نہیں ہے اس کی پوری تفصیل احادیث میں ہے جو عن قریب عرض کریں گے۔

واللہ الموفق والمعین ○

نماز کا چوتھا فرض رکوع' اور پانچواں سجدہ کرنا ہے۔

یاایھاالذین امنوارکعوا والسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوالخیر لعلکم تفلحون (سورہ الحج) آیت ۷۷)

اے ایمان والو رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔

فاسجدوا اللہ واعبدوا (سورہ النجم آیت62)

پس اللہ کے آگے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔

کلا لا تطعہ واسجد واقترب (سورہ العلق آیت ۱۹

ہرگز ایسا نہ چاہئے' آپ اس کا کہا نہ مانئے سجدہ کیجئے اور قرب حاصل کیجئے۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں تین آیتیں جمع کی گئی ہیں' پہلی سورہ حج کی ہے' دوسری سورہ النجم کی ہے' اور تیسری سورہ العلق کی ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالٰی نے ایمان والوں کو چار حکم دیئے ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ اپنے رب کو رکوع کرو' اور دوسرا یہ ہے کہ اپنے رب کو سجدہ کرو' اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو' اور چوتھا حکم یہ ہے کہ ہر بھلائی کا کام کرو۔ اور آخر میں ان کاموں کا فائدہ بیان فرمایا ہے کہ ان کاموں میں تمہاری فلاح اور کامیابی ہے۔ اور سورہ النجم والی آیت میں دو حکم ہیں ایک یہ ہے کہ سجدہ

اللہ تعالیٰ کو کرو اس حکم سے سورہ الحج کے حکم کی تاکید ہوگئی اور دوسرا حکم ہے کہ اس کی عبادت کرو۔ اس سے سورہ حج کے بقیہ تین حکموں کے علاوہ تمام دیگر عبادات بھی آگئی ہیں۔ اور تیسرے نمبر پر سورہ العلق کی آیت ہے اس میں جناب رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً" دو حکم دیئے ہیں پہلا یہ حکم کہ اے نبی ﷺ آپ اللہ کو سجدہ کریں اور دوسرا حکم یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کا قرب حاصل کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقل حکم دینے کی وجہ یہ ہے کہ کافر آپ ﷺ کو عبادت کرنے سے روکتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ کافروں کی اطاعت نہ کریں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں اور چونکہ ان کفار کی طرف سے نقصان پہنچانے کا اندیشہ تھا اس لئے فرمایا کہ اس سے تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوجائے گا پھر وہ تمہیں نقصان نہیں دے سکیں گے۔ اور ان آیتوں میں جہاں رکوع ہے اور سجدہ کا ذکر ہے اس سے مراد پوری نماز ہے۔ صرف رکوع اور سجدہ ہی مراد نہیں اور اللہ تعالیٰ نے عرب کا (ذکر جز مراد کل والا) محاورہ استعمال فرمایا ہے۔ واللہ اعلم

پس ان آیات سے معلوم ہوا کہ نماز میں رکوع اور سجدہ دونوں فرض ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ارکعوا اسجدوا دونوں صیغہ امر فرمائے ہیں۔ اور یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ صیغہ امر سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کو فرض کہتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ نماز میں رکوع اور سجدہ فرض ہیں۔ مگر یہ آیات مجمل ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تفصیل نہیں بیان فرمائی کہ رکوع کس طرح کرنا ہے اور سجدہ کس طرح کرنا ہے۔ یہ تفصیل جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بیان فرمائی ہے۔ جو عنقریب عرض کرینگے۔

نماز میں رکوع کرنے کا طریقہ

و عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اقیموا الرکوع و السجود فو اللّٰہ انی لارکم من بعدی متفق علیہ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رکوع و سجود قائم کرو (یعنی رکوع و سجود کو ٹھہر ٹھہر کر ادا کرو) اللہ کی قسم تحقیق میں تم کو اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں (کہ تم ٹھیک طور پر ادا کرتے ہو یا نہیں) اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے"۔

و عن البراء قال کان رکوع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وسجودہ بین السجدتین و اذا رفع من الرکوع ما خلا القیام و القعود قریبا" من السواء۔ متفق علیہ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع، سجود دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور رکوع سے اٹھنا، سوائے قیام و قعود کے تقریبا" برابر تھا۔ (یعنی مذکورہ چیزیں برابر برابر ہوتی ہیں)

اس پر بخاری مسلم کا اتفاق ہے۔

عن ابی مسعود الانصاری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تجذی صلوہ الرجل حتی یقیم ظھرہ فی الرکوع و السجود۔ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ والدارمی ھذا حدیث حسن صحیح۔

حضرت ابی مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب

رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی شخص کی نماز کافی نہیں ہوتی یا قبول نہیں ہوتی یہاں تک کہ اپنی پیٹھ رکوع و سجود سے سیدھی کرے" (یعنی رکوع و سجود آرام و اطمینان سے کرنا چاہئے) اس کو ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں قرآن مجید کے اس جملہ وارکعوا کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اتنا فرمایا ہے کہ رکوع کرو مگر یہ نہیں بتایا کہ اس رکوع کی مقدار کتنی ہونی چاہئے۔ بس جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس کی کچھ تفصیل بیان فرمائی ہے۔ کہ اقیمو الرکوع والسجود کہ رکوع اور سجدہ کو پورا کرو۔ اللہ کی قسم ہے کہ میں اپنے پیچھے والوں کو بھی دیکھتا ہوں۔ یعنی اگر تم رکوع میں یا سجدہ میں کوئی کمی کروگے تو میں دیکھتا ہوں۔ یہ دیکھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھنے میں سے تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی کہ رکوع اور سجود کے اہتمام کی خاطر تھا۔ مگر اس حدیث میں بھی اجمال ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے یہ تو فرمایا ہے کہ رکوع کو پورا کرو مگر یہ نہیں بتایا کہ کس طرح پورا کرنا ہے۔ اور اس کے بعد حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث میں کچھ تفصیل آگئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اور قعدہ آخری کے علاوہ رکوع' سجدہ' قومہ اور جلسہ سب برابر ہوتے تھے۔ یہاں تک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ذاتی فعل بیان ہے اور اس کے بعد حضرت ابی مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی

حدیث ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس آدمی کی نماز ہی جائز نہیں ہے۔ جو رکوع اور سجود میں پیٹھ سیدھی نہ کرے۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ پیٹھ سیدھی کرنے سے مراد اعضاء کا قرار پکڑنا ہے اور سر کا کمر کے ساتھ برابر ہونا ہے۔

تسبیحات رکوع واجب ہیں

فسبح باسم ربک العظیم(سورہ واقعہ آیت ۷۴-۹۶)

فسبح باسم ربک العظیم (سورہ واقعہ آیت ۷۴-۹۶)

فسبح باسم ربک العظیم (سورہ آیت

پس اپنے رب کے نام کی تسبیح کرو جو بڑا عظمت والا ہے۔

پس اپنے رب کے نام کی تسبیح کرو جو بڑا عظمت والا ہے۔

پس اپنے رب کے نام کی تسبیح کر جو بڑی عظمت والا ہے۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں مختلف سورتوں سے ایک ہی مضمون کی تین آیتیں نقل کی گئی ہیں۔ اور ان تینوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھ۔ اور تینوں دفعہ ایک ہی صیغہ امر استعمال فرمایا ہے اور یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ فقہاء کی اصطلاح میں صیغہ امر سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کو فرض کہتے ہیں پس معلوم ہوا کہ تسبیحات پڑھنا فرض ہے ان تسبیحات سے مراد نماز خارج تسبیحات بھی لے سکتے ہیں اس لئے اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔ اور تین دفعہ صیغہ امر لگا کر جو تاکید فرمائی ہے اس سے تسبیحات کی اہمیت اور

بڑھ جاتی ہے۔ مگر ان آیتوں میں تین طرح کا اجمال ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے یہاں تسبیحات کے الفاظ بھی نہیں بتائے اور ان کے پڑھنے کی تعداد بھی نہیں بتائی اور ان کے پڑھنے کے مواقع بھی نہیں بیان فرمائے۔ تفصیل انشاء اللہ العزیز احادیث کی روشنی میں بیان کی جائے گی۔ واللہ الموفق والمعین۔

تسبیحات رکوع کے الفاظ

حدیث وعن عائشہ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکثر ان یقول فی رکوعہ و سجودہ سبحانک اللھم ربنا و بحمدک اللھم اغفرلی یتاول القرآن۔ متفق علیہ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع و سجود میں اکثر کہتے "پاک ذات ہے اے اللہ تو ہمارے پروردگار ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں اے اللہ میری بخشش کر" عمل کرتے تھے۔ قرآن کے مطابق (یعنی قرآن میں جو آتا ہے' فسبح بحمد ربک الخ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

و عنھا ان صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی رکوعہ و سجودہ سبوح قدوس رب الملئکہ و الروح۔ رواہ مسلم

انہی سے روایت ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع و سجود میں یہ کہا کرتے تھے "پاک ہے" نہایت پاک ہے۔ فرشتوں اور روح کا پروردگار۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن عقبہ بن عامر قال لما نزلت فسبح باسم ربک العظیم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوھا فی رکوعکم فلما

نزلت سبح اسم ربک الاعلی قال اجعلوها فی سجودکم۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ والدارمی۔

ترجمہ ۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی پس پاکی بیان کر اپنے بڑے پروردگار کے نام کے ساتھ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت کا مضمون مقرر کرلو (یعنی سبحان ربی العظیم کہا کرو) اور جب یہ آیت نازل ہوئی اپنے بلند پروردگار کی پاکی بیان کر تو فرمایا اس مضمون کو اپنے سجدہ میں مقرر کرلو (یعنی سبحان ربی الاعلیٰ کہا کرو) اس کو ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن عون ابن عبداللّٰہ عن ابن مسعود قال قال رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا رکع احدکم فقال فی رکوعہ سبحان ربی العظیم ثلث مرات فقد تم رکوعہ و ذلک ادناہ و اذا سجد فقال فی سجودہ سبحان ربی الاعلیٰ ثلث مرات فقد تم سجودہ و ذلک ادناہ۔ رواہ الترمذی و ابوداؤد وابن ماجہ وقال الترمذی لیس اسنادہ بمتصل لان عوناً لم یلق ابن مسعود

عون بن عبداللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو وہ تین بار سبحان ربی العظیم کہے' پس اس کا رکوع پورا ہوگا اور یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے' اور جب کوئی سجدہ کرے تو سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے اس کا سجدہ پورا ہوجائے گا مگر یہ سجدہ کا ادنیٰ درجہ ہے" اس کو ترمذی' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے ترمذی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد متصل نہیں' اس لئے کہ عون نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے ملاقات نہیں کی۔

عون بن عبداللہ زاہد فقیہ ثقہ کوفی تابعی ہیں ۱۲ (اشعۃ اللمعات) مصحح عفی عنہ

و عن حذیفۃ انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان یقول فی رکوعہ سبحان ربی العظیم وفی سجودہ سبحان ربی الاعلٰی وما اتی علی ایتہ رحمۃ الا وقف وسال وما اتی علی ایتہ عذاب الا وقف و تعوذ رواہ الترمذی و ابوداؤد والدارمی، و روی النسائی و ابن ماجہ الی قولہ الاعلٰی وقال الترمذی ھذا حدیث صحیح۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی آیت رحمت پر پہونچتے (اس میں رحمت اعلی کا بیان ہوتا) تو ٹھہر جاتے اور دعا مانگتے اور آیت عذاب پر آتے تو ٹھہر جاتے اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگتے۔ اس کو ترمذی، ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے اور نسائی و ابن ماجہ نے صرف قول سبحان ربی الاعلیٰ تک روایت کیا ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن عوف بن مالک قال قمت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما رکع مکث قدر سورہ البقرہ و یقول فی رکوعہ سبحان ذی الجبروت و الملکوت و الکبریا والعظمہ رواہ النسائی۔

عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (تہجد کی نماز میں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کھڑا ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو سورہ بقرہ کی مقدار ٹھہرے اور رکوع میں کہتے تھے' پاک صاحب قہر اور بادشاہت کا' بڑائی اور بزرگی کا روایت کیا ہے اس کو نسائی نے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں چھ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے اس میں تسبیحات کے وہ الفاظ منقول ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے میں پڑھا کرتے تھے اور دوسری حدیث بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ہی منقول ہے اس میں دوسری قسم کے الفاظ ہیں۔ اور تیسری حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ جب قرآن مجید کی یہ آیت فسبح باسم ربک العظیم تو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اپنے رکوع میں رکھو اور جب یہ سورہ سبح اسم ربک الاعلی اتری تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اپنے سجدوں میں رکھو اور چوتھی حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم رکوع کرو تو اپنے رکوع میں کم سے کم تین دفعہ کہو سبحان ربی العظیم تو تمہارا رکوع پورا ہوجائے گا اور جب سجدہ کرو تو کم ازکم تین دفعہ سبحان ربی الاعلی اس سے تمہارا سجدہ پورا ہوجائے گا۔ پس اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ والی حدیث کا مضمون بیان فرما دیا اور پانچویں حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی حدیث ہے اس کے اندر بھی مضمون سابق ہی ہے مگر اتنا اضافہ

ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیت رحمت پر دعا فرماتے تھے اور آپ ﷺ عذاب پر تعوذ پڑھتے تھے اور چھٹے نمبر حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کے رکوع کی مقدار سورہ البقر کی تلاوت کی مقدار کے برابر بتائی ہے اور اس میں تسبیحات کے اور الفاظ نقل فرمائے ہیں۔

رکوع میں گھٹنے ہاتھوں سے پکڑنا اور بازو پیٹ سے دور رکھنا

عن عبدالرحمن السلمی قال قال لنا عمربن الخطاب ان الرکب سنت لکم فخذ وابالرکب

قال ابو حمید انا اعلمکم بصلوہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم رکع فوضع بدیہ علی کبتیہ کانہ فابض علیھماو وتر یدیہ فنحاھما عن جنبیہ (ترمزی باب الصلوۃ۔)

عبدالرحمن سلمی سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ گھٹنے تمہارے لئے سنت مقرر کئے گئے ہیں۔ لہٰذا گھٹنوں کو نماز میں پکڑا کرو۔ ابو حمید نے فرمایا کہ میں تمہاری بنسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو اچھا جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع فرماتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے تھے گویا کہ آپ ﷺ نے انہیں پکڑا ہوا ہے اور اپنے ہاتھوں کو ٹیڑھا رکھتے تھے اور انہیں اپنے پہلو سے بھی الگ رکھتے تھے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اس میں

آپ نے فرمایا ہے کہ گھٹنے پکڑنا سنت ہے یعنی جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے لہٰذا نماز میں گھٹنے پکڑنا چاہئے اور دوسری حدیث جو حضرت ابو حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بیان فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ نماز میں جب رکوع فرماتے تھے تو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھٹنوں کو پکڑ لیتے تھے اور اپنے بازو پہلو سے دور رکھتے تھے۔

تسبیح کے ساتھ حمد بھی بیان کرنے کا حکم ہے اور اس کا موقعہ

فاصبر علی مایقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا ج ومن انآئی الیل فسبح واطراف النھار لعلک ترضٰی۔ (سورہ طٰہٰ آیت ۱۳۰

سو تو سہتا رہ جو وہ کہیں اور پڑھتا رہ خوبیاں اپنے رب کی سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور کچھ گھڑیوں میں رات کی پڑھا کر اور دن کی حدوں پر شاید تو راضی ہو۔

وتوکل علی الحی الذی لا یموت وسبح بحمدہ وکفٰی بہ بذنوب عبادہ خبیرا (سورہ فرقان آیت نمبر ۵۸

اور بھروسہ کر اوپر اس زندہ کے جو نہیں مرتا اور یاد کر اس کی خوبیاں اور وہ کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار۔

فسبحٰن اللہ حین تمسون وحین تصبحون○ ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیا وحین تظھرون○ (سورہ الروم آیت نمبر ۱۷-۱۸)

سو پاک اللہ کی یاد کرو جب شام ہو اور جب صبح کرو اور اسی کی خوبی ہے آسمان میں اور زمین میں اور پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو۔

فکفروا به فسوف یعلمون○ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین○ انهم لهم المنصرون○ (سورہ الصفت آیت نمبر ۱۷۰ تا ۱۷۲)

سو اس سے منکر ہوگئے اب آگے جان لیں گے اور پہلے ہوچکا ہمارا حکم اپنے بندوں کے حق میں جو کے رسول ہیں۔ بے شک انہیں کو مدد دی جاتی ہے۔

وتری الملئکة حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربهم وقضی بینهم بالحق وقیل الحمد لله رب العالمین○ (سورۃ الزمر آیت ۷۵

اور تو دیکھے فرشتوں کو گھر رہے ہیں عرش کے گرد پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں اور فیصلہ ہوتا ہے ان میں انصاف کا اور یہی بات کہتے ہیں کہ سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔

فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب○ ومن الیل فسبحه وادبار السجود (سورہ ق آیت نمبر ۳۹-۴۰)

سو تو سہتا رہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اور پاکی بولتا رہ خوبیاں اپنے رب کی پہلے سورج کے نکلنے سے اور پہلے ڈوبنے سے اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی اور پیچھے سجدہ کے۔

وَالصِبرُ لِحُکمِ ربک فانک باعیننا وسبح بحمد ربک حین

تقوم○ و من الیل فسبحه وادبار النجوم (سورہ الطور آیت ۴۸-۴۹)

اور تو ٹھہرا رہ منتظر اپنے رب کے حکم کا تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور پاکی بیان کر اپنے رب کی خوبیاں جس وقت تو اٹھتا ہے اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی اور پیٹھ پھیرتے وقت تاروں کے۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں مختلف سورتوں کی سات آیات جمع کی گئی ہیں ان سب میں اللہ تعالی کی تسبیح کے ساتھ ساتھ اس کی حمد بیان کرنے کا بھی حکم ہے۔ البتہ سورہ الزمر کی آیت ۷۵ میں فرشتوں کی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ بھی اللہ تعالی کی تسبیح کے ساتھ ساتھ حمد بیان کرتے ہیں ان آیات کی باقی تفسیر تو بحث اوقات نماز میں بیان ہو چکی ہے اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ جو دیکھنا چاہے وہاں دیکھ لے البتہ یہاں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالی جل مجدہ نے جہاں بھی تسبیح کا حکم دیا ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ حمد بیان کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اور یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ صیغہ امر سے جو حکم ثابت ہوتا ہے فقہاء اس کو فرض یا واجب کہتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ تسبیح کے ساتھ حمد بیان کرنا فرض یا واجب ہے، اور بعض فقہاء نے رکوع کی حالت کی تسبیح اور رکوع سے اٹھتے وقت کے حمد کے الفاظ کو سنت لکھا ہے شائد اس کا مقصد یہ ہو کہ مطلق تسبیح اور حمد کا بیان کرنا فرض ہے اور ان کے الفاظ اور عمل رکوع میں اور قومہ میں وہ پڑھنا سنت ہے کیونکہ یہ آیات مجمل ہیں۔ اللہ تعالی نے تسبیح اور حمد کے الفاظ نہیں بیان فرمائے اور نہ ان کے پڑھنے کے مواقع متعین فرمائے ہیں۔ یہ تفصیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے جو عنقریب

عرض کی جائے گی۔ واللہ الموفق و المعین۔

رکوع سے اٹھتے وقت پڑھنے کے الفاظ

و عن ابی هریره قال قال رسول صلی اللہ علیه وسلم اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد فانه من وافق قوله قول الملئکه غفر له ماتقدم من ذنبه۔ متفق علیه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنالک الحمد کہو، پس جس شخص کا یہ قول ملائکہ کے قول کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"

اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف: گناہ صغیرہ موافق وعدہ کے بخشے جاتے ہیں اور پھر بھی ازراہ فضل کے چاہے تو بخشدے ۱۲: مصحح

وعن عبداللہ بن ابی اوفی قال کان رسول صلی اللہ علیه وسلم اذا رفع ظهره من الرکوع قال سمع اللہ لمن حمده اللهم ربنا لک الحمد ملا السموات و ملا الارض و ملا ماشئت من شئی بعد۔ رواه مسلم

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے اپنی پیٹھ اٹھاتے تو کہتے "سن لی اللہ نے جس نے اس کی تعریف کی ہے آسمانوں بھر، زمین بھر اور بقدر اس چیز کے کہ

اس کے بعد چاہے تو" (یعنی جو چیزیں پیدا نہیں ہوئیں۔
اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف: جو کلمات ربنا لک الحمد کے بعد ہیں وہ احناف کے نزدیک نوافل میں پڑھے جاتے ہیں (نہ فرائض میں) اور آپ آخری صحابی ہیں جو کوفہ میں سن ۸۷ ھ کو فوت ہوئے ۱۲ (اشعۃ اللمعات)

وعن ابی سعید ن الخدری قال کان رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا رفع راسہ من الرکوع۔ قال اللھم ربنا لک الحمد ملا السموات وملا الارض و ملا ماشئت من شئی بعد اھل الثناء والمجد احق ما قال العبد و کلنا لک عبد اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے۔ تو کہتے "اے ہمارے پروردگار تیرے لئے ہی تعریف ہے آسمانوں اور زمین کی برابر اور بقدر اس چیز کے تو اس کے پیچھے چاہے اے لائق تعریف اور بزرگی کے لائق ہے اس چیز سے کہ بندہ نے کہا اور ہم سب ہی بندے ہیں اے اللہ! کوئی روکنے والا نہیں اس چیز کو جو تو نے دی اور کوئی دینے والا نہیں اس چیز کو کہ منع کیا تو نے اور نہیں نفع دیتی دولت مند کو عذاب تیرے سے دولت مندی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے"۔

وعن رفاعۃ بن رافع قال کنا نصلی ورآء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلما رفع راسہ من الرکوع قال سمع اللّٰہ لمن حمدہ فقال رجل ورائہ ربنا ولک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ

فلما انصرف قال من المتکلم انفا قال انا قال رایت بضعه و ثلثین ملکا" یبتدرونها ایهم یکتبها اول۔ رواہ البخاری۔

رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ' پس ایک شخص جو آپ کے پیچھے تھا اس نے کہا "اے ہمارے پروردگار' تیری ہی لئے تعریف ہے' بہت تعریف۔ بہت پاک اور اس میں برکت کی گئی ہے۔" جب آپ، صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ ان کلموں کو کس نے پڑھا تھا؟ جو ابھی (میں نے) اس نے عرض کیا۔ میں ہوں فرمایا میں نے دیکھا کہ تیس سے کچھ زیادہ فرشتے سبقت کرتے تھے کہ ان میں سے کون ان کلموں کا ثواب لکھے سب سے پہلے اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

آپ صحابی انصاری بدری ہیں اور بقائے انصار سے ہیں سن ۴۱ھ میں انتقال فرمایا ۱۲ (اشعۃ اللمعات) منہ

تشریح

یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں اور ان میں رکوع سے اٹھتے وقت مختلف الفاظ منقول ہیں۔

رکوع سجدہ پورا نہ کرنا کرنا شراب نوشی' زنا اور چوری سے بھی زیادہ بھاری گناہ ہے

وعن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوء الناس سرقۃ ن الذی یسرق من صلوتہ قالوا یارسول اللہ وکیف یسرق من صلوتہ قال لا یتم رکوعھا ولا سجودھا رواہ احمد۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں میں سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ اپنی نماز میں کیسے چوری کرسکتا ہے؟ فرمایا۔ یہی کہ وہ رکوع و سجود پورا نہ کرے۔

اسکو احمد نے روایت کیا ہے۔

ف: نماز کا چور مال کے چور سے اس لئے برا ہے کہ مال کا چرانے والا دنیا میں اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور بخشوالیتا ہے اس کے مالک سے یا اس کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں' پس نجات پاتا ہے آخرت کے عذاب سے بخلاف اس چور کے کہ وہ چراتا ہے حق نفس اپنے کا ثواب سے اور اس سے عذاب حاصل کرتا ہے اور سوائے ضرر کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا ۱۲:ع: مصحح عفی عنہ

عن النعمان ابن مرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ماترون فی الشارب والزانی والسارق وذلک قبل ان تنزل فیھم الحدود قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ھن فواحش وفیھن عقوبہ واسوء السرقہ الذی یسرق من صلوتہ قالوا وکیف یسرق من صلوتہ یا رسول اللہ قال لا یتم رکوعھا ولا سجودھا۔ رواہ مالک واحمد وروی الدارمی نحوہ۔

نعمان بن مرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ شرابیوں' چوروں اور زانیوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ (یعنی ان کا یہ کتنا بڑا گناہ ہے) اور یہ ان کے بارے میں حدیں نازل ہونے سے قبل کی بات ہے۔ انہوں نے عرض کیا اللہ و رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ کبیرہ گناہ اور بے حیائی کے کام ہیں اور ان پر سزا ہے (اب یہ بھی

جان لو کہ) بہت بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا' یا رسول اللہ! وہ اپنی نماز میں کیسے چوری کرسکتا ہے؟ فرمایا یہ کہ وہ رکوع و سجود پورا نہ کرے۔ اس کو مالک اور احمد نے روایت کیا ہے' دارمی نے بھی اسی کی مانند روایت کی ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں ان میں رکوع اور سجدہ پورا نہ کرنے والے کو چور۔ زانی اور شراب نوشی سے زیادہ برا فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح چور اور زانی دوسرے کی حق تلفی کرتے ہیں اسی طرح رکوع سجدہ پورا نہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کی حق تلفی کرتے ہیں اور جس طرح شراب نوشی سے نماز اور ذکر اللہ چھوٹ جاتا ہے اسی طرح رکوع اور سجدہ پورا نہ کرنے سے ذکر اللہ چھوٹ جاتا ہے۔

یہاں تک جو احادیث نقل کی گئی ہیں' یہ قرآن مجید کے ان جملوں (فکبرہ تکبیرا" وربک فکبر) تفسیر ہے۔ کیونکہ ان جملوں میں اللہ تعالیٰ نے اتنا فرمایا ہے کہ اے نبی اس کی خوب بڑائی بیان کر۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ اس کی بڑائی کس کس موقعہ پر بیان کرنا ہے اور اس کے الفاظ کیا ہیں؟ قرآن مجید کی بعض دیگر آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مواقع بہت سے ہیں۔ مثلاً" نماز۔ حج۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ قربانی۔ ذبح۔ شکار وغیرہ ان میں سے ایک نماز ہے اور دوسرے مواقع کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے۔ نماز کی تفصیل پہلے آگئی ہے۔ ترجمان قرآن حضرت محمد ﷺ اگر یہ تشریح و تفسیر نہ بیان فرماتے۔ تو عام انسانوں کی سمجھ میں یہ تفسیر نہیں آسکتی تھی۔ پس آپ نے یہ فریضہ ادا فرما کر امت پر احسان عظیم فرمایا ہے۔

رکوع میں جاتے وقت اٹھتے وقت رفع یدین کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوۃ واذا کبر الرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع رفعھما کذالک وقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد۔ وکان لا یفعل ذالک فی السجود (متفق علیہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو بھی اپنے دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھاتے تھے۔ اور فرماتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اور سجدہ میں اسی طرح نہیں کرتے تھے۔ اور اس حدیث پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

عن علقمہ قال قال لنا ابن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولا یرفع یدیہ الا مرۃ واحدہ مع تکبیر الافتتاح (ترمذی)

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں تو پھر آپ نے نماز پڑھائی تو صرف ایک مرتبہ تکبیر افتتاح کے ساتھ ہاتھ اٹھائے (ترمذی نے حدیث نقل کی ہے)

تشریح

یہاں اس بحث میں دو احادیث نقل کی گئی ہیں، پہلی حدیث میں تین

چیزیں بتائی ہیں' ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع کرنے یا اس سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے اور دوسرا یہ بتایا ہے کہ آپ رکوع سے سر اٹھاتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ اور بعد میں اربنالک الحمد کہتے تھے۔ اور تیسرا یہ بتایا ہے کہ سجدہ میں آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے ور دوسرے نمبر پر جو حدیث ہے اس کے راوی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس میں صرف تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے' ہوسکتا ہے کہ وہ منسوخ ہوں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اختیار ہو کہ انسان رفع یدین کرے یا نہ کرے۔ مگر تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین کرنا اتفاقا" واجب ہے۔ اور اس رفع یدین میں حکمت یہ نظر آتی ہے کہ یہ معمولات میں سے ہے کہ کسی چیز کے اظہار کے وقت اور اس کی خوبی بیان کرنے کے لئے رفع یدین کیا جاتا ہے۔ اور یہاں چونکہ اللہ تعالی کی عظمت' کبریائی اور بڑائی بیان کرنا ہے۔ اس لئے رفع یدین کیا جاتا ہے۔ نمازی زبان سے اللہ اکبر کہتا ہے' اور ہاتھوں سے بھی اشارہ کردیتا ہے۔ مگر یہ اشارہ کیا انتقالات کی تمام تکبیرات کے وقت ضروری ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مذکور بتا رہا ہے کہ تمام تکبیرات کے وقت ضروری نہیں ہے۔ صرف تکبیر افتتاح کے وقت ضروری ہے باقی میں انسان کو اختیار ہے۔

نماز کے پانچویں فرض سجدہ میں جانے کا طریقہ

وعن وائل ابن حجر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد وضع رکبتیہ۔ قبل یدیہ واذا نھض رفع یدیہ قبل رکبتیہ۔ رواہ ابوداوٗد والترمذی والنسائی وبن ماجہ والدارمی۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے اور جب اٹھنے کا ارادہ کرتے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو اٹھاتے۔

اس کو ابوداوٗد ترمذی نسائی ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد احدکم فلا یبرکوع کما یبرکوع البعیر والیضع یدیہ قبل رکبتیہ۔ رواہ ابوداؤد والنسائی والدارمی۔ قال ابوسلیمان الخطابی حدیث وائلی بن حجر اثبت من ھذا وقیل ھذا منسوخ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اس طرح نہ بیٹھے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے اور چاہیے کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں زانوں پر رکھے۔ اس کو ابوداوٗد نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سے زیادہ ثابت اور مضبوط ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے

تشریح

اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے جو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔ اس میں وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سجدہ فرماتے تو گھٹنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی نے سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے زمین پر رکھنا ہے پھر ہاتھ رکھنا ہے اور اٹھتے وقت اس کا عکس کرنا ہے پس یہ حدیث سورہ حج کی آیت ۷۷ اور سورہ القمر ۶۲ اور سورہ العلق کی آیت ۱۹ کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیتوں میں اتنا تو فرمایا ہے کہ اللہ تعالی کو سجدہ کرو مگر سجدے میں جانے کا طریقہ نہیں بتایا کہ کس طرح سجدہ میں جانا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ حدیث میں اس کا طریقہ بیان فرمادیا ہے۔

سجدہ ادا کرنے کا طریقہ

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اسجد علی سبعه اعظم علی الجبهه والیدین والرکبتین واطرف القدمین ولا نکفت الثیاب ولا الشعر متفق علیه۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے سات ہڈیوں (یعنی اعضاء) پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پیشانی پر دونوں ہاتھوں پر دونوں گھٹنوں پر دونوں قدموں کے پنجوں پر نہ اکٹھا کریں ہم کپڑوں کو اور نہ بالوں کو (یعنی سجدہ میں یہ سات چیزیں ہونی

چاہئیں)

اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتدلوا فی السجود ولا یسبط احدکم ذراعیہ انبساط الکلب۔ متفق علیہ

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سجدہ میں اطمینان سے ٹھہرو اور تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ نہ پھیلائے۔ جس طرح کتا بچھاتا ہے۔ اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن البرآء ابن عازب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجدت فضع کفیک وارفع مرفقیک۔ رواہ مسلم۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تو سجدہ کرے تو زمین پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ اور اپنی دونوں کہنیاں بلند رکھ۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن میمونہ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد جافی بین حتی لو ان بھمہ ارادت ان تمر تحت یدیہ مرت۔ ھذا لفظ ابی داؤد کما صرح فی شرح السنہ باسنادہ ولمسلم بمعناہ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد لو شاءت بھمہ ان تمر بین یدیہ لمرت۔

(۴) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کو دور رکھتے دونوں بازوؤں کو پہلو سے اور پیٹ کو ران سے الگ رکھتے' یہاں تک کہ اگر کوئی بکری کا بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے درمیان سے گذرنا چاہتا تو گزر جاتا۔ یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔ جیسا

کہ شرح السنہ میں اسناد کے ساتھ اسکی تصریح ہے۔ مسلم کی بھی انہی معنوں میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے، اگر بکری کا بچہ گذرنا چاہتا تو گذر جاتا۔

وعن عبداللہ بن مالک ن ابن بحینہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد فرج بین یدیہ حتی یبدو بیاض ابطیہ متفق علیہ۔

(۵) عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کشادہ رکھتے۔ یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔ متفق علیہ۔

ف: بحینہ عبداللہ کی ماں کا نام ہے اور مالک عبداللہ کا باپ ہے س لئے مالک کو تنوین (دو زیر) کے ساتھ پڑھتے ہیں اور مالک اور ابن کے درمیان الف کو ثابت قائم رکھتے ہیں۔ تاکہ لوگ یہ نہ جانیں کہ مالک بیٹا **بحینہ** کا ہے بلکہ عبداللہ ہی کی دونوں صفتیں ہیں۔ ابن مالک بھی اور ابن **بحینہ** بھی اور ظاہر یہ ہے کہ جس نماز میں عبداللہ نے حضرت محمد ﷺ کو دیکھا اس میں بدن مبارک پر کپڑا نہ تھا۔ یا مراد یہ ہے کہ بغل کی جگہ معلوم ہوتی تھی۔ اور بغلوں کی سفیدی اس لئے کہی رسول اکرم ﷺ کی بغلیں تھیں جیسے کہ تمام بدن تھا۔ اور مکدر اور سیاہ نہ تھیں۔ جیسے کہ اور لوگوں کی ہوتی ہیں ۱۲ (اشعۃ اللمعات وغیرہ) سبحان اللہ، آپ ﷺ کی شان بے مثال ہے اور اسکی کوئی مثال نہیں۔ حضور اکرم ﷺ خود فرماتے ہیں۔

لست کاحدکم۔ ایکم مثلی میں تم جیسا نہیں ہوں تم میں مجھ جیسا کون ہے ۱۲ مصحح

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اری علی جھتہ وارنبتہ اثر طین من صلوۃ صلاھا بالناس (ابوداؤد کتاب الصلوۃ)

ابی سعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو آپ ﷺ کی پیشانی پر اور ناک پر کیچڑ کا اثر دکھائی دے رہا تھا۔

تشریح

یہاں اس بحث میں چھ احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ چھ مذکورہ سجدہ والی آیت کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں اتنا فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرو مگر سجدہ کرنے کا طریقہ نہیں بیان فرمایا کہ سجدہ کس طرح کرنا ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العزت کے نزدیک سجدے کی کوئی حالت تو پسندیدہ اور معتبر ہوگی یہ تو نہیں ہو سکتا کہ انسان جس حالت کو سجدہ تصور کرے وہی سجدہ خداوند تعالیٰ کو بھی پسند ہوگا پس اس اللہ تعالیٰ کے فرستادہ تربیت یافتہ۔ ماہر رموزات علوم الہیہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں سجدہ کرنے کا وہ طریقہ بیان فرمایا ہے پہلی حدیث کے ناقل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا ہے کہ سات اعضاء (پیشانی۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے۔ قدموں کے کنارے) پر سجدہ کروں اور کپڑے اور بال نماز میں نہ سمیٹوں۔

اور دوسری حدیث جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجدہ میں اعتدال اختیار کرو اور کتے کی طرح بازو نہ پھیلاؤ۔ اور تیسری حدیث جو حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ سجدہ میں کس طرح اعتدال اختیار کرنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا براء جب تو سجدہ کرے تو ہتھیلیاں زمین پر رکھ اور زمین سے اٹھا کر رکھ اور چوتھی حدیث جو حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ بیان فرمایا ہے کہ جب آپ ﷺ سجدہ فرماتے تھے تو اپنے ہاتھوں کو پیٹ اور زمین سے اتنا جدا رکھتے تھے کہ اگر دنبی کا بچہ گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔ اور پانچویں حدیث جو حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بیان ہے کہ آپ ﷺ سجدہ کے وقت ہاتھوں (بازوؤں) کو پیٹ اور زمین سے اتنا دور رکھتے تھے کہ بغلوں سے روشنی ظاہر ہوتی تھی۔ پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ سجدہ سات اعضاء پر کرنا ہے اور کہنیوں کو پہلو سے دور اور زمین سے اونچا رکھنا ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کرنے کا طریقہ کہاں سے معلوم کیا؟ آیتوں میں تو اتنا ہے کہ اسجدو (سجدہ کرو) یہاں سات اعضاء کا ذکر تو نہیں ہے اور یہ ذکر بھی نہیں ہے کہ کہنیوں کو زمین سے اونچا رکھو پہلو اور رانوں سے جدا رکھو۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مضمون سجدہ کا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اسجدو سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ اسجدو صیغہ امر ہے جو سجدہ سے بنا ہے اور عربی محاورات میں سجدہ تذلل۔ عاجزی اور انکساری کو کہتے ہیں اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کرنے کا یہ جو طریقہ بیان فرمایا ہے یہ عاجزی انکساری اور تذلل کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ سب کا خالق و مالک مربی اور محسن ہے اس کے سامنے انسان کو عاجزی کا یہی نمونہ

اختیار کرنا چاہئے۔

حالت سجدہ میں تسبیحات پڑھنے کا حکم

ان الذین عند ربک لا یستکبرون عن عبادتہ ویسبحونہ ولہ یسجدون (سورہ الاعراف آیت نمبر ۲۰۶

بے شک جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ تکبر نہیں کرتے اس کی بندگی سے اور یاد کرتے ہیں اس کی پاک ذات کو اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین○ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین (سورہ الحجر آیت نمبر ۹۸ ۹۹

سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور ہو سجدہ کرنے والوں سے اور بندگی کیے جا اپنے رب کی جب تک آئے تیرے پاس یقینی بات

انما یومن بایتنا الذین اذا ذکروابھا خرواسجدا وسبحوا بحمد ربھم وھم لا یستکبرون (سورہ السجدہ آیت نمبر ۱۵

ہماری باتوں کو وہی مانتے ہیں کہ جب ان کو سمجھائے ان سے گر پڑیں سجدہ کرکر اور پاک ذات کو یاد کریں اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ اور وہ بڑا ئی نہیں کرتے۔

تفسیر

یہاں چار آیات جمع کی گئی ہیں ان سب میں حالت سجدہ میں تسبیحات کا حکم ہے پہلی سورہ الاعراف کی آیت دوسوچھ ہے۔ اس میں اللہ تعالی نے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فرشتوں کی عبادت کا نمونہ بیان فرمایا ہے کہ اے نبی جو تیرے رب کے پاس ہیں (وہ فرشتے ہیں) وہ اس اللہ

تعالی کی عبادت سے تکبر ہی نہیں کرتے وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ اسے سجدہ کرتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اللہ تعالی نے فرشتوں کی عبادت کا یہ جو نمونہ پیش فرمایا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اے نبی آپ بھی عبادت کا یہی نمونہ اختیار کرلیں اور دوسرے نمبر پر سورہ الحجر کی آیتیں ہیں ان میں سے پہلی آیت میں تو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرنے کا حکم ہے اور دوسرا حکم آپ کو یہ ہے کہ آپ ساجدین میں سے ہوجائیں۔ اور ساجدین سے مراد فرشتے بھی ہوسکتے ہیں تو مقصد یہ ہے کہ جس طرح وہ فرشتے سجدے کی حالت میں تسبیح کے ساتھ حمد بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کریں اور دوسری آیت میں آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ یہ بندگی موت تک کرتے رہیں اس کے بعد سورہ السجدہ کی آیت ۱۵ ہے اس میں اللہ تعالی نے ایمان والوں کی علامت ہی یہ بیان فرمائی ہے کہ جب انہیں آیات الٰہی کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ ریز ہوجاتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہ تکبر ہی نہیں کرتے۔ یہاں تک جو آیات نقل کی گئی ہیں ان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ کی حالت میں تسبیحات پڑھنے کا حکم ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ تسبیحات کے الفاظ کون سے ہیں اور کتنی دفعہ پڑھنا ہے اس سلسلے میں یہ آیات مجمل ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے جو عنقریب عرض کریں گے۔

حالت سجدہ کی دعائیں اور استغفار کے الفاظ

() عن ابی ہریرہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی سجودہ اللھم اغفرلی ذنبی کلہ دقہ وجلہ و اولہ و آخرہ و علانیتہ و سرہ۔ رواہ مسلم

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں یہ دعا مانگا کرتے تھے"۔ میرے تمام چھوٹے' بڑے' پہلے' پچھلے' ظاہر اور چھپے گناہ بخش دے"۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن عائشہ قالت فقدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلہ من الفراش فالتمسنہ فوقعت یدی علی بطن قدمیہ و ھو فی المسجد وھما منصوبتان وھو یقول اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک و بمعافاتک من عقوبتک و اعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت اثنیت علی نفسک رواہ مسلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر مبارک پر نہ پایا۔ میں آپ کو ڈھونڈنے لگی۔ اچانک میرے ہاتھ حضرت ﷺ کے قدموں کو لگے۔ اس حال میں کہ آپ ﷺ سجدہ میں تھے' اور دونوں قدم کھڑے تھے اور آپ ﷺ فرمارہے تھے "میں تیرے غضب سے تیری رضا کی پناہ مانگتا ہوں اے اللہ ! تیرے عذاب سے تیری عافیت کی اور میں تیرے ساتھ تیری پناہ مانگا ہوں۔ میں تیری

تعریف نہیں شمار کرسکتا۔ تو ویسا ہی ہے جیسی کہ تعریف کی تو نے خود اپنی۔"
اس کو مسلم نے روایت کیا ہے: ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت
کے چھونے سے مرد کا وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ ہمارا (احناف) مذہب ہے ۱۲:
ع: مصحح عفی عنہ

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ نزدیک اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ سجدہ میں ہو اور بہت زیادہ (الحاح و زاری کے ساتھ) دعا مانگ رہا ہو"۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن معدان ابن طلحہ قال لقیت ثوبان مولٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت اخبرنی بعمل اعملہ یدخلنی اللہ بہ الجنہ فسکت ثم سالتہ فسلت ثم سالتہ الثالثہ فقال سالت عن ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال علیک بکثرہ السجود للہ فانک لا تسجد للہ سجدہ الا رفعک اللہ بھا درجہ و حط عنک بھا خطیئہ قال معدان ثم لقیت ابا الدرداء فسالتہ فقال لی مثل ما قال لی ثوبان رواہ مسلم۔

حضرت معدان ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا۔ اور کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے کہ میں اس پر عمل کرکے جنت میں داخل ہونے کا مستحق ہو جاؤں۔ وہ خاموش رہے میں نے پھر یہی سوال کیا۔ اور آپ اس مرتبہ بھی خاموش رہے۔ میں نے تیسری مرتبہ

یہی سوال کیا تو کہا میں نے یہی بات رسولؐ خدا سے پوچھی تھی۔ آپؐ نے فرامایا۔ اللہ کے لئے سجدوں کی کثرت کو اپنے اوپر لازم کرلے۔ حقیقت یہ ہے کہ تو اللہ کے لئے جو بھی سجدہ کرے گا اللہ تعالی تیرا درجہ بلند کرے گا۔ اور تیرے ایک گناہ کو مٹاوے گا معدان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ پھر میں ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملا اور وہی سوال کیا سو آپ نے وہی جواب دیا جو ثوبان رضی اللہ عنہ نے دیا تھا اس کو مسلم نے روابت کیا ہے۔

وعن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول بین السجدتین اللھم اغفرلی ولرحمنی واھدنی و عافنی وارزقنی۔ رواہ ابوداؤد و الترمذی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا مانگا کرتے تھے "اے اللہ مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم کر، مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت سے رکھ اور مجھے رزق دے"۔ اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وعن حذیفہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول بین السجدتین رب اغفرلی۔ رواہ النسائی والدارمی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا مانگا کرتے تھے "اے میرے رب مجھے بخش دے"۔ اس کو نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

(۱) (۲) یہ دونوں دعائیں نوافل پر محمول ہیں فرائض میں نہ پڑھی جائیں ۱۲ (درمختار۔ روالمختار۔ شرح سفرالسعادہ) مصحح۔

تشریح

یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ پانچوں آیات سجدہ کی تفسیر ہیں ان میں حالت سجدہ کی تسبیحات کے الفاظ بیان فرمائے گئے ہیں۔

سجدہ میں ممنوع کاموں کا بیان

احادیث

عن عبدالرحمن بن شبل ال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نقرہ الغراب وافتراش السبع وان یوطن الرجل المکان فی المسجد کما یوطن الرجل المکان فی المسجد کما یوطن البعیر۔ رواہ ابوداؤد والنسائی والدارمی۔

(۱) عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ممانعت کی رسول اکرم ﷺ نے کوے کی طرح ٹھونگ مارنے سے' درندے کی طرح بچھانے سے مسجد میں کوئی جگہ مقرر کرلینے سے جیسا کہ مقرر کرلیتا ہے اونٹ' اس کو ابوداؤد' نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انی احب لک ما احب لنفسی واکرہ لک ما اکرہ لنفسی لا تقع بین السجدتین۔ رواہ الترمذی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی! میں تیرے لئے وہی چیز دوست رکھتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں اور تیرے لئے وہی چیز ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں۔ تو دو سجدوں کے درمیان' قعانہ کر (یعنی سجدہ میں چوتڑ زمین پر نہ رکھ) اس کو ترمذی نے

روایت کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سجدہ اس طرح نہیں کرنا چاہیئے۔ جیسے کوا ٹھونگ مارتا ہے۔ کہ سجدہ میں گئے اور جلدی سے سر اٹھالیا۔ جیسا کوا دانے اٹھاتا ہے' درندے کی طرح بچھانے کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں ہاتھوں کو درندوں کی طرح زمین پر نہ بچھائے' اسی طرح کسی شخص کو مسجد میں اپنے لئے کوئی جگہ مخصوص نہیں کرلینی چاہیئے۔ مسجد سب کے لئے ہے کوئی کسی کو کسی جگہ بیٹھنے اور نماز پڑھنے سے منع نہیں کرسکتا۔ (مترجم)

وعن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الا انی نھیت ان اقرا القران راکعا" فاما الرکوع فعظموا فیہ الرب واما السجود فاجتھدوا فی الدعآء فقمن ان یستجاب لکم۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ باخبر ہوجاؤ کہ مجھے رکوع یا سجود کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع کردیا گیا ہے پس رکوع میں اپنے رب کی بڑائی بیان کیا کرو۔ رہا سجدہ سو اس میں دعا مانگنے میں کوشش اور مبالغہ کیا کرو۔ پس لائق ہے کہ تمہاری دعا قبول کی جائے (یعنی امید ہے کہ دعا قبول ہوگی) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف: محققین احناف نے فرمایا ہے کہ نوافل میں دعا صریح کرے اور فرائض میں اقتصار تسبیحات پر کرے ۱۲ ع: ح ۱۲ مصح

تشریح

یہاں اس میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی کے راوی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالی عنہ ہیں اس میں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کو دو چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ ایک کوے کی طرح ٹھونگ مارنے

سے یعنی جلدی جلدی سجدہ نہیں کرنا چاہئے جس طرح کے ایک کوا دانے اٹھاتا ہے اور دوسرا کسی کو مسجد میں اپنے لئے جگہ مخصوص نہیں کرنا چاہئے جیسا جانور اپنے بیٹھنے کے لئے جگہ اس طرح نہ کرے کیونکہ مسجد خدا کا گھر ہے سب کے لئے برابر ہے اور دوسری جو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کو دو سجدوں کے درمیان اقعا سے منع فرمایا یعنی چوتڑ زمین پر رکھ کر نمازی کو نہیں بیٹھنا چاہئے اور تیسری حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کو حالت سجدہ میں تلاوت قرآن سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ رکوع میں اللہ تعالی کی عظمت بیان کرو اور سجدہ میں دعا کی کوشش کرو کیونکہ اس حالت میں دعا کی قبولیت کی امید ہے۔

سجدہ میں پیٹھ سیدھی رکھنا ہے اور ہاتھ سجدہ والی جگہ میں رکھنا ہے

احادیث

وعن طلق بن علی ن الحنفی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینظر اللہ عز و جل الی صلوہ عبد لا یقیم فیھا صلبہ بین خشوعھا و سجودھا۔ رواہ احمد

طلق بن علی حنفی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ عزوجل اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتا (یعنی ٹھہر ٹھہر کر اچھی طرح رکوع و سجود نہیں کرتا) اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

وعن نافع ان ابن عمر کان یقول من وضع جبھتہ بالارض

فليضع كفيه على الذى وضع عليه جبهته ثم اذا رفع فليرفعهما فان اليدين تسجدان كما يسجد الوجه رواه مالك۔

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص زمین پر اپنی پیشانی رکھے اس کو چاہیے کہ اپنے دونوں ہاتھ بھی وہاں رکھے جہاں پیشانی رکھی ہے جس وقت اٹھے تو چاہیے کہ دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اس لئے کہ دونوں ہاتھ بھی سجدہ کرتے ہیں جیسے کہ چہرہ سجدہ کرتا ہے اس کو مالک نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں پہلی جو حضرت طلق سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی اس آدمی کی نماز کو دیکھتا بھی نہیں ہے جو سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے اور دوسری حضرت نافع تابعی سے منقول ہے اس میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی جب پیشانی زمین پر رکھے تو ہتھیلیاں بھی وہیں پر رکھے جہاں اس نے پیشانی رکھی ہے اور اٹھاتے وقت دونوں کو اٹھائے کیونکہ دونوں ہاتھ بھی سجدہ کرتے ہیں جیسا کہ چہرہ سجدہ کرتا ہے بہرحال یہ احادیث بھی آیات سجدہ کی تفسیر ہے یہاں تک تو ایک رکعت پڑھنے کی تفصیل بیان ہوئی ہے اور اب انشاء اللہ العزیز رکعت دوم پڑھنے کا طریقہ لکھا جائے گا۔

رکعت دوم' سوم اور چہارم کی طرف اٹھنے کا طریقہ

عن مالک بن الحویرث انہ رئی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی فکان اذا کان فی وتر من صلواتہ لم ینھض حتی یستوی جالسا عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ینھض فی الصلوۃ علی صدور قدمیہ (ترمذی ابواب الصلوۃ)

مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو سیدھا بیٹھ کر اٹھتے تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں کے سینوں کے بل اٹھتے تھے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر نماز میں ہوتے تو سیدھا بیٹھ کر پھر اٹھتے تھے یہاں وتر سے مراد پہلی اور تیسری رکعت ہے یعنی جب آپ پہلی رکعت سے اٹھتے تھے تو تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر اٹھتے تھے۔ محدثین کی اصطلاح میں اس بیٹھنے کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ اور دوسری حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے نہیں تھے بلکہ پاؤں کے سینوں کے بل سیدھا کھڑے ہوجاتے تھے۔ پس ان دونوں **حدیثوں** میں تعارض نظر آتا ہے محدثین نے ان کے مابین تطبیق بیان کی ہے۔ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں طریقے ثابت ہیں تو اس کا مقصد یہ ہے کہ مرضی ہے کہ انسان بیٹھ جائے یا سیدھا کھڑا ہوجائے۔ احناف اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ حضرت ابن

مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایات ہیں۔

دوسری۔ تیسری اور چوتھی رکعت پہلی کی طرح پڑھنا ہے۔

قال ابوحمید الساعدی فی عشرة من اصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم منهم ابوقتادة قال ابوحمید انا اعلمکم لصلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا فلم فواللہ ما کنت باکثرنا له تبعا ولا اقدمنا له صحبه قال بلی۔ قالو۔ فاعرض قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوة یرفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه ثم کبر حتی یصیر کل عظم فی موضعه معتدلا ثم یقرا ثم یکبر فیرفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه ثم یرکع ویضع راحتیه علی رکبتیه ثم یعتدل فلا ینصب راسه ولا یقنع ثم یرفع راسه فیقول سمع اللہ لمن حمده ثم یرفع یدیه حتی یحاذی منکبیه معتدلا" ثم یقول اللہ اکبر ثم یهوی الی الارض فیجافی یدیه عن جنبیه ثم یرفع راسه ویثنی رجله الیسری فیقعد علیها ویفتح صابع رجلیه اذا سجد ثم یسجد ثم یقول اللہ اکبر ویرفع راسه ویثنی رجله الیسری فیقعد علیها حتی یرجع کل عظم الی موضعه ثم یضع فی الاخری مثل ذالک ثم اذا قام من الرکعتین کبر ورفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه کما کبر عند افتتاح الصلوة ثم یصنع ذالک فی بقیه صلوته حتی اذا کانت السجده التی فیها التسلیم اخر رجله الیسری وقعد متورکا علی شقه الایسر قالوا صدقت هکذا کان یصلی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے دس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کہا جن

میں حضرت ابو قتادہ ﷺ بھی تھے کہ میں تمہاری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز زیادہ جانتا ہوں۔ تو انہوں نے کہا کیوں؟ اللہ کی قسم آپ ہماری بنسبت آپ ﷺ کی زیادہ اتباع کرنے والے نہیں۔ اور آپ کو ہماری بنسبت آپ ﷺ کی زیادہ ہم نشینی حاصل نہیں۔ تو ابو حمید نے کہا کہ ہاں ہے تو انہوں نے کہا کہ پھر بیان کرو تو ابو حمید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ اٹھاکر اپنے کندھوں سے برابر کرتے پھر تکبیر کہتے تھے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ قرار پکڑتی۔ پھر قراہ پڑھتے تکبیر کہتے پھر ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کندھوں سے برابر کرتے۔ پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھتے اعتدال کرتے یعنی اپنا سر نہ اونچا رکھتے نہ نیچے پھر سر اٹھاتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ پھر ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ کندھوں سے برابر کرتے پھر اللہ اکبر کہتے پھر زمین کی طرف جاتے اور اپنے ہاتھ پہلو سے دور رکھتے تھے پھر سر اٹھاتے تھے اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے۔ اور اس پر بیٹھتے تھے۔ اور جب سجدہ کرتے تھے تو اپنے دونوں پاؤں کی انگلیاں کھلی چھوڑتے تھے۔ پھر جب سجدہ کرتے تو فرماتے تھے اللہ اکبر۔ اور سر اٹھاتے اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے۔ اور اس پر بیٹھتے تھے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ کی طرف لوٹتی تھی۔ اور پھر دوسری رکعت میں اسی طرح کرتے تھے۔ پھر جب دو رکعات سے اٹھتے تو تکبیر کہتے اور اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ انہیں کندھوں کے برابر کرتے تھے جیسا کہ تکبیر افتتاح کے وقت کرتے تھے۔ پھر اپنی بقیہ نماز میں اسی طرح کرتے تھے یہاں تک کہ جب آپ اس سجدہ میں ہوتے جس میں آپ ﷺ نے سلام پھیرنا ہوتا تھا تو اپنا بایاں پاؤں پیچھے

ہٹاتے تھے اور اپنی بائیں سرین کے بل بیٹھتے۔ تو ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ تو نے سچ کہا ہے آپ ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

تشریح

اس حدیث میں کافی اجمال ہے کیونکہ اس میں ثناء تسمیہ اور تعوذ کا ذکر نہیں ہے اور اسی طرح اس میں فاتحہ کا ذکر بھی نہیں ہے۔ حالانکہ دوسری احادیث میں ان سب کا ذکر موجود ہے اور اسی طرح یہاں تکبیر انتقالات کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور بعض دوسری احادیث میں یہ ذکر نہیں ہے۔ اور اسی طرح یہاں سرین کے بل بیٹھنے کا ذکر ہے اور دوسری احادیث میں یہ ذکر نہیں بلکہ بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھنے کا ذکر ہے یہ سب اجمال ہے تفصیل انشاء اللہ عن قریب آئے گی۔ یہاں صرف اتنا ہے کہ نبی ﷺ چار رکعات پڑھتے تھے تو دوسری۔ تیسری اور چوتھی رکعات پہلی کی طرح پڑھتے تھے۔

قعدہ اولی کا طریقہ اور اس میں پڑھنے کے الفاظ

سورہ آل عمران آیت ۱۹۱

الذین یذکرون اللہ قیاما وقعود وعلی جنوبھم

عن عبداللہ بن مسعود قال علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعدنا فی الرکعتین ان تقول التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھاالنبی ورحمہ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ

وہ جو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرلیتے ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے تعلیم دی تھی۔ کہ جب ہم دو رکعات میں بیٹھیں تو یہ کلمات کہیں کہ تمام قولی۔ بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہو تجھ پر اے نبی اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔

عن بن مسعود قال من السنه ان یخفی التشهد

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ تشہد آہستہ پڑھا جائے۔

عن وائل بن حجر قال قدمت المدینه قلت لانظرن الی صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم) فلما جلس یعنی للتشهد افترش رجله الیسری ووضع یده الیسری یعنی علی فخذه الیسری ونصب رجله الیمنی (ترمذی ابواب الصلوۃ)

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کہ میں مدینہ آیا اور میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ضرور دیکھوں گا۔ جب آپ تشہد کے لئے بیٹھے۔ تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھا۔ اور دایاں پاؤں کھڑا کیا۔

تشریح

یہاں اس بحث میں سورہ آل عمران کی آیت ایک سو اکیانویں کا ایک جملہ ہے اور تین احادیث ہیں۔ آیت کے جملہ میں تو اللہ تعالیٰ رب العزت نے عقلمندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں کہ عقلمند وہ لوگ ہیں جو اپنے اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے بیٹھے بیٹھے اور کروٹوں پر بھی یاد کرتے ہیں کھڑے ہوکر

یاد کرنے کی تفصیل تو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور بیٹھ کر یاد کرنے کی تفصیل اب عرض کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ بیٹھ کر یاد کرنا تو عام ہے۔ خواہ بحالت نماز ہو یا غیر حالت نماز ہو سب کو شامل ہے لیکن نماز اس اعتبار سے کہ دین کا اہم ستون ہے اور اس میں قصود بھی ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا احادیث میں قصود کا طریقہ بھی بتایا ہے اور اس میں پڑھنے کے الفاظ بھی بتائے ہیں۔ اور یہ بھی بتادیا ہے کہ الفاظ آہستہ پڑھنا ہے بلند آواز سے نہیں پڑھنا اور ان الفاظ کے بارے میں دوسرے جگہ حدیث میں ہے کہ شب معراج میں اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا تھا کہ آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں۔ تو اس کے جواب میں حضور ﷺ نے التحیات سے لے کر طیبات تک کے الفاظ پیش فرمائے۔ اور اس کے بعد اس کلام سے لے کر برکاتہ کے الفاظ اللہ تعالی نے فرمائے۔ اور اس کے بعد السلام علینا سے لے کر صالحین کے الفاظ پھر نبی ﷺ نے پیش فرمائے۔ اور اس کے بعد اشھد ان سے لے کر رسولہ تک کے الفاظ جبرئیل امین کے ہیں۔

چھٹے فرض قعدہ ثانیہ کا طریقہ اور اس میں پڑھتے کے الفاظ

مشکوٰۃ باب التشہد

عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد فی التشھد وضع یدہ الیسری علی رکبتیہ الیسری ووضع یدہ الیمنی علی رکبتیہ الیمنی و و عقد ثلثہ" و خمسین واشار بالسابہ وفی روایہ کان اذا جلس فی الصلوۃ وضع یدیہ علی رکبتیہ ورفع اصبعہ الیمنی التی تلی البھام یدعوبھا ویدہ الیسری علی رکبتیہ باسطھا علیھا۔ رواہ مسلم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالت ﷺ جب التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھتے تو اپنا بایاں ہاتھ اپنے بائیں گھٹنے پر اور داہنا ہاتھ اپنے داہنے گھٹنے پر رکھتے اور ترپن کی گنتی کے ساتھ اپنا ہاتھ بند کرتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جب آپ نماز میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی داہنی انگلی اٹھاتے جو انگوٹھے کے نزدیک ہے۔ اس کے ساتھ دعا مانگتے اور اپنا بایاں ہاتھ اپنے زانو پر کھلا ہوا رکھتے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن عبداللہ بن الزبیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد یدعوا وضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیسری واشار باصبعہ السبابہ ووضع ابہامہ علی اصبعہ الوسطی ویلقم کفہ الیسری رکبتہ۔ رواہ مسلم

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب (تشہد کے لئے) بیٹھتے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنی داہنی ران پر اور بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھتے' اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے' اپنا انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھتے اور اپنے بائیں ہاتھ سے اپنا گھٹنا پکڑتے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن عبداللہ بن مسعود قال کنا اذا صلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی جبرئیل السلام علی میکائیل السلام علی فلان فلما انصرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقبل علینا بوجہہ قال لا تقولوا السلام علی اللہ فان اللہ ھو السلام فاذا جلس احدکم فی الصلوۃ فلیقل التحیات للہ

والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین۔ فانہ اذا قال ذالک اصاب کل عبد صالح فی السمآء والارض اشھد ان لاالٰہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ ثم لیتخیر من الدعآء اعجبہ الیہ فیدعوہ۔ متفق علیہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھتے تو کہتے (یعنی تشہد میں) سلام ہے اللہ پر بندوں کے سلام بھیجنے سے پہلے، سلام ہے جبرئیل پر، سلام ہے میکائیل پر، اور سلام ہے اوپر فلانے کے، سو (ایک مرتبہ) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، تو اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کیا۔ اور ہم سے متوجہ ہوکر فرمایا۔ کہ یہ نہ کہا کرو کہ اللہ پر سلام ہے اس لئے کہ اللہ خود سلام ہے (اس کو سلامتی کی دعا کی ضرورت نہیں) اور جب تم میں سے کوئی نماز میں (تشہد کے لئے) بیٹھے تو اس کو یہ کہنا چاہیئے۔ "جو کچھ ہم اچھی بات منہ سے نکالتے ہیں وہ اللہ کے لئے ہے۔ جسم کی عبادت وبندگی بھی اور مال کی بندگی بھی اللہ ہی کے لئے ہے۔ سلامتی ہو تم پر اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں آپ پر، سلام ہے ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر، سو تحقیق جو شخص یہ دعا کہتا ہے تو اس کی برکت ہر نیک بندہ کو پہنچتی ہے جو آسمان و زمین میں ہیں۔ گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر چاہیئے کہ دعا میں سے جو اچھی معلوم ہو اس کو اختیار کرے اور اسی کے ذریعہ دعا مانگے۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

وعن عبداللہ بن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يعلمنا التشهد كما يعلمنا السورة من القرآن فكان يقول التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله السلام عليك ايها النبی ورحمه الله وبركاته السلام علينا وعلى عبادالله الصالحين ○ اشهد ان لآ اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله رواه مسلم ولم اجد فی الصحيحين ولا فی الجمع بين الصحيحين سلام عليک سلام علينا بغير الف ولام ولكن رواه صاحب الجامع عن الترمذی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد اسی طرح سکھایا کرتے تھے۔ جس طرح قرآن کی سورت سکھلاتے تھے۔ پس آپ یہ کہتے تھے منہ سے کہنے کی عبادتیں بابرکت' بدن کی عبادتیں' اور مال کی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اے نبی! آپ پر سلامتی' اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ سلام ہے ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اور میں گواہی دیتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور میں نے اس کو صحیحین میں اور جمع بین الصحیحین میں لفظ سلام علیک وسلام علینا بغیر الف ولام کے نہیں پایا۔ لیکن اس کو جامع الصول نے ترمذی سے روایت کیا ہے (مطلب یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تشہد میں سلام علیک وسلام علینا صاحب مصابیح نے بغیر الف لام کے ذکر کیا ہے۔

عن وائل بن حجر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثم جلس فافترش رجلکہ الیسری و وضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری وحد مرفقہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وقبض ثنتین وحلق حلقہ ثم رفع اصبعہ فرایتہ یحرکھا یدعو بھا رواہ ابوداؤد والدارمی۔

وائل بن حجرؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ کہا پھر بیٹھے (سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد) پس آپ نے اپنا بایاں پیر بچھایا اور رکھا اپنا بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر دائیں کہنی دائیں ران پر پہلو سے الگ رکھی بند کیں دو انگلیاں اور حلقہ کیا (بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے) پھر شہادت کی انگلی اٹھائی میں نے دیکھا کہ آپ اس کو ہلاتے تھے اور دعا مانگتے تھے (توحید کی طرف اشارہ کرتے تھے)

اس کو ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن عبداللہ ابن الزبیر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشیر باصبعہ اذا دعا ولا یحرکھا رواہ ابوداؤد والنسائی وراہ ابوداؤد ولا یجاوز بصرہ اشارتہ

عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ جس وقت دعا کرتے تو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے اور اس کو ہلاتے نہ تھے اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے ابوداؤد نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ اشارہ کے وقت نظر کو تجاوز نہ کرتے تھے یعنی نظر انگلی پر ہی رکھتے تھے۔)

وعن ابی ھریرۃ قال ان رجلا کان یدعوا باصبعیہ وقال رسول صلی اللہ علیہ وسلم احد احد۔ رواہ الترمذی والنسائی والبیھقی

فی الدعوات الکبیر۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص دو انگلیوں سے اشارہ کیا کرتا تھا (یعنی سعد بن ابی وقاص) پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک انگلی سے اشارہ کر۔ اس کو ترمذی نسائی اور بیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کیا ہے۔)

وعن ابن عمر قال نهى رسول الل صلى الله عليه وسلم ان يجلس الرجل في الصلوة هو معتمد على يده رواه احمد و ابوداؤد وفي روايه له نهى ان يعتمد الرجل على يديه اذا نهض في الصلوة

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ رسول خدا ﷺ نے اس بات سے منع کیا کہ آدمی نماز میں اپنے ہاتھ پر تکیہ لگا کر بیٹھے۔

اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس بات سے منع کیا کہ آدمی نماز میں ہاتھ پر سہارا لگا کر اٹھے۔

وعن عبدالله بن مسعود قال كان النبي صلى الله عليه وسلم في الركعتين الاولين كانه على الرضف حتى يقوم - رواه الترمذي و ابوداؤد والنسائي۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پہلی دو رکعتوں میں ایسے تھے گویا گرم پتھر پر بیٹھنے والے ہیں یعنی پہلے قعدہ میں کم بیٹھتے تھے۔ التحات کے علاوہ درود و دعا نہ پڑھتے تھے) یہاں تک کہ کھڑے ہو جاتے اس کو ترمذی ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

عن جابر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا التشهد كما يعلمنا السورة من القرآن بسم الله وبالله التحيات لله

الصلوات الطیبات السلام علیک ایاھا النبی ورحمہ اللّٰہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عبادہ اللّٰہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ اسال اللّٰہ الجنہ واعوذ باللّٰہ من النار رواہ النسائی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد اسی طرح سکھلایا کرتے تھے جیسے قرآن کی سورۃ سکھلاتے تھے شروع کرتا ہوں اللہ کے نام اور اس کی توفیق سے قولی بدنی اور مالی تمام عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں سلام ہے آپؐ پر اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی رحمت اور اس کی برکتیں سلام ہے ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں میں اللہ سے جنت مانگتا ہوں اور دوزخ کی آگ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔

وعن نافع قال کان عبداللّٰہ بن عمر اذا جلس فی الصلوۃ وضع یدیہ علی رکبتیہ واشار باصبعہ واتبعھا بصر ثم قال قال رسول الل صلی اللّٰہ علیہ وسلم لھی اشد علی الشیطان من الحدید یعنی السبابہ رواہ احمد

نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں بیٹھتے (یعنی تشہد کے لئے) تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور انگلی سے اشارہ کرتے اور انگلی کو دیکھتے رہتے پھر کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ شیطان پر لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے یعنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن مسعود کان یقول من السنة اخفاء التشھد۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تشہد کا آہستہ پڑھنا سنت ہے اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ مشکوۃ باب التشہد صفحہ ۳۹۷ تا ۴۰۲

تشریح۔ یہاں اس بحث میں ایک تو سورہ آل عمران کی آیت ایک سو اکیانویں ہے جس کا ذکر پہلے قصد اولی میں آچکا ہے اور اس کے علاوہ یہ بارہ احادیث ہیں پہلی حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ جب صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں بیٹھتے تھے تو بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر رکھتے تھے تو ترپن (یعنی چھوٹی انگلی۔ اس کے ساتھ والی اور درمیانی) کو گدہ دیتے تھے۔ اور سبابہ یعنی انگشت شہادۃ سے اشارہ کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازمیں بیٹھتے تھے تو..... اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے تھے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی اٹھاتے تھے اور اس سے اشارہ کرتے تھے اور بایاں ہاتھ گھٹنے پر پھیلا کر رکھتے تھے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ہے اس میں حدیث سابق کی طرح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے البتہ انگلی سے اشارہ کرتے وقت عقد ثلثہ و خمسین کی تشریح آئی ہے کہ آپ انگوٹھا درمیانی انگلی پر رکھتے تھے اور تیسرے نمبر پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی ایک غلطی کا ازالہ فرمایا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیچھے جب نماز پڑھتے تھے تو یہ عبارت پڑھتے تھے اللہ تعالیٰ پر اپنے بندوں کی طرف سے سلام نازل ہو جبریل پر اور میکائیل پر بھی سلام نازل ہو اور فلاں پر اور فلان پر وغیرہ ذالک پس جناب نبی کریم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ السلام علی اللہ مت کہا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سلامت ہے اور سلامت رہنے والا ہے جب تم نماز میں بیٹھو تو کہا کرو تمام قولی' بدنی اور مالی عبادتیں اللہ عالی کے لیے ہیں اے نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ پر سلام رحمتیں۔ اور برکتیں نازل ہوں ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے ہمارے نیک بندوں پر سلامتی نازل ہو جب نمازی یہ بات کہتا ہے تو زمین و آسامان کے سارے بندوں تک یہ دعا پہنچتی ہے) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے پھر اس کے بعد نمازی کو جو دعا اچھی لگے وہی اختیار کرے اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہاں حدیث کے کچھ مزید الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ تشہد سکھایا اور فرمایا انا قلت هذا او قضیت هذا فقد قضیت صلوتک ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد جب تو یہ الفاظ شہادت کہ لے یا یہ قعود پورا کرلے تو تیری نماز پوری ہوگئی اس کے بعد اگر تو کھڑا ہونا چاہیے تو کھڑا ہوجا اور اگر تو بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جا اس سے معلوم ہوا کہ قعدہ آخری عبدہ ورسولہ تک فرض ہے اور اس میں یہ عبارت پڑھنا بھی فرض ہے کیوکہ جناب رسول اللہ صص نے نماز کی تمامیت ان دونوں کے ساتھ معلق فرمائی ہے اور یہ فرضیت کی نشانی ہے اور چوتھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں

بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ تشہد سکھایا اور فرمایا **انا قلت ھذا او قضیت ھذا فقد قضیت صلوتک ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد** جب تو یہ الفاظ شہادت کہ لے یا یہ قعود پورا کرلے تو تیری نماز پوری ہوگئی اس کے بعد اگر تو کھڑا ہونا چاہیے تو کھڑا ہوجا اور اگر تو بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جا اس سے معلوم ہوا کہ قعدہ آخری عبدہ ورسولہ تک فرض ہے اور اس میں یہ عبارت پڑھنا بھی فرض ہے کیوکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تمامیت ان دونوں کے ساتھ معلق فرمائی ہے اور یہ فرضیت کی نشانی ہے اور چوتھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے ۔اس کے بعض الفاظ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے مختلف ہیں اور پانچویں نمبر پر حضرت وائل بن حجر (رضی اللہ عنہ) سے منقول حدیث ہے۔ اس میں دو چیزیں مزید بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب نماز میں بیٹھتے تھے تو اپنے ہاتھ رانوں پر رکھتے تھے اور اس سے پہلے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) والی حدیث میں گھٹنوں کا ذکر آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کی مرضی ہے کہ چاہے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے چاہے رانوں پر رکھے۔ اور دوسری حدیث میں یہ آیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اشارہ کرتے وقت انگلی کو حرکت دیتے تھے اور چھٹی حدیث جو حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے اس میں ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) انگلی سے اشارہ کرتے وقت انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے۔ پس ان دونوں حدیثوں کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرضی ہے کہ نمازی اشارہ کرتے وقت انگلی کو حرکت دے یا نہ دے مگر احناف حرکت نہ دینے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ دوسری حدیثوں میں حرکت کا ذکر نہیں ہے بلکہ نفی ہے کہ آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے اور جس حدیث میں حرکت کا ذکر ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شائد کہ کبھی حرکت کی ہوگی اور راوی کو غلطی بھی تو لگ سکتی ہے۔ اور ساتویں حدیث حضرت ابوھریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اشارہ ایک ہی دائیں ہاتھ کی انگلی سے کرنا ہے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے نہیں کرنا کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک صحابی کو دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارہ کر رہا تھا تو آپ نے اسے فرمایا کہ صرف ایک ہی انگلی سے اشارہ کرو۔ اور آٹھویں حدیث جو حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے اس میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قعدہ میں ہاتھوں پر سہارا لینے سے منع فرمایا ہے اور دوسری روایت میں اٹھتے وقت ہاتھوں پر سہارا لینے سے منع فرمایا ہے اور نوویں حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے اس میں ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) دو رکعات میں جب بیٹھتے تھے تو جلدی اٹھ جاتے تھے یعنی عبدہ تک پڑھ کر فورا" اٹھ جاتے تھے' دعا وغیرہ نہیں پڑھتے تھے۔ اور دسویں حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں شہد کے الفاظ کچھ اور بھی آئے ہیں اور اس میں کچھ دعایہ الفاظ بھی منقول ہیں اور اسی طرح حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت پہلے نقل کی گئی ہے اس میں بھی نبی ﷺ نے دعا کا اختیار دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصدہ الثانیہ کا تشہد ہے اور گیارھویں حدیث جو حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں نبی ﷺ نے انگلی سے اشارہ کرنے کی حکمت بیان فرمائی کہ یہ اشارہ شیطان پر لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے اور بارھویں حدیث میں فرمایا کہ **تشہد** کے الفاظ آہستہ

پڑھنا چاہیے۔

تشہد کے بعد نبی ﷺ پر درود اور اس کے الفاظ

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی۔ یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۝ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اسپر درود اور سلام بھیجو۔ سورہ الاحزاب آیت ۵۶

تفسیر۔ اس آیت میں ایک خبر ہے اللہ تعالی اور اس کے فرشتے جناب نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور دو حکم ہیں ایک یہ ہے کہ ایمان والو تم نبی صلعم پر درود بھیجو اور دوسرا یہ ہے کہ ان پر سلام بھیجو اس آیت میں جو لفظ **یصلون** اور صلوا آیا ہے یہ صلوۃ سے بنا ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ صلوۃ کی نسبت اگر اللہ تعالی کی طرف کر جائے تو اس سے مراد رحمت خداوندی لی جاتی ہے اور اگر اس کی نسبت فرشتوں کی طرف کی جائے تو اس سے مراد فرشتوں کی استغفار لی جاتی ہے اور اگر اس کی نسبت بندوں کی طرف کی جائے تو اس سے مراد دعا لی جاتی ہے پس اس آیت کا مفہوم یہ بنے گا کہ اللہ تعالی نبی ﷺ پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور اس کے فرشتے آپ ﷺ کے لئے استغفار کرتے ہیں اور ایمان والو تم ان کے لئے دعا کرو مگر اس میں اجمال ہے کیونکہ یہاں درود سلام کے الفاظ بھی نہیں بتائے اور وقت بھی نہیں بتایا۔۔

نبیؐ پر درود کے الفاظ اور ان کی دنیاوی اور اخروی برکات

عن عبدالرحمان بن ابی لیلی قال لقینی کعب بن حجرہ فقال الا اھدی لک ھدیہ سمعتھا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت بلی فاھدھا لی فقال سالنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فقلنا یا رسول اللہ کیف الصلوۃ علیکم اھل البیت فان اللہ قد علمنا کیف نسلم علیک قال قولوا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد و علی آل حمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراہیم ان ک حمید مجید۔ متفق علیہ الا ان مسلما" لم یذکر علی آل ابراہیم فی الموضعین

عبدالرحمان بن ابی لیلی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ کعب بن عجرہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی اور فرمایا کہ کیا میں تجھے ایک ہدیہ نہ دوں جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے میں نے کہا ہاں ضرور مجھے وہ تحفہ دیجئے کعبؓ نے کہا کہ ہم نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ پر اور اہل بیت نبوت پر کیسے درود بھیجیں سلام بھیجنے کی کیفیت تو اللہ تعالی نے ہمیں سکھلادی ہے فرمایا یوں کہا کرو۔ "اے اللہ رحمت بھیج محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جیسا کہ رحمت بھیجی تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام پر تحقیق تو تعریف کیا گیا ہے اور بزرگ ہے اے اللہ برکت بھیج محمد ﷺ پر اور ال محمد ﷺ پر جیسا کہ برکت بھیجی تو ے ابراہیم علیہ السلام پر اور آل ابراہیم علیہ السلام پر تحقیق تو تعریف کیا گیا اور بزرگ ہے۔" اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے مگر مسلم نے دونوں جگہ علی آل ابراہیم کا ذکر نہیں کیا۔

وعن ابی حمید ؓ الساعدی قال قالوا یا رسول اللہ کیف نصلی علیک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولوا اللھم صل علی محمد و ازواجه وذریته کما صلیت علی ابراہیم وبارک علی

محمد و ازواجه وذریته کما بارکت علی ابراہیم انک حمید مجید متفق علیہ۔

ابی حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے درود بھیجیں فرمایا یوں کہا کرو۔ "اے اللہ رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی ازواج مطہرات پر اور ان کی اولاد پر جیسی کہ رحمت بھیجی تو نے ابراہیم علیہ السلام پر اور برکت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی ازواج مطہرات پر اور ان کی اولاد پر تحقیق تو تعریف کیا گیا اور بزرگ ہے اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔"

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی واحدہ صلی اللّٰہ علیہ عشراً۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ اس پر دس بار درود بھیجے گا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور کھجوروں کے ایک باغ میں داخل ہوئے آپ نے سجدہ کیا اور اس کو اتنا طویل کیا کہ مجھے ڈر پیدا ہوا کہ شاید اللہ تعالی نے آپ کو وفات دی عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ میں آپ کو دیکھ رہا تھا کہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں کہ اتنے میں آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ تجھے کیا ہوا کہ تجھ پر گھبراہٹ اور فکر کے آثار ہیں میں نے اپنے خوف کا ذکر کیا راوی کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تحقیق جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ کیا میں آپ

کو خوشخبری نہ دوں تحقیق اللہ بزرگ عزت والا آپ سے کہتا ہے کہ جو شخص تجھ پر درود رحمت بھیجے میں اس پر درود بھیجتا ہوں اور جو شخص آپ ﷺ پر سلام بھیجے اس پر سلام بھیجتاہوں اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی طلحه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم جاء ذات یوم والبشر فی وجهه فقال انه جاءنی جبرائیل فقال ان ربک یقول اما یرضیک یا محمد ان لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیه عشراً ولا یسلم علیک احد من امتک الا صلیت علیه عشراً رواه النسائی والدارمی۔

ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے ایک دن اور خوشی کے آثار آپ کے چہرہ مبارک سے عیاں تھے پس فرمایا میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ کیا نہیں راضی کرتا آپ کو اے محمد ﷺ کہ آپ کی امت میں سے کوئی آپ پر درود نہ بھیجے مگر میں اس پر دس بار درود بھیجتا ہوں اور آپ کی امت میں سے کوئی نہیں سلام بھیجتا آپ ﷺ پر مگر میں اس پر دس بار سلام بھیجتا ہوں۔ اس کو نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

نبی ﷺ پر درود نہ بھیجنے کی دنیاوی اور اخروی نحوست

وعنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رغم انف رجل ذکرت عنده فلم یصل علی ورغم انف رجل دخل علیه رمضان ثم انسلخ قبل ان یغفر له ورغم انف رجل ادرک عنده ابواه الکبر او

احدهما فلم یدخلاه الجنہ۔ رواہ الترمذی۔

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خاک آلود ہو ناک اس شخص کی کہ اس کے سامنے میرا نام اور میرا ذکر آیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا خاک آلوڈ ہو ناک اس شخص کی کہ اس کو رمضان آیا اس سے پہلے کہ اس کی بخشش کی جائے وہ یونہی گذر گیا یعنی اس کا روزہ ادا نہ کیا اور خاک آلود ہو ناک اس شخص کی کہ اس کے ماں باپ اس کے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں یا ان میں سے ایک اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہ کیا یعنی ان کی خدمت و اطاعت کر کے جنت کا حق دار نہ ہوا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البخیل الذی من ذکرت عندہ فلم یصلی علی رواہ الترمدی رو رواہ احمد عن الحسین بن علی وقال الترمذی ھدا حدیث حسن صحیح غریب۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا سخت بخیل وہ شخص ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے اس کو ترمذی نے وایت کیا ہے اور احمد نے حسین بن علی سے روایت کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

نبی ﷺ پر درود نہ بھیجنے کی دنیاوی اور اخروی نحوست

تشریح اس حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے تین شخصوں کے لئے بد دعا فرمائی ہے۔ ایک جو نبی ﷺ پر درود نہ بھیجے اور دوسرا ماہ رمضان کا

روزہ نہ رکھے اور تیسرا والدین کا نافرمان۔ ماہ رمضان کی تفصیل بحث میں آئے گی اور والدین کی نافرمانی کی تفصیل جلد خامس حقوق نسوان میں مذکور ہے= یہاں نبی ﷺ پر درود نہ بھیجنے کی نحوست کی تفصیل عرض کرنا ہے کہ جب آپ ﷺ نے درود نہ بھیجنے والے کے بارے میں انف کا لفظ فرمایا ہے اس کا معنی ہے اس کی ناک خاک آلود ہو۔ یہ کنایہ ہے ذلت اور رسوائی سے۔ اب نبی ﷺ کے فرمان عالی کا مقصد یہ ہوا کہ ہلاک اور ذلیل ہو وہ شخص جس کے سامنے آپؐ کا نام آئے اور وہ آپؐ پر درود نہ بھیجے۔ اس کا مقصد یہ ہے نبی ﷺ کا نام نامی اسم گرامی جب آئے اس وقت آپ پر درود بھیجنا فرض ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آپؐ پر درود بھیجنا زندگی میں ایک مرتبہ تو فرض ہے اس کے علاوہ سنت ہے۔ بہرحال اگر آپ پر درود نہیں بھیجے گا تو درود کی دنیاوی برکات اور اخروی برکات جن کی تفصیل پہلے آچکی ہے ان سے تو یقیناً محروم ہوگا اور یہی بہت بڑی نحوست ہے اللہ تعالی سب کو اس سے بچائے۔

نبی ﷺ پر درود بھیجنے سے مصائب دنیاوی دور ہوتی ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجا کرتا ہوں سو میں اپنی دعا سے آپ کے لئے کتنا وقت مقرر کروں۔؟ فرمایا جس قدر تو چاہے اگر زیادہ کرے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے عرض کیا اچھا دو تہائی مقرر کرلوں؟ فرمایا جس قدر تو چاہے اگر زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا تو میں نے سارا ہی وقت مقرر کرلیا۔ آپ پر درود بھیجنے کے لئے جو میری دعا کا وقت تھا فرمایا اب تو اپنے غموں سے کفایت کیا جائے گا اب تیرے تمام مقاصد دینی و دنیوی پورے ہوں گے اور تیرے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عن عمر بن الخطاب قال ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منه شئی حتی تصلی علی نبیک رواہ الترمذی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہرتی رہتی ہے اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی جب تک کہ تو اپنے نبی ﷺ پر درود نہ بھیجے اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تشہد کے بعد دعا

سورہ الاعراف آیت ۵۵۔ ۵۶۔

ادعوا ربکم تضرعا" وخفیه" انه لا یحب المعتدین○ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها وادعوہ خوفا" وطمعا" ان رحمت الله قریب من المحسنین○

اپنے رب کو عاجزی اور چپکے سے پکارو اسے حد سے بڑھنے والے پسند نہیں آتے اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت کرو اور اسے ڈر اور طمع سے پکارو بے شک اللہ کی رحمت نیکوکاروں سے قریب ہے۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں دو آیتیں نقل کی گئی ہیں ان دونوں میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے مانگنے کا طریقہ اورآداب بیان فرمائے گئے ہیں پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ دعا عاجزی سے اور خفیہ مانگو اگر اس مقرر کردہ حد سے تجاوز کروگے تو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کریں گے یعنی پھر دعا مسترد ہوجائے گی اور دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ یعنی نبی ﷺ کے تشریف لانے کے بعد معاشرہ میں اصلاح ہوچکی ہے اب فساد نہ کر ورنہ فساد پھیلانے والوں کی دعا قبول نہیں ہوتی اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو اس حال میں کہ تمہارے دل میں اس کا ڈر ہو اور یقین محکم ہو کر جو ملتا ہے اسکے در عالی پر ملتا ہے اور کہیں سے کچھ بھی نہیں ملتا ہے۔ اور آخر میں فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔ جو مانگا ہے مل جائے گا۔ دل میں اس کا خوف رکھ کر یقین کے ساتھ مانگنا ہے۔ مگر آیت میں اجمال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں بتایا کہ دعا کس وقت مانگنی ہے؟ کیا مانگنا ہے؟ اور کیا نہیں مانگنا؟ اور دعا کے الفاظ کیا ہونے چاہئیں؟ اور ان الفاظ کی ترتیب کیسی ہونی چاہیئے؟ اس سلسلہ میں یہ آیت خاموش ہے اور ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ شہنشاہ کل عالم سے مانگنے کے لئے اور اس کے درعالی میں درخواست دینے کے لئے ان تمام سوالیہ آداب کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جل وعلی نے اپنے تعلیم و تربیت یافتہ حضرت محمد ﷺ نے اسی اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے یہ آداب اپنی زبان مبارک

سے احادیث طیبہ میں بیان فرمائے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ اپنا عملی نمونہ بھی پیش فرمایا ہے اور دعا کے ان مواقع میں سے ایک موقعہ نماز کے اختتام پر تشہد اور آپ ﷺ کی ذات گرامی پر صلوۃ وسلام کے بعد دعا کرنا ہے اور اس وقت کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا اور آپ ﷺ پر صلوۃ وسلام کے بعد جو دعا کی جائے وہ دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ ورنہ پہلے حدیث میں آچکا ہے کہ اس کے سوا دعا معلق رہتی ہے اور یہاں نماز میں ایک نمازی اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا کا پورا حق ادا کرتا ہے اور تشہد کے بعد نبی ﷺ کی ذات گرامی پر صلوۃ وسلام بھیجتا ہے۔ تو اس کے بعد جو دعا کرے گا تو یقیناً" قبول ہوگی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کا عملی نمونہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعوا فی الصلوۃ یقول اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر و اعوذبک من فتنہ المسیعح الدجال واعوذبک من فتنہ المحیا و فتنہ الممات اللھم انی اعوذبک من الماثم ومن الغرم فقال لہ قائل ما اکثر ما تستعیذ من المغرم فقال ان الرجل اذا عرم حدث فکذب ووعد فاخلف۔ متفق علیہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسالت ماب ﷺ نماز میں یعنی تشہد کے بعد دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں کانے دجال کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں اور اے اللہ میں تجھ سے گناہ او رقرض سے پناہ مانگتا ہوں ۔کہنے والے نے تعجب

سے کہا کہ اور فتنوں سے پناہ مانگنا تو سمجھ میں آیا مگر قرض سے پناہ مانگنا کیوں ہے؟ فرمایا جب انسان قرضدار ہوتا ہے تو جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف کرتا ہے عذر کی تمہید میں جھوٹ اور ادائیگی کے وعدہ میں خلاف کرتا ہے اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا فرغ احدکم من التشهد الاخر فلیتعوذ باللّٰه من اربع من عذاب جهنم و من عذاب القبر و من فتنه المحیا والممات و من شر المسیح الدجال رواه مسلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آخری التحیات سے فارغ ہو تو اس کو چاہیے کہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے عذاب دوزخ سے عذاب قبر سے زندگی و موت کے فتنہ سے اور مسیح ودجال کے شر سے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن عباس ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یعلمهم السوره من القرآن یقول قولوا اللهم انی اعوذبک من عذاب جهنم و اعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنه المسیح الدجال واعوذبک من فتنه المحیا والممات رواه مسلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ دعا اس طرح سکھلایا کرتے تھے جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھلاتے تھے فرماتے یوں کہا کرو اے اللہ میں عذاب جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں میں مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں زندگی و موت کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی بکر الصدیق قال قلت یا رسول اللہ علمنی دعاءً ادعوا بہ فی صلاتی قال قل اللھم ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم○ متفق علیہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے نماز میں بعد تشہد درود کے پڑھنے کے لئے کوئی دعا سکھلایئے کہ میں انہی الفاظ میں دعا مانگا کروں فرمایا یوں کہا کرو اے اللہ تحقیق میں نے اپنے نفس پر بہت بڑا ظلم کیا ہے تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا اور کوئی نہیں پس مجھے خاص طور پر بخش دے اپنی رحمت سے اور مجھ پر رحم کر تحقیق تو بخشنے والا مہربان ہے اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

دعا کے بعد پہلے دائیں طرف اور پھر بائیں طرف سلام پھیرنا ہے

وعن عامر بن سعد عن ابیہ قال کنت اری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلم عن یمینہ وعن یسارہ حتی اری بیاض خدہ رواہ مسلم۔

عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو داہنے بائیں سلام پھیرتے دیکھتا تھا یہاں تک کہ میں آپ کے رخسارہ کی سفیدی دیکھتا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۔ یعنی چہرہ مبارک اتنا پھیرتے کہ رخسار منور معلوم ہوتا۔ وعن سمرہ بن جندب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی صلوۃ اقبل علینا بوجھہ رواہ البخاری۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر لیتے ہماری طرف متوجہ ہوتے اس کو بخاری نے روایت کی ہے۔

وعن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ رواہ مسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ اپنی داہنی طرف پھیرتے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن عبداللہ بن مسعود قال لا تجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوته یری ان حقاً علیه ان لا ینصرف الا عن یمینه لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ینصرف عن یسارہ۔ متفق علیہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نمازوں میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے وہ اس بات پر اعتقاد رکھے۔ کہ وہ نہ پھرے مگر داہنی طرف یعنی داہنی طرف پھرنا مجھ پر واجب ہے اس کا اعتقاد رکھے تحقیق میں نے آنحضرت ﷺ کو اکثر بائیں طرف بھی دیکھا ہے اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن البراء قال کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احببنا ان نکون عن یمینه یقبل علینا بوجهه قال سمعته یقول رب قنی عذابک یوم تبعث اویجمع عبادک۔ رواہ مسلم۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم رسول خدا ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم اس بات کو دوست رکھتے تھے کہ ہم حضور ﷺ کی داہنی طرف کھڑے ہوں

تاکہ حضورؐ کا چہرہ ہماری طرف ہو آپ ہماری طرف متوجہ ہوں براء کہتے ہیں کہ پس میں نے حضرت کو یہ فرماتے سنا کہ اے میرے رب مجھے اس دن کے عذاب سے بچا جب کہ تو اٹھائے گا یا اپنے بندوں کو جمع کرے گا اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ام سلمه قالت ان النساء في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم كن اذا سلمن من المكتوبه قمن و ثبت رسول الله صلى الله عليه وسلم و من صلى من الرجال ماشاء الله فاذا قام رسول الله صلى الله عليه وسلم قام الرجال رواه البخارى و سنذكر حديث جابر بن سمره فى باب الضحک ان شاء الله تعالى۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کے زمانہ میں جب عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرتیں۔ تو کھڑی ہوجاتیں یعنی سلام پھیرتی ہی عورتیں گھر جانے کے لئے کھڑی ہوجاتیں کہ راستے میں عورتیں اور مرد مل نہ جائیں(اور آنحضرت ﷺ اور نمازی بیٹھے رہتے جس قدر کہ چاہتا اللہ تعالیٰ جب حضور ﷺ کھڑے ہوتے تو مرد بھی کھڑے ہوجاتے اس کو بخاری نے روایت کیا ہے او رہم جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو انشاء اللہ تعالیٰ باب الضحک میں بیان کریں گے۔

عن معاذ بن جبل قال اخذ بيدى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انى لاحبک يا معاذ فقلت وانا احبک يا رسول الله قال فلا تدع ان تقول فى دبر كل صلوة رب اعنى على ذكرک وشكرک وحسن عبادتک رواه احمد و ابوداؤد لم يذكر قال معاذ و انا احبکـ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اے معاذ! بالیقین میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں بھی آپ کو دوست رکھتا ہوں فرمایا جب تو مجھ کو دوست رکھتا ہے تو ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا نہ چھوڑیوں یوں کہا کر اے میرے پروردگار اپنا ذکر کرنے اور اپنا شکر کرنے اور اپنی اچھی عبادت کرنے کی مجھے توفیق عطا فرما" اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت مگر ابوداؤد نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے کہا معاذ نے و انا احبک۔

وعن عبداللہ بن مسعود قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسلم عن یمینه السلام علیکم ورحمه اللہ حتی یری بیاض خده الایمن وعن یساره السلام علیکم ورحمه اللہ حتی یری بیاض خده الایسر۔ رواه ابودلؤد والترمذی والنسائی ولم یذکر الترمذی حتی یری بیاض خده وررواه ابن ماجه عن عمار بن یاسر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یقیناً" آنحضرت ﷺ داہنی طرف سلام پھیرتے وقت کہتے السلام علیکم ورحمہ اللہ یہاں تک کہ آپؐ کے داہنے رخسار کی سفیدی دکھلائی دیتی پھر سلام پھیرتے بائیں طرف اور کہتے السلام علیکم ورحم ہ اللہ یہاں تک کہ بائیں رخسار کی سفیدی دکھلائی دیتی اس کو ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے ترمذی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ یہاں تک کہ دکھلائی دیتی آپ کے رخسار کی سفیدی اور اس کو ابن ماجہ نے عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود قال کان اکثر انصراف النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلوته الی شقه الایسر الی حجرته رواه فی شرح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے زیادہ تر اپنے بائیں طرف پھرا کرتے تھے اپنے حجرہ کی طرف اس کو شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔

عن عطاء الخراسانی عن المغیرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصلی الامام فی الموضع والذی صلی فیہ حتی یتحول رواہ ابوداؤد وقال عطاء الخراسانی لم یدرک المغیرہ۔

عطاء خراسانی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس جگہ نماز نہ پڑھے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے یعنی جہاں فرض پڑھے اس جگہ سنت نہ پڑھے جگہ بدل لے یہاں تک کہ پھر جائے اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ عطا خراسانی مغیرہ سے نہیں ملے (لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے)۔ ف یعنی جہاں فرض پڑھے ہیں وہاں سنت نہ پڑھے بلکہ جگہ بدل کر اور جگہ پڑھے اور یہ حکم خاص امام کے لئے ہی نہیں بلکہ سب مقتدیوں کے لئے بھی ہے اور اس سے منع اس لئے کیا کہ تاکہ آنے والا یہ گمان نہ کرے کہ مصلی نمازی ابھی نماز فرض ہی میں ہے یا اس لئے کہ دونوں جگہ قیامت کو گواہی دیں اس کی طاعت کی کذا ذکر الشیخ اور ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ بعض کا قول ہے کہ یہ حکم ان نمازوں میں ہے کہ ان کے بعد سنن رواتب جیسے ظہر مغرب عشاء کہ ان کے فرائض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور جن کے بعد سنت نہیں مانند صبح اور عصر کے یہ حکم نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ یہ حکم سب نمازوں میں ہے (اشعۃ اللمعات وغیرہ)۔ وعن انسٍ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضھم علی الصلوۃ و نھھم ان ینصرفوا قبل انصرافہ من الصلوۃ رواہ

ابو داؤد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے یعنی تاکید کرتے تھے اور اس بات سے منع کیا کرتے تھے کہ وہ آپ کی نماز سے پہلے پھریں یعنی مجھ سے پہلے سلام نہ پھیرو) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن شداد بن اوس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی صلوتہ اللھم انی اسالک الثبات فی الامر والعزیمہ علی الرشد واسالک شکر نعمتک وحسن عبادتک واسئلک قلباً سلما ولسانہ صادقا واسالک من خیر ما تعلم واعوذبک من شر ما تعلم و استغفرک لما تعلم رواہ النسائی و روی احمد نحوہ۔

شداد بن اوس کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں یعنی تشہد کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ میں دین پر ثابت قدم رہنے اور ہدایت پر قائم رہنے کی تجھ سے توفیق مانگتا ہوں نیز تیری نعمت کا شکر کرتے اور تیری عبادت کی خوبی کی توفیق مانگتا ہوں اور تجھ سے قلب سلیم اور سچی زبان مانگتا ہوں اور اس بھلائی کو مانگتا ہوں جس کو تو جانتا ہے اور اس برائی سے پناہ مانگتا ہوں جس کو تو جانتا ہے اور تجھ سے ان گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں جن کو تو جانتا ہے اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور احمد نے بھی اس کی مانند روایت کی ہے۔

عن جابر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ بعد التشھد احسن الکلام کلام اللہ واحسن الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رواہ النسائی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں تشہد کے بعد کہا

کرتے تھے بہترین کلاموں میں کلام اللہ کا ہے اور بہترین طریقوں میں طریقہ محمد ﷺ کا ہے۔" اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔

وعن عائشه قالت کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یسلم فی الصلوة تسلیمه تلقاء وجهه ثم میل الی الشق الایمن شیئا رواه الترمذی۔

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نماز میں ایک سلام پھیرتے اپنے منہ کے سامنے پھر دائیں جانب تھوڑا سا جھکتے۔

وعن سمره قال امرنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان نرد علی الامام ونتحاب وان یسلم بعضنا علی بعض۔ رواه ابو داؤد۔

سمرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سلام پھیرتے وقت امام کے سلام کا جواب دینے کی نیت کریں۔ نیز یہ کہ ہم آپس میں محبت کریں اور سلام کرے ہم میں سے بعض بعض کو اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام کو بھی سلام پھیرتے ہوئے یہ نیت کرنی چاہئے کہ میں مقتدیوں پر سلام کرتا ہوں۔

عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء صلوة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بالتکبیر۔ متفق علیه۔

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی نماز کا ختم ہونا تکبیر سے پہچان لیا کرتا تھا (یہاں تکبیر سے مراد بلند آواز سے ذکر کرنا ہے) اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

وعن عائشه قالت کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا سلم

لم یقعد الا مقدار مایقول اللهم انت السلام و منک السلام تبارکت
یا ذالجلال والاکرام۔
رواہ مسلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سلام پھیرتے۔ تو صرف اتنی مقدار بیٹھتے کہ یہ کہہ لیتے۔ "اے اللہ! تو سلام ہے' تجھ ہی سے سلامتی ہے بابرکت ہے تو اے بزرگی اور بخشش کے صاحب"
اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

منفرد کی نماز پڑھنے کا طریقہ

اذا قرات القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم (سورۃ النمل آیت ۹۷

جب تو قرآن پڑھے تو شیطان مردود سے بچنے کے لئے اللہ سے پناہ مانگ

اقرا باسم ربک الذی خلق (سورۃ العلق آیت ۱

اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔

فاصبر علی مایقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب (سورۃ ق آیت ۳۹

رب کی پاکیزگی بیان کر تعریف کے ساتھ دن نکلنے سے پہلے اور دن چھپنے سے پہلے

ومن الیل فسبحہ وادبار السجود (سورہ ق آیت ۴۰)

اور کچھ رات میں بھی اس کی تسبیح کر اور نماز کے بعد بھی

فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا ج ومن انائی الیل فسبح واطراف النہار لعلک ترضی ○ (سورہ طہ آیت ۱۳۰)

سو تو سہتا رہ جو وہ کہیں اور پڑھتا رہ خوبیاں اپنے رب کی سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور کچھ گھڑیوں میں رات کی پڑھا کر اور دن کی حدوں پر شائد تو راضی ہو۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں پانچ آیات جمع کی گئی ہیں۔ ان میں سے سورہ طہ اور سورہ ق کی آیات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح و شام تسبیحات پڑھنے

کا حکم دیا گیا ہے۔ اور سورہ النحل والی آیت میں آپ ﷺ کو حکم ملا ہے کہ آپ جب بھی قرآن مجید کی تلاوت کریں تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگیں۔ شیطان مردود سے۔ اور سورہ العلق والی آیت میں آپ ﷺ کو حکم ملا ہے کہ آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیں مگر اس میں اجمال ہے۔ تفصیل نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تسبیحات تعوذ اور تسمیہ کے الفاظ نہیں بیان فرمائے۔ اور ترتیب بھی نہیں ذکر کی اور نیز یہ بھی نہیں بتایا کہ یہ تسبیحات و تعوذ اور تسمیہ بحالت نماز پڑھنا ہے یا نماز سے خارج حضرت محمد ﷺ نے مندرجہ ذیل احادیث میں یہ تفصیل بیان فرمائی ہے۔

عن عائشه قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة قال سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك (ترمذی - ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو فرماتے تھے سبحانک اللہم الخ - وعن جبير بن مطعم انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى صلوة قال الله اكبر كبيرا الله اكبر كبيرا الله اكبر كبيرا والحمد لله كثيرا والحمد لله كثيرا والحمد لله كثيرا وسبحان الله بكرة واصيلا ثلثا اعوذ بالله من الشيطان من نفخه ونفثه وهمزه (رواه ابو داؤد و ابن ماجه الا لم يذكر والحمدلله كثيرا وذكر في آخره من الشيطان الرجيم

حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت محمد ﷺ کو نماز

پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا اللہ اکبر الخ

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفتح صلوتہ بسم اللہ الرحمن الرحیم (ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرتے تھے۔

عن عبادۃ الصامه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرا بفاتحه الکتاب (متفق علیہ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی نماز نہیں ہوتی جو کتاب (قرآن) کی فاتحہ نہ پڑھے۔

امام بخاری اور امام مسلم کا اس حدیث پر اتفاق ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوۃ لم یقرا فیھا بام القران فھی خداج ثلثا غیر تام فقیل لای بوہریرہ انا تکون ورآء الامام قال اقرا بھا فی نفسک فابی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالی قسمت الصلوۃ بینی وبینی عبدی نصفین ولعبدی ماسال فاذا قال العبد الحمد للہ رب العالمین۔ قال اللہ تعالی حمدنی عبدی واذ قال الرحمان الرحیم۔ قال اللہ تعالی اثنی علی عبدی واذا قال مالک یوم الدین قال مجدنی عبدی واذا قال ایاک نعبد وایاک نستعین قال ھنا بینی وبین عبدی ولعبدی ماسال فاذا قال اھدنا الصراط المستقیم ○ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ○ قال ھنا لعبدی ولعبدی ماسال (مسلم)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نماز پڑھے اور اس میں قرآن کی ماں (فاتحہ) نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے پوری نہیں ہے۔ تو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم تو امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے دل میں پڑھ لیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں نے نماز اپنے درمیان اور اپنے بندے کے درمیان دو حصے کی ہے اور میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے مانگا۔ اور جب میرا بندہ کہتا ہے **الحمد لله رب العالمين** تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی ہے اور جب وہ بندہ کہتا ہے **الرحمان الرحيم** تو اللہ تعالی فرماتے ہیں میری ثنا بیان کی ہے اور جب وہ بندہ کہتا ہے **مالك يوم الدين**' تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے اور جب وہ بندہ کہتا ہے **اياك نعبد واياك نستعين** تو اللہ تعالی فرماتے ہیں یہ ہے میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان اور میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے مانگا۔ اور جب وہ بندہ کہتا ہے **اهدنا الصراط المستقيم** الخ' تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ یہ ہے میرے بندے کے لئے اور میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے مانگا (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)

تشریح

یہاں اس بحث میں کل پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث مشکوہ باب القران سے منقول ہیں۔ اور یہ پانچوں اس باب میں مذکورہ آیات کی تفسیر ہے پہلی حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرنے کے بعد سبحانک اللھم تا آخر پڑھتے تھے۔ اور دوسری حدیث

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ثنا کے ساتھ تکبیر اور حمد کے مزید الفاظ مذکور ہیں اور اس میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے الفاظ بھی ہیں اور یہاں نبی کریم ﷺ نے تعوذ اس لئے پڑھا ہے کہ چونکہ اس کے بعد عن قریب فاتحہ اور سورہ پڑھنی ہے اور پہلے سورہ النحل کی آیت اٹھانویں میں آچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا ہے کہ جب آپ قرآن مجید پڑھیں تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگیں شیطان مردود سے بچنے کے لئے اس لئے نبی ﷺ یہ الفاظ تعوذ پڑھا کرتے تھے اور تیسری حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے۔ تو (بسم اللہ الرحمن الرحیم) پڑھا کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ بھی سورہ العلق کی آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیں۔ اس لئے آپ ﷺ تسمیہ کے یہ مذکورہ الفاظ پڑھا کرتے تھے۔ اور چوتھی حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور پانچویں حدیث میں نبی ﷺ نے فاتحہ کے الفاظ بتائے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ یہ فاتحہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان مکالمہ اور سوال وجواب ہے جس کی تفصیل الفاظ بمع سوال و جواب کے خدمت میں موجود ہیں۔ پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ منفرد کو تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء تعوذ۔ تسمیہ اور فاتحہ پڑھنا ہے۔

منفرد نے بقیہ نماز معمول کے مطابق پڑھنا ہے۔

فرض نمازوں کے فضائل

واقم الصلوة طرفی النھار وزلفا من الیل ط ان الحسنات یذھبن السیئات ذالک ذکری للذکرین (سورۃ ھود آیت ۱۱۴)

ترجمہ:۔ اور دن کے دونوں طرف اور کچھ حصہ رات کا نماز قائم کر۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

تفسیر

اس آیت میں تین چیزوں کا بیان ہے۔ ایک جناب رسول اکرم ﷺ کو پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہے اور ضمناً" آپ کی امت کو بھی یہی حکم ہے۔ وہ پانچ نمازیں یہ ہیں۔ نماز فجر۔ ظہر۔ عصر۔ ان کو طرفی النھار میں بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ نماز فجر ان کے ایک طرف میں ہے اور ظہر۔ عصر دوسرے طرف ہیں۔ اور نماز مغرب اور نماز عشاء کو زلفا من الیل میں بیان فرمادیا ہے۔ کیونکہ زلفا کے معنی ہیں رات کا ایک حصہ ہے اور نماز مغرب رات کے شروع میں پڑھی جاتی ہے اور نماز عشا قدرے تاخیر سے پڑھی جاتی ہے جس کی تفصیل احادیث میں آرہی ہے۔ اور دوسری چیز یہاں یہ بیان فرمائی کہ ان الحسنت یذھبن السیئات یہاں حسنات سے مراد نیکیاں ہیں۔ اور سیئات سے مراد برائیاں ہیں اور نیکی۔ بدی کے سلسلہ میں لوگوں کے نظریات شب و روز بدلتے رہتے ہیں۔ ایک وقت یا ایک دور میں ایک کام کو اچھا کہتے ہیں۔ اور دوسرے کو برا کہتے ہیں۔ اور دوسرے وقت یا دوسرے دور میں اسی اچھے کام کو برا۔ اور برے کو اچھا کہتے ہیں۔ لیکن شریعت کی نگاہ میں اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ نے جس کو اچھا فرمایا ہے وہ تا قیامت اچھا

ہے اور جسے برا فرمایا ہے وہ تاقیامت برا ہی ہے۔ لوگوں کے نظریات تبدیل ہونے سے نیکی برائی اور برائی نیکی میں تبدیل نہیں ہوسکتی۔ اور نیز انجام اور نتائج کے لحاظ سے بھی نیکی اور برائی کا تعین ہوجاتا ہے۔ کیونکہ نیکی کا انجام اور مآل بہرحال اچھا ہوتا ہے اور برائی کا برا ہوتا ہے۔ خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ اس جملہ میں جو یہ فرمایا ہے کہ نیکیوں سے برائیاں دور ہوجاتی ہیں۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ نیکی سے اس کی بیان کردہ برائیاں معاف ہوجاتی ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوگیا کہ لوگ جس برائی کو نیکی سمجھ کر کریں وہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ نیکیوں سے معاف نہیں ہوتی اور اس پر ثواب بھی نہیں ملتا بلکہ یہ کفر ہے اور جس نیکی کو برائی سمجھ کر چھوڑ دیں وہ بھی کفر ہے۔ اور اس کی معافی کی صورت یہ ہے کہ ایسا انسان ان خبیث نظریات سے توبہ کرے اور لفظ سیئات سیئہ کی جمع ہے۔ اور سیئہ اصل میں سیویہ ہے۔ واؤ کو یای سے بدلا گیا ہے۔ اور پھر یا کو یا میں ادغام کرکے سیئہ پڑھا جاتا ہے اور لغت کے لحاظ سے سیئہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس سے انسان کو غم اور پریشانی پہنچے اور شریعت کی اصطلاح میں سیئہ کا اطلاق صغیرہ گناہ پر ہوتا ہے۔ پس اب آیت کا مفہوم یہ بنے گا کہ نیکیوں سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور نماز بھی چونکہ ایک نیکی ہے۔ اس لئے اس سے بھی صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم ﷺ کو اور آپ کے طفیل پوری امت کو اس آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے صغیرہ گناہ معاف کرانے کے لئے نماز ادا کرتے رہیں اور گناہ صغیرہ بے شمار ہیں ان کے صادر ہوتے وقت بھی انسان کو پتہ نہیں چلتا اور معاف ہوتے وقت بھی پتہ نہیں چلتا کیونکہ ہر نیکی سے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتا ہے۔

یہ تفسیر تو وہ ہے جو اس آیت سے سرسری طور پر معلوم ہوتی ہے اور مزید احادیث طیبہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

احادیث مشکوۃ کتاب الصلوۃ

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینھن اذا اجتنب الکبائر۔ رواہ مسلم

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازیں، جمعہ جمعہ تک رمضان سے رمضان تک ان کے درمیان جتنے گناہ ہوتے ہیں مٹا دیتے ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا گیا ہو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارایتم لو ان نھراً بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمساً ھل یبقی من درنہ شئی قال فذالک مثل الصلوات الخمس یمحوا اللہ بھن الخطایا۔ متفق علیہ۔

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تمہارا کیا خیال ہے۔ مجھے خبر دو کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر ایک نہر ہو' وہ اس میں دن میں پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا اسکے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ کوئی میل باقی نہیں رہے گا۔ فرمایا۔ پانچ نمازوں کی مثال یہی ہے۔ اللہ ان کے سبب گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔"

اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن ابن مسعود قال ان رجلاً اصاب من امراۃ قبلہ فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ تعالی واقم الصلوۃ طرفی النہار

وزلفا" من اللیل ان الحسنات یذھبن السیئات فقال الرجل یا رسول اللہ الی ھذا قال لیجمع امتی کلھم۔ وفی روایہ لمن عمل بھا من امتی۔ متفق علیہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی خبر دی۔ اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی "اور قائم رکھ نماز کو دن کے دونوں طرف (اس سے مراد نماز صبح اور نماز ظہر وعصر ہے) اور چند ساعات رات کے (گذرنے کے بعد۔ یعنی عشاء کی' حقیقت یہ ہے کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں) (یعنی صغیرہ گناہ) اس شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ! کیا یہ صرف میرے لئے ہے؟ فرمایا۔ یہ میری تمام امت کے لئے ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ میری امت میں سو جو شخص اس پر عمل کرے۔ (اس کے لئے ہے۔ اس پر اب بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔"

ف:۔ اس آیت میں سیدنا امام اعظم کے لئے دلیل ہے کہ فجر ہمیشہ روشن کرکے پڑھی جائے اور عصر ہمیشہ قبل تغیر شمس تاخیر سے پڑھی جائے ۱۲

وعن انس قال جآء رجل فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اصبت حدا" فاقمہ علی قال ولم یسالہ عنہ وحضرت الصلوۃ فصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ قام الرجل فقال یا رسول اللہ انی اصبت حدا" فاقم فی کتاب اللہ قال الیس قد صلیت معنا قال نعم قال فان اللہ قد غفر لک ذنبک اوحدک۔ متفق علیہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یارسول

اللہ! میں حد کو پہنچا ہوں۔ سو اس کو مجھ پر قائم کیجئے۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی حال اور واقعہ نہ پوچھا اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ اور اس نے آنحضرت ﷺ کے ہمراہ نماز پڑھی۔ جب آپ نماز ختم کر چکے۔ تو وہ شخص کھڑا ہوا۔ اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! تحقیق میں حد کو پہنچا ہوں۔ مجھ پر اللہ کا حکم جاری کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس نے کہا۔ ہاں (پڑھی ہے) فرمایا تحقیق اللہ تعالی نے تیرا گناہ بخش دیا ہے۔ یا فرمایا کہ تیری حد معاف کردی ہے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ یعنی میں نے ایک ایسا کام کیا ہے جس پر حد جاری ہوتی ہے سو مجھے تعزیر دیجئے' ذرا غور فرمائیے۔ یہ تھا عہد نبوت کے مسلمانوں کا ایمان' اول تو فسق وفجور سے کلی طور پر مجتنب رہتے۔ اگر کبھی بشریت کی کمزوری اور نفس کی مغلوبی سے کوئی گناہ کر بھی بیٹھتے تو فوراً توبہ واصلاح یا حد کی طرف رجوع کرتے۔ سنگسار ہونے یا ہاتھ کٹوادینے بخوشی قبول کرتے۔ ایک ہم ہیں کہ دن و رات گناہ کرتے ہیں اور توبہ و اصلاح کا احساس اور فکروخیال تک نہیں ہوتا۔ (مترجم)

وعن ابن مسعود قال سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال احب الی اللہ تعالی قال الصلوۃ لوقتها قلت ثم ای قال بر الوالدین قلت ثم ای قال الجہاد فی سبیل اللہ قال حدثنی بهن ولو استزدته' لزادنی۔ متفق علیہ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ اللہ تعالی کے نزدیک اعمال میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور افضل اعمال کون سے ہیں؟ فرمایا۔ وقت پر نماز پڑھنا۔ عرض کیا۔ اس کے علاوہ اور کون سا عمل ہے؟ فرمایا۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا۔

اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ فرماتے ہیں یہ حدیثیں مجھ سے حضرت نے بیان کی ہیں۔ اگر میں زیادہ پوچھتا تو آپ مجھ کو زیادہ بتلاتے۔ متفق علیہ

وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین العبد وبین الکفر ترک الصلوۃ۔ رواہ مسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "بندہ کے درمیان اور کفر کے درمیان (حد فاصل) ترک نماز ہے (اگر کوئی نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو سستی (کاہلی سے نہ پڑھے وہ فاسق ہے) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ یہ تغلیظ اور تشدید ہے اوپر ترک نماز کے اور اشارہ اس پر کہ تارک نماز کا قریب ہے کہ کافر ہوجائے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مارنا اور اس کا قید کرنا واجب ہے۔ جب تک کہ نماز نہ پڑھے۔(مرقاہ وغیرہ) منہ

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس صلوافترضھن اللہ تعالی من احسن وضوء ھن وصلھن لوقتھن واتم رکوعھن وخشوعھن کان لہ علی اللہ عھد" ان یغفر لہ ومن لم یفعل فلیس لہ علی اللہ عھد ان شآء غفر لہ وانشآء عذبہ۔ رواہ احمد وابوداؤد وروی مالک والنسآئی نحوہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ نمازیں جن کو اللہ تعالی نے فرض کیا ہے جس نے ان کے لئے اچھا وضو کیا (یعنی فرائض وسنن کو ملحوظ رکھا) ان کو وقت پر پڑھا' ان کا رکوع (سجود) پورا کیا اور ان میں خشوع کیا (حضور قلب سے پڑھیں) اللہ تعالی کا وعدہ ہے۔ کہ اس کے لئے اس کے گناہ بخش دے اور جو شخص ایسا نہ کرے (ان شرائط و آداب کو ملحوظ نہ

رکھے) اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں چاہئے تو بخش دے اور چاہے اس کو عذاب دے۔" اس کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ مالک اور نسائی نے بھی اسکی مانند روایت کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کتاب اشعه اللمعات شرح مشکوه میں فرماتے ہیں۔ دریں حدیث دلیل است برآں کہ تارک صلوۃ کافر نیست و مرتکب کبیرہ واجب نیست تعذیب دے و مخلد نیست درنا چنانچہ مذہب اہل سنت والجماعت است۔ نواب قطب الدین خان مظاہر حق میں فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ تارک نماز کا کافر نہیں۔ اور مرتکب کبیرہ کے لئے واجب نہیں عذاب دینا اور ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ مذہب سنت والجماعت کا یہی ہے۔

صحیح

وعن ابی امامه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم صلوا خمسکم وصوموا شهرکم وادوا زکوة اموالکم واطیعوا ذا امرکم تدخلوا جنه ربکم رواه احمد والترمذی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اپنی پانچوں نمازیں پڑھو' اپنے (رمضان کے) مہینہ کے روزے رکھو' اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو۔ اور صاحب حکم (یعنی امیر) کی تابعداری کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس کو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے"

وعن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مروا اولادکم بالصلوة وهم ابنآء سبع سنین واضربوهم علیها وهم ابنآء عشر سنین وفرقوا بینهم فی المضاجع رواه ابوداؤد وکذا (فی شرح السنه عنه وفی

المصابیح عن سیرۃ بن معبد۔

۔ عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو تو اسے نماز کا حکم دو۔ اور جب وہ دس سال کی ہو تو اسے اس پر مارو۔ اور انکی خوابگاہوں میں ان کو جدا کردو۔" (ان کو اپنے ساتھ نہ سلاؤ) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح اس کو شرح السنہ میں روایت کیا ہے۔ عمرو بن شعیب سے اور مصابیح میں سیرۃ بن معبد سے روایت ہے۔

وعن بریدۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم العھد الذی بیننا وبینھم الصلوۃ فمن ترکھا فقد کفر۔ رواہ احمد والترمذی والنسآئی وابن ماجہ۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ہمارے اور منافقوں کے درمیان نماز کا عہد ہے (یعنی ہم نے جو ان کو امن دے رکھا ہے اور ان پر اسلام کے احکام جاری کرتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں' پس جس شخص نے نماز کو ترک کردیا اس نے اپنے کفر کو ظاہر کردیا۔" اس کو احمد' ترمذی' نسائی' اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے"

ف:۔ اس فصل میں جتنی حدیثیں آئی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نماز سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ ان کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان گناہوں پر دلیر ہوجائیں۔ گناہ بھی کرتے رہیں اور نمازیں بھی پڑھتے رہیں۔ یعنی نفس کو بھی خوش کرتے رہیں' اللہ کو بھی راضی رکھیں۔ ان کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ نماز سے صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ کبیرہ گناہ تو صرف توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔ اور حقیقی نماز وہی ہے' جو نمازی کو فحش اور

بدکاری سے روک دے۔ اس میں خدا پرستی اور تقویٰ کی صحیح روح پیدا کرے۔ اور اس کے دل و دماغ کو فسق و فجور اور شرارت و معصومیت کے تمام جراثیم سے پاک کر دے۔ حصول تقویٰ اور اجتناب کبائر کی کوشش و سعی کی حالت میں نماز بقیہ تمام صغیرہ گناہوں کو معاف کر دیتی ہے۔ مترجم

تشریح:- یہاں اس بحث میں دس احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ سب سورہ ہود کی آیت ایک سو چودہ کی تفسیر ہے اور ان میں فرائض نمازوں کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ پہلی حدیث جو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ (فرض) نمازیں جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک وہ تمام گناہ دور کرنے والے ہیں جو ان کے درمیان ہوں جب کہ بڑے گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز فرائض جمعہ اور رمضان کے روزے رکھنے سے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور یہاں دوسری حدیث بھی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فضیلت نماز کی مثال دے کر سمجھایا ہے۔ فرمایا سوچو کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے ایک نہر بہتی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر میل رہے گی؟ تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اس کے بدن پر میل تو نہیں رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی مثال ہے پانچ فرض نمازوں کی۔ ان سے اللہ تعالیٰ انسان کے سارے گناہ معاف فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں لفظ خطایا کا ذکر ہے جو خطیئة کی جمع ہے۔ خطایہ ہے کہ انسان سے بلا ارادہ کوئی کام سادر ہوجائے۔ چھوٹے چھوٹے یا معمولی نوعیت کے گناہوں پر بھی اس کا اوصاف ہوتا ہے اور یہاں مراد صغیرہ گناہ ہے یعنی نماز پڑھنے سے صغیرہ سب گناہ معاف ہوتے ہیں

کیونکہ حدیث سابق میں آ چکا ہے نماز خمسہ جمعہ رمضان وغیرہ سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور تیسری حدیث یہاں حضرت ابن مسعود ؓ سے مروی ہے اس میں ہے کہ ایک آدمی نے ایک عورت کو بوسہ دیا اور پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنای غلطی کا ذکر کیا تو اس وقت سورہ ہود کی یہ آیت ایک سو چودہ اتری ہے کہ نماز قائم کر دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے ایک حصے میں بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں تو اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ صرف میرے لئے ہے ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہ یہ میری ساری امت کے لئے ہے اور ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے جو بھی ایسا عمل کرے یہ اس کے لئے ہے۔ اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوا کہ نماز فرائض ادا کرنے سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کیونکہ اجنبی عورت کو بوسہ دینا گناہ کبیرہ نہیں ہے اور چوتھی حدیث یہاں حضرت انس ؓ سے منقول ہے اس میں انہوں نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں حد کو پہنچ گیا ہوں۔ آپ مجھ پر وہ حد قائم کریں اور آپ ﷺ نے اس سے اس کا حال دریافت نہ کیا اور نماز کا وقت ہو گیا تو اس نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی اور جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آدمی پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ میں حد کو پہنچ گیا ہوں۔ آپ مجھ پر اللہ تعالی کا حکم قائم کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ تو اس نے عرض کیا کہ ہاں پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالی نے تمہارا گناہ یا فرمایا حد معاف فرمادی ہے اور محدثین نے لکھا ہے کہ اس شخص نے اپنے اوپر جو حد قائم کرنے کا آپ ﷺ سے کہا کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے گمان میں اس گناہ کو موجب حد سمجھتا تھا اور جب

کریم ﷺ نے جو اسے فرمایا کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے تمہارا وہ گناہ اللہ تعالی نے معاف فرما دیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کو وہ گناہ صغیرہ تھا ورنہ شرعی حد تو بہ سے بھی معاف نہیں ہوتی اور آپ ﷺ کو اس کے گناہ صغیرہ کا علم ہو گیا تھا۔ اور پانچویں حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ نمازیں ہیں جو اللہ تعالی نے فرض کی ہیں جو آدمی ان کیلئے وضو اچھی طرح کرے اور انہیں اپنی وقت پر پڑھے اور ان کا رکوع اور خشوع پورا کرے اللہ تعالی نے اس کی بخشش کا عہد فرمایا ہے اور جو ایسا نہیں کرے گا تو اللہ تعالی کا اس کے ساتھ کوئی عہد نہیں ہے چاہے اسے معاف کردے چاہے تو عذاب دے۔ اس حدیث میں جن گناہوں کی معافی کا ذکر ہے اس سے مراد بھی صغیرہ گناہ کی ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی پہلی حدیث میں آچکا ہے کہ گناہ کبائر نماز وغیرہ سے معاف نہیں ہوتے اور چھٹی حدیث یہاں حضرت ابی عمامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ ﷺ نے ایک اور فضیلت بیان فرمائی ہے اور یہ اخروی فضیلت ہے۔ فرمایا کے پانچ نمازیں پڑھو مع رمضان کے روزے اپنے مال کی زکوۃ ادا کرو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور یہاں ساتویں حدیث جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں انہوں نے ایک اور واقعہ بیان فرمایا ہے ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے مدینہ کے کنارے میں ایک عورت کہ گلے لگایا اور سوائے جماع کے میں نے اس سے سب کچھ کیا ہے۔ اور میں آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ میرے بارے میں آپ جو چاہیں فیصلہ فرمائیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے کہ اللہ تعالی نے تو تجھ پر پردہ ڈالا تھا کاش کہ تو بھی اپنے اوپر پردا ڈالتا اور نبی ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ ارادہ نہ کیا اور وہ آدمی اٹھ کر چلا گیا۔ پھر نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیچھے ایک آدمی کو بھیجا اور اسے بلایا اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اقم الصلوۃ طرفی النهار الخ تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ یہ اس کی خصوصیت؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ بلکہ سب لوگوں کے لئے ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آدمی نے گناہ صغیرہ کیا تھا اور نماز سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتا ہے۔ اور آٹھویں حدیث یہاں حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل نقل فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں کے زمانے میں باہر نکلے اور درختوں کے پتے گر رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑیں تو ان کے پتے گرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوذر تو میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان آدمی جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ بھی اسی طرح گر جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔ پس اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول سابق حدیث میں آ چکا ہے کہ نماز سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے۔

اور نویں حدیث یہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم سے عرض کیا کہ تمام اعمال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد تو فرمایا کہ والدین سے نیکی کرنا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی باتیں بتائی ہیں۔ اگر میں زیادہ کا سوال کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور بھی بیان فرماتے۔ فضائل اعمال میں اور بھی بہت سی احادیث آئی ہیں۔ کسی میں ایمان کو

افضل فرمایا ہے۔ کسی میں السلام علیکم کو افضل فرمایا ہے اور کسی میں نماز تہجد کو افضل فرمایا ہے۔ سب میں تطبیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک عمل اپنے موقع اور محل کے اعتبار سے افضل اور محبوب ہے اور جب ہر عمل صالح اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ہر اعمال صالح والا آدمی اللہ کا محبوب اور پیارا ہے اور جس طرح اپنے محبوب کو کوئی رسوا نہیں دیکھنا چاہتا اللہ تعالیٰ بھی اپنے محبوب اور پیارے بندوں کو نہ رسوا دیکھنا پسند کرتا ہے اور نہ انہیں رسوا ہونے دیتا ہے۔

جان کر بلا عذر نماز نہ پڑھنا کفر ہے

عن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین العبد و بین الکفر ترک الصلوۃ۔ رواہ مسلم۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بندہ کے درمیان اور کفر کے درمیان (حد فاصل) ترک نماز ہے (اگر کوئی نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو سستی و کاہلی سے نہ پڑھے وہ فاسق ہے) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف: یہ تغلیظ اور تشدید ہے اوپر ترک نماز کے اور اشارہ ہے اس پر کہ تارک نماز کا قریب ہے کافر ہو جائے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مارنا اور اس کا قید کرنا واجب ہے جب تک کہ نماز نہ پڑھے۔(مرقاۃ وغیرہ) مصحح۔

وعن بریدۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم العہد الذی بیننا و بینہم الصلوۃ فمن ترکہا فقد کفر۔ فواہ احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہمارے اور منافقوں

کے درمیان نماز کا عہد ہے(یعنی ہم نے ان کو جو امن دے رکھا ہے اور ان پھر اسلام کے احکام جاری کردیے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں) پس جس شخص نے نماز کو ترک کردیا اس نے (اپنے) کفر کو ظاہر کردیا"۔اس کو احمد' ترمذی" نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وعن عبد اللہ بن عمرو بن العاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ذکر الصلوۃ یوما فقال من حافظ علیھا کانت لہ نورا و برھانا ولا نجاہ یوم القیمہ ومن لم یحافظ علیھا لم تکن لہ نورا ولا برھانا ولا نجاہ وکان یوم القیمہ مع فرعون و ھامان و ابیخلف۔رواہ احمد و دالدارمی و البیھقی فی شعب الایمان۔

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا ذکر کیا (یعنی اس کی فضیلت بیا کی) فرمایا " جو شخص نماز کی محافظت کرے(یعنی اس کو ہمیشہ پڑھے کبھی ناغہ نہ کرے) تو اس کے لئے نور' دلیل اور بخشش ہو گی قیامت کے دن(مطلب یہ کہ اس کے نور ایمان میں اضافہ ہوگا۔ اس کے مسلمان ہونے کی دلیل ہوگی اور وہ نجات اخروی حاصل کرے گا)جو شخص اس کی محافظت نہ کرے تو اس کے ۔لئے نہ نور ہو گا نہ دلیل اور نہ نجات اور قیامت کے دن وہ قارون' فرعون' ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ اس کو احمد اور دارمی نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

وعن عبد اللہ بن شقیق قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرون شیئا من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوۃ۔ رواہ ترمذی

عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق

رائے میں اعمال میں سے کسی کا ترک نماز کے ترک کے سوا موجب کفر نہ تھا۔ اس جو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی الدرداء قال اوصانے خلیلی ان لاتشرک باللہ شئیا" وان قطعت و حرقت ولا تترک صلوۃ مکتوبہ متعمدا" فمن ترکھا متعمدا" فقد برئت منہ الذمہ ولا تشرب الخمر فانھا مفتاح کل شر۔ رواہ ابن ماجہ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے وصیت فرمائی کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اگرچہ تو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور جلا دیا جائے۔ اور فرض جان بوجھ کر کبھی ترک نہ کر۔ جو شخص جان بوجھ کر اس کو ترک کردے وہ اسلام کے ذمہ سے بری ہے' اور نہ شراب پی کروہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ان پانچوں احادیث میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک نماز کو کفر فرمایا ہے۔ پہلی حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کے درمیان اور کفر کے درمیان نماز ترک کرنا ہے یعنی ترک نماز آدمی کو کفر تک پہنچانے کا باعث اور سبب ہے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارے درمیان اور ان کے (منافقین) درمیان معاہدہ صرف نماز ہے اور جو نماز چھوڑدے وہ کافر ہوگیا اور تیسری حدیث جہاں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ نماز کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ جس نے نماز کی حفاظت کی تو یہ نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور' دلیل اور نجات ہوگی یعنی اس نماز کے

ذریعے نمازی کو قیامت کے دن پل صراط عبور کرتے وقت روشنی نصیب ہوگی اور یہ نماز اس کے مومن ہونے کی دلیل بھی ہوگی اور اس کے لئے باعث نجات بھی ہوگی اور جو اس نماز کی حفاظت نہیں کرے گا تو یہ نماز اس کے لئے نہ نور ہوگی نہ دلیل اور نہ ذریعہ نجات ہوگی اور اس کا حشر قارون' فرعون' ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا اور یہ ابی بن خلف وہ کافر ہے جس کو جناب نبی کریم ﷺ نے غزوہ احد کے موقع پر اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا اور چوتھی حدیث حضرت عبداللہ بن شفیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے اور پانچویں حدیث حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ مجھے میرے دوست (یعنی نبی کریم ﷺ) نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی تھی۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا اگرچہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور دوسری چیز یہ تھی کہ فرض نماز جان کر نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے جان کر نماز چھوڑ دی تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے اور تیسری چیز یہ تھی کہ شراب نہ پینا کیونکہ یہ ہر شر کی چابی ہے۔

پس ان احادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ نماز ایمان کی علامت ہے اور نماز نہ پڑھنا کفر و انفاق کی علامت ہے پس جس نے نماز چھوڑ دی اس میں اور کافر میں عملی طور پر کوئی فرق نہیں رہا۔

فرض نمازوں کے اخروی فضائل و برکات

عن عمارة بن رویبه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لن یلج النار احد صلی قبل طلوع الشمس و قبل غروبها یعنی الفجر والعصر۔ رواه مسلم۔

عمارہ بن رویبہ ؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص آفتاب طلوع ہونے اور آفتاب غروب ہونے سے قبل نماز پڑھے یعنی نماز فجر و عصر پڑھے وہ ہرگز دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی موسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صل البردین دخل الجنہ متفق علیہ۔

حضرت ابوموسی ؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا جو شخص دو ٹھنڈے وقت کی نمازیں پڑھے (نماز فجر و عصر) وہ جنت میں داخل ہوگا۔ متفق علیہ۔

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتعاقبون فیکم ملائکہ باللیل و ملائکہ بالنہار و یجتمعون فی صلوۃ الفجر و صلوۃ العصر ثم یعرح الذین باتوا فیکم فیسائہم ربہم وھو اعلم بہم کیف ترکتم عبادی فیقولون ترکنہم وھم یصولن واتیناھم وھم یصلون۔ متفق علیہ۔

حضرت ابوھریرۃ ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بندوں کے اعمال لکھنے اور لے جانے کے لئے) تمہارے درمیان فرشتے آتے ہیں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے اور نماز فجر و عصر میں جمع ہوتے ہیں پھر وہ فرشتے جو رات کو تم میں رہے تھے چڑھتے ہیں (آسمان پر۔) ان سے ان کا پروردگار پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ وہ عرض کرتے ہیں جب ہم نے ان کو چھوڑا اور جب ہم ان میں گئے دونوں حالتوں میں ان کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ متفق علیہ۔

وعن جندب ن القسری قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من صلے صلوۃ الصبح فهو فی ذمه اللّٰه فلا یطلبنکم اللّٰه من ذمته بشئی فانه من یطلبه من ذمته بشئی یدرکه ثم یکبه علی وجهه فی نار جهنم۔ رواه مسلم وفی بعض نسخ المصابیح القشیری بدل القسری۔

جندب قسری ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز پڑھے وہ اللہ تعالیٰ کے امان اور عہد میں ہے سو اللہ تعالیٰ تم پہ اپنے ذمہ کے لئے کچھ طلب نہیں کرتا وہ جس کو اپنے ذمے کے لئے طلب کرے کسی چیز کے ساتھ وہ اس کو پالے گا پھر اس کو منہ کے بل جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ مصابیح کے بعض نسخوں میں راوی کے نام کے ساتھ بجائے قسری کے قشیری ہے۔ ف قسر قیس کا ایک قبیلہ ہے (اشعہ)۔

وعنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لیس صلوۃ اثقل منافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون مافیهما لاتوهما ولو حبوا۔ متفق علیه۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ کوئی نماز بھاری نہیں اگر وہ ان دونوں کے ثواب کو جانتے تو وہ ان کے لئے آئیں اگرچہ گھسیٹتے ہوئے آئیں۔ اس پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن عثمان قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من صلی العشاء فی جماعة فکانما قام نصف اللیل ومن صلی الصبح فی جماعة فکانما صلی اللیل کله۔ رواه مسلم۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی وہ ایسا ہے گویا اس نے تمام رات نماز میں گزاردی اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح یہاں اس بحث میں کل چھ احادیث نقل کی گئی ہیں ان سب میں فرض نمازوں میں اخروی فضائل و برکات بیان ہوئے ہیں اور یہ سب قرآن مجید کی سورت ہود کی آیت ایک سو چودہ کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں نمازی کے گناہ معاف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کی تفسیر پہلی حدیث میں گزر گئی ہے اور جب گناہ معاف ہوجائیں گے تو ظاہر بات ہے کہ ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں تو داخل نہیں فرمائیں گے پس یہی تفسیر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ زبان وحی خفی بیان فرمائی ہے پہلی حدیث جو حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے طلوع آفتاب اور اس کے غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھی (یعنی فجر اور عصر) وہ ہرگز آگ میں داخل نہیں ہوگا اور یہ حدیث ذرا مجمل ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں داخل ہوگا اور اس کے بعد جو ابوموسیٰ والی روایت ہے اس میں اس کی وضاحت آگئی ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس حدیث میں جو بردین کا لفظ آیا ہے اس سے مراد فجر اور عشاء کی نماز ہے کیونکہ بردین تثنیہ صیغہ ہے برد سے بنا ہے اور برد کے معنی ہیں ٹھنڈا کیا اور بردین کے معنی ہوئے دو ٹھنڈی نمازیں ہیں اور وہ فجر و عشاء کی نمازیں ہیں اور تیسری حدیث حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں نماز فجر اور عصر کی اور وضاحت اور اہمیت بیان فرمائی ہے کہ تمہارے پاس مسلسل رات

اور دن کے فرشتے آتے رہتے ہیں جو نماز فجر اور عصر میں جمع ہوتے ہیں پھر آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں وہی تمہارے پاس رات گزارتے ہیں پھر ان کا رب انہیں پوچھتا ہے حالانکہ وہ جانتا بھی ہے تم نے میرے بندوں کو کیسے چھوڑا ہے وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا اور جب ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر اور عصر کی دونوں نمازیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک باقی نمازوں سے زیادہ اہم ہیں تبھی تو رات دن کے فرشتوں کو ان میں حاضری کا حکم ہے اور تبھی تو اللہ تعالیٰ ان کی حاضری لیتے ہیں اور اس وقت کہ نمازیوں کے حالات ان سے دریافت فرماتے ہیں اور ان میں تاکید و ترغیب ہے کہ نمازیں ضرور پڑھی جائیں کاروباری مشاغل اور تھکاوٹ کی وجہ سے انہیں قضا نہ کیا جائے اور چوتھی حدیث یہاں حضرت جندب قسری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کے عہد و امان میں آجاتا ہے پس نہ مطالبہ کرے اللہ تعالیٰ تم سے اپنے عہد و امان کے بارے میں کسی چیز کا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے عہد و امان کے بارے میں جس سے مطالبہ کرے گا تو اسے پکڑے گا اور اس کو اُلٹے منہ دوزخ کی آگ میں ڈال دے گا۔ محدثین نے اس حدیث میں دو احتمال لکھے ہیں ایک یہ ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں آتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ باقی مسلمانوں کو اس کے خون، قتل، آبرو ریزی، غیبت اس پر بہتان وغیرہ سے بچنا چاہئے اور اسی طرح اس کے مال و متاع کو دھوکے وغیرہ سے نہیں کھانا چاہئے ورنہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف سے خود مطالبہ کریں گے کہ یہ تو میرے امان میں تھا تو نے میرے امان میں کیوں مداخلت کی تھی اور پھر ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالیں گے اور دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ صبح کی نماز

پڑھنے والا اللہ تعالی کے امان میں ہے اس کو خود یہ امان اور عہد توڑنا نہیں چاہئے ورنہ اس سے اللہ تعالی اس عہد شکنی کی بازپرس کریں گے اور پھراس کو دوزخ میں ڈالیں گے اور پانچویں حدیث حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ فجر اور عشاء کی دو نمازیں منافقین پر بھاری ہیں یعنی ان دو نمازوں کو منافق لوگ بھاری سمجھتے ہیں مسلمان انہیں بھاری نہیں سمجھتے اب وہ لوگ جو یہ نمازیں نہیں پڑھتے انہیں خود سمجھ لینا چاہئے اور غور کرنا چاہئے کہ وہ کس صف میں ہیں منافقین میں ہیں یا مسلمانوں میں اور چھٹی حدیث یہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو نمازوں کو باجماعت پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے فرمایا کہ جس نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی اس نے گویا آدھی رات تک قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی اس نے گویا ساری رات قیام کیا یعنی اس سے پہلے ان نمازوں کی جو فضیلت بیان فرمائی ہے وہ تو انفرادی حالت میں پڑھنے کی فضیلت ہے اور حضرت عثمان والی حدیث میں ان کی باجماعت پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

حکم اذان

ولہ الکبریاء فی السموات والارض وھوالعزیز الحکیم۔
(سورۃ الجاثیہ آیت ۳۷
آسمانوں اور زمین میں اسی کی عزت ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

(وکبرہ تکبیرا") سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۱۱ (اور اسکی بڑائی بیان کرتے رہو)(وربک فکبر) (سورہ المدثر آیت ۳) اپنے رب کی بڑائی بیان کرو)

تفسیر

یہاں تین آیات جمع کی گئی ہیں۔ پہلی سورہ الجاثیہ کی آیت ۳۷ ہے اس میں اتنا بتایا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں بڑائی کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور دوسری سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۱۱۱ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم ﷺ کو دو حکم دئیے ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ اے نبی ﷺ اللہ کی تعریف بیان کرو جو سوائے اولاد شرکاء اور دوستوں کی مدد کے نظام عالم چلارہا ہے اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اس خداوند پاک کی بڑائی بیان کرو اور تیسری سورہ المدثر کی۔آیت تین ہے۔ اس میں بھی آپ ﷺ کو اپنے رب کی بڑائی بیان کرنے کا حکم ہے مگر ان آیتوں میں اجمال ہے۔ کیونکہ ان آیتوں میں اللہ کی بڑائی بیان کرنے کی تاکید آئی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ بڑائی بیان کرنے کے الفاظ کیا ہیں اور کس وقت بیان کرنا ہے؟ اسکا فائدہ کیا ہے؟ اور کیا جناب نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کیا یا

نہ کیا؟ اس کی تفصیل یہاں نہیں ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ اسکی ضرورت ہے اور اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو ان تمام امور کی تعلیم دی ہوگی اور آپ ﷺ نے اس پر عمل کیا ہوگا۔ چنانچہ تفصیل عنقریب آرہی ہے۔

واذا ناديتم الى الصلوه اتخذوها هزواو لعبا ذالک بانهم قوم لا يعقلون○

(سورۃ المائدہ آیت اٹھاون)

اور تم نماز کے لئے پکارتے ہو تو وہ لوگ اس کے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں۔ یہ اس واسطے کے وہ لوگ بے عقل ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل نمونہ بیان فرمایا ہے کہ اس سے پہلی آیتوں میں انہیں جو حکم اذان تھا اس پر انہوں نے عمل کیا اور وہ لوگوں کو نماز کی طرف دعوت دیتے تھے۔

قال عبدالله بن زيد لما امر رسول الله (صلى الله عليه وسلم) بالناقوس يعمل ليضرب به للناس لجمع الصلوة طاف بى وانا نائم رجل يحمل ناقوسا فى يده فقلت يا عبدالله تبيع الناقوس قال وما تمتع به فقلت ندعوا به الى الصلوة قال افلا ادلک على ما هو خير من ذالک فقلت له بلى فقال تقول۔ الله اكبر۔ الله اكبر۔ الله اكبر۔ الله اكبر۔ اشهد ان لا اله الا الله۔ اشهد ان لا اله الا الله۔ اشهد ان محمدا" رسول الله۔ اشهد ان محمدا" رسول الله۔ حى على الصلوه۔ حى الصلوه۔ حى على الفلاح۔ حى على الفلاح۔ الله اكبر۔ الله اكبر۔ لا اله الا الله۔ ثم استاخر عنى غير بعيد ثم قال ثم

تقول اذا اجتمعت الصلوه اللّٰه اکبر۔ اللّٰه اکبر۔ اشهد ان لا اله الا اللّٰه۔
اشهد ان محمداً رسول اللّٰه۔ حی علی الصلوه۔ حی علی الصلوه۔
حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔ قدقامت الصلوه۔ قد قامت
الصلوه۔ اللّٰه اکبر۔ اللّٰه اکبر۔ لا اله الا اللّٰه۔ فلما اصبحت اتیت
رسول اللّٰه (صلی اللّٰه علیه وسلم) فا خبرته بما رئیت فقال انها له
ؤیاحق انشاء اللّٰه فقم مع بلال فالق علیه مارئیت فلیؤذن به فانه
اندی صوتا منک۔ فقمت مع بلال فجعلت القیه علیه و یؤذن به
قال فسمع ذالک عمر بن الخطاب وهو فی بیته فخرج بجبر دوائه
یقول والذی بعثک بالحق یا رسول اللّٰه لقد رئیت مثل ما اری
فقال رسول اللّٰه (صلی اللّٰه علیه وسلم) فللّٰه الحمد) مشکوه عن
محمد بن عبدالملک بن ابی محمد محذوره عن ابیه عن جده قال
قلت یا رسول اللّٰه علم حسنه الاذان قال فمسح معدم راسه قال
تقول۔ اللّٰه اکبر۔ اللّٰه اکبر۔ اللّٰه اکبر۔ اللّٰه اکبر۔ تدفع بها صوتک
ثم تقول اشهد ان لا اله الا اللّٰه۔ اشهد ان لا اله الا اللّٰه۔ اشهد ان محمداً
رسول اللّٰه اشهد ان محمداً رسول اللّٰه۔ تخفض بها صوتک ثم
ترفع صوتک بالشهاده اشهد ان لا اله الا اللّٰه۔ اشهد ان لا اله الا اللّٰه۔
اشهد ان محمداً رسول اللّٰه۔ اشهد ان محمداً رسول اللّٰه۔ حی علی
الصلوه۔ حی علی الصلوه۔ حی علی الفلاح۔حی علی الفلاح۔
فان کا ن صلوه الصبح قلت الصلوة خیر من النوم الصلوه خیر من
النوم۔ اللّٰه اکبر۔ اللّٰه اکبر۔ لا اله الا اللّٰه۔ ان ابا محذوره حدثه ان
رسول اللّٰه (صلی اللّٰه علیه وسلم) علمه الاذان تسع عشرة کلمة

والاقامہ سبعہ عشرہ کلمہ۔ الاذان اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان محمدا" رسول اللّٰہ۔ اشہد ان محمدا" رسول اللّٰہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان محمدا" رسول اللّٰہ۔ اشہد ان محمدا" رسول اللّٰہ۔ حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللّٰہ

حضرت عبداللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تاکہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کی خاطر جمع کیا جائے۔ تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی ہے اس کے ہاتھ میں ناقوس اٹھایا ہوا ہے۔ تو میں نے اسے کہا کہ اے اللہ کے بندے کیا آپ ناقوس بیچتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ تم اس کو کیا کرو گے۔ تو میں نے اسے کہا کہ ہم اس سے لوگوں کو نماز کی خاطر بلائیں گے تو اس نے کہا کہ میں تمہیں اس سے ایک بہتر چیز نہ بتادوں۔ تو میں نے کہا کہ بتادو۔ تو اس نے کہا اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ نماز کی طرف آؤ۔ نماز کی طرف آؤ۔ کامیابی کی طرف آؤ۔ کامیابی کی طرف آؤ۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر وہ تھوڑا سا مجھ سے ہٹ گیا۔ پھر کہا پھر کہو جب نماز کھڑی کرو۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ہیں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ نماز کی طرف آؤ۔ نماز کی طرف آؤ۔ کامیابی کی طرف آؤ نماز قائم ہوچکی نماز قائم ہوچکی۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر جب میں نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ تو میں نے جو دیکھا تھا آپ کو بتایا۔ تو آپ نے فرمایا انشاء اللہ یہ سچا خواب ہے۔ تو بلال کے ساتھ کھڑا ہوجا۔ اور اسے بتلاتا جا جو تو نے دیکھا ہے۔ اور وہ اذان کہے کیونکہ اس کی آواز تجھ سے زیادہ اونچی ہے۔ تو میں بلال کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ پس میں اس کو بتلاتا جاتا تھا اور وہ اذان دیتا تھا۔ اس نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے گھر میں یہ سنا۔ تو وہ چادر گھسیٹتے ہوتے ہوئے نکلے اور کہا اے اللہ کے رسول قسم ہے اس کی کہ جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی وہی دیکھا ہے جو اس کو دکھایا گیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے لئے ہے تمام تعریف ۔ محمد بن عبد الملک بن ابی محذورہ سے روایت ہے۔ اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اس کے دادا سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے آپ اذان کا طریقہ سکھائیں۔ تو آپ نے اس کے سر کا اگلا حصہ چھوا اور فرمایا کہو اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اپنی آواز تو اونچا کرو۔ پھر کہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ اپنی آواز پست رکھو۔ اور شہادہ کے وقت پھر آواز اونچی کرو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں

گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا رسول ہے ۔ نماز کی طرف آوٴ نماز کی طرف آوٴ۔ کامیابی کی طرف آوٴ۔ کامیابی کی طرف آوٴ۔ اور اگر صبح کی نماز ہو تو کہو نماز نیند سے بہتر ہے۔ نماز نیند سے بہتر ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ ابو محذورہ نے حدیث بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اذان کے انیس کلمات سکھائے تھے۔ اور اقامت کے سترہ کلمات اذان کے کلمات یہ ہیں . اذان:۔

اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان محمداً رسول اللّٰہ۔ اشہد ان محمداً رسول اللّٰہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان محمداً رسول اللّٰہ۔ اشہد ان محمداً رسول اللّٰہ۔ حی علی الصلوہ حی علی الصلوہ۔ حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللّٰہ۔

والاقامۃ۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان محمداً رسول اللّٰہ۔ اشہد ان محمداً رسول اللّٰہ۔ حی علی الصلوہ۔ حی علی الصلوہ۔ حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔ قد قامت الصلوہ قدقامت الصلوہ ۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللّٰہ۔ (یہ احادیث ابو داوٴد کی کتاب الاذان سے منقول ہے۔)

تشریح:۔

اذان کے متعلق صاحب مظاہر حق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت

نقل کی ہے۔ کہ شب معراج میں جب اللہ تعالی نے آپ (ﷺ) کو امت کی خاطر پہلے پچاس نمازیں عطا فرمائیں۔ پھر تخفیف کرکے پانچ کردی تھیں۔ تو اسی وقت لوگوں کو نماز کی خاطر بلانے کے لئے اذان کے مذکورہ کلمات بھی بتادیئے تھے۔ مگر مکہ میں کفار کے دباؤ کی وجہ سے آپؐ اس کا اجرا نہیں فرما سکے تھے۔ اور جب وہاں سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اور نماز کے لئے۔ مسجد بنائی تو نماریوں کو بلانے کے لئے صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین سے پہلے مشورہ فرمایا۔ شاید اس کی وجہ انہیں باہم مشاورت کی تعلیم دینا ہو۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتظامی امور میں صحابہ سے ضرور مشورہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ نماز کی خاطر لوگوں کو بلانے کا ایک طرح کا انتظامی معاملہ بھی تھا۔ تو ان صحابہ نے اپنے اپنے طور پر مختلف تجاویز پیش کیں مثلاً" آگ کا بھی ذکر کیا۔ اور ناقوس کا بھی ذکر کیا (یہ عیسائی لوگ چھوٹی لکڑی پر بڑی لکڑی کو مار کر اپنے اھل مذھب کو عبادت کے لئے بلاتے تھے) اور لوگوں کو بلانے کے لئے ایک آدمی مقرر کرنے کی تجویز پیش کی گئی۔ اور آپ (ﷺ) کا خیال مبارک ناقوس کے بارے میں تھا۔ شاید کہ عرش والی اذان کا آپ کو ذھول ہوگیا ہوگا۔ اس لئے آپ کو ناقوس کا بنانا پسند ہوا ہوگا۔ بہر حال کسی تجویز پر اتفاق کے سوا یہ اجلاس کل تک کے لئے ملتوی کردیا گیا۔ اور صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے۔ کہ اس رات گیارہ صحابہ کو خواب آیا۔ اور ان سب کو خواب میں اذان کے یہ کلمات سکھائے گئے۔ ان میں سے دو کا ذکر ان مذکور دو حدیثوں میں آیا ہے۔ ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) تھے۔ انہوں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے ناقوس اٹھایا ہوا ہے۔ ۔ تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم

اس کو بیچوگے۔ تو اس نے کہا کہ تم اسے کیا کروگے۔ تو اس نے کہا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کی خاطر بلائیں گے۔ تو اس نے کہا کہ میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتلادوں تو اس نے کہا کہ بتادو۔ تو پھر اس نے ازان اور اقامت کے یہ مذکورہ کلمات بتادیئے۔ پھر اس صحابی نے صبح کے وقت جناب نبی کریم (ﷺ) کے سامنے اپنا یہ خواب بیان فرمایا۔ تو پھر آپؐ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو عرش والے ازان کے ذھول شدہ کلمات یاد آگئے ہوں گے۔ اور پھر اس کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے بھی اسی قسم کا اپنا خواب آپ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے اس پر بھی اللہ تعالی کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) کو فرمایا کہ تم بلال کے پاس کھڑے ہوجاؤ۔ اور یہ کلمات کہتے جاؤ اور وہ بلند آواز سے یہ ازان کہتا جائے۔ کیونکہ اس کی آواز تجھ سے زیادہ بلند ہے۔ چنانچہ عبد بن زید نے ایسا ہی کیا۔ اور اس وقت سے یہ ازان بلال کی ازان سے مشہور ہوگئی۔ اور دوسری حدیث یہاں ابی محذورہ والی ہے۔ اس میں ہے کہ ابی محذورہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم (ﷺ) سے عرض کیا کہ آپ مجھے ازان کا طریقہ سکھائیں۔ تو آپ نے ان کے سر کے سامنے والے حصہ پر ہاتھ پھیرا۔ اور اسے ازان کے مذکوہ کلمات سکھائے۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ الفاظ کلمات ازان اور اقامت یہی ہیں۔ مگر تعداد کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ اس لئے ہر امام نے دلائل کی روشنی میں ایک تعداد کو ترجیح دی ہے۔ اور اس پر وہ عمل پیرا ہیں۔ مظاہر حق میں حضرت ابی محذورہ سے ایک روایت ہے کہ نبی (ﷺ) نے انہیں ازان کے سترہ کلمات سکھائے ہیں۔ اس میں شروع میں اللہ اکبر دو دفعہ ہے اور شہادتین

کے کلمات آٹھ مرتبہ ہیں۔ امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کو ترجیح دی اور مالکیہ میں اس پر عمل ہے۔ اور ابو محذورہ (رضی اللہ عنہ) سے ایک روایت ابوداؤد نے یہ نقل کی ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اذان کے انیس کلمات انہیں سکھائے اور حضرت امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس حدیث کو ترجیح دی ہے۔ اور شافعیہ اس پر عمل پیرا ہیں۔ اور حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) والی اذان میں پندرہ کلمات ہیں۔ اور احناف اس حدیث کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ دوسرے آئمہ کے ترجیحی دلائل ان کی اپنی اپنی کتابوں میں مذکورہ ہیں۔ یہاں انہیں نقل کرنیکی گنجائش نہیں ہے۔ اور احناف کی ترجیحی دلیل جو صاحب ہدایہ نے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابو محذورہ بچے تھے اور وہاں اور بھی بچے ہی تھے۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو محذورہ کو بلایا اور ان سے اذان دلوائی تو انہوں نے شہادتین کے الفاظ کو آہستہ پڑھا۔ تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے یہ کلمات پھر بلند آواز سے کہلوائے تھے۔ اور بچہ ہونیکی وجہ سے ابو محذورہ شہادتین آٹھ دفعہ پر سمجھے۔ اور اسی طرح اقامت کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ مسند ابوداؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے الفاظ جفت بتائے۔ اور اقامت کے طاق۔ مثلاً" اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ۔ حی علی الصلوۃ۔ حی علی الفلاح۔ قدقامت الصلوۃ۔ قدقامت الصلوۃ۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ۔ یہ اقامت کے الفاظ ہیں۔ اسی حدیث کو امام شافعیؒ اور امام مالک رحمہما اللہ نے ترجیح دی ہے انکے مسلک والے اقامت کے اتنے ہی الفاظ کہتے ہیں۔ احناف اذان بلال اور اقامت ابی محذورہ رضی اللہ عنہ

والی لیتے ہیں۔ بہر حال یہ سب ترجیحی اختلاف ہیں۔ جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ان احادیث میں سے جس پر بھی عمل کیا جائے جائز ہے۔ بہر حال یہ احادیث سورۃ المائدہ کی اٹھاون کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اذان کے الفاظ کا ذکر نہیں ہے کہ وہ کون سے الفاظ تھے جنہیں کافر سن کر مذاق اڑاتے تھے۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم نے وہ الفاظ بھی بتا دیئے۔

طریقہ اذان واقامت اور دونوں میں فاصلہ ہونا چاہئے

عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر واجعل بين اذانک واقامتک قدر مايفرغ الاكل من اكله والشارب من يشربه والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتى تروني رواه ترمذی وقال لانعرفه الامن حديث عبدل منعم وهو اسناد مجهول مشكوٰة

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کو فرمایا کہ اذان ٹھہر ٹھہر کر دو اور اقامت جلدی جلدی پڑھو اور اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فاصلہ رکھو کہ کھانے والا کھانے سے پینے والا پینے سے اور قضائے حاجت والا اپنی قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے اور مجھے دیکھنے کے سوا مت کھڑے ہوا کرو۔ یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس حدیث کو صرف عبدالمنعم کی حدیث سے جانتے ہیں اور وہ اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہے۔

عن عبدالرحمن بن سعد ابن عمار بن سعد مؤذن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حدثني ابى مالک عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بلال ان يجعل اصبعيه فى اذنيه قال انه ارفع لصوتک رواه ابن ماجه. مشكوٰة.

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد بن عمار بن سعد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھے ابی مالک نے اور اس نے اپنے باپ سے اس نے اس کے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اذان دیتے وقت اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں ڈالے۔اس طرح اس کی آواز اونچی ہوگی۔

وعن عون بن ابی جحیفه عن ابیه قال اتیت النبی صلی الله علیه وسلم بمکه وهو فی قبه حمراء من ادم فخرج بلال فاذن فکنت التتبع فمه ههنا قال ثم خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم و علیه حلقه حمراء برودیمانیه. قطری وقال موسی قال رئیت بلالا خرج الی البطع فاذن فلما بلغ حی علی الصلوة حی علی الفلاح لوی عنقه یمینا و شمالا ولم یستدرثم دخل فاخرج العنزه وساق الحدیث (ابو دائود کتاب الصلوه)

عون بن ابی جحیفہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا درآں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ رنگ کے چمڑے کے قبہ میں تھے۔پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نکلے پھر انہوں نے اذان دی تو میں ان کے ہاں سے اس نے کہا پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ سلم نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یمانی سرخ رنگ کی چادر تھی۔موسیٰ نے کہا کہ راوی نے کہا میں نے بلال کو دیکھا کہ وہ ابطح نام جگہ کی طرف نکلا پھر اس نے اذان دی اور جب وہ حی علی الصلوہ اور حی علی الفلاح تک پہنچا تو اس نے اپنی گردن کو دائیں اور بائیں طرف پھیرا اور خود نہیں پھرا۔ پھر اندر داخل ہوا اور اس سے چھوٹا نیزہ نکالا اور اس نے حدیث چلائی۔

تشریح

یہاں اس بحث میں 3 حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور یہ سورہ المائدہ کی آیت ۵۸ کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں طریقہ اذان نہیں بیان فرمایا گیا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں وہ طریقہ بیان فرمایا ہے۔پہلی حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تین چیزیں بتائی ہیں۔پہلی چیز یہ ہے کہ اذان ٹھہر ٹھہر کر دو اور دوسری چیز یہ ہے کہ اقامت جلدی جلدی پڑھو اور تیسری چیز یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فاصلہ کرو کہ قضائے حاجت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے اور

پینے ولا پینے سے فارغ ہو جائے اور چوتھی نہی ہے کہ مجھے دیکھنے کے سوا کھڑے نہ ہوا کرو اور یہ نہیں اس لئے بیان فرمائی ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے لئے تشریف آوری سے پہلے ہی کھڑے ہو جایا کرتے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہ تھکاوٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار معلوم ہوتی تھی اور دوسری حدیث جو حضرت عبدالرحمن بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک چوتھی چیز بھی بتائی تھی کہ اذان دیتے وقت اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس دو۔ کیونکہ اس سے آواز زیادہ اونچی ہوتی ہے اور اصلی مقصد لوگوں کو آگاہ کرنا ہے اور تیسری حدیث جو حضرت عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ حی علی الصلوہ پر موذن منہ اپنا دائیں طرف پھیرے اور حی علی الفلاح پر بائیں طرف پھیرے۔ بہرحال ان احادیث قرآن مجید کی سورہ المائدہ کی آیت اٹھاون کی تفسیر ہے۔ اگر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی یہ تفسیر نہ بیان فرماتے تو اور کوئی نہیں یہ بیان کر سکتا تھا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم نے یہ بیان فرما کر امت پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے۔

مؤذن کے علاوہ دوسرا آدمی اقامت کہہ سکتا ہے

عن محمد بن عبدالله عن عمه عبدالله بن زيد قال اراد النبی (صلى الله عليه وسلم) فی الاذان اشياء لم يصنع منها شيئا قال فاری عبدالله بن زيد الاذان فی المنام فاتی النبی (صلى الله عليه وسلم) فاخبره فقال القه على بلال فالقه عليه فاذن بلال فقال عبدالله انا ارئيته وانا كنت اريده قال فاقم انت عبدالله بن محمد قال كان جدى عبدالله بن زيد بحدث بهذا الخبر قال فاقام جدى.

محمد بن عبداللہ نے اپنے چچا عبداللہ بن زید سے روایت کیا ہے۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان میں بہت سی چیزوں کا ارادہ کیا۔ اور ان میں سے کسی پر عمل نہیں کیا گیا۔ بقول راوی عبداللہ بن زید نے خواب میں اذان دیکھی۔ تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ یہ کلام تم بلال کو سکھاؤ تو اس نے وہ کلمات بلال کو سکھائے تو بلال نے اذان دی تو عبداللہ نے کہا یہ کلمات میں نے دیکھے ہیں اور میں اذان دینا چاہتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اقامت کہہ۔

عبداللہ بن عمر نے کہا کہ میرے دادا عبداللہ بن زید یہ بات بیان کرتے تھے۔ اس نے کہا کہ میرے دادا نے اقامت کہی۔

قال زیاد بن الحارث الصدائی لما کان اول اذان الصبح امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذنت فجعلت اقول اقیم یا رسول اللہ فجعل ینظر الی ناحیہ المشرق الی الفجر فیقول لا حتی اذا طلع الفجر نزل فبرز ثم انصرف الی وقد تلاحق اصحابہ یعنی فتوضو فاراد بلال ان یقیم فقال لہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ان اصدائی ھو الذی ومن آذن فھو یقیم قال فاقمت (ابو داؤد و کتاب الاذان)

زیاد بن حارث صدائی نے کہا کہ جب صبح کی پہلی اذان کا وقت قریب ہوا تو آپؐ نے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا تو میں نے اذان کہی پھر میں نے کہنا شروع کیا کہ یا رسول اللہ اقامت کہوں تو آپ مشرق کے کنارے کی طرف صبح کو دیکھتے تھے اور فرماتے تھے نہ۔ یہاں تک جب فجر ہوئی تو آپ اترے پھر وضو کیا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور آپ کے صحابہ مل چکے تھے۔ پھر بلال نے اقامت کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ صدائی کے بھائی نے اذان دی ہے وہی اقامت کہے۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے اقامت کہی۔

تشریح۔

اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ دونوں مذکورہ آیات متعلقہ اذان کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیتوں میں یہ نہیں بتایا کہ اذان کون کہے اور اقامت کون کہے۔ پہلی حدیث میں ہے کہ اذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ

نے کہی۔ اور اقامت حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقامت دوسرا آدمی کہہ سکتا ہے۔ اور دوسری حدیث میں ہے حضرت زیادا بن حارث نے اذان دی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہنا چاہتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اخا صدائی (زیاد بن حارث) نے اذان دی ہے۔ وہی اقامت کہے تو پھر میں نے اقامت کہی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے اذان دی ہو وہی اقامت کہے۔ دوسرا نہیں کہہ سکتا۔ پس ان دونوں حدیثوں میں تعارض پیدا ہوگیا۔ پس محدثین نے تطبیق یہ بیان فرماءے ہے۔ کہ بہتر تو یہ ہے کہ جس نے اذان پڑھی ہے وہی اقامت کہے۔ اور کوئی دوسرا کہہ دے تو جائز ہے مگر پسندیدہ نہیں ہے۔ اور اگر مؤذن دوسرے کو اقامت کہنے کی اجازت دیدے تو بلا کراہت جائز ہے۔ پس عبداللہ بن زید والی حدیث کو جواز پر اور حارث بن زیاد والی حدیث کو اولویت پر محل کیا جائے تو ان دونوں حدیثوں کے درمیان تعارض رفع ہوجاتا ہے۔ بہر حال یہ احادیث آیات اذان کی تفسیر ہے۔ اور اس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ فہم قرآن مجید کے لئے احادیث نبویہ کا ہونا کتنا ضروری ہے۔

اگر احادیث نبوی نہ ہوں تو قرآن مجید سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اور قرآن بے معنی اور بے مقصد ہو کر رہ جاتا ہے اور منکرین احادیث کا مقصد بھی یہی ہے کہ قرآن کو بے اثر بنایا جائے۔ الحمد اللہ ان لوگوں نے منہ کی کھائی اور یہ حرف غلط کی طرح مٹ گئے

اذان قبل از وقت جائز نہیں ہے۔

عن ابن عمر قال ان بلالا اذن قبل طلوع الفجر فامره النبی

صلی اللہ علیہ وسلم ان یرجع فینادی الاان العبد قد نام قال موسی فرجع فنادا الان العید قد نام عن بلال قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ لا تؤذن حتی یستبین الفجر ھکذ اومد یدیہ عرضا (ابوداؤد وکتاب الاذان)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر سے پہلے اذان دیدی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوٹے اور آواز دے کہ خبردار بے شک غلام سوگیا تھا۔ اور موسیٰ نے زیادہ کیا پھر وہ لوٹا اور آواز دی خبردار غلام سوگیا تھا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہانہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان نہ دینا جب تک کہ فجر اس طرح ظاہر نہ ہو۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ لمبائی میں بڑھائے۔

تشریح۔

پس یہ دو حدیثیں بھی آیات متعلقہ اذان کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیتوں میں ذکر اذان تو ہے مگر تفصیل نہیں ہے کہ کس وقت اذان دینا ہے اور کس وقت نہیں دینا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں یہ تفصیل بتادی ہے کہ قبل از وقت اذان نہیں دینا۔ اور نمازوں کے اوقات کی تفصیل پہلے بیان ہوچکی ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے نمازوں کے اوقات مقرر کردیئے تو پھر ظاہر بات ہے کہ اذان ان اوقات کے علاوہ جائز نہیں۔

سفر میں اذان و اقامت دونوں کہنا چاہیئے۔

عن مالک ابن الحویرث قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا و ابن عم لی فقال اذا سافر تما فاذنا واقیما ولیؤ مکما اکبرکما (مشکوہ بحوالہ بخاری باب الاذان)

مالک بن حویرث ﷺ نے فرمایا کہ میں اور میرا چچا زاد بھائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تو آپ نے فرمایا جب تم سفر کرو تو اذان بھی کہو اور اقامت بھی کہو اور تم سے بڑا امامت کرائے۔

تشریح۔

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہدایات دی ہیں پہلی یہ ہے کہ جب سفر میں دو آدمی جاؤ تو اذان کہو اور دوسری ہدایت یہ ہے کہ اقامت بھی کہو۔ اور تیسری ہدایت یہ ہے کہ تم میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی جماعت ہونی چاہیئے اگرچہ دو آدمی کیوں نہ ہوں۔ اور امامت کی پوری تفصیل انشاء اللہ بحث امامت میں آئے گی۔

احادیث ۱۔ ۲۔ تشریح:۔ یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں پہلی حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے منقول ہے اس میں غزوہ خیبر کی واپسی کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ مجاہدین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر نیند کا غلبہ ہوا تو آپ نے انہیں فرمایا کہ سب سو جاؤ اور خود بھی سوگئے اور حضرت بلال ﷺ کو نگران مقرر کیا تاکہ وہ صبح کی نماز کے لئے ان سب کو جگائے۔ وہ پہلے تو نماز پڑھتے رہے اور جب صبح قریب ہوئی تو وہ بھی سوگئے یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ اور سب سے پہلے حضور ﷺ بیدار ہوئے۔ اور حضرت بلال ﷺ کو بیدار کیا اور انہوں نے معذرت کی کہ یا رسول اللہ جس طرح سب پر نیند کا غلبہ ہوا۔ مجھ پر بھی ہوگیا۔ پھر نبی ﷺ نے وہاں سے سب کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اور آگے جاکر نماز کے لئے وضو کیا۔ اور حضرت بلال ﷺ

سے فرمایا کہ تکبیر کہو تو انہوں نے تکبیر کہی۔ اور نبی ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی اور جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جو آدمی نماز پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر اسے نماز پڑھ لینا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ نماز قائم کر جب یاد آئے۔ پس اس موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تکبیر پڑھوائی اور اذان نہیں پڑھوائی۔ اور دوسری حدیث یہاں جو حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں بھی اس نوعیت کا مضمون ہے مگر موقعہ دوسرا ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان درپیش آیا تھا تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان اور اقامت دونوں دلوادی تھیں۔ بس اس سے معلوم ہوا کہ اذان اور اقامت دونوں کہیں تو بہتر ہے۔ اور اگر صرف اقامت پر اکتفا کریں تو بھی جائز ہے اور اللہ تعالی اس طرح یہ احادیث بھی آیات اذان کی تفسیر ہے۔

تن دار گندی اور نجس چیز کو پاک کرنے کا طریقہ

عن ابی هریره قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا وصی احدکم بنعله الاذی فان التراب له طهور (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی جوتی سے گندگی کو روندے تو مٹی اس کو پاک کرنے والی ہے۔ (ابو داؤد نے یہ روایت نقل کی ہے۔)

عن ام سلمه قالت لها امراه انی اطیل ذیلی وامشی فی المکان القذر قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یطهره ما بعده (مالک احمد ترمذی)

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ ان سے ایک عورت نے کہا کہ میری دامن لمبی ہے اور میں گندی جگہ میں چلتی ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد والی جگہ اسے پاک کردے گی۔ امام احمد۔ مالک۔ اور ترمذی نے یہ حدیث نقل کی ہے)

فضائل مؤذن

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا اور خود بھی اچھے کام کئے۔ اور کہا بے شک میں فرمانبرداروں سے ہوں۔

تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس آدمی میں تین اوصاف پائے جائیں اس سے کوئی اچھا نہیں۔ پہلی صفت اللہ تعالیٰ کی طرف اوروں کو دعوت دینا ہے دوسری صفت خود بھی نیک کام کرنے اور تیسری صفت اپنے آپ کو مسلمان کہنا۔ یہ تین صفات جس میں پائی جائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے کوئی بھی اچھا نہیں۔ کیونکہ یہاں یہ من استفہامیہ انکار کے لیے ہے۔ ہمارا مقصد یہاں پہلی صفت کی تشریح عرض کرنا ہے کہ دعوت الی اللہ عام ہے۔ یہ تدریس و تعلیم کے ذریعہ بھی ہو سکتی ہے۔ تحریر و تقریر اور وعظ کے ذریعہ بھی ہو سکتی ہے اور اذان کے ذریعہ بھی ہو سکتی ہے۔ پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ مدرس معلم محرر مقرر اور مؤذن سے اچھا کوئی نہیں اس وقت ہم باقی موضوعات سے صرف نظر کرتے ہیں صرف مؤذن کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ پیش کرتے ہیں۔

عن معاویہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المؤذنون اطول الناس اعناقا یوم القیمۃ۔ رواہ مسلم۔

حضرت معاویہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اذان دینے والے قیامت کے دن تمام لوگوں میں اونچی گردن

والے ہوں گے۔ (یعنی بہت ثواب والے یا سردار) روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وعن ابی سعید ن الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسمع مدئی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شئی الا شھد لہ یوم القیٰمۃ۔ رواہ البخاری۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اذان کی آواز جس جن انسان اور کسی شئے کے کان میں پڑتی ہے وہ تمام چیزیں قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دیں گے۔"

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامام ضامن والمؤذن مؤتمن اللھم ارشد الائمہ واغفر للمؤذنین۔ رواہ احمد و ابو داؤد و الترمذی۔ والشافعی و فی اخری لہ بلفظ المصابیح۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ "امام ضامن ہے ۔ موذن امانت دار ہے۔ اے اللہ! تو اماموں کو ہدایت کر اور مؤذنوں کو بخشدے" اس کو احمد ابو داؤد ترمذی اور شافعی نے روایت کیا ہے۔ اور امام شافعی کی ایک دوسری روایت بالفاظ مصابیح ہے۔

(مطلب یہ ہے کہ امام مقتدیوں کا ضامن ہے. مقتدیوں کی نماز کی صحت امام کی نماز کی صحت پر موقوف ہے لہذا امام وہی ہونا چاہئے جو مقتدیوں سے علم و عمل کے لحاظ سے افضل ہو۔ نماز)

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اذن

سبع سنین محتسبا" کتب له برائه من النار۔ رواه الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجه

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص سات برس (متواتر) حصول ثواب کی نیت سے اذان دے تو اس کے لئے دوزخ کی آگ سے نجات لکھی جاتی ہے روایت کیا ہے اس کو ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

وعن عقبه ابن عامر قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یعجب ربک من راعی غنم فی راس شظیه للجبل یؤذن بالصلوه ویصلی فیقول اللّٰه عز وجل انظروا الی عبدی هذا یؤذن و یقیم الصلوه یخاف منی فقد غفرت لعبدی و ادخلته الجنه۔ رواه ابو داؤد والنسائی۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تیرا رب تعجب کرتا ہے بکریوں کے چرواہے پر جس نے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر وہ نماز کے لئے اذان دیتا ہے۔ اور نماز پڑھتا ہے پس اللہ تعالی (ملائکہ مقربین سے) فرماتا ہے میرے اس بندہ کی طرف دیکھو اذان دیتا ہے اور نماز کو قائم کرتا ہے۔ میرے عذاب سے ڈرتا ہے میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا اور میں اس کو جنت میں داخل کروں گا۔" روایت کیا ہے اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

وعن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثلثه علی کثبان المسک یوم القیمه عبد ادی حق اللّٰه تعالی و حق مولاه و رجل امام قوما" وهم به راضون و رجل ینادی بالصلوات الخمس

کل یوم و لیلہ۔ رواہ الترمذی و قال ھذا حدیث غریب۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "قیامت کے دن تین شخص مشک کے ٹیلے پر ہوں گے۔ ایک تو وہ غلام جس نے حق تعالیٰ کا اور اپنے آقا کا حق ادا کیا۔ دوسرے وہ شخص جو لوگوں کا امام ہو اور وہ اس سے راضی ہوں۔ (بہ سبب اس کے علم و تقویٰ اور خدمت اسلام کے) اور تیسرا وہ شخص جو پانچوں نمازوں کے لئے اذان دیتا ہو ہر دن اور رات۔" اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللیہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤذن یغفر لہ مدی صوتہ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی الہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مؤذن کی اذان کی انتہاء کے مطابق اس کی بخشش کی جاتی ہے۔"

وعن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اذن ثنتی عشرہ سنہ وجبت لہ الجنتہ وکتب لہ بتاذینہ فی کل یوم ستون حسنہ و لکل اقامہ ثلثون حسنہ۔ رواہ ابن ماجہ۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص بارہ برس تک اذان دے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اور اس کے اذان دینے کے سبب ہر روز ساٹھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور ہر اقامت کے بدلے تیس نیکیاں۔"

وعنہ قال کنا نؤمر بالدعاء عن اذان المغرب۔ رواہ البیھقی فی الدعوات الکبیر

اور انہی سے روایت ہے کہ ہمیں مغرب کی اذان کے وقت دعا مانگنے کا حکم دیا گیا۔

اس کو بیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کیا ہے۔

تشریح۔

یہاں اس بحث میں آٹھ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ان سب میں مؤذن کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ پہلی حدیث جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں فرمایا ہے کہ مؤذنین کی گردنیں قیامت کے دن سب سے زیادہ لمبی ہوں گی یہ کنایہ ہے سربلندی سے (یعنی قیامت کے دن مؤذنین کے سر بلند ہوں گے اس میں مزید تفصیل اگلی احادیث میں آرہی ہے۔ مثلاً" دوسری حدیث جو حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مؤذن کی آواز کی انتہاء تک کل جن انسان اور جو بھی چیز سنے گی وہ قیامت والے دن اس کے لئے گواہی دیں گے۔ کہ اے اللہ اس نے تیرا یہ پیغام پہنچادیا تھا۔ اور تیسری حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو ضامن اور مؤذن کو امین فرمایا ہے۔ اور امام کے لئے ہدایت کی دعا اور مؤذن کے لئے بخشش کی دعا مانگی تھی۔ اور ظاہر بات ہے کہ یہ بہت بڑی سعادت ہے اور چوتھی حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی سات سال تک ثواب کی خاطر اذان دے تو اس کے لئے آگ سے برات لکھی جاتی ہے۔ اور پانچویں حدیث جو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ۔ اس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چرانے والا جب اذان دیتا ہے تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے کو دیکھو کہ یہ

اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے یہ مجھ سے ڈرتا ہے۔ میں نے اپنے اس بندے کو بخشش دیا ہے میں نے اس کو جنت میں داخل کردیا ہے۔ اور چھٹی حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں آپ ؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت والے دن تین آدمی کستوری کے ٹیلے پر ہوں گے۔ ایک وہ آدمی جس نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا اور اپنے مولا کا بھی حق ادا کیا ہو۔ اور دوسرا وہ آدمی جو لوگوں کو امامت کرائے اور وہ اس پر خوش ہوں۔ اور تیسرا وہ آدمی جو رات دن پانچ نمازوں کے لئے اذان دے۔ اور ساتویں حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مؤذن کی اذان کی درازی تک اس کے گناہوں کی بخشش کی جاتی ہے۔ یعنی مؤذن کی اذان کی درازی تک انتہاء تک اگر اس کے گناہ ہوں تو وہ بھی معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اور اس کی آواز کی انتہاء تک ہر خشک و تر چیز قیامت والے دن اس کی گواہی دے گی۔ اور اس کی آواز پر آنے والے نمازی جو پچیس نمازوں کا ثواب پاتے ہیں اور جن کے گناہوں کی بخشش ہوجاتی ہے وہ بھی اس کے لئے گواہی دیں گے۔ اور آٹھویں حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کی مزید فضیلت بیان فرماءے ہے۔ کہ جس نے بارہ سال تک اذان دی اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ اور اس کے اذان دینے کے بدلے میں روزانہ ساٹھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور اقامت کے بدلے تمیں پس یہ سات احادیث حضرت معاویہ والی حدیث کی تفصیل ہے۔ اور یہ سب ملا کر آیات اذان کی تفسیر ہے وہ اسے اجر تو ضرور دے گا۔)

ازان سن کے شیطان بھاگتا ہے

عن جابر قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ان الشیطن اذا سمع النداء بالصلوہ ذھب حتی یکون مکان الروحاء قال الراوی والروحاء منالمدینہ علی ستہ و ثلثین میلا"۔

رواہ مسلم۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تحقیق شیطان جب ازان کی آواز سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے یہاں تک کہ مقام روحاء تک جا پہونچتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ روحاء مدینہ سے چھتیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔

روایت کیا ہے اس کو مسلم نے۔

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا نودی للصلوہ ادبر الشیطان لہ ضراط حتی لا یسمع التاذین فاذا قضی النداء اقبل حتی اذا ثوب بالصلوہ ادبر حتی اذا قضی التثویب اقبل حتی یخطر بین المرء و نفسہ یقول اذکر کذا اذکر کذا لما لم یکن یذکر حتی یظل الرجل لا یدری کم صلی۔ متفق علیہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب نماز کے لئے ازان دی جاتی ہے تو شیطان اس سے پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے گوز مارتا ہوا تاکہ ازان کی آواز نہ سنے جب ازان ختم ہوجاتی ہے تو آجاتا ہے جب نماز کے لئے تکبیر کہی جاتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ جب تکبیر ختم ہوجاتی ہے تو آجاتا ہے تاکہ آدمی اور اس کے دل میں (طرح طرح کے) خطرات و وساوس ڈالے کہتا ہے کہ یاد کر فلانی چیز یاد رکر فلانی چیز (یعنی

نمازی کا دل خدا کی طرف رجوع نہ ہو) ایسی ایسی چیزیں یاد دلاتا ہے۔ کہ اس سے پہلے کبھی یاد نہ آتی تھیں۔ ان خیالات و خطرات کی وجہ سے آدمی یہ بھی نہیں جانتا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ متفق علیہ"

تشریح۔

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان پا دھاتے مارتے بھاگتا ہے اور اتنا دور چلا جاتا ہے کہ اذان کی آواز اس کے کان تک نہ پہنچے۔ اور جب اذان ختم ہوتی ہے تو پھر آجاتا ہے۔ اور جب اقامت ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ اور اقامت ختم ہو تو پھر آجاتا ہے۔ اور انسان کے دل میں طرح طرح کے خیال پیدا کرکے اسے نماز سے بھلاتا ہے یہاں تک انسان کو پتہ نہیں لگتا کتنی رکعات پڑھیں ہیں اور دوسری حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کا بھی یہی مقصد ہے۔ اور شیطان کے بھاگنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اس اذان والی دعوت سے نفرت ہے۔ اور نمازی کو بھلاتا ہے کہ مؤذن اپنے مشن میں ناکام رہے۔

اذان کا جواب دینے کا طریقہ

وعن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال المؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر فقال احدکم اللہ اکبر اللہ اکبر ثم قال اشہد ان لا الٰہ الا اللہ قال اشہد ان لا الٰہ الا اللہ ثم قال اشہد ان محمداً رسول اللہ قال اشہد ان محمداً رسول اللہ ثم قال حی علی الصلوہ قال لا حول ولا قوہ الا باللہ قال لاحول ولا قوہ الا باللہ ثم قال حی علی

لفلاح ثم قال اللہ اکبر اللہ اکبر قال اللہ اکبر اللہ اکبر ثم قال لا الٰہ الا اللہ قال لا الٰہ الا اللہ من قلبہ دخل الجنہ۔ رواہ مسلم۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب مؤذن للہ اکبر اللہ اکبر کہے۔ تو (سننے والا بھی) اللہ اکبر اللہ اکبر کہے پھر جب وہ کہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ تو کہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پھر جب وہ اشہد ان مد رسول اللہ کہے تو کہے اشہد ان محمد رسول اللہ پھر جب وہ کہے حی علی لصلوہ تو کہے لا حول ولا قوہ الا باللہ (نہیں بچنا گناہ سے) مگر اللہ تعالیٰ کے بانے سے اور نہیں طاعت کی قوت مگر اللہ تعالیٰ کی طاقت سے *پھر جب وہ ہے حی علی الفلاح تو کہے لا حول ولا قوہ الا باللہ پھر جب وہ کہے۔ اللہ اکبر لد اکبر تو کہے اللہ اکبر اللہ اکبر پھر جب وہ کہے لا الٰہ الا اللہ تو کہے لا الٰہ الا لد صدق دل سے تو وہ جنت میں داخل ہوگا"۔

روایت کیا ہے اس کو مسلم نے

وعن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم من قال حین یسمع المؤذن اشهد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا ریک لہ و ان محمداً عبدہ ورسولہ رضینا باللہ رباً و بمحمد سولاً و بالاسلام دیناً غفر لہ ذنبہ۔ رواہ مسلم۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے رایا۔ جو شخص موذن سے اذان سن کر کہے۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ ے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔ میں اللہ کے رب ہونے محمد ﷺ کے سول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوا تو اس کے گناہ بخش

دیئے جاتے ہیں۔"

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی امامہ او بعض اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان بلالا" اخذفی الاقامہ فلما ان قال قد قامت الصلوہ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اقامھا اللّٰہ و ادامھا وقال فی سائر الاقامہ کنحو حدیث عمر فی الاذان۔

رواہ ابوداؤد

حضرت ابو امامہ ؓ یا آنحضرت ﷺ کے صحابیوں میں سے کوئی صحابی روایت کرتے ہیں۔ کہ بلال ؓ نے تکبیر کہنی شروع کی پس جب انہوں نے قد قامت الصلوہ کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ قائم اور دائم رکھے نماز کو اور باقی تکبیر میں حدیث عمر کی مانند فرمایا۔ جو اذان میں ہے۔

روایت کیا ہے اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح۔

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں بھی آیات اذان کی تفسیر ہے۔ پہلی حدیث جو حضرت عمر ؓ سے منقول ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر پس تم میں سے جو بھی کہے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اور مؤذن کہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ تم میں سے جو کہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اور مؤذن کہے اشھد ان محمد رسول اللہ۔ تم میں جو کہے اشھد ان محمد رسول اللہ مؤذن کہے حی علی الصلوۃ تم میں سے کوئی کہے لاحول ولا قوہ الا باللہ۔ اور پھر مؤذن کہے حی علی الفلاح تم میں سے کوئی کہے لا حول ولا قوہ الا باللہ پھر مؤذن کہے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر

تم میں سے کوئی کہے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اور مؤذن کہے لا الہ الا اللہ تو تم میں سے کوئی کہے لا الہ الا اللہ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اور دوسری حدیث یہاں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو جواب دینے کا ایک اور کلمہ بھی بتایا ہے کہ جو مؤذن کی اذان سن کر یہ مذکورہ کلمہ کہے تو اس کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اور تیسری حدیث جو حضرت ابی امامہ یا آپ کے کسی اور صحابی سے منقول ہے۔ اس میں باقی کلمات کا تو وہی جواب ہے جو پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں آچکا ہے۔ البتہ قد قامت الصلوہ کے جواب اقامہا اللہ وادامہا فرمایا ہے۔

دعا بعد الاذان

وعن عبداللّٰه بن عمر و ابن العاص قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا سمعتم المؤذن قولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانه من صلیٰ علی صلوه صلی اللّٰه علیه بها عشراً ثم سلوا اللّٰه لی الوسیله فانها منزله فی الجنه لا ینبغی الا لعبد من عباد اللّٰه وارجوا ان اکون انا هو فمن سال لی الوسیله حلت علیه الشفاعه۔ رواه مسلم۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”جب تم مؤذن کی اذان سنو تو جو الفاظ وہ کہتا ہے تم بھی انہی الفاظ میں جواب دو (جس طرح وہ کہتا ہے اسی طرح تم بھی کہو) پھر مجھ پر درود بھیجو حقیقت یہ ہے کہ جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالی اس کے سبب اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو

پس تحقیق وسیلہ جنت میں ایک درجہ کا نام ہے۔ وہ اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی بندہ کے لائق ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ پس جس نے میرے لئے وسیلہ مانگا۔ اسکے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے"

وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال حین یسمع النداء اللھم رب ھذہ الدعوہ التامہ و الصلوہ القائمہ آت محمدا ن الوسیلہ والفضیلہ والبعثہ مقاما محمود ن الذی وعدتہ حلت لہ شفاعتی یوم القیمہ رواہ البخاری۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص ازان (سننے اور جواب دینے کے بعد) یہ دعا کہے۔: اے اللہ! پروردگار اس پوری پکار کے اور قائم رہنے والی نماز کے محمد کو وسیلہ اور بزرگی عطا کر اس کو مقام محمود میں پہونچا۔ کہ تو نے اس کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔ قیامت کے دن۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرد الدعاء بین الاذان والاقامہ رواہ ابو داؤد والترمذی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ازان اور اقامت کے درمیان کی دعا رد نہیں کی جاتی"۔ (یعنی ضرور قبول ہوتی ہے اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وعن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ثنتان لا یردان او قلما تردان الدعاء عند النداء و عند الباس حین یلحم بعضهم بعضا" و فی روایه و تحت المطر۔ رواہ ابوداؤد والدارمی الا انه لم یذکر و تحت المطر۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرامایا۔ کہ کم رد کی جاتی ہیں۔ ایک اذان کے وقت کی دعا (بعد میں یا شروع میں) اور دوسری لڑائی کے وقت کی دعا جب کہ بعض بعض کے ساتھ ملیں (یعنی جہاد کے وقت جب کہ مسلمانوں اور کافروں میں گھمسان کا رن پڑ رہا ہو) اور ایک روایت ہے اور بارش میں کھڑے ہو کر۔ اس کو ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے مگر بارش کے نیچے والی دعا کا ذکر نہیں کیا۔

وعن عبداللہ بن عمرو قال رجل یا رسول اللہ ان المؤذنین یفضلوننا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قل کما یقولون فاذ انتھیت فسل تعطہ رواہ ابوداؤد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! تحقیق اذان دینے والے ہم پر فضیلت رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ تو بھی وہی کہا کر جو موذن کہتے ہیں (تجھے بھی مؤذنوں کا ثواب ملے گا) پس جب تو فارغ ہو تو سوال تجھے دیا جائے گا۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن ام سلمه قالت علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقول عند اذان المغرب اللھم ھذا اقبال لیلک و ادبار نھارک و اصوات دعاتک فاغفرلی رواہ ابوداؤد والبیھقی فی الدعوات الکبیر

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے مغرب کی

اذان کے نزدیک یہ دعا مانگنی سکھائی۔ "اے اللہ! یہ وقت تیری رات کے آنے کا ہے اور تیرے دن کے جانے کا اور آوازیں تیرے پکارنے والوں کی (یعنی موذنوں کی) پس مجھے بخش دے۔ اس کو ابوداؤد نے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کیا ہے"۔

تشریح۔

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں آیات آذانی کی تفسیر ہے۔ پہلی میں نبی (ﷺ) نے تین چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو جو وہ کہتا ہے وہ کہو۔ دوسری چیز یہ ہے پھر مجھ پر درود بھیجو تو اللہ اللہ تم پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ اور تیسری چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو۔ وہ جنت میں ایک مرتبہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی ایک بندے کے لئے ہی مناسب ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔ پس جو شخص میرے لئے وہ وسیلہ مانگے گا تو اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائیگی۔

اور دوسری حدیث یہاں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ نے وہ دعائیہ الفاظ بتائے ہیں۔ اس دعا میں اس اذان کو دعوت تامہ فرمایا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تینوں عقائد (التوحید۔ رسالت۔ اور قیامت) کا بیان بھی اس میں آگیا ہے۔ کیونکہ چھ دفعہ اللہ اکبر میں توحید آگئی ہے۔ اشھد ان محمد رسول اللہ میں عقیدہ رسالت آگیا ہے۔ اور حی علی الصلوٰہ میں نماز دین کا بنیادی اصول آگیا۔ اور حی علی الفلاح میں عقیدہ توحید و رسالت اور نماز کا قیامت کے دن جو نتیجہ نکلے گا اسے بیان فرمایا۔ اور مقام

محمود سے مراد شفاعت کبریٰ ہے اسی کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے لئے اس کی دعا کرو۔ بہرحال اذان کے بعد اس کے علاوہ اور دعائیں بھی کی جاسکتی ہیں۔

اذان اور جماعت میں اتنا فرق ہونا چاہیئے کہ آدمی حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر سنتیں بھی پڑھ سکے۔

عن جابر لن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل و اذا اقمت فاحدر واجعمل بین اذان و اقمتک قدر وما یفرغ الاکل من اکلہ و الشارب من شربہ والمنصر اذا دخل لقضاء حاجتہ ولا تقوموا حتی ترونی (رواہ الترمذی وقل لا نعرف الا من حدیث عبدالمنعم وھو اسناد مجھول)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب اذان کہو تو ٹھہر ٹھہر کر اور جب اقامت کہو تو جلدی۔ اور اپنی اذان اور اقامت میں اتنا فرق رکھ کہ کھانے والا کھانے سے اور پینے والا پینے سے اور قضائے حاجت والا اپنی قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے۔ اور مجھے دیکھنے کے سوا نہ کھڑے ہوا کرو ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ہم عبدالمنعم کے حوالے سے پہچانتے اور اور اس کی سند مجھول ہے

وعن عبداللہ بن مغفل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین کل اذانین صلوہ بین کل اذانین صلوہ ثم قال فی الثالثہ لمن

شاء متفق علیہ۔

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "ہر دو نمازوں کے درمیان نماز ہے۔(یہاں دو اذانوں سے مراد اذان اور تکبیر ہے) ہر دو نمازوں کے درمیان نماز سے مراد سنت ہے۔ تیسری بار میں فرمایا واسطے اس شخص کے جو چاہے۔ متفق علیہ"۔

تشریح۔

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ اور پہلی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تین باتیں ارشاد فرمائیں تھیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اذان ٹھہر ٹھہر کا پڑھنا چاہیے اور اقامت جلدی پڑھنا چاہیے اور دوسری بات یہ ہے کہ اذان اور اقامت میں اتنا فرق ہونا چاہیے کہ آدمی کھانے پینے سے اور حوائج ضروریہ سے فارغ ہو جائے کیونکہ دوسری جگہ احادیث میں آیا ہے کہ اگر انسان کو شدید بھوک لگی ہوئی ہے تو پہلے کھانے کھائے اور اس طرح یہ بھی احادیث میں آیا ہے کہ پیشاب اور پاخانہ کے دباؤ کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہاں اس حدیث میں مؤذن کو یہ تعلیم دی ہے کہ تم اذان ا اور اقامت میں اتنا فرق کرو کہ وہ بھی کھانے پینے اور حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر جماعت میں شریک ہو سکیں۔ اور تیسری چیز یہ بتائی ہے کہ مجھے دیکھنے کے سوا اٹھا بھی نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی جماعت کی خاطر تشریف آوری سے پہلے ہی اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ کیونکہ یہ مشقت بلا مقصد ہے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ نے مؤذن کو یہ تعلیم دی ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان لوگوں کو سنتوں کا موقعہ بھی دینا چاہیے۔

طریقہ اذان و اقامت

وعن عون بن ابی جحیفہ عن ابیہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکہ وھو فی قبہ حمراء من ادم فخرج بلال فاذن فکنت التتبع فمہ ھھنا قال ثم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ حلہ حمراء برودیمانیہ قطری و قال موسی قال رئیت بلالا خرج الی ابطح فاذن فلما بلغ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح لوی عنقہ یمینا وشمالا ولم یستدر ثم دخل فاخرج العنزہ وساق الحدیث (ابوداؤد کتاب الصلوہ)

عون بن ابی جحیفہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں مکہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا دوراں حالانکہ آپ ﷺ سرخ رنگ کے چمڑے کے قبہ میں تھے۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نکلے پھر انہوں نے اذان دی ۔ پھر رسول اکرم ﷺ نکلے اور آپ ﷺ پر یمانی سرخ رنگ کی چادر تھی۔ موسیٰ نے کہا کہ راوی نے کہا میں نے بلال کو دیکھا کہ وہ ابطح نام جگہ کی طرف نکلا پھر اس نے اذان دی۔ اور جب وہ حی علی الصلوہ اور حی علی الفلاح تک پہنچا تو اس نے اپنی گردن کو دائیں اور بائیں طرف پھیرا اور خود نہیں پھرا۔ پھر اندر داخل ہوا اور اس نے چھوٹا نیزہ نکالا اور اس نے حدیث چلائی۔

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدرو واجعل بین آذانک واقامتک قدر مایفرغ الا کل من اکلہ والشارب من شربہ والمعتصر اذا دخل

لقضاء حاجته ولا تقوموا حتی ترونی (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اذان ٹھہر۔ ٹھہر کردے۔ اور تکبیر جلدی۔ جلدی کہہ۔ اور اذان اور اقامت میں اتنا فرق کر کہ کھانے والا کھانے سے۔ اور پینے والا پینے سے۔ اور قضائے حاجت والا اپنی قضا حاجت سے فارغ ہوجائے۔ اور مجھے دیکھنے کے سوا کھڑے نہ ہوا کرو (اس حدیث کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے)

عن عبدالرحمن بن سعد بن عمار اسعد موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حدثنی ابی مالک عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بلالا ان یجعل اصبعیہ فی اذنیہ قال انہ لرفع لصوتک (ابن ماجہ)

حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بن سعد بن عمار بن سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے ابی مالک نے اپنے باپ اور اس نے اس کے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ اپنی دونوں انگلیاں اپنے کان میں ڈالو اس سے تمہاری آواز اونچی ہوگی (یہ ابن ماجہ نے نقل کی ہے)

سترہ کا بیان

سترہ اس چیز کو کہتے ہیں جو نماز پڑھتے وقت اپنے سامنے رکھ لے۔ مثلاً" دیوار یا ستون اور یا لکڑی کھڑی کرلے۔ اس کے بعد اگر کوئی نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو کوئی حرج نہیں۔ یہ سترہ سجود کی جگہ کو متمیز کرنے اور آگے سے گذرنے کے لئے ہوتا ہے۔

عن ابن عمر قال كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يغدو الی المصلی والعنزة بين يديه فيصلی اليہا۔ رواہ البخاری

(۱) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول روز عیدگاہ کو جاتے اور برچھی آپ کے آگے اٹھائی ہوئی ہوتی (یعنی ایک خادم برچھی اٹھائے ہوئے آپ کے آگے ہوتا) اور وہ عیدگاہ میں آپ کے سامنے کھڑی کردی جاتی اور پھر اسی کی طرف آپ نماز پڑھتے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

( ) وعن ابی جحیفہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکہ وھو بالابطح فی قبہ حمرآء من ادم ورایت بلالاً اخذ وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورایت الناس یبتدرون ذلک الوضوء فمن اصاب منہ شیئاً تمسح بہ ومن لم یصب منہ اخذ من بلل ید صاحبہ ثم رایت بلالاً اخذ عنزہ فرکزھا وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حلہ حمرآء مشمراً صلی الی العنزہ بالناس رکعتین ورایت الناس والدواب یمرون بین یدی العنزہ۔

متفق علیہ

(۲) حضرت ابو جحیفہ ﷛ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں دیکھا۔ آپ ابطح کے پاس ایک سرخ خیمہ میں تھے۔ وہ چمڑے کا بنا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ حضرت بلال ﷛ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی لیا اور میں نے دیکھا۔ کہ لوگ اس پانی کو لینے کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے۔ جس کو اس پانی میں سے کچھ بھی مل گیا' اس نے اس کو اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیا اور جس کو نہ ملا۔ اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھوں کی تری ہی سے اپنا ہاتھ تر کرلیا۔ پھر میں نے حضرت بلال ﷛ کو دیکھا کہ انہوں نے برچھی لے کر گاڑ دی۔ آنحضرت ﷺ سرخ حلہ پہنے اور دامن اٹھائے ہوئے نکلے۔ اس برچھی کو سامنے رکھ کر آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی دو رکعتیں اور میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور اس نیزے کے آگے سے گزر رہے تھے۔ متفق علیہ

ف:۔ابطح مکہ کے نزدیک ایک نالہ کا نام ہے' منا کی راہ میں۔ اس کو محصب اور بطحاء بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس نالہ کو ابطح اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں سنگریزے ہیں۔ مترجم۔ اور حلہ دو کپڑوں کو کہتے ہیں۔ ایک لنگی اور ایک چادر اس میں سرخ خط تھے۔ جیسے کہ یہاں بھاگلپور (وغیرہ) کی لنگیاں ہوتی ہیں۔ پس نرا سرخ مراد نہیں کہ اسکا پہننا مردوں کو مکروہ تحریمی ہے آگے چل کی اسی کتاب میں آئے گا کہ ایک شخص ... دو سرخ کپڑے پہنے ہوئے آیا۔ حضور ﷺ کو سلام کیا۔ مگر بوجہ ناراضگی آپؐ نے سلام کا جواب نہ دیا۔

جحیفہ بتقدیم جیم مضمومہ برحائے مفتوحہ یعنی اول جیم پھر حاء ہے۔

صغار (چھوٹی عمر والے) صحابہ سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حد بلوغ کو نہ پہنچے تھے۔ لیکن آپ سے سنا ہے' اور امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کے بیت المال پر مقرر کیا تھا ۱۲ اشعہ اللمعات)

وعن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعرض راحلتہ فیصلی الیہا۔ متفق علیہ۔ وزد البخاری قلت افرایت اذا ھبت الرکاب قال کان یاخذ الرحل فیعدلہ فیصلی الی اخرتہ۔

(۳) نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ کو بٹھا لیتے اور پھر اس کی طرف نماز پڑھتے۔ متفق علیہ' بخاری نے اس میں اتنا زیادہ روایت کیا ہے کہ نافع کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے یہ بتلائے جب اونٹ چرنے جائے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے فرمایا تو پھر کجاوہ سامنے رکھ لیتے اور اس کی پچھلی لکڑی کی طرف نماز پڑھتے۔

وعن طلحہ بن عبیداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضع احدکم بین یدیہ مثل موخر الرحل فلیصل ولا یبال من مر ورآء ذالک رواہ مسلم

(۴) طلحہ بن عبیداللہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی اپنے سامنے کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مانند کوئی چیز رکھ لے تو اسے چاہیے۔ کہ نماز پڑھ لے اور جو اس کے سامنے سے گذرے اسکی پرواہ نہ کرے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی جھیم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم

المار بین یدی المصلی ماذا علیه لکان ان یقف اربعین خیرا له من ان یمر بین یدیه قال ابوالنضر لاادری قال اربعین یوما او شهرا او سنة متفق علیه

ابی جہیم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس کا کتنا گناہ ہے تو وہ اس گزرنے سے چالیس تک اس انتظار میں کہ نمازی سلام پھیرے تو میں آگے سے گزروں) ٹھہرے رہنے کو بہتر سمجھے۔ حدیث کو راوی ابو النضر کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ چالیس دن فرمایا یا مہینے یا سال۔ متفق علیہ۔

ف:۔ ابوالجہیم بضم جیم وفتح مشہور صحابی ہیں ابی بن کعب کے بھانجے حضرت امیرمعاویہ کی امارت تک زندہ رہے (اشعۃ اللمعات) امام طحاوی نے مشکل الآثار میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد چالیس برس ہیں نہ چالیس مہینے اور نہ چالیس دن اور انہوں نے یہ بات حدیث ابوہریرہ سے ثابت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جانے وہ شخص کہ اپنے بھائی کے آگے سے گزرتا ہے اس حال میں کہ وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے یعنی اگر گناہ اس کا جانے کہ البتہ اپنی جگہ پر سو برس ٹھہرے رہنا اس کے نزدیک بہتر ہو بنسبت قدم رکھنے اس کے کہ (مظاہر حق وغیرہ)۔

و عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم الی شی یسترہ من الناس فار احد ان یجتاز بین یدیہ فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانما ھو شیطان ھذا لفظ البخاری ولمسلم معناہ۔

حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی نماز پڑھے اور کوئی چیز لوگوں کے درمیان بطور سترہ کے

کھڑی کرے اور کوئی اس کے آگے سے گزرنا چاہے (یعنی سترہ اور نمازی کے درمیان سے) پس چاہئے کہ اس کو اس حرکت سے باز رکھے، اگر وہ انکار کرے تو چاہئے کہ اس کو قتل کردے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ شیطان ہے یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ مسلم نے بھی معناً ایسی ہی روایت کی ہے۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں اس کو قتل کردینے سے مراد حقیقتاً قتل کردینا نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ کام بہت ہی برا ہے۔ ہرگز ہرگز ایسی حرکت نہیں کرنا چاہئے۔ شیطان سے مراد یہ ہے کہ وہ ضدی اور شریر ہے جو کسی کی نیک بات نہیں مانتا وہ شریر ہی ہوتا ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقطع الصلوۃ المراۃ والحمار والکلب ویقی ذلک مثل موخر الرحل۔ رواہ مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کو عورت، گدھا اور کتا توڑ دیتا ہے اور نماز کو ٹوٹنے سے کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مانند چیز بچاتی ہے (یعنی ان تین چیزوں کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر علماء کہتے ہیں کہ یہ محض مبالغے کے لئے ہے واقعی نہیں ٹوٹتی) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن عائشہ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل وانا معترضہ بینہ وبین القبلہ کاعتراض الجنازۃ۔ متفق علیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے قبلے کے عرض میں ہوتی مانند جنازہ

کے عرض میں ہونے کے اس پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن ابن عباس قال اقبلت راکبا علی آتان وانا یومئذ قدنا هزت الاحتلام ورسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی بالناس بمنی الی غیر جدار فمررت بین یدی بعض الصف فنزلت و ارسلت الاتان ترتع و دخلت فی الصف فلم ینکر ذلک علی احد متفق علیه

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گدھے پر سوار آیا اور میں اس دن بالغ ہونے کے قریب تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے بغیر دیوار کے (یعنی سامنے کوئی چیز بطور سترہ کے نہ تھی) سو میں صف کے بعض حصے کے آگے سے گزرا اور گدھی کو چرنے کے لئے چھوڑدیا اور میں صف میں شامل ہوگیا۔ اس بات سے مجھے کسی نے بھی نہ روکا (کہ تم نے یہ کیا حرکت کی) اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجهه شیئا فان لم یجد فلینصب عصاه فان لم یکن معه عصا فلیخطط خطا ثم لا یضره ما مر امامه رواه ابوداؤد و ابن ماجه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ کسی چیز کو اپنے سامنے رکھ لے (سامنے کوئی چیز ہونی چاہئے) اگر کوئی چیز نہ پائے تو اپنا عصا کھڑا کرلینا چاہئے۔ اگر اس کے پاس عصا نہ ہو تو پھر اس کو چاہئے کہ ایک خط کھینچ لے پھر اس کے آگے سے کسی کا گزرنا خلل نہ ڈالے گا۔ اس

کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وعن سهل بن ابی حثمه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلی احدکم الی سترة فلیدن منها لا یقطع الشیطان علیه صلوته۔ رواه ابو داؤد۔

سہل بن ابی حثمہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سترہ کرکے نماز پڑھے تو چاہئے کہ اس کے قریب ہو (اتنا کہ اس کے قریب سجدہ ہو تاکہ کوئی شیطان اس کی نماز نہ توڑے) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن المقداد بن الاسود قال ما رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرة الا جعله علی حاجبه الایمن او لا یسر لا یصمد له صمدا۔ رواه ابو داؤد۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی لکڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس کو اپنے دائیں یا بائیں جانب رکھ لیتے اور نہ قصد کرتے اس کے واسطے قصد کرنا سیدھ کا (یعنی سترہ کو پیشانی کو بیچ و بیچ نہ کرے) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن الفضل بن عباس قال اتانا رسول الله صلی الله علیه وسلم ونحن فی بادیه لنا ومعه عباس فصلی فی صحراء لیس بین یدیه سترة و حمارة لنا وکلبه تعبثان بین یدیه فما بالی بذالک۔ رواه ابو داؤد والنسائی نحوه۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت ہم جنگل میں تھے اور ہمارے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے ہم نے جنگل میں نماز پڑھی اس حالت میں کہ ہمارے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کوئی سترہ نہ تھا اور ہمارے گدھے اور کتیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے۔ پس آپ نے اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور نسائی نے بھی اس کی مانند۔

وعن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقطع الصلوۃ شی وادرءوا ما استطعتم فانما ھو شیطان۔ رواہ ابو داؤد۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازی کے آگے کسی چیز کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی' جہاں تک تم سے ہو سکے (لوگوں کو آگے گزرنے سے) روکو حقیقت یہ ہے کہ (اگر اس کے بعد اگر کوئی گزرے تو) وہ شیطان ہے اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ اس میں دلیل ہے اس پر کہ عورت اور کتا اور گدھا نماز کو نہیں توڑتے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم احدکم ما لہ فی ان یمر بین یدی اخیہ معترضا فی الصلوۃ کان لان یقیم مائۃ عام خیر لہ من الخطوۃ التی خطا۔ رواہ ابن ماجۃ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی اس بات کو جانتا کہ اپنے بھائی کے سامنے سے

نماز کی حالت میں گزرنے کا کیا گناہ ہے تو وہ اپنا قدم آگے بڑھانے سے سو سال تک (سلام کا انتظار کرنے کے لئے) کھڑا رہنے کو بہتر سمجھتا۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وعن کعب الاحبار قال لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیه لان لن یخسف به خیرا له من لن یمر بین یدیه وفی روایه اهون علیه۔ رواہ مالک۔

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا کہ اس کا کیا وبال و گناہ ہے تو وہ اس بات کو بہتر جانتا کہ اس کو گزرنے کی بجائے دھنسا دیا جائے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آسان ہے اس پر۔ اس کو مالک نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم احدکم اذا صلی الی غیر السترة فانه یقطع صلوته الحمار والخنزیر والیهودی والمجوسی والمراة وتجزی عنه اذا مروا بین یدیه علی قذفه بحجر۔ رواہ ابو داؤد۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی بغیر سترہ کے نماز پڑھے تو اس کے سامنے سے گدھے' خنزیر' یہودی' مجوسی اور عورت کا گزر جانا اس کی نماز کو توڑ دیتا ہے اور کفایت کرتی ہیں یہ چیزیں کہ اس کے آگے سے گزریں بقدر پھینکنے پتھر کے اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

تشریح
اس بحث میں سترہ احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ احادیث بھی سورہ ہود کی ایک سو چودہ کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالی نے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ آپ دن کے دونوں طرفوں میں نماز پڑھیں اور رات کے ایک حصے میں۔ اور یہ تفصیل بھی پہلے گزر گئی ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنا ہے اور قبلہ رخ ہوکر پڑھنا ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ نمازی کے سامنے سے اگر کوئی آدمی یا کوئی چیز گزر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟ اور کیا گزرنے والے کو کوئی نمازی روک سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے روکنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کی تفصیل ان احادیث میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ پہلی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپ کا فعل مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید میں سامنے برچھی کھڑی کرکے اس کی طرف پڑھا کرتے تھے اور دوسری حدیث جو حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں بھی آپ کا فعل مذکور ہے کہ آپ نے منی میں برچھی کی طرف لوگوں کو دو رکعات پڑھائیں اور لوگ اور چارپائے برچھی کے سامنے سے گزرتے تھے اور تیسری حدیث جو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کجاوے کی پچھلی لکڑی کے مانند کوئی چیز اپنے سامنے کھڑی کرلے اور پھر نماز پڑھ لے تو اس کے سامنے کوئی چیز گزرے تو کوئی حرج نہیں اور چوتھی حدیث حضرت ابی جہیم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے میں اتنا گناہ ہے جو چالیس تک کے لئے کھڑے رہنا بہتر ہے اس سے کہ اس کے سامنے سے گزرے۔ ایک راوی حدیث ابو نضر نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ چالیس سے مراد چالیس دن ہیں

چالیس مہینے ہیں یا چالیس سال ہیں شاید اس سے مراد مدت طویل ہو۔ واللہ اعلم۔

اور پانچویں حدیث حضرت ابی سعید سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی چیز کو سامنے سترہ (پردہ بناکر) نماز پڑھے اور کوئی اس کے سامنے سے گزرنا چاہے تو نمازی پہلے اسے ہٹائے۔ اگر وہ نہ مانے تو نمازی اسے قتل کرسکتا ہے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسے شخص سے لئےاس قاتل پر قصاص نہیں ہے اور چھٹی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپؑ نے فرمایا ہے کہ عورت، گدھے، اور کتے نمازی کے سامنے سے گزریں تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور ان سے بچاؤ کجاوے کی پچھلی لکڑی کے مانند کوئی چیز ہے اور ساتویں حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس میں آپ نے فرمایا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات نماز کو تہجد پڑھتے تھے اور میں آپ کے اور قبلے کے درمیان لیٹی رہتی تھی جیسے جنازہ پڑا ہوا ہوتا ہے اور آٹھویں حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا کہ میں گدھی پر سوار ہوکر آیا۔ اور میں بلوغت کے قریب تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ اور آپؑ کے سامنے دیوار وغیرہ نہیں تھی۔ اور میں صف کے کچھ حصہ کے سامنے سے گذرا اور اترا اور میں نے گدھی کو چرنے کے لئے چھوڑا اور میں صف میں داخل ہوگیا اور اس پر مجھے کسی نے برا بھلا نہ کہا۔ اور نویں حدیث فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور ہم اس زمانہ میں

جنگل میں تھے۔ اور آپ کے ساتھ عباس رضی اللہ عنہ تھے اور آپ نے صحرا میں سوائے سترہ (پردہ) کے نماز پڑھی اور ہماری گدھی اور کتیا آپ کے سامنے کھیلتی تھیں۔ اور آپ نے اسکی پرواہ نہ کی۔ اور دسویں حدیث حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس میں جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی اور سامنے سے گزارنے والے کو جہاں تک ہو سکے ہٹاؤ کیونکہ وہ شیطان ہے پس یہاں کل سترہ احادیث جمع کی گئی ہے۔ ان میں سے تیرہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے سامنے کوئی پردہ ہونا چاہئے ورنہ اس کے سامنے سے اگر کوئی آدمی یا کوئی چیز گزر جائے گی تو اسکی نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور باقی چار احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے سامنے سے اگر کوئی چیز گزر جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ محدثین نے ان احادیث میں تطبیق یہ بیان فرمائی ہے کہ اصلاً" اور حقیقۃ نماز نہیں ٹوٹتی بلکہ نمازی کا خشوع اور خضوع ٹوٹتا ہے جو اس نماز کی روح ہے اور نمازی اللہ تعالی سے محو گفتگو ہوتا ہے جو اسکی معراج ہے اس میں کسی کو خلل نہیں ڈالنا چاہئے۔ اور نمازی کو اپنے تحفظ کے لئے از سر خود بھی انتظام کرنا چاہیئے۔

فرض نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم اور اس کی فضیلت

واقیموا الصلوۃ و آتو الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین۔ سورۃ البقرہ آیت ۴۳

اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

والصفت صفا۔ فالزاجرات زجرا۔ فالتلیات ذکرا۔ ان الٰھکم لواحد۔ سورۃ الصفت آیت ۱ تا ۴

صف باندھ کر کھڑے ہونے والوں کی قسم ہے۔ پھر جھڑک کر ڈانٹنے والوں کی۔ پھر ذکر الٰہی کے تلاوت کرنے والوں کی البتہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

ومامنا الا له مقام معلوم۔ و انا لنحن الصافون۔ وانا لنحن المسبحون آیت ۱۶۴ تا ۱۶۶ (سورہ الصفت)

اور ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کے لئے ایک درجہ معین نہ ہو۔ اور بے شک ہم صف باندھے کھڑے رہنے والے ہیں۔ اور بے شک ہم تسبیح کرنے والے ہیں۔

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیله صفا کانھم بنیان مرصوص (سورۃ الصف آیت ۴

بے شک اللہ تعالی ان لوگوں کو پسند فرماتے ہیں جو اس کے راستے میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

تفسیر۔

یہاں اس بحث میں نوں آیات جمع کی گئی ہیں۔ پہلی سورۃ البقرہ کی

آیت تینتالیس ہے۔ اس میں اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو تین حکم دیئے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ نماز قائم کرو ۔ اور دوسرا یہ ہے کہ زکوۃ ادا کرو۔ اور تیسرا یہ ہے کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ یہاں راکعین سے مراد جناب نبی کریم ﷺ کی امت ہے اور بنی اسرائیل کو جو اقامت صلوہ کا حکم دیا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ یہ اقامت صلوۃ انفرادی نہیں ہونی چاہیئے بلکہ اجتماعی ہونی چاہیئے اور یہ وارکعوا صیغہ امر ہے۔ اور یہ پہلے کئی بار عرض کیا جا چکا ہے کہ اسے صیغوں سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اسے فرض یا واجب کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کے جو لوگ مسلمان ہوجائیں ان کے لئے اب نماز باجماعت ادا کرنا فرض ہے ۔ اور جب نو مسلم بنی اسرائیل کے لئے نماز باجماعت فرض ہے تو ظاہری بات ہے کہ اس امت کے لئے بھی نماز باجماعت ہی فرض ہے۔ کیونکہ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ نومسلم بنی اسرائیل کے لئے ایک حکم کی نوعیت کچھ اور ہو' اور اس امت کے لئے کچھ اور ہو۔ ابلکہ تمام شرعی احکامات کی حیثیت سب مسلمانوں کے لئے برابر اور یکساں ہے۔ البتہ اعذار الگ بات ہے۔ ان کی تفصیل کی یہاں گنجایش نہیں۔ اگرچہ بعض فقہا نماز باجماعت کو فرض یا واجب نہیں مانتے بلکہ سنت کہتے ہیں۔ کیونکہ جماعت کو فرض کہنے کا مقصد یہ ہے کہ انفرادی نماز ہوتی نہیں حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ انفرادی نماز بھی ہوجاتی ہے اور جماعت کی فرضیت کے قائلین کا استدلال ایک تو یہ آیت ہے کہ وارکعوا صیغہ امر ہے۔ اور دوسرا جناب نبی کریم ﷺ کی وہ احادیث ہیں جن میں آپؐ نے تارک جماعت کو منافق فرمایا ہے۔ اور ان کے گھر جلانے کی خوائش فرمائی ہے۔ جن کی تفصیل انشاء عزو قریب آئے

گی۔ بہرحال جماعت کا سنت مؤکدہ ہونا ایک ادنی درجہ ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اور اس کے بعد سورہ صفت کی آیتوں میں فرشتے جو فرمان الٰہی کی تعمیل صف بندی کی شکل میں کرتے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کی قسم اٹھائی ہے۔ اور قسم ہمیشہ معزز چیز کی اٹھائی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا ان کا یہ نمونہ اور طریقہ اللہ تعالی کو پسند ہے۔ اور اس کے بعد سورہ الصف میں وہ مجاہدین جو اللہ تعالی کے راستے صف باندھ کر لڑتے ہیں ان کو اللہ تعالی نے اپنا محبوب فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نماز باجماعت پڑھنے والے بھی اللہ تعالی کے محبوب ہیں اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ العزیز احادیث کی روشنی میں پیش کریں گے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوه الجماعه تفضل صلوه الفذ بسبع وعشرين درجه متفق علیہ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ جماعت کی نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ ثواب میں زیادہ ہے۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی بن کعب قا صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلميومان الصبح فلما سلم قال اشاهد فلان قالوا لا قال اشاهد فلان قالوا لا قال ان هاتين الصلوتين اثقل الصلوات على المنافقين و لو تعلمون ما فيهما لا تيتموهما ولو حبوا على الركب و ان الصف الاول على مثل صف الملائكه ولو علمتم ما فضيلته لا بتدر تموه و ان صلوه الرجل مع الرجل ازكى من صلوه وحده وصلوته مع الرجلين ازكى من صلوته مع الرجل وما كثر

فھو احب الی اللہ رواہ ابوداؤد والنسائی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہمیں آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا۔ کہ کیا فلاں شخص حاضر ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ نہیں فرمایا کیا فلاں شخص حاضر ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نہیں (پہلے کسی اور کا نام لیا تھا اور دوسری مرتبہ کسی اور کا) آپ نے فرمایا حقیقت ہے کہ یہ دو نمازیں (فجر اور عشاء) منافق پر بہت بھاری ہوتی ہیں۔ اگر تم جانتے کہ ان دونوں کا کیا کچھ ثواب ہے تو تم گھٹنوں کے بل چل کر آتے اور تحقیق پہلی صف فرشتوں کی صف کی مانند ہے (ثواب) بزرگی اور قرب میں) اگر تم جانتے کہ اس کا کیا کچھ ثواب ہے تو تم اس میں شامل ہونے کے لئے جلدی کرتے اور ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتی ہے اور دو شخصوں کے ساتھ نماز پڑھنا ایک شخص کے ساتھ نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب کا باعث ہے اور جس قدر نمازی زیادہ ہوں وہ اللہ تعالی سے زیادہ محبوب تر ہے۔ (یعنی جتنے زیادہ ہوں اتنا ہی زیادہ ثواب ہے) اس کو ابوداؤد اور نسائی نے راویت کیا ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود قال لقد رایتنا وما یتخلف عن الصلوہ الا منافق قد علم نفاقه او مریض ان کان المریض لیمشی بین رجلین حتی یاتی الصلوہ و قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علمنا سنن الھدی و ان من سنن الھدی الصلوہ فی المسجد الذی یؤذن فیه وفی روایته قال من سرہ ان یلقی اللہ غدا مسلما فلیحافظ علی ھذہ الصلوات الخمس ینادی بھن فان اللہ شرع

لنبیکم سنن الھدی و انھن من سنن الھدی ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف فی بیتہ لترکتم سنہ نبیکم لضللتم وما من رجل یتطھر فیحسن الطور ثم یعمد الی مسجد من ھذہ المساجد الا کتب اللّٰہ لہ بکل خطوہ یخطوھا حسنہ ورفعہ بھا درجہ وحط عنہ بھا سیئہ ولقد رایتنا وما یتخلف عنھا الا منافق معلوم النفاق ولقد کان الرجل یؤتی بہ یھادی بین الرجلین حتی یقام فی الصف۔ رواہ مسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ تحقیق میں نے اپنے اور صحابہ کے تیئں دیکھا کہ نہیں پیچھے رہتے تھے نماز باجماعت سے مگر منافق جس کا نفاق ظاہر ہوتا اور یا وہ مریض ہوتا (یعنی نماز باجماعت میں شریک نہ ہوتا نفاق کی علامت ہے) اگر کوئی بیمار ہو تو وہ ایسا دو شخصوں کے درمیان چل کر نماز کے لئے آتا۔ (یعنی ایسا مریض بھی جماعت میں شریک ہوتا) ابن مسعود ؓ کہتے ہیں کہ تحقیق ہمیں رسول خدا ﷺ نے ہدایت کے طریقے سکھائے اور ہدایت کے بہترین طریقوں میں سے نماز پڑھنی ہے اس مسجد میں کہ اس میں اذان دی جاتی ہو۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ وہ کل (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے پورا اور سچا مسلمان ہونے کی حیثیت سے ملے تو اس کو چاہیئے کہ وہ ان پانچوں نمازوں کی حفاظت کرے (ان کر پورے پورے شرائط و آداب کے ساتھ پڑھا کرے) اس جگہ کہ ان کے لئے اذان دی جائے (یعنی مسجدوں میں) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لئے ہدایت کے طریقے مقرر کئے ہیں۔ اور یقیناً" یہ پانچوں نمازیں جماعت سے پڑھنی ہدایت کے

طریقوں میں سے ہے اور اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو جیسا کہ یہ پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے (ایک شخص تھا جو جماعت میں حاضر نہ ہوتا تھا) تو تم اپنے نبی کے طریقے کو چھوڑ دو گے اور اگر تم اپنے نبی کے طریقہ کو چھوڑ دوگے تو تم گمراہ ہوجاؤ گے۔ اور کوئی شخص نہیں کہ وہ اچھی طرح وضو کرے پھر مساجد میں سے کسی مسجد کا قصد کرے مگر یہ کہ

تشریح۔

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں آیات متعلقہ فرض نماز باجماعت کی تفسیر ہے۔ پہلی حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز باجماعت کی فضیلت انفرادی نمازی کی نسبت ستائیس گنا زیادہ ہے۔ اور دوسری حدیث یہاں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار باتوں کا بیان ہے پہلی بات یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صبح کی نماز پڑھائی تو جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین غیر حاضر تھے ان کے بارے میں پوچھا تو حاضرین نے جواباً" عرض کیا کہ وہ نہیں ہیں۔ اور دوسری بات یہاں یہ بیان فرمائی کہ یہ دو نمازیں (فجر۔ عشاء) منافقین پر بھاری ہیں (یعنی ان دو نماروں میں غیر حاضری منافقانہ خصلت ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے۔ اگر تمہیں اس کی فضیلت معلوم ہو تو گھٹنوں پر بھی چل کر آوَ۔ اور تیسری بات یہ بیان فرمائی کہ صف اول فرشتوں کی صف کے برابر ہے۔ تو یعنی جس طرح فرشتے اللہ تعالی کے مقرب ہیں اسی طرح صف اول میں نماز پڑھنے والے اللہ تعالی کے مقرب ہوتے ہیں۔ اور چوتھے ارشاد گرامی کا مقصد یہ ہے کہ نماز باجماعت ہونی چاہیئے خواہ دو آدمی کیوں نہ ہوں۔ اور

جماعت میں جتنے زیادہ نمازی شریک ہوں گے وہ اتنے ہی اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پیارے ہوں گے۔ اور تیسرا یہاں اثر ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے۔ اس میں عبداللہ بن مسعود نے تین باتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں ایسے لوگ ہی جماعت سے الگ رہتے تھے جن کا نفاق واضح ہوتا تھا۔ اور بیمار تو دو آدمیوں کے درمیان چل کر بھی مسجد آتا تھا۔ اور دوسری بات یہ بیان فرمائی ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں سنن ھدا سکھائی ہے۔ اور نماز باجماعت سنن ھدا میں سے ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بات بیان فرمائی کہ جو یہ چاہتا ہے کہ وہ کامل مسلمان ہو کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے اسے چاہیئے کہ یہ پانچ نمازیں پوری حفاظت کے ساتھ وہاں پڑھے جہاں ان کے لئے اذان دی جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے سنن ھدا مشروع کی ہے۔ اور نماز باجماعت سنن ھدا میں سے ہے۔ اور اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے تو تم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت چھوٹ جائے گی۔ اور پھر تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور تیسری بات یہ بیان فرمائی ہے کہ جو آدمی نماز کے لئے اچھی طرح وضو کرے پھر کسی مسجد میں جاکر نماز پڑھے تو ہر قدم کے بدلے اسے ایک نیکی ملتی ہے۔ ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ اور ایک اس کا گناہ معاف ہوتا ہے۔

فرض نماز باجماعت چھوڑنے والے پر رسول ؐ نے تنبیہہ فرمائی ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لقد ھممت ان امر بحطب فیحطب ثم امر بالصلوہ

فیؤذن لھا ثم امر رجلا" فیؤم الناس ثم اخالف الی رجال وفی روایہ لا یشھدون الصلوۃ فاحرق علیھم بیوتھم والذی نفسی بیدہ لو یعلم احدھم انہ یجد عرقا" سمینا" او مرما تین حسنتین لشھد العشاء۔ رواہ البخاری و لمسلم نحوہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے البتہ تحقیق میں نے قصد کیا کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں۔ پس لکڑیاں جمع کی جائیں۔ پھر میں اذان دینے کا حکم دوں۔ سو اذان دی جائے اس کے لئے پھر میں ایک شخص کو امامت کرانے کا حکم دوں' پھر لوگوں کے گھروں کی طرف جاؤں جو نماز کے لئے حاضر نہیں ہوتے اور میں ان کے گھروں کو جلادوں۔ اور قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر ان میں ایک جانے کے ہڈی گوشت کی پائے فربہ یا گائے یا بکری کی پائے تو البتہ حاضر ہوں نماز عشاء میں۔" اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم نے بھی اس کی مانند روایت کی ہے۔

وعن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لولا مافی البیوت من النساء والذریہ اقمت صلوۃ العشاء وامرت فتیانی یحرقون ما فی البیوت بالنار رواہ احمد۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ "اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء کو قائم کرنے کا حکم دیتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ جو جو چیز گھروں میں ہے اس کو آگ سے جلادیں۔ (یعنی جو لوگ نماز میں حاضر نہیں ہوتے۔ ان کے گھروں

کو جلانے کا حکم دیتا) اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔"

تشریح۔

اس بحث میں دو حدیثیں منقول ہیں۔ اور یہ بھی آیات باجماعت نماز کی تفسیر ہے۔ اس سے قبل نماز باجماعت کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اور ان حدیثوں میں نماز باجماعت نہ پڑھنے کا نقصان بیان ہوا ہے۔ پہلی حدیث جو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں اور پھر نماز کے لئے اذان دینے کا حکم دوں۔ اور پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو امامت کرائے۔ اور میں خود ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور پھر ان کے گھر جلادوں۔ اور فرمایا اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے دست پاک میں میری جان ہے اگر نماز میں حاضر نہ ہونے والوں کو یہ پتہ ہو کہ انہیں گوشت والی ہڈی ملے گی یا بکری کے اچھے پائے ملیں گے تو وہ نماز عشاء میں ضرور حاضر ہوں۔ اس میں جناب نبی کریم ﷺ نے نمازوں میں حاضر نہ ہونے والوں کو تنبیہہ فرمائی۔ اور اس کے بعد دوسرے نمبر پر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے جو دوسری مروی حدیث ہے اس میں ہے۔ کہ آپ ﷺ نے اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنانے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ گھروں میں چونکہ عورتیں اور بچے ہیں اس لئے آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔ بہرحال اس سے یہ اندازہ ہوگیا کہ جو لوگ جماعت میں شامل ہو کر نماز ادا نہیں کرتے وہ اس سزا کے مستحق ہیں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو لوگ بالکل ہی نماز نہیں پڑھتے وہ تو اس سے یقیناً" زیادہ سزا کے مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے پناہ دے۔

اندھا بھی مسجد میں آکر نماز باجماعت ادا کرے۔

وعنہ قال انی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل اعمی فقال یا رسول اللہ انہ لیس لی قائد یقودنی لی المسجد فسال رسول اللہ صلی اللہ عیلہ وسلم ان یرخص لہ فیصلی فی بئتہ فرخص لہ فلما ولی دعاہ فقال ھل تسمع النداء بالصلوۃ قال نعم قال فاجب۔ رواہ مسلم

(یعنی عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں جو مجھے (نماز کے لئے) مسجد میں لے جایا کرے۔ سو اس نے آپ سے سوال کیا۔ کہ آپ اس کو گھر میں ہی نماز پڑھنے کی رخصت و اجازت دیں۔ آپ نے اس کو اجازت دے دی۔ لیکن وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا تو اس کو بلایا اور فرمایا کہ کیا تو نماز کے لئے اذان کی آواز سنتا ہے؟ اس نے کہا' ہاں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن عبداللہ بن ام مکتوم قال یا رسول اللہ ان المدینہ کثیرۃ الھوام والسباع و انا ضریر البصر فھل تجدلی من رخصہ قال ھل تسمع حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح قال نعم قال فحی ھلا" ولم یرخص۔ رواہ ابوداؤد و النسائی۔

عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مدینہ میں بہت موذی جانور اور درندے ہیں اور میں اندھا ہوں تو کیا آپ مجھے رخصت و اجازت دیتے ہیں کہ میں جماعت میں نہ آیا کروں؟ فرمایا' کیا

تو حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کی آواز سنتا ہے؟ عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ تو بس تو جماعت میں شامل ہوا کر۔ اور آپ نے جماعت ترک کرنے کی اجازت نہ دی' اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

تشریح۔

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں ہیں۔ اور یہ دونوں آیات جماعت کی تفسیر ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں اجمال اور تفصیل کا فرق ہے پہلی میں اجمال ہے اور دوسری میں تفصیل ہے۔ ایک ہی شخص کے بارے میں یہ حدیثیں آئی ہیں۔ یہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ نابینا تھے۔ انہیں کوئی پکڑ کر مسجد میں لانے والا نہیں تھا تو انہوں نے آپؐ سے جماعت میں حاضری کی معذرت کی تو آپ نے پہلے اسے اجازت دیدی۔ تو بعد میں اس سے پوچھا کہ تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ تو عرض کیا کہ ہاں سنتا ہوں۔ تو آپؐ نے اسے فرمایا کہ آیا کرو۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نابینا کو بھی نماز باجماعت کے لئے آنا ضروری ہے۔ اور صاحب مظاہر حق نے صحیحین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب وہ نابینا ہو گئے تھے) اجازت دیدی تھی۔ پس محدثین کے اصول کے مطابق کہ جب دو حدیثوں میں تعارض ہو جائے تو تطبیق کی کوشش کرتے ہیں تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم والی حدیث کو اولیت پر حمل کیا جائے۔ پس مقصد یہ بنے گا کہ نابینا کے لئے بھی جماعت میں حاضر ہونا بہتر ہے۔

پس یہ احادیث بھی آیات نماز باجماعت کی تفسیر ٹھہری۔ کیونکہ سورہ البقرہ والی آیت میں اتنا فرمایا ہے کہ (وارکعوا مع الراکعین) رکوع کرنے

والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ اور یہ عام ہے کہ وہ نماز پڑھنے والے نابینا ہوں یا غیر نابینا ہوں۔ کسی کی استثناء نہیں ہے۔ اور جناب نبی کریم ﷺ نے بھی اس کی وضاحت فرمادی کہ نابینا کو بھی یہ حکم شامل ہے۔ مگر اس کے معذور ہونے کی وجہ سے وہ اگر نہ آئے تو اس کو اجازت ہے۔

سخت بارش اور آندھی میں ترک جماعت جائز ہے۔

وعن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من سمع النداء فلم یجبه فلا صلوة له الا من عذر۔ رواه الدار قطنی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول مقبول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "جس شخص نے اذان سنی اور اس نے اس کا جواب نہ دیا تو اس کی نماز نہیں مگر عذر سے۔" اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن عمر انه اذن بالصلوة فی لیله ذات برد و ریح ثم قال الا صلوا فی الرجال ثم قال ان رسول اللچه صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر المؤذن اذا کانت لیله ذات برد و مطر یقول الا صلوا فی الرحال۔ متفق علیه۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سردی اور سخت ہوا والی رات میں نماز کے لئے اذان دی۔ پھر فرمایا۔ خبردار ہو جاؤ اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ پر فرمایا۔ کہ رسول خدا ﷺ سردی اور بارش والی رات ہوتی۔ تو موذن کو حکم دیتے کہ خبردار ہو جاؤ اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔

اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح۔

یہ دو حدیثیں بھی آیات نماز باجماعت کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں سے پہلی آیت جو وارکعو مع الراکعین اس میں نماز باجماعت کا حکم ہے۔ اور دوسری آیت میں اس کی فضیلت ہے مگر دوسری آیات میں اعتزار کا لحاظ موجود ہے جیسا کہ مریض۔ مسافر وغیرہ کے احکامات یہاں تک کہ بعض فرائض وغیرہ بھی ایسے مواقع میں ترک کرنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح سخت بارش اور آندھی بھی بڑا معقول عذر ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ایسے موقعہ پر جماعت ترک کرنے کی اجازت دی ہے۔ جس طرح کہ نابینا کو اجازت دی ہے تاہم بہتر یہی ہے کہ مسجد میں آکر نماز باجماعت ادا کرے تاکہ جماعت کی فضیلت پائے۔

اگر درخانہ صد محراب واری
نماز آں بہ کہ در مسجد گزاری

شدید بھوک کے وقت کھانا سامنے آجائے تو جماعت ترک کرنا جائز ہے۔

وعن عائشہ انہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا صلوۃ بحضرہ الطاعم ولا ھو یدافعہ الاخبثان رواہ مسلم۔

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ تحقیق انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ "طعام سامنے ہونے کی حالت میں نماز پوری نہیں ہوتی اور نہ اس حالت میں کہ دفع کریں۔ اس کو دو خبیث (یعنی بول و براز کی حالت میں) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔"

وعنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا وضع عشاء احدکم واقیمت الصلوۃ فابدؤا بالعشاء ولا یعجل حتی یفرغ منہ وکان ابن عمر یوضع لہ الطعام و تقام الصلوۃ فلا یاتیھا حتی

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔ "جب تم میں سے کسی کا عشاء کا کھانا رکھا جائے اور جماعت بھی کھڑی ہوجائے تو (پہلے کھانا شروع کردو) اور فارغ ہونے تک جلدی نہ کرو" (یہ حکم استحبابا" ہے ضروری نہیں) اور حضرت ابن عمرؓ کے سامنے کھانا رکھا جاتا

یہاں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔

تشریح۔

اور یہ دونوں آیات نماز باجماعت کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیتوں میں سے پہلی آیت میں اتنا فرمایا ہے (وارکعوا مع الراکعین) کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ یہاں اعتذار کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ پہلے کئی بار عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ القرآن یفسر بعضہ للبعض) کہ قرآن کا ایک حصہ مجمل ہوتا ہے اور دوسری حصہ میں اس کی تفسیر ہوتی ہے۔ چنانچہ سورہ البقر" کی آخری آیت میں ہے لا یکلف اللہ نفسا" الا وسعھا کہ اللہ تعالیٰ نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس کی قدرت کے موافق۔ اور جب انسان کو شدید بھوک لگی ہوئی ہو تو اس وقت انسان بیتاب ہوجاتا ہے۔ اس وقت حضور قلب نہیں رہتا اللہ تعالیٰ کی طرف پورا دھیان بھی نہیں رہتا۔ دھیان کھانے کی طرف رہتا ہے۔ بقول شیخ سعدی رحمہ اللہ خداوند روزی بحق مشتغل پراگندہ روزی پراگندہ دل اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب عشاء کا کھانا رکھا جائے اور ادھر سے نماز کھڑی کردی جائے تو پہلے کھانا کھاؤ جلدی نہ کرو۔

دشمن درندے کے خوف یا شدید بیماری کی وجہ سے جماعت ترک کرنا جائز ہے

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع المنادی فلم یمنعہ من اتباعہ عذر قالو وما العذر قال خوف او مرض لم تقبل منہ الصلوۃ التی صلی۔ رواہ ابوداؤد والدار قطنی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص اذان کہنے والے کی اذان سنے تو اس کو مؤذن کی تابعداری سے کوئی عذر نہ باز رکھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا عذر کیا ہے؟ فرمایا۔ خوف یا بیماری اس سے وہ نماز قبول نہیں کی جاتی جو اس نے پڑھی۔" اس کو ابوداؤد اور دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

تشریح۔

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث نقل کی گئی ہے۔ اور یہ بھی آیات نماز باجماعت کی تفسیر ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دشمن کے خوف یا درندے کے خوف سے یا بیماری کی وجہ سے (یعنی ایسی شدید بیماری کی جن کی وجہ سے انسان آسانی سے چل کر مسجد میں نہ جاسکتا ہو) ترک جماعت جائز ہے۔

پیشاب پاخانہ کے تقاضے کے وقت جماعت چھوڑنا جائز ہے۔

عن عائشہ انہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا صلوۃ بحضرہ الطعام ولا ھو یدافعہ الاخبثان (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ کھانا سامنے ہونے کی حالت میں نماز نہیں ہوتی۔ اور بول و براز کے دباؤ کے وقت بھی نماز نہیں ہوتی

عن عبداللہ بن ارقم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا اقیمت الصلوۃ و وجد احدکم الخلاء فلیبداء بالخلاء۔ رواہ الترمذی و روی مالک و ابو داؤد و النسائی نحوہ

کہ میں نے جناب رسالت ماب ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب نماز جماعت کھڑی ہو جائے اور تم میں سے کسی کو پاخانہ کی حاجت ہو تو اس کو چاہیے کہ پہلے اس سے فارغ ہو لے (اگرچہ جماعت فوت ہو جائے) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تؤخروا الصلوۃ لطعام ولا لغیرہ۔ رواہ فی شرح السنہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ طعام کے لئے نماز میں تاخیر نہ کیا کرو۔ اور نہ کسی اور کام کے لئے"۔ اس کو شرح السنہ میں روایت کیا ہے مطلب یہ ہے کہ سستی اور عادت نہ ڈالو کہ پہلے کھانا کھالیا اور پھر نماز پڑھی ہاں اگر سخت بھوک لگ رہی ہے اور اتفاقاً" کھانا سامنے آگیا تو ایسی صورت میں اجازت ہے کہ پہلے کھانا کھالو اور پھر نماز پڑھو جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے)

اوپر جو گزرا کہ کھانا پہلے کھالیا کرو۔ اور نماز بعد میں پڑھو۔ اور یہاں فرمایا کہ نماز کو طعام وغیرہ کے لئے دیر نہ کرو تو یہ محمول ہے اس پر کہ تاخیر (دیر کرنے) میں وقت جاتا ہو تو تب یہ حکم ہے اور وہ حکم اس صورت میں ہے کہ وقت فراغ ہو اور کھانا بھی حاضر ہو' اور اس کی خواہش بھی ہو' تو جب یہ چاہیے کہ پہلے کھالے اب دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا

ترک جماعت سے انسان پر شیطان حاوی ہو جاتا ہے۔

وعن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ثلثه فی قریه ولا بدو ولا تقام فیهم الصلوة الا قد استحوذ علیهم الشیطان فعلیک بالجماعه فانما یاکل الذئب القاصیه رواه احمد و ابو داؤد والنسائی۔

حضرت ابو الدرداء ؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا تین شخص کسی بستی یا جنگل میں رہتے ہوں اور وہ نماز کی جماعت نہ کرتے ہوں (ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ پس اپنے اوپر جماعت کو لازم کر لے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو بکری ریوڑ سے علیحدہ ہو اس کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔)
اس کو احمد ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے

تشریح۔

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے یہ بھی آیات نماز باجماعت کی تفسیر ہے کیونکہ نماز باجماعت پڑھنے کا حکم ہے اور اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ مگر نقصان نہیں بیان فرمایا کہ نماز باجماعت ترک کرنے سے کیا نقصان ہے لیکن تاہم کوئی نقصان تو ضرور ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالی حکیم ہے ۔ اور حکیم جو کام کرنے کا حکم دے اس میں فائدہ ہوتا ہے۔ اور اس کے نہ کرنے میں نقصان ہوتا ہے ۔ اور اللہ تعالی جو سب سے بڑا حکیم اور دانا ہے۔ اس کے ارشادات کی تعمیل میں یقیناً" فائدہ ہوگا اور خلاف ورزی میں نقصان ہوگا۔ نماز باجماعت پڑھنے میں جو فوائد مضمر ہیں۔ ان کی تفصیل تو اس حدیث میں آچکی ہے۔ اور اس حدیث میں نقصان بیان فرمایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جس بھی چھوٹے یا بڑے گاؤں میں اگر تین آدمی ہوں تو انہیں بھی

نماز باجماعت پڑھنا چاہیئے اور اس سے پہلے حضرت ابوالدرداء ﷜ والی حدیث میں دو آدمیوں کا ذکر بھی آچکا ہے۔ ورنہ ان پر شیطان حاوی ہوجائے گا۔ آپ نے اس سلسلہ میں ایک مثال بھی بیان فرمائی کہ جس طرح ریوڑ سے کٹ جانے والی بکری کو بھیڑیا شکار کرلیتا ہے۔ اسی طرح جماعت سے الگ ہونے والے آدمی کو شیطان گمراہ کرلیتا ہے۔ بہرحال یہ حدیث آیات نماز باجماعت کی تفسیر ہے۔ اور اس سے پہلے بار ہا عرض کیا چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی احادیث قرآن مجید کی تفسیر ہے اور احادیث کے سوا قرآن سمجھنا مشکل ہے ۔ اور جو لوگ احایدث نبویؐ کا انکار کرتے ہیں وہ درحقیقت منکر قرآن ہی ہیں۔

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلوۃ فلا یخرج احدکم حتی یصلی۔ رواہ احمد۔

اور ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا۔ کہ جس وقت تم مسجد میں ہو اور نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم میں سے کوئی نماز پڑھے بغیر (مسجد سے) نہ نکلے (ہاں اگر وہ کسی دوسری جگہ کا امام ہو یا شدید حاجت ہو تو پھر نکلنا جائز ہے) اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی الشعثاء قال خرج رجل من المسجد بعد ما اذن فیہ فقال ابوہریرۃ اما ھذا فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ مسلم۔

ابی شعثاء سے روایت ہے کہ اذان دیئے جانے کے بعد ایک شخص مسجد سے نکلا ' حضرت ابوہریرۃ ﷜ نے فرمایا تحقیق اس شخص نے ابو القاسم ﷺ

کی نافرمانی کی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرکہ الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجہ وھو لا یرید الرجعہ فھو منافق۔ رواہ ابن ماجہ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جس شخص کو مسجد میں اذن نے پایا (یعنی اذان ہوجائے اور وہ مسجد میں ہو) پھر وہ مسجد سے باہر نکلا کسی حاجت کے لئے نہیں اور وہ واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے۔" اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے

تشریح۔

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں بھی آیت نماز باجماعت کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیات میں سے پہلی آیت میں نماز باجماعت پڑھنے کا حکم ہے۔ اور بعد والی آیات میں اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اور پہلے یہ تفصیل بھی آگئی ہے۔ کہ نماز کے لئے آذان دی جائے۔ اور کوئی آدمی اس مسجد میں موجود ہو تو کیا وہ اب کسی حاجت کے لئے اب نکل نکل سکتا ہے یا نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب وہ نہیں نکل سکتا! چنانچہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ والی روایت میں فرمایا ہے کہ جب تم مسجد میں ہو اور وہاں آذان ہوجائے۔ تو نماز پڑھنے کے سوا تم میں سے کوئی نہ نکلے اور دوسرا یہاں اثر ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص مسجد سے اس وقت نکل گیا جب آذان ہوچکی تھی تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص (ابو قاسم) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ اور تیسری حدیث جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص کی موجودگی میں کسی

مسجد میں اذان ہو اور وہ سوائے کسی حاجت اہم کے یا سوائے واپسی کے ارادہ کے چلا ئے۔ تو وہ منافق ہے۔ اور حاجت کی تفسیر پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور نیز وہ اگر کسی اور مسجد کا امام یا مؤذن ہو۔ یا منتظم ہو۔ تو یہ بھی حاجت میں شامل ہیں۔ ان کے لئے جانے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ اور مسجد میں بغیر خوشبو لگائے جا سکتی ہیں

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استاذنت امراۃ احدکم الی المسجد لا یمنعنھا متفق علیہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے۔ تو اس کو مت روکو۔ (اجازت دے دو) متفق علیہ"۔

وعن زینب امراۃ عبداللہ بن مسعود قالت قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا شہدت احدکن المسجد فلا تمس طیبا ۔ رواہ مسلم

زینب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سے روایت ہے کہ ہمیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو وہ (کوئی) خوشبو نہ لگائے (عورت خود مجسم فتنہ ہے۔ اگر وہ خوشبو بھی لگالے تو اور بھی بلا ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔)"

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امراۃ اصابت بخورا فلا تشھد معنا العشاء الاخرۃ۔ رواہ مسلم

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔ جو عورت بخور لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو" بخور سے مراد ہر خوشبو دار چیز ہے) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا نسائکم المساجد وبیوتھن خیر لھن رواہ ابو داؤد۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ "تم اپنی عورتوں کو مسجدوں سے منع نہ کیا کرو۔ اور ان کے گھر ہی ان کے لئے بہتر ہیں۔" (یعنی بہ نسبت مسجدوں کے ان کا گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے ہاں اگر حالات بہتر ہوں تو مسجدوں میں بھی جانے کی اجازت دیدیا کرو) اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ المراۃ فی بیتھا افضل من صلوتھا فی حجرتھا و صلوتھا فی مخدعھا افضل من صلوتھا فی بیتھا۔ رواہ ابو داؤد

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "عورت کی نماز صحن میں پڑھنے سے اپنے گھر کے اندر پڑھنا بہتر ہے اور کھلے ہوئے مکان سے کوٹھڑی کے اندر نماز پڑھنا بہتر ہے" (مطلب یہ کہ حتی الامکان اور حسب حالات عورت کا چھپ کر نماز پڑھنا بہتر ہے) اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ یعنی عورت جتنا پوشیدہ اور اندر نماز پڑھے بہتر ہے

وعن ابی ھریرۃ قال انی سمعت حبیبی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تقبل صلوۃ لامراۃ تطیبت للمسجد حتی

تغتسل غسلها من الجنابہ۔ رواہ ابوداؤد و روی احمد والنسائی نحوہ۔

حضرت ابوہریرۃ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "وہ عورت جو مسجد میں جانے کے لئے خوشبو لگائے اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔ یہاں تک کہ غسل کرے مانند غسل جنابت کے (یعنی سارا بدن دھوئے) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور احمد و نکسائی نے بھی اس کی مانند روایت کی ہے" کہا ابن ملک نے یہ مبالغہ ہے زجر میں اس لئے کہ اس سے فتنہ اٹھتا ہے۔ اور رغبت زیادہ ہوتی ہے اس کی طرف لوگوں کی ۱۲ ع:

وعن ابی موسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عین زانیہ و ان المراۃ اذا اسعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذا یعنی زانیہ۔ رواہ الترمذی ولابی داؤد والنسائی نحوہ

حضرت ابو موسی ؓ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔ "جو آنکھ ہے زنا کرنے والی ہے (یعنی اجنبی عورت کو شہوت سے دیکھنا زنا ہے) اور تحقیق عورت جس وقت خوشبو لگاتی ہے اور پھر کسی مجلس سے گزرتی ہے سو وہ ایسی اور ایسی ہے۔ یعنی زانیہ ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد اور نسائی نے بھی اسی کی مانند روایت کی ہے۔"

یعنی اپنی خوشبو سے لوگوں کو رغبت دلاتی ہے کہ اس کو دیکھو پس ان کو آنکھوں کا زنا حاصل ہوا۔ اور یہ باعث اس کا ہوئی۔ گویا اسی نے زنا کیا: ع

تشریح۔

یہاں اس بحث میں سات احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ بھی آیات نماز باجماعت کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیتوں میں سے پہلی آیت میں تو فرمایا

ہے ولرکعوا مع الراکعین) رکوع کرو ساتھ رکوع کرنے والوں کے) اور باقی آیتوں میں نماز باجماعت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالی کا دستور قرآن حکیم میں یہ ہے ۔کہ جہاں عورتوں کے لئے احکامات الگ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو وہاں صیغے صرف عورتوں والے بولے جاتے ہیں۔ اور جہاں احکامات مشترکہ ہوتے ہیں وہاں صیغے بھی مشترکہ بولے جاتے ہیں۔ اور یہاں وارکعوا مع الراکعین صیغہ مشترکہ بولا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح مردوں پر نماز باجماعت لازم ہے۔ شاید کہ عورتوں پر بھی اسی طرح لازم ہوگی۔ تو نبی (ﷺ) نے ان احادیث میں تفصیل بیان فرمائی کہ عورتوں کے لئے جماعت لازم نہیں ہے بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ وہ گھروں میں نماز ادا کریں۔ کیونکہ فتنہ کا خطرہ ہے اور جن اعذار کا لحاظ باقی احکامات میں ہے۔ یہاں بھی تو ہے بلکہ یہ فتنہ بڑا ہے کیونکہ عورتوں کی عزت پر ڈاکے ڈالنے والے ہر دور میں رہے ہیں۔ اور آج کل یہ ڈکیتی عروج پر ہے۔ لہٰذا آپؐ نے فرمایا کہ عورتوں کا گھروں میں نماز پڑھنا بہتر ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عزت و آبرو کا تحفظ سنت عبادت سے بہتر ہے اور اگر عزت بچا کر وہ مسجد تک جاسکیں تو ان کے لئے اجازت دی گئی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ خوشبو لگا کر نہ جائیں۔ کیونکہ خوشبو لگا کر ان کا جانا از سر خود دعوت گناہ ہے۔

بقول شاعر۔

جب حسن دے رہا ہو جہاں دعوت گناہ
اب کون پارسا ہے کہ جو دامن بچا سکے

جب جماعت کے لئے اقامت ہوجائے تو کوئی اور نماز نہیں پڑھنا چاہیئے

وعن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اقیمت الصلوة فلا صلاة الا المکتوبه۔ رواه مسلم۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جس وقت کہ نماز کھڑی ہوجائے تو سوائے فرض نماز کے کوئی نماز پڑھنی نہیں چاہیئے۔" (یعنی تکبیر کے بعد سنت وغیرہ نہ پڑھے، جماعت میں شامل ہو) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن محمد ابن ابراہیم عن قیس بن عمر (قال رئی النبی صلی الله علیه وسلم رجلا" یصلی بعد صلوة الصبح رکعتین فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم) صلوة الصبح رکعتین فقال الرجل انی لم اکن صلیت ابرکعتین اللتین قبلعما فصیلتها الان فسکت رسول الله صلی الله علیه وسلم (رواه ابوداؤ و الترمذی غوه وقال اسناد هذا الحدیث بس بمتصل لان محمد بن ابراهیم کم یسمع من قیس ابن عمر وه

محمد بن ابراہیم نے قیس بن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صبح کی نماز کے بعد دو رکعات پڑھ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز دو ہی رکعات ہے تو اس شخص نے کہا میں نے فرضوں سے پہلے دو رکعات نہیں پڑی تھی۔ وہ اب پڑھی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]ش ہوگئے۔ یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے

ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد متصل نہیں ہے کیونکہ محمد بن ابراہیم نے قیس بن عمرو سے یہ روایت سنی نہیں ہے شرح السنہ اور مصابیح کے نسخے میں قیس بن فہد کے حوالے سے روایت ہے۔ مشکوہ باب اوقات

تشریح:۔

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں ہیں پہلی حدیث جو حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور یہ بھی آیات نماز باجماعت کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں سے پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ رکوع کرو ساتھ رکوع کرنے والوں کے۔ مگر اس میں تفصیل نہیں ہے۔ کہ فرضوں سے قبل والی سنتیں اقامت کے بعد اب جائز ہیں یا نہیں؟ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جامع جملہ میں فرما دیا کہ جب اقامت کہی جائے تو اس وقت اور کوئی نماز نہیں۔ اس وقت صرف اور صرف فرض باجماعت ہی پڑھے جاسکتے ہیں۔ ان کے علاوہ سنتیں۔ نوافل۔ قضا وغیرہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ مگر بعض محدثین نے فجر کی سنتوں کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ کیا ہے۔ کہ وہ سنتیں پڑھی جاسکتی ہیں۔ مگر اس میں تفصیل ہے کہ فجر کی سنتوں کی فضیلت احادیث میں بہت آئی ہے۔ مثلاً" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسلم میں ایک حدیث مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیھا) فجر کی دو رکعات کا ثواب دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہے (یعنی اگر دنیا اور اس کے اندر جو مال او دولت ہے۔ انسان اگر اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرے تو اس سب سے فجر کی دو سنتوں کا ثواب زیادہ ہے۔ اور ایک دوسری حدیث جو صاحب مظاہر حق نے نقل کی ہے)۔ (صلوھا وان طردتک الخیل) فجر

کی سنتیں پڑھو اگرچہ تمہیں لشکر ہانکے) اور دوسری طرف نماز باجماعت کی فضیلت بھی بہت ہے۔ اور ترک جماعت کو نفاق بھی فرمایا ہے۔ اب کس پر عمل کیا جائے اس سلسلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ جب فجر کی جماعت کے لئے تکبیر ہوجائے تو سنتیں چھوڑ دینی چاہئیں۔ اور جماعت میں شریک ہوجانا چاہیئے۔ اور بعد میں سنتیں پڑھ لے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ہے کہ اگر اسے امام کے ساتھ ایک رکعت بھی پالینے کی امید ہو۔ تو اسے سنتیں پڑھ لینا چاہئیں اور بعد میں جماعت میں شریک ہوجائے کیونکہ اس طرح جماعت والی فضیلت بھی پالیگا۔ اور سنتوں کی فضیلت بھی پالیگا۔ اور (تارک جماعت بھی نہیں بنے گا۔ اور فجر کے فرض کے بعد سنتیں قضا کرنے سے سنتوں کی فضیلت سے وہ محروم ہوجائے گا۔ کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف فجر کی سنتوں کی قضا منقول نہیں ہے۔ تو اب اگر کوئی وہ سنتیں قضا کرے گا تو ان کا درجہ نفل کا ہوگا۔ اور نفل میں وہ فضیلت نہیں ہے جو سنتوں میں ہے۔ اور حضرت قیس والی حدیث کے بارے میں احناف کی تحقیق یہ ہے کہ وہ صحت کو نہیں پہنچی۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے۔ اس لئے وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور احناف کے نزدیک فجر کی یہ سنتیں جہاں جماعت ہو رہی ہو وہاں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ یہ سنتیں گھر میں پڑھنا چاہئیں۔ یا مسجد کے دروازہ کے پاس یا ایسی جگہ جہاں کوئی چیز حائل ہو۔ مثلاً" ستون وغیرہ تو وہاں سنتیں پڑھ کر جماعت شامل ہونا چاہیئے۔ مگر یہ اختلاف فضیلت میں ہے جواز میں نہیں ہے)

امام کو چاہیئے کہ صفیں برابر کرے کیونکہ رسول اللہؐ ایسا کرتے تھے۔

عن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یسوی صفوفنا حتی کانما یسوی بھا القداح حتی رای انا قد عقلنا عنہ ثم خرج یوماً فقام حتی کاد ان یکبر فرای رجلاً بادیاً صدرة من الصف فقال عباد اللّٰہ لتسون صفوفکم او لیخالفن اللّٰہ بین وجھکم۔ رواہ مسلم۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں سیدھی کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ گویا برابر کرتے ان کے ساتھ تیروں کو یہاں تک کہ تحقیق دیکھا۔ ہم ان سے سمجھے سو ایک دن نکلے اور کھڑے ہوئے، قریب تھا کہ تکبیر کہیں، آپ نے دیکھا ایک شخص کو کہ اس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کے بندو! صفوں کو سیدھا کیا کرو۔ ورنہ اللہ تعالی تمہارے چہروں (اور دلوں) میں فرق ڈال دیگا (تمہارے اس ظاہری اختلاف سے باطنی اختلاف پیدا ہوگا۔ اور یہ اللہ کی طرف سے تم کو سزا ملے گی) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن انس قال اقیمت الصلوة فاقبل علینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بوجھہ فقال اقیموا صفوفکم و تراصو فانی اریٰکم من وراء ظھری۔ رواہ البخاری و فی المتفق علیہ قال اتموا الصفوف فانی ارٰکم من وراء ظھری۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ "اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور درست کرو آپس میں مل کر (کندھے سے کندھا ملا کر) کھڑے ہو' حقیقت یہ ہے کہ میں تم کو اپنی پیٹھ پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور متفق علیہ حدیث میں ہے فرمایا۔" پورا کرو صفوں کو تحقیق میں تم کو پیٹھ پیچھے سے دیکھتا ہوں'

پورا کرو صفوں کو یعنی جب تک پہلی صف بھر نہ لے دوسری صف قائم نہ کرو: ع

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ یہ وسلم سووا صفوفکم فان تسویہ الصفوف من اقامہ الصلوۃ۔ متفق علیہ الا ان عند مسلم من تمام الصلوۃ۔

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔ "اپنی صفیں سیدھی اور برابر کیا کرو۔ یقیناً" صفوں کا سیدھا کرنا نماز قائم کرنے سے ہے۔" متفق علیہ مگر یہ کہ مسلم میں بجائے اقامہ الصلوۃ کے من تمام الصلوۃ ہے۔

وعن ابی مسعود الانصاری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح مناکبنا فی الصلوۃ و یقول استووا ولا تختلفوا فتخلف قلوبکم لیلبنی منکم اولوا الاحلام والنھی ثم الذین بلونھم قال ابو مسعود فانتم الیوم اشد اختلافا"۔ رواہ مسلم۔

ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز میں اپنے ہاتھ سے ہمارے مونڈھوں پر رکھتے تھے۔ اور فرماتے کہ مل جاؤ' فاصلہ اور اختلاف نہ رکھو' ورنہ تمہارے دل مختلف ہوجائیں گے اور چاہیے کہ جو بال

اور عاقل ہیں وہ میرے نزدیک ہوں، پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہیں اور پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہیں ۔ ابو مسعود نے فرمایا۔ پس آج کے دن تم مختلف ہو۔ یعنی تمہارے اختلاف اور فتنوں کا سبب یہ ہے کہ تم اپنی صفیں برابر اور درست نہیں کرتے) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رصوا صفوفکم و قاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیطن یدخل من خلل الصف کانہ الحذف رواہ ابو داؤد۔

حضرت انس ﷛ کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اپنی صفیں ملی ہوئی رکھو (یعنی آپس میں خوب مل کر کھڑے ہو۔ درمیان میں خالی جگہ نہ رہے) اور ان کے درمیان نزدیکی کرو (یعنی صفوں کے درمیان بھی زیادہ فرق نہ رہے۔ اور گرونیں برابر رکھو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ تحقیق میں دیکھتا ہوں صفوں کے شگافوں کے درمیان شیطان کو داخل ہوتے ہوئے۔ گویا وہ بکری کا سیاہ بچہ ہے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے)

وعن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسوی صفوفنا اذا قمنا الی الصلوۃ فاذا استوینا کبر۔ رواہ ابوداؤد۔

نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ہماری صفوں کو سیدھا کیا کرتے تھے۔ جب ہم برابر ہو جاتے۔ تو تکبیر تحریمہ کہتے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسل یقول عن

یمینه اعتدلوا سووا صفوفکم وعن یساده اعتدلوا سووا صفوفکم۔ رواہ ابو داؤد

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داہنی طرف والوں کو فرماتے سیدھے کھڑے ہو اور اپنی صفیں برابر کرو۔ اور بائیں طرف والوں کو بھی فرماتے سیدھے کھڑے رہو اور اپنی صفیں برابر کرو اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقولوا استووا استووا استووا فو الذی نفسی بیدہ انی لا رکم من خلفی کما ارکم من بین یدی۔ رواہ ابو داؤد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ برابر ہو' برابر ہو' برابر ہو' قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' البتہ تحقیق میں تم کو پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح آگے سے دیکھتا ہوں۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے'

تشریح

یہ احادیث بھی آیات متعلقہ نماز باجماعت کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں سے پہلی آیت میں یہ فرمایا ہے کہ (وارکعوا مع الراکعین) رکوع کرو ساتھ رکوع کرنے والوں کے۔ اور باقی آیات میں اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ نمازیوں کی صفیں کس طرح کھڑا کرنا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں عملاً" اور قولا" صفیں کھڑا کرنے کے طریقہ بتایا ہے۔ ان میں سے پہلی حدیث جو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں یہ بتایا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں اس

طرح برابر فرمایا کرتے تھے گویا کہ ان سے تیر سیدھا کرتے تھے. یہ ایک عربی محاورہ ہے۔ عرب میں یہ دستور ہے کہ جب کسی چیز کو ہموار اور سیدھا کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس کو تیر سے سیدھا کیا۔ اور یہاں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا فعل مبالغہ" اس انداز سے بیان کر رہے ہیں کہ گویا آپ ﷺ ان صفوں سے تیر سیدھا فرماتے تھے اور آپ کا یہ طریقہ یہاں تک رہا جب آپ کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ اب سمجھ گئے ہیں۔ پھر ایک دن آپ ﷺ گھر سے نکلے اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور تکبیر کہنے والے ہی تھے تو ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا سینہ باقی لوگوں کے سینوں کی نسبت سے باہر نکلا ہوا ہے تو فرمایا اللہ کے بندو اپنی صفیں برابر کرو ،ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کے درمیان اختلاف پیدا کریں گے۔ اس حدیث میں پانچ طرح کا اجمال ہے۔ پہلا یہ ہے کہ آپ ﷺ جو یہ صفیں سیدھی فرماتے تھے تو کیا تکبیر کہنے سے پہلے یا بعد میں۔ دوسرا یہ ہے کہ صفیں کیسے برابر کرنا ہے اور تیسرا یہ ہے کہ کیا آپ ﷺ ہاتھوں سے صفیں برابر کرتے تھے یا زبانی اشارے پر ہی اکتفا کرتے تھے اور چوتھا یہ ہے کہ صفیں برابر کرنے کا فائدہ کیا ہے اور پانچواں یہ ہے کہ یہ صفیں برابر نہیں کریں گے تو نقصان کیا ہے اور اس کے بعد دوسرے نمبر کی حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے اس میں دو اجمالوں کی تفصیل آئی ہے ایک یہ کہ آپ ﷺ تکبیر کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوتے تھے اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ صفیں سیدھی کرنے کا طریقہ بتاتے تھے کہ آپس میں ملو اور تیسری حدیث بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں چوتھے اجمال کی وضاحت ہے کہ اگر صفیں برابر کریں گے تو نماز مکمل ہوگی ورنہ نماز مکمل نہیں ہوگی اور چوتھی حدیث جو حضرت ابی مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ایک تو دوسرے اجمال کی تفصیل

ہے کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں سے نمازیوں کے کندھے برابر کرتے تھے اور پانچویں اس اجمال کی تفصیل ہے کہ پہلی حدیث میں جو فرمایا ہے کہ اگر صفیں سیدھی نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو تبدیل کریں گے۔ پس اس حدیث میں فرما دیا ہے کہ چہرے تبدیل کرنے سے مراد دل کو ٹیڑھا کرنا ہے اور یہ صفیں سیدھی نہ کرنے کا نقصان ہے اور اس کے بعد والی چار احادیث میں مضامین سابق کی تفصیل ہے اور بار بار صفیں سیدھا کرنے کا ارشاد تاکید ہے۔

صفیں برابر رکھنے کی فضیلت

() وعن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرانا حلقا فقال مالی ارىکم عزین ثم خرج علینا فقال الا تصفون کما تصف الملئکہ عند ربها فقلنا یا رسول اللہ وکیف تصف الملائکہ عند ربها قال یتمون الصوف الاولی و یتراصون فی الصف رواہ مسلم۔

جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں ہم حلقے بنائے بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو الگ الگ جماعتیں بنائے دیکھتا ہوں۔ (یعنی) تم الگ الگ حلقے بنائے ہوئے بیٹھے ہو پھر دوسری بار نکلے اور فرمایا کہ کیا تم ملائکہ کی صفوں کی مانند صف نہیں بناتے کہ وہ اپنے رب کے سامنے صف بناتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! فرشتے اپنے رب کے سامنے کیسے صف بناتے ہیں۔ فرمایا پہلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(2) وعن البراء بن عازب قال کان رسول صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی الذین یلون الصفوف الاولی وما من خطوہ احب الی اللہ من خصوہ لیمشیھا یتصل بھا صفا ابو داؤد۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود رحمت بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو پہلی صفوں کے قریب ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے نزدیک کوئی قدم محبوب نہیں اس قدم سے زیادہ کہ چلے اور اس کے ساتھ صف کو ملائے۔ (یعنی اگر صف میں خالی جگہ رہ گئی ہو تو اس کو چل کر پر کردے) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(3) وعن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی میا من الصفوف۔ رواہ ابو داؤد۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کی داہنی طرف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں (اس لئے امام کی دائیں طرف کھڑا ہونا بہتر ہے) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے فائدہ امام سے دائیں طرف کھڑا ہونا اگرچہ امام سے دور ہو بائیں طرف کھڑے ہونے سے افضل ہے اگرچہ قریب ہو ہاں اگر بائیں طرف خالی ہوتو بائیں طرف کھڑے ہونا افضل ہے~~ہے~~ واسطے رعایت دونوں طرفوں کے

(4) عن ابی امامہ قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی الصف الاول قالو یارسول صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الثانی قال ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی الصف الاول

قالو یا رسول اللّٰہ وعلی الثانی قال ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی الصف الاول قالو یا رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعلی الثانی قال رسول اللّٰہ صص سووا صفوفکم و حاذوا بین مناکبکم و لینوا فی ایدی اخوانکم وسدوالخلل فان الشیطن یدخل فیما بینکم بمنزلہ الحذف یعنے اولاد الضان الصغار۔ رواہ احمد۔

حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ”تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پہلی صف پر“ صحابہ ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا دوسری پر بھی؟ فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! دوسری صف پر بھی؟ فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں“ عرض کیا یارسول اللہ! اور دوسری پر بھی؟ فرمایا اور دوسری پر بھی“ نیز حضور ﷺ نے فرمایا اپنی صفوں کو برابر کرو؟ اپنے مونڈھے برابر رکھو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کے سامنے نرم ہو جاؤ۔ اور صف کے شگافوں کو بند کرو“ (درمیان میں جگہ خالی نہ رہے) حقیقت یہ ہے کہ شیطان تمہارے درمیان حذف کی مانند داخل ہوتا ہے یعنی بھیڑ کے چھوٹے بچے کی طرح۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

(5)وعن ابن عمر قال قال رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم اقیمو الصفوف و حاذوا بین المناکب و سدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولاتذرو فرجات الشیطان ومن وصل صفا و صلہ اللّٰہ ومن قطعہ قطعہ اللّٰہ۔ رواہ ابوداؤد و روی النسائی منہ قولہ ومن وصل الی اخرہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا" صفوں کو سیدھا کرو مونڈھے برابر کرکے ملاؤ خالی جگہوں کو پر کرو، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کے لئے نرم ہو جاؤ اور تم شیطان کے فرجے نہ چھوڑو جس نے صف ملائی اس کو اللہ تعالیٰ ملائے گا (یعنی جو خالی جگہ جاکر کھڑا ہوگیا اس پر اللہ کا فضل ہوگا) اور جس نے صف توڑ دی اس کو اللہ توڑے گا" (یعنی مقام قرب و صحت سے محروم رکھے گا) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور نسائی نے اس حدیث میں سے ان کا قول جس نے ملائی صف آخر تک روایت کیا ہے۔

تشریح:

یہاں اس حدیث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ پانچوں آیات متعلقہ نماز باجماعت کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں سے پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو اور باقی آیات میں فضیلت ہے مگر پھر بھی اجمال ہے کیونکہ ان آیات میں اتنا فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے صف باندھ کر عبادت کرنا فرشتوں کی فضیلت ہے یہ نہیں بتایا کہ اس کا ثواب کتنا ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں اس ثواب کی تفصیل بتائی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی حدیث جو حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ جناب رسول ﷺ گھر سے باہر نکلے تو آپ نے ہمیں متفرق دیکھا تو فرمایا کہ تم لوگ ٹولیوں کی شکل میں کیوں ہو پھر نکلے اور فرمایا کہ تم فرشتوں کی طرح صف کیوں نہیں بناتے؟ تو ہم نے عرض کیا کہ یارسول ﷺ فرشتے اپنے رب کے دربار میں کس طرح صف بناتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ پہلی صف پوری کرتے ہیں اور آپس میں ملا کر کھڑے ہوتے ہیں اور دوسری حدیث جو برا بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

اس میں حضور ﷺ نے فرمایا صف اول میں شامل ہونے والوں پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے وہ رحمت لے کر نازل ہوتے ہیں اور دوسری فضیلت یہ ہے کہ صف اول کی طرف چل کر آنے والا قدم اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہے اور تیسری حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ امام کی داہنے طرف والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ یعنی انکی فضیلت زیادہ ہے پہلے امام کی دائیں طرف کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور پھر بائیں جانب کھڑا ہونا چاہیۓ۔ اور چوتھی حدیث جو حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ صف اول والوں پر بھی رحمت نازل فرماتے ہیں اور صف ثانی والوں پر بھی رحمت نازل فرماتے ہیں یہاں جناب رسول ﷺ نے صف اول کا ذکر تین دفعہ فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صف اول کا مرتب ثانی سے زیادہ ہے۔ اور آخر میں پھر فرمایا کہ صفیں برابر کرو کندھے سے کندھا ملاؤ آپس میں نرمی کرو اور صفوں کے درمیان خلل بند کرو کیونکہ شیطان بکرے کے بچے کی مانند درمیان سے گھس جاتا ہے۔ اور پانچویں حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں باقی مضامین تو وہی ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں البتہ آخری مضمون نیا ہے کہ جو صف اول سے ملیگا تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنا تعلق جوڑے گا اور جو نہیں ملے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنا تعلق توڑے گا۔

پہلی صفوں سے پیچھے ہٹنے کا نقصان

احادیث ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ (مشکوۃ تسویہ الصف)

( ) وعن ابی سعید ن الخدری قال رای رسول صلی اللہ علیہ

وسلم فی اصحابہ تاخرا" فقال لھم تقدمو واتمو بی ولیاتم بکم من بعدکم لا یزال قوم یتاخرون حتٰی یؤخرھم اللہ۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کو پہلی صف سے پیچھے رہتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ آگے بڑھو اور میری اقتداء کرو اور چاہئے کہ تمہارے ساتھ وہ اقتداء کریں کہ وہ تمہارے پیچھے ہوں اور ایک قوم ہمیشہ تاخیر کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالٰی ان لوگوں کو پیچھے کردیگا۔ یعنی جو لوگ یہاں نمازوں میں پیچھے رہتے ہیں وہ آخرت میں جنت میں جاتے وقت بھی پیچھے رہ جائیں گے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف الموخر رواہ ابوداؤد۔

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" پہلی صف کو پورا کرو پھر اس کو جس کے نزدیک ہے پھر جو کچھ کے نقصان ہو پس پچھلی صف میں ہو"۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن عائشہ قالت قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال قوم یتاخرون عن الصف حتٰی یؤخرھم اللہ فی النار۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہمیشہ کچھ لوگ پہلی صف سے پیچھے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی ان کو پیچھے کرکے دوزخ میں ڈال دے گا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔"

وعن وابصه ابن معبد قال رای رسول صلی اللّٰه علیه وسلم رجلاً یصلی خلف الصف وحده فامره لن یعید الصلوۃ۔ رواہ احمد والترمذی و ابو داؤد و قال الترمذی و ابوداؤد و قال الترمذی هذا حدیث حسن۔

وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا سو آپ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ (یہ اس وقت ہے جبکہ صف میں جگہ خالی ہو وہ بھی صف میں نہ ملے اکیلا نماز پڑھے) اس کو احمد ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں کل چار احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی آیات متعلقہ نماز باجماعت کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں سے سب سے پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ رکوع کرو ساتھ رکوع کرنے والوں کے اور اللہ تعالیٰ جس کام کا حکم دیں وہ کام کرنے میں فائدہ ہوتا ہے اور نہ کرنے میں نقصان ہوتا ہے اور صف اول کے فوائد ابواب سابقہ میں گزر گئے ہیں۔ اور صف اول سے پیچھے ہٹنے کا نقصان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں بیان فرمایا ہے ان احادیث میں سے پہلی حدیث جو ابی سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے جو دیکھا کہ آپ کے صحابہ صف اول کی طرف نہیں بڑھتے تھے تو آپ نے انہیں فرمایا کہ آگے بڑھو اور میری اقتداء کرو اور بعد والے تمہاری اقتدار کریں اور جو قوم ہمیشہ پیچھے ہٹتی رہے گی، تو اللہ انہیں جنت سے پیچھے ہٹا دیں گے اور دوسری حدیث جو حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں فرمایا ہے کہ پہلے صف اول کو پورا کرو پھر دوسری تیسری علی ھذا القیاس اور کمی آخری صف میں ہو اور تیسری حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ اس میں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث کے آخری جملہ کی تفسیر ہے کہ اس میں جو نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ (جو قوم صف اول سے پیچھے ہٹتی رہے گی تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو پیچھے ہٹا دیں گے) اس میں یہ وضاحت نہیں تھی کہ کس سے پیچھے ہٹا دیں گے پس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی حدیث میں اس کی وضاحت آگئی ہے کہ اس سے مراد جنت سے پیچھے ہٹاکر دوزخ میں داخل کرنا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صف اول میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے کھڑا ہونا گناہ کبیرہ ہے جس کی سزا دوزخ ہے اور چوتھی حدیث حضرت ابی بن سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ رسول ﷺ نے دیکھا کہ ایک آدمی صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ نے اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا تھا۔ محدثین نے لکھا ہے کہ یہ اعادہ تنبیہ کے لئے تھا۔

جب مرد۔ عورتیں بچے رلے ملے ہوں تو امام کو آگے درمیان میں کھڑا ہونا چاہئے۔ احادیث۔

ا۔۲۔۳۔۴۔ (مشکوہ باب تسویہ الصف)

وعن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلنی منکم اولوا الاحلام والنھی ثم الذین یلونھم ثلثا" وایاکم وھیشات الاسواق۔ رواہ مسلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ

نے فرمایا۔ چاہئے کہ تم میں سے جو بالغ اور عاقل ہیں وہ میرے نزدیک ہوں۔ پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہیں۔ اسکو تین بار فرمایا۔ اور تم بازاروں کی طرح شور کرنے سے بچو (یعنی مسجدوں میں بازاروں کی طرح شور نہ کرو) اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر صفوف الرجال اولها و شرها اخرها وخیر صفوف النسآء اخرها وشرها اولها۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مردوں کی صفوں میں بہترین صف پہلی صف ہے' اور بدترین صف پچھلی صف ہے (اس لئے کہ وہ امام سے قریب ہوجاتے ہیں) اور عورتوں کی صفوں میں بہترین پچھلی صف ہے اور بدترین صف پہلی صف ہے (اس لیے کہ وہ مردوں سے قریب ہوتی ہیں) اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توسطوا الامام وسدوا الخلل۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امام کو بیچ میں رکھو۔ خالی جگہوں کو پر کرو۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

عن ابی مالک ن الاشعری قال الا احدثکم بصلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقام الصلوة وصف الرجال وصف خلفهم الغلمان ثم صلی بهم فذکر صلوته ثم قال هکذا صلوة قال عبد الاعلی لا احسبه الا قال امتی۔ رواہ ابوداؤد۔

ابومالک اشعری نے فرمایا کہ کیا میں تم کو نماز کی خبر نہ دوں؟ (پھر خود

ہی) فرمایا۔ حضور ﷺ نے نماز قائم کی' مردوں کی صف باندھی اور ان کے پیچھے لڑکوں کو کھڑا کیا۔ پھر ان کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد ابومالک رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی نماز کا (تفصیلی) ذکر کیا۔ پھر فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے کی نماز اسی طرح ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی عبدالاعلی کہتے ہیں۔ میں نہیں گمان کرتا ابومالک کو مگر یہ کہ کہا کہ امت میری کے (یعنی یہ کہا کہ میری امت کی نماز اسی طرح ہے) اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی آیات متعلقہ نماز باجماعت کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیات میں سے پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ رکوع کرو ساتھ رکوع کرنے والوں کے اور باقی آیات میں نماز باجماعت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ مگر جماعت کی ترتیب نہیں بیان فرمائی کہ مردوں نے کہاں کہاں کھڑا ہونا ہے اور عورتوں نے اور بچوں نے کہاں کہاں کھڑا ہونا ہے؟ اور امام نے کہاں کھڑا ہونا ہے؟ اور ظاہر بات کہ کوئی ترتیب تو ہوگی۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ جو چاہے جہاں چاہے کھڑا ہو جائے۔ یہ تو روح جماعت کے منافی ہے۔ اور اہم شخصیات کا احترام پوری دنیا میں مسلم ہے۔ پس یہ ترتیب حضرت محمد ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔ اور پہلی حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے صفوں کے چار درجے بیان فرمائے ہیں۔ پہلا درجہ فرمایا بالغ اور عقل مند میرے قریب کھڑے ہوں (یعنی بالغ ذی علم و فراست امام کے قریب کھڑے ہوں۔ دوسرا مرتبہ ان سے کم درجہ والوں کا۔ اور تیسرا مرتبہ ان سے کم درجہ والوں کا اور چوتھا مرتبہ ان سے کم والوں کا اور اس حدیث کے آخر میں فرمایا ہے کہ

مسجد میں بازاریوں کی طرح شور مت کرو۔ مگر اس حدیث میں اجمال ہے اور اسکے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں کچھ تفصیل آئی ہے کہ مردوں کی صف سب سے پہلی بہتر ہے(کیونکہ پہلی صف میں ثواب زیادہ ہوتا ہے اور مردوں کی سب سے آخری صف بری ہے۔ کیونکہ امام سے دور ہونے کی وجہ سے انہیں ثواب کم ملے گا۔ اور عورتوں سے قریب ہونے کی وجہ انکے دلوں میں برے خیالات آئیں گے۔ اور عورتوں کی سب سے پہلی صف بری اور آخری بہتر ہے(کیونکہ انکے لئے آخری صف میں ثواب زیادہ ہے ور پہلی میں کم ہے۔ اور تیسری حدیث جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام کو درمیان میں رکھو۔ یعنی اسکی داہنے طرف اور بائیں طرف اور پیچھے لوگ ہونے چاہئیں۔ اور چوتھی حدیث جو ابی مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں انہوں نے پوری نماز نبوی با جماعت کی تفصیل بتادی۔ کہ پہلے انہوں نے مردوں کی صف باندھی اور پھر بچوں کی۔ اور پھر نماز پڑھائی۔ اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی نماز کا طریقہ یہ ہے۔ اس میں عورتوں کا ذکر نہیں ہے اس لئے کہ اس موقعہ پر عورتیں موجود نہیں تھیں۔ اور لفظ امت کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو اس طریقہ سے صف بندی نہ کرے وہ آپ کی امت میں نہیں ممکن ہے اس سے مراد تنبیہہ کرنا ہو تاکہ لوگ صف بندی کے اصولوں کی پیروی کرلیں۔

آدمی دو ہوں تو مقتدی کو امام کی دائیں جانب کھڑا ہونا چاہئے

عن عبداللہ بن عباس قال بت فی بیت خالتی میمونہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فقمت عن یسارہ فاخذہ بیدی من رواہ ظھرہ الی الشق الایمن متفق علیہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس ﷜ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایک رات گزاری پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے (یعنی نماز تہجد) میں بھی آپ ﷺ کے ہمراہ کھڑا ہوگیا آپ ﷺ کے بائیں طرف پس آپ ﷺ نے اپنی پیٹھ کی جانب سے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے کھینچ کر اپنی داہنی طرف کرلیا اس سے معلوم ہوا نفل نماز جماعت سے ادا کرنا جائز ہے اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس ﷜ سے منقول ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ﷜ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات میں پنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ٹھہرا (یہ ام المومنین تھیں) تو رات کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کے لئے اٹھے تو میں بھی نماز کے لئے آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہوا تو بحالت نماز آپ ﷺ نے اپنی پیٹھ کے پیچھے سے میرا ہاتھ پکڑا اور اس طرح اپنی پیٹھ کے پیچھے سے ہی مجھے پھیر کر اپنی دائیں جانب کھڑا کیا پس اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ نفلوں کی جماعت جائز ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آدمی اگر دو ہوں تو مقتدی کو امام کے ساتھ اس کی دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے۔

آدمی تین ہوں تو ان میں سے ایک آگے کھڑا ہوکر امامت کرائے۔

وعن جابر قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیصلی فجئت حتی قمت عن یسارہ فاخذہ بیدی فادارنی حتی اقامنی عن یمینہ ثم جاء جبار بن صخرہ فقام عن یسارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذہ بیدینا جمیعاً فدفعنا حتی اقامنا خلفہ

رواہ مسلم۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑا ہوگیا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کرلیا اس کے بعد جبار بن صخر آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑا ہوگیا سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کے ہاتھ اکٹھے پکڑے (یعنی داہنے ہاتھ سے ایک کا بایاں اور دائیں ہاتھ سے دوسرے کا دائیاں ہاتھ پکڑا ہم کو اپنی جگہ سے ہٹایا۔ اور اپنے پیچھے کھڑا کرلیا اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن سمرۃ بن جندب قال امرنا رسول صص اذا کنا ثلثہ ان یتقدمنا احدنا رواہ الترمذی۔

سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جب ہم تین ہوں تو ہم میں سے ایک آگے ہو (اور دو پیچھے) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کے لئے کھڑے ہوئے میں بھی آپکی بائیں جانب کھڑا ہوگیا۔ تو آپنے مجھے پکڑ کر دائیں جانب کھڑا کیا۔ پھر جبار بن صخر آئے اور وہ آپکی بائیں جانب کھڑے ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو پکڑ کر اپنے پیچھے کھڑا کیا۔ اور اسکے بعد دوسرے نمبر پر سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہوا تھا کہ جب آدمی تین ہوں تو ہم

میں سے ایک آگے ہوکر امامت کرائے۔ پس اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ آدمی دو ہوں تو مقتدی کو امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے اور اگر تین ہوں تو امام کو آگے کھڑا ہونا چاہیے۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نفلوں کی جماعت جائز ہے اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ بحالت نماز ایک یا دو دفعہ کوئی حرکت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

اگر امام کے ساتھ صرف بچے اور عورتیں ہوں تو بچے امام کے پیچھے اور عورتیں ان کے پیچھے کھڑی ہوں۔

وعن انس قال صليت انا ويتيم فى بيتنا خلف النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وام سليم خلفنا۔ رواه مسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور ایک یتیم نے اپنے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح

اس حدیث میں جس حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں لکھا ہے کہ دس سال کی عمر میں والدہ نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے چھوڑا تھا اور بیس سال تک انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی اور یتیم انہیں کا بھائی تھا اور ام سلیم انہیں کی والدہ تھیں۔ ان حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اور یتیم نے اور ام سلیم یعنی انکی والدہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ یعنی صف کی

ترتیب یہ تھی کہ حضور ﷺ کے پیچھے یہ دو بچے تھے اور انکی والدہ ام سلیم انکے پیچھے تھی۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام کے ساتھ صرف بچے اور عورتیں ہوں تو امام خود آگے کھڑا ہو اور اس کے پیچھے بچے ہوں اور عورتیں بچوں کے پیچھے ہوں۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلوں کی جماعت جائز ہے کیونکہ جناب رسول اکرم ﷺ نے حضرت انس انکے بھائی یتیم اور انکی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو جو یہ نماز پڑھائی تھی یہ نماز تہجد تھی اور نماز تہجد شروع شروع میں آپ ﷺ پر اور آپکی امت پر فرض تھی مگر بعد میں اسکی فرضیت منسوخ کرکے نفل درجہ رکھا گیا تھا۔

اگر امام کے ساتھ ایک بچہ اور ایک عورت ہو تو امام بچے کو اپنی دائیں جانب اور عورت کو اپنے پیچھے کھڑا کردے۔

وعن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بہ وبامہ او خالتہ قال فاقامنی عن یمینہ واقام المراہ خلفنا۔ رواہ مسلم۔

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے نماز پڑھی انس رضی اللہ عنہ اور انکی ماں یا کہا کہ اسکی خالہ کے ساتھ۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ کو آپ نے اپنی داہنی طرف کھڑا کیا اور عورت کو ہمارے پیچھے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

رکوع میں شمولیت کے لئے پہلے صف میں کھڑا ہو کر پھر تکبیر تحریمہ کہے۔ (مشکوۃ حدیث ۱)

وعن ابی بکرۃ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو

اکع فرکع قبل ان یصل الی الصف ثم مشی الی الصف فذکر
لک للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال زادک اللّٰہ حرصاً ولا تعد۔
واہ البخاری۔

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تک اس حالت میں پہونچے کہ وہ رکوع میں تھے پس انہوں نے صف میں پہونچے سے پہلے رکوع کیا۔ (یعنی ہنوز صف میں نہ پہونچے تھے کہ رکوع میں شریک ہوگئے) پھر صف کی طرف چلے' اسکا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ تیری حرص کو اللہ زیادہ کرے پھر ایسا نہ کرنا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے۔ اس میں حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک واقع بیان فرمایا ہے کہ میں ایک مرتبہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے لئے گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے تو میں نے رکوع میں پہنچے سے پہلے نماز کی نیت کرلی اور رکوع کرلیا اور پھر رکوع کی حالت میں ہی آہستہ آہستہ چل کر صف میں شامل ہوگیا۔ اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپنے اولا تو اسکے لئے دعا فرمائی اور پھر فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ ہے کہ رکوع میں شمولیت کے لیے پہلے صف میں کھڑا ہوکر پھر تکبیر تحریمہ کہنا چاہیئے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی ایک دو یا چند قدم چلنے سے نماز باطل نہیں ہوتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی وہ صف کے پیچھے کھڑا ہونے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

امام کو اکیلے بلند جگہ پر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھانا چاہیے۔

احادیث ۱-۲-۳ (مشکوہ باب الموقف)

وعن عمار انه ام الناس بالمدآئن وقام علی دکان یصلی والناس اسفل منه فتقدم حذیفه فاخذ علی یدیه فاتبعه عمار حتی انزله حذیفه قال الم تسمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول اذا ام الرجل القوم فلا یقم فی مقام ارفع من مقامهم او نحث ذلک فقال عمار لذالک اتبعتک حین اخذت علی یدی۔ رواه ابوداؤد۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مدائن میں لوگوں کے امام ہوئے اور ایک چبوترہ پر نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور مقتدی نیچے تھے ان سے پس حذیفہ رضی اللہ عنہ (صف سے) آگے بڑھے سو عمار رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ پکڑے پس متابعت کی حذیفہ رضی اللہ عنہ کی عمار رضی اللہ عنہ نے یہاں تک کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو چبوترہ سے اتار لیا (تاکہ اتر کر مقتدیوں کے برابر ہو جائیں) جب عمار رضی اللہ عنہ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی کی امامت کرائے تو وہ مقتدیوں سے بلند جگہ پر (کھڑا) نہ ہو یا اسکی مانند فرمایا۔ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اسی لئے تو تمہارا اتباع کیا جس وقت تم نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن سهل بن سعد الساعدی انه سئل من ای شئی المنبر فقال هو من اثل عمله فلان مولی فلانه لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وقام رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حین عمل ووضع

فاستقبل القبله وکبر وقامه الناس خلفه فقرا ورکع ورکع الناس خلفه ثم رفع راسه ثم رجع القهقوی فسجد علی الارض ثم عاد الی المنبر ثم قرا ثم رکع ثم رفع راسه ثم رجع القهقری حتی سجد بالارض۔ هذا لفظ البخاری وفی المتفق علیه نحوه وقال فی اخره فلما فرغ اقبل علی الناس فقال یایها الناس انما صنعت هذا لتاتموا بی ولتعلموا صلاتی۔

سہل بن سعد ساعدی ﷛ سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کا ممبر کس چیز کا بنا ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا وہ جھاؤ بیشہ کا بنا ہوا تھا (جھاؤ مشہور درخت ہے اور بیشہ مدینہ سے نوکوس کے فاصلہ پر ایک جنگل تھا) وہ فلاں غلام نے جس کو فلاں عورت نے آنحضرت ﷺ کے لئے آزاد کیا تھا بنایا تھا۔ جس وقت وہ ممبر بن کر تیار ہوا تو حضور ﷺ اس پر کھڑے ہوئے جو آپ ﷺ ہی کے لئے رکھا گیا تھا۔ پس آپ ﷺ قبلہ رخ ہوئے نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کہی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوگئے قرآن پڑھا' صف تک پہونچے سے پہلے رکوع کیا اور ان لوگوں نے بھی رکوع کیا جو آپ کے پیچھے تھے۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا' پھر پچھلے پاؤں ہٹے اور زمین پر سجدہ کیا۔ پھر ممبر پر تشریف لے گئے۔ پھر قرآن پڑھا پھر رکوع کیا پھر سر اٹھایا۔ پھر پچھلے پاؤں ہٹے۔ یہاں تک کہ زمین پر سجدہ کیا۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ اور بخاری و مسلم دونوں کی روایت میں بھی اسی کی مانند آیا ہے۔ اور راوی نے اس حدیث کے آخر میں کہا ہے کہ پس جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ یہ میں نے اس لئے کیا تم میری پیروی کرو۔ اور میری نماز کو جان لو۔

وعن عائشه قالت صلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی
حجرته والناس یاتمون به من ور آء الحجره رواه ابوداؤد۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہی کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے حجرہ میں نماز پڑھی (رمضان المبارک میں اعتکاف کی حالت میں) اور لوگوں نے آپ کی حجرہ کے باہر سے۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تشریح

ان احادیث کا مقصد یہ ہے کہ امام کو اکیلا بلند جگہ پر نہیں کھڑا ہونا چاہیئے کیونکہ اس طرح اہل کتاب کے ساتھ تشبیہ آتی ہے ہاں اگر امام کے ساتھ کچھ افراد ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے تعلیم کی خاطر قیام۔ قراہ اور رکوع ممبر کیا تھا اور سجدہ اپنے بھی زمین پر ہی کیا تھا۔

امام سب سے زیادہ متقی ہونا چاہیئے

یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلتکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ط ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ط ان اللہ علیم خبیر ○ (سورہ الحجرات آیت ۱۳

اے لوگو ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے بے شک اللہ سب کو جاننے والا خبردار ہے۔

اس آیت میں تین باتیں بتائی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ لوگ اصل میں ایک ہی ہیں کہ انکی پیدائش ایک مرد اور عورت سے ہوئی ہے اور دوسری بات یہ بتائی ہے کہ تمہارے خاندان اور قومیں باہم تعارف اور اجتماعی نیکی

کرنے کے لئے بنائی ہیں اور تیسری بات یہ بتائی ہے کہ تم میں سے زیادہ عزت والا سب سے زیادہ متقی ہونا چاہئے۔ یعنی قوم اور برادری کا سردار اور سرکردہ ان میں سے سب سے متقی اور پرہیزگار ہونا چاہئے کیونکہ جب سب برابر ہیں اور ذات کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر کوئی کسی کو بڑا ماننے کے لئے تیار نہیں ہوگا جب تک کہ اس میں فائق ہونیکی خوبیان نہ ہوں۔ اور اللہ تعالی جو خالق کائنات ہے اس نے یہ خوبی تقوی بتائی ہے۔ اور بین الاقوامی طور پر اور تمام مذاہب میں یہ طے شدہ اور مانی ہوئی بات ہے کہ تقوی سے اچھی کوئی خصلت نہیں ہے۔ لہٰذا ہر قوم اور قبیلہ کا سردار ان میں سے وہی ہونا چاہئے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ تب لوگ اسکی باتوں پر اعتماد کریں گے اور ان پر عمل کریں گے اور اللہ تعالی نے یہاں ۔اتقی صیغہ اسم تفضیل استعمال فرمایا ہے اور اس صیغہ میں تناسب کا لحاظ ہوتا ہے یعنی اگر زیادہ متقی پرہیزگار ملے تو اسکو سردار بنانا چاہیئے ورنہ اس سے کم درجہ کا ہو تو اسے سردر مان لیا جائے۔ علی ھذالقیاس آخر تک اور اگر متقی اور پرہیزگاروں کا فقدان اور قحط ہو تو پھر فاسق وفاجر کو بھی سردار مانا جاسکتا ہے کیونکہ یہ بھی اسکا ایک درجہ ہے اگرچہ ادنی ہے اور اسکے نیچے کافر ہے اسکو سردار بنانا جائز نہیں ہے اور اسی طرح امام نماز باجماعت کو قیاس کرلینا چاہیئے کیونکہ نماز ایک ایسا فریضہ ہے جو مسلمانوں کے تمام خاندانوں اور قبائل پر فرض ہے اور نماز باجماعت ایک اجتماعی نیکی ہے اور امام وقت ایسا ہونا چاہئے جو تمام خاندانوں اور قوموں اور طبقات کے لیے قابل قبول اور اسکی ہر بات قابل اعتماد اور اعتبار ہو اور یہ امام متقی ہونے کی صورت میں ہی ہوسکتا ہے لہٰذا امام قومیت کے اعتبار سے سب سے اونچا ہونا چاہئے اور

تقوی کے لحاظ سے بھی سب بلند ہونا چاہیئے اور اگر امام کسی ادنی قوم یا خاندان کا ہوگا۔ یا وہ فاسق وفاجر ہوگا تو اسکی کوئی بھی بات قابل اعتماد اور تقلید نہیں ہوگی اور آج اسلام پر زوال آنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ منصب امامت پر کئی نااھل اور فاسق و فاجر لوگ فائز ہوچکے ہیں اور لوگوں کے گھروں سے روٹیاں مانگ مانگ کر کھاتے ہیں اس کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں اسلام کا وقار گر گیا ہے بقول شاعر

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

مزید تفصیل احادیث کی روشنی میں ملاحظہ کرلیں۔

سب سے بہتر امام عالم بالقران ہے۔

عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم من تعلم القران وعلمه

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلائے۔ ۲۔۳۔۴ (مشکوہ باب الامام)

عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم القوم اقراھم لکتاب اللہ۔ فان کانوا فی القرآءہ سوآے فاعلمھم بالسنه فان کانوا فی السنه سوآء فاقدمھم ھجره فان کانوا فی ھجره سوآء فاقدمھم سنا ولا یومن الرجل الرجل فی سلطانه ولا

يقعد فی بيته علی تکرمته الا باذنه رواه مسلم وفی روايه له ولا يومن الرجل الرجل فی اهلہ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسالت ﷺ نے فرمایا جو شخص کتاب اللہ (قرآن) کا زیادہ عالم ہو' لوگوں کی امامت وہ کرائے۔ اگر قرآت میں سب برابر ہوں (یہ صفت کئی لوگوں میں پائی جائے) تو پھر وہ شخص امامت کرائے جو سنت کا زیادہ عالم ہو (یعنی زیادہ احادیث اور ان کے صحیح مطالب و مقاصد جانتا ہو) اگر سنت میں بھی برابر ہوں تو ہجرت کرنے میں مقدم ہو وہ امامت کرائے (اس میں ہجرت سے مراد مطلق ہجرت ہے) اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔ اور کوئی شخص وہاں امامت نکرائے۔ جہاں کسی کا حکومت واقتدا ہو' نہ کسی کے گھر میں اسکی مسند پر بیٹھے' ہاں اگر وہ خود اجازت دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور مسلم ہی کی ایک اور روایت ہے اور نہ امامت کرے کوئی کسی کے گھر میں اسکے مگر اسکی اجازت سے۔

وعن ابی سعيد قال قال رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم اذا کانو ثلثه فليومهم احدهم واحقهم بالامامه اقراهم رواه مسلم وذکر حديث مالک بن الحويرث فی باب بعد باب فضل الاذان

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جب تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرائے اور ان کی امامت کا وہ زیادہ حقدار ہے جو ان میں قرآن کا زیادہ پڑھنے والا ہو۔ قرآن پڑھنے والے سے مراد وہ ہے جو فن قرات کے علاوہ قرآن کا زیادہ علم و عمل رکھتا ہو' اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں کل چار احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ سورہ حجرات کی آیت تیرہ کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں اتنا فرمایا ہے کہ تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اور امامت کی پوسٹ تو سب سے اونچی ہے لہٰذا اس کے لئے تو سب سے زیادہ متقی ہونا چاہئے مگر ایسا کون ہو سکتا ہے پس حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں اس کی تفسیر اور تفصیل بیان فرمائی ہے چنانچہ پہلی حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو خطاب کرکے فرمایا ہے کہ تم سب میں بہتر وہ ہے جو خود بھی قرآن سیکھے اور اوروں کو بھی سکھلائے۔ جناب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان عالی بڑا جامع اور مانع ہے گویا کہ ایک سمندر کوزے میں بند ہے۔ مگر اس وقت اسکی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے اس وقت اتنا عرض کرنا ہے کہ بظاہر اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں پہلی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن مجید کی تعلیم و تعلم والے کو خیر فرمایا ہے اور لفظ خیر مصدر ہے شر کا مقابل ہے اور مقام غور یہ بات ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن مجید کے معلم اور متعلم پر لفظ خیر (مصدر) کا اطلاق کیوں فرمایا؟ پس اسکا جواب یہ ہے کہ بنظر غائر اور عمیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زید عدل کے قبیلہ سے ہے یعنی عرب کا یہ محاورہ ہے کہ جب ایک آدمی عدل کرتے کرتے انتہا کو پہنچ جائے تو اس وقت کہتے ہیں زید عدل یعنی زید سراپا عدل و انصاف ہی بن گیا ہے اور اسی طرح یہاں بھی نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کے متعلم و معلم کو جو خیر فرمایا ہے تو اسکا مقصد یہ ہے کہ یہ سراپا خیر اور انصاف کا پیکر بن جاتا ہے اور دوسرا اس سے یہ معلوم ہوا کہ صرف قومیت

اور دولت کی بنا پر انسان خیر نہیں بن سکتا۔ کیونکہ جناب رسول اکرم ﷺ نے جب یہ خطاب فرمایا تھا تو اس وقت آپکے سامنے بڑے بڑے سرداران قوم بھی تھے اور دولت مند بھی تھے تو آپنے انکو خیر نہ فرمایا اگر قومیت اور دولت کی بنا کوئی بڑا ہوتا تو آپ ﷺ ضرور فرمادیتے۔ ہاں آپنے ایک حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ خیارکم فی الجاهلیه خیارکم فی الاسلام اذا فقهواکه دور جاہلیت میں جو بہتر تھے وہ اسلام میں بہتر مانے جائیں گے جب وہ بھی اسلام سمجھ حاصل کرلیں۔ یعنی اگر دولت مند اور قوم کے سردار اسلام قبول کرلیں اور قرآن مجید پڑھیں اور پڑھائیں تو انہیں بھی خیرکم من تعلم القرآن وعلمه کا منصب نصیب ہوسکتا ہے اور تیسری بات یہاں یہ بیان فرمائی کہ تم سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور سکھلائے یعنی متعلم بھی بہتر نہیں اور صرف معلم بھی بہتر نہیں بلکہ یہ بہتری کا شرف اسے نصیب ہوگا جو پہلے اس قرآن مجید کو سیکھے اور پھر اوروں کو سکھلائے اور اسکو پھیلائے اور نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آپ ﷺ نے خیرکم من تعلم القرآن وعلمه فرمایا ہے اور خیرکم من قرا القرآن و یقراه نہیں فرمایا کہ تم سب میں بہتر وہ ہے جو قرآن کی تلاوت کرے اور اوروں سے قراہ کرائے) پس اسکا مقصد یہ ہوا کہ بہتر وہ ہے کہ قران مجید کے الفاظ کی تلاوت .تجوید جانتا ہو اور اسکے معانی مطالب رموزات وغیرہ سب جانتا ہو وہ سب سے بہتر ہے اگر قبائل اقوام میں سے کوئی سرکردہ یہ کام کرے تو وہ یہ مقام پا سکتا ہے ورنہ اگر کوئی ادنی یہ کام کرلے تو اسے بھی یہ شرف نصیب ہوسکتا ہے۔ پس اس حدیث کا خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ پورا اور کامل اور جامع عالم دین تمام خاندانوں قبائل اور طبقات سے بہتر ہے اور اسکے بعد

حضرت ابی مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث میں اسکا تفصیل ہے۔ اس میں جناب رسول اکرم ﷺ نے چھ باتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ قوم میں سے کتاب اللہ کی زیادہ قراۃ جاننے والا انہیں امامت کرائے۔ اسکا ایک مقصد یہ ہے کہ امام اسی قوم کا ایک فرد ہونا چاہیئے اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کے الفاظ کو اچھی طرح پڑھنا جانتا ہو اور اس کے معانی اور مطالب کو بھی اچھی طرح جانتا ہو کیونکہ اس نے اپنی قوم کو نماز پڑھانا ہے اور اس نے قرآن کے معانی اور تفسیر بیان کرنا ہے اگر وہ الفاظ قرآن مجید کو اچھی طرح نہیں جانتا ہوگا تو اسکا تلفظ غلط ہونے کی وجہ سے نماز خراب ہوگی اور اگر معانی مطالب نہیں جانتا ہوگا تو بھی نماز خراب ہوگی اور نیز تفسیر غلط بیان کرنے کی وجہ سے گمراہی پھیلائے گا اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر قوم کا ایک ایسا فرد ان کو امامت کرائے جو ان میں سے سب سے زیادہ قرآن مجید کا تلفظ اچھا کرنے والا اور معانی جاننے والا ہو اور پھر فرمایا کہ اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر زیادہ حدیث جاننے والا امام ہونا چاہیئے اور اس میں بھی برابر ہوں تو پھر ھجرۃ میں سب سے پہلی کرنے والا امام بنایا جائے کیونکہ مہاجرین کے فضائل قرآن مجید میں بہت آئے ہیں اور اگر اس میں بھی برابر ہوں تو پھر سب سے زیادہ عمر رسیدہ کو امام بنایا جائے کیونکہ اس میں تقوی اور خوف الٰہی زیادہ ہوگا اور پانچویں بات یہ بیان فرمائی کہ اگر ایک امام جہاں مقرر ہوگیا ہو دوسرا اسکی اجازت کے سوا نماز نہ پڑھائے اور چھٹی بات یہ بیان فرمائی کہ کوئی آدمی دوسرے کے مسند پر اسکی اجازت کے سوا نہ بیٹھے اور اسکے بعد تیسرے نمبر پر حضرت ابی سعید والی حدیث ہے اور چوتھے نمبر پر حضرت ابن عباس والی حدیث ہے ان احادیث کا بھی یہی مقصد یہ ہے کہ جو

پہلی احادیث کا ہے البتہ نبی کریم ﷺ نے بار بار اقراء کا صیغہ استعمال فرمایا ہے جو اسم تفضیل ہے اس میں تناسب کا لحاظ ہوتا ہے اسکا مقصد یہ ہے کہ اگر اعلیٰ درجہ کا عالم اور قاری نہ ہو تو ادنیٰ درجہ کا سہی علی ھذالقیاس۔ پس خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ حسب مراتب امام ہر قوم میں سے سرکردہ چیدہ عالم دین اور قاریٔ قرأت ہونا چاہیئے۔

لوگ جس کی امامت پسند نہ کریں اسکی اپنی نماز قبول نہیں ہوتی۔

حدیث۔۔

وعن ابی امامه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تجاوز صلوتهم اذانهم العبد الابق حتی یرجع وامراه باتت وزوجها علیها ساخط وامام قوم وهم له کارهون رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ تین شخص ہیں انکی نماز ان کے کانوں سے آگے نہیں جاتی (یعنی قبول نہیں ہوتی ایک تو بھاگا ہوا غلام جب تک کہ وہ لوٹ کر نہ آئے) لونڈی بھی اسی حکم میں داخل ہے) دوسرے وہ عورت جو اس حالت میں رات گذارے کہ اس کا خاوند اس سے ناراض و خفا ہو۔ تیسرے وہ امام جس کی امامت سے لوگ کراہت کرتے ہوں۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ثلثه لا تقبل منهم صلوتهم من تقدم قومهٗ وهم له کارهون ورجل اتی

الصلوۃ دبار"ا والدیار ان یاتیھا بعد ان تفوتہ ورجل ن اعتبد محررہ۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت ﷺ نے فرمایا۔ تین شخص ہیں کہ ان کی نماز قبول نہیں کی جاتی ایک تو وہ کہ کوئی امامت کرائے اور لوگ اس کی امامت سے ناخوش ہوں۔ دوسرا وہ شخص کہ نماز کو پیچھے آئے اور پیچھے آنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا وقت جاتے رہنے کے بعد نماز پڑھے اور تیسرا وہ شخص کہ آزاد کو غلام بنالے۔ اسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثہ لا ترفع لھم صلوتھم فوق رؤسھم شبر"ا رجل ام قوما" وھم لہ کارھون وامراہ باتت زوجھا علیھا ساخط واخوان متصارمان۔ رواہ ابن ماجہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تین شخص ہیں کہ ان کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی اونچی نہیں ہوتی۔ ایک تو وہ شخص کہ امام ہو قوم کا اور لوگ اس سے ناخوش ہوں۔ دوسرے وہ عورت جو اس حالت میں رات گزارے کہ اس کا خاوند اس سے ناراض ہو' تیسرا وہ دو بھائی کہ آپس میں ناخوش ہوں۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں

کی نماز کانوں سے بلند نہیں ہوتی (یعنی درجہ قبول نہیں پاتی) ایک بھاگنے والا غلام جب تک کہ وہ واپس نہ آئے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ مالک کی حق تلفی کرتا ہے اور کسی کی حق تلفی کرنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی اور دوسرا اس عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی جس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔ اور اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ اپنے خاوند کی حق تلفی کرتی ہے اور تیسرا وہ امام کہ لوگ جسکی امامت پسند نہ کریں اور اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ امام لوگوں کی حق تلفی کرتا ہوگا کیونکہ یہ مسئلہ پہلے تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے کہ امام سب سے زیادہ متقی اور علم بالقرآن وسنت ہونا چاہیئے اور جس امام سے لوگ ناراض ہوں گے تو ظاہر بات ہے کہ اسکی کسی بدعمل کی وجہ سے ہی ناراض ہوں گے اور دوسری حدیث ایک تو امام کا ذکر ہے اور دوسرا جو نماز کو فوت کرکے پڑھے اور تیسرا جو آزاد کو غلام بنائے اور تیسری حدیث میں ایک تو امام کا ہی ذکر ہے اور دوسرا دو بھائی جو آپس میں ناراض ہوں۔

اندھے کی امامت جائز ہے۔

وعن انس قال استخلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم یوم الناس وھو اعمی۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ تاکہ وہ لوگوں کی امامت کرائیں۔ حالانکہ وہ نابینا تھے۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

ف۔ اس حدیث میں دلیل ہے کہ اندھے کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ اور فقہی روایتیں بھی ہمارے مذہب میں آئی ہیں۔ اگر اندھا پیشوائے قوم ہو تو اسکی امامت جائز ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر وہ (اعلم القوم) خوب علم رکھتا ہے تو

وہی بہتر ہے' کذانی شرح الکنز نقلا عن المبسوط اور اسی طرح کتاب اشباہ والنظایر میں ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا ہے کہ اگر اندھا اپنا جسم اور کپڑے پاک نہ رکھ سکتا ہو تو پھر اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔

فاسق و فاجر کی امامت جائز ہے۔

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجہاد واجب علیکم مع کل امیر برا کان لو فاجرا وان عمل الکبآئر والصلوۃ واجبہ علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبآئر۔

والصلوۃ واجبہ علی کل مسلم بوا کان او فاجرا وان عمل الکبائر رواہ ابوداؤد۔

حضرت ابو ہریرۃ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم پر جہاد واجب ہے ہر امیر کے ساتھ وہ نیک ہو یا بد اور اگرچہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اور تم پر نماز واجب ہے ہر مسلمان کے پیچھے وہ نیک ہو یا بد اور اگرچہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو (اس جملہ کو دو مرتبہ فرمایا۔ کہ تم پر نماز واجب ہے۔ پہلے جملہ سے مراد فرض پنج وقتہ نماز ہے اور دوسرے جملہ سے مراد جنازہ کی نماز ہے) اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اگر زیادہ متقی اور پرہیزگار امام نہ ملے اور سارے لوگ گناہوں کے مرتکبین ہی ہوں تو وہ آپس میں کسی ایک کو امام بنالیں۔ اور بلا جماعت فردا فردا نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ترک جماعت بھی ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ اور ترک جماعت کو جناب نبی کریم ﷺ نے منافق کی علامت فرمایا ہے اور کچھ گناہوں کی وجہ سے نفاق کا طوق اپنے گلے میں انہیں نہیں

ڈالنا چاہیئے۔ اور جماعت سنت موکدہ کو چھوڑ کر ایک گناہ کا اضافہ نہیں کرنا چاہیئے۔

امام کو نماز مختصر پڑھانی چاہیئے

مشکوۃ باب ما علی الامام ۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔۶

احادیث:

عن انس قال ما صلیت ورآء امام قط اخف صلوہ ولا اتم صلوۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولن کان یسمع بکاء الصبی فیخفف مخافہ ان تفتن امہ۔ متفق علیہ۔

حضرت انس ﷜ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی امام کے پیچھے نبی کریم ﷺ کی بنسبت ہلکی اور پوری نماز نہیں پڑھی (یعنی کوئی امام حضور ﷺ سے زیادہ ہلکی اور پوری نماز نہیں پڑھتا تھا) اگر حضور ﷺ کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو خفیف کردیتے۔ اس ڈر سے کہ کہیں اس کی ماں فکرو تشویش میں نہ پڑ جائے۔

وعن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لادخل فی الصلوۃ وانا لرید اطالتھا فاسمع بکآء الصبی فاتجوز فی صلوتی مما اعلم من شدہ وجدامہ من بکایہ۔ رواہ البخاری۔

حضرت ابو قتادہ ﷜ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ البتہ تحقیق میں نماز میں دخل ہوتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ نماز کو دراز کروں مگر جب میں کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز کم کردیتا ہوں اس لئے کہ بچہ کے رونے سے ماں کی شدت فکر کا جو حال ہوتا ہے میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیھم السقیم والضعیف والکبیر واذا صلی احدکم لنفسہ فلیطول ماشآء۔ متفق علیہ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرائے تو اس کو چاہئے کہ نماز ہلکی کرے کیونکہ ان میں بیمار بھی ہوتا ہے ضعیف بھی ہوتا ہے اور بوڑھا بھی ہوتا ہے اور جب تم میں سے کوئی اکیلا نماز پڑھے تو جتنی چاہے دراز کرے۔ متفق علیہ۔

وعن قیس بن ابی حازم قال اخبرنی ابومسعود ان رجلاً قال واللہ یا رسول اللہ انی لاتاخر عن صلوہ الغد من اجل فلان مما یطیل بنا فما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی موعظہ اشد غضباً منہ یومئذ ثم قال ان منکم منفرین فایکم ما صلی بالناس فلیتجوز فان فیھم الضعیف والکبیر وذالحاجہ۔ متفق علیہ

قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! قسم ہے اللہ کی تحقیق میں صبح کی نماز میں پیچھے رہ جاتا ہوں فلاں شخص کے سبب کہ وہ لمبی نماز پڑھاتا ہے' سو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ کہنے میں سخت غصہ کی حالت میں (اس سے پہلے کبھی) نہیں دیکھا اس دن سے زیادہ (یعنی اس روز آپ بڑے غضبناک ہوئے پھر فرمایا بے شک تم میں سے بعض نفرت دلانے والے ہیں پس جو کوئی تم میں سے نماز پڑھائے لوگوں کو تو اسکو چاہیے کہ نماز ہلکی کرے کیونکہ ان میں ضعیف' بوڑھے اور حاجت والے بھی ہوتے ہیں۔ متفق علیہ)

عن عثمان بن ابی العاص قال اخر ماعهد الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا اممت قوماً فاخف بھم الصلوۃ۔ رواہ مسلم وفی روایہ لہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لہ ام قومک قال قلت یا رسول اللّٰہ انی اجد فی نفسی شیأ قال ادنہ فاجلسنی بین یدیہ ثم وضع کفہ فی صدری بین ثدیی ثم قال تحول فوضعھا فی ظھری بین کتفی ثم ام قومک فمن ام قوماً فلیخفف فان فیھم الکبیر وان فیھم المریض وان فیھم الضعیف وان فیھم ذاالحاجہ واذا صلی احدکم وحدہ فلیصل کیف یشآء۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت محمد ﷺ نے جو آخری وصیت کی وہ یہ تھی کہ جب تو لوگوں کی امامت کرائے تو ان کی نماز کو ہلکی کر۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے مسلم کی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ تحقیق نبی کریم ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنی قوم کی امامت کرا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے نفس میں ایک چیز پاتا ہوں۔ (وہ یہ کہ کہیں مجھ میں غرور و تکبر نہ آجائے) فرمایا۔ نزدیک ہو سو آپ نے مجھے اپنے آگے بٹھایا۔ پھر اپنا دست مبارک میری چھاتیوں کے درمیان رکھا پھر فرمایا' پیٹھ پھیر' پھر میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور پھر فرمایا (جا اب) اپنی قوم کی امامت کر' پس جو شخص قوم کا امام ہو تو اس کو چاہیے کہ نماز ہلکی پڑھائے کیونکہ ان میں بوڑھا' مریض ضعیف اور شدید حاجت والا بھی ہوتا ہے ہاں جب تو اکیلا نماز پڑھے تو چاہیے جیسے تو چاہتا ہے ویسے ہی پڑھ۔

وعن ابن عمر قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یامرنا

بالتخفیف ویومنا بالصافآت۔ رواہ النسائی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہلکی نماز کا حکم دیا کرتے تھے۔ اور ہماری امامت صافات کے ساتھ کرتے۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم یصلون لکم فان اصابو فلکم دان اخطاؤ افلکم و علیهم (بخاری)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہیں نماز پڑھائیں گے۔ اگر وہ ٹھیک پڑ جائیں گے تو تمہیں اجر ملے گا اور اگر وہ تمہیں غلط پڑھائیں گے تو تمہیں اجر ملے گا اور وبال ان پر ہو گا مشکوہ

تشریح

یہاں چھ احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں امام کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب لوگوں کو نماز پڑھائے تو مختصر پڑھائے۔ پہلی حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خفیف اور پوری نماز پڑھائے تھے اس ڈر سے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اسکی ماں کی خشوع میں فرق نہ آئے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپنے فرمایا ہے کہ میں جب نماز شروع کرتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں تلاوت زیادہ لمبی کروں پھر میں جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو مختصر کردیتا ہوں۔ اس لئے میں اسکے رونے کی وجہ سے اسکی مان کی پریشانی اچھا جانتا ہوں۔ اور تیسری حدیث جو حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا ہوا تھا کہ جب لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو ہلکی اور مختصر پڑھاؤ کیونکہ ان بیمار کمزور بوڑھے بھی ہوتے ہیں۔ ور جب اپنے طور پر پڑھو تو جتنی مرضی ہے لمبی قرات پڑھو۔ اور چوتھی حدیث حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں فلاں آدمی کی وجہ سے صبح کی نماز سے پیچھے رہتا ہوں کیونکہ وہ ہمیں نماز لمبی پڑھاتا ہے۔ بقول راوی میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن سے زیادہ غضبناک وعظ میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کچھ لوگ اوروں کو متنفر کرتے ہیں جو نماز پڑھائے تو اسے نماز مختصر پڑھانا چاہیئے کیونکہ ان میں کمزور بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں اور پانچویں حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپ نے لوگوں کو تعلیم دی ہے کہ کہ اماموں کی کمزوریوں کی وجہ سے نماز باجماعت ترک نہ کرو۔ اگر وہ امام صحیح پڑھائیں گے تو تمہیں اجر ملے گا اور اگر وہ غلط کریں گے تو بال ان پر عائد ہوگا اور تمہیں اس کا اجر ملے گ اور چھٹی حدیث جو حضرت عثمان بن ابی عاص رضی اللہ عنہ سے مقول ہے س میں بھی مضمون سابق ہے خلاصہ یہ ہے کہ امام کو نماز مختصر پڑھانا چاہیئے کیونکہ مقتدیوں میں سے بیمار بوڑھے حاجت مند وغیرہ بھی ہوتے ہیں اور نماز لمبی ہونے کی وجہ سے انکے خشوع میں فرق آئے گا اور اس کا وبال اس امام پر عائد ہوگا۔

امام کو مغرب، عشاء اور فجر کے وقت قراۃ بلند پڑھنا چاہیے۔

احادیث

مشکوۃ باب القراۃ

عن جبیر بن مطعم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرا فی المغرب بالطور (متفق علیہ)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورہ طور پڑھتے ہوئے سنا۔

(اس حدیث کی صحت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے)

وعن ام الفضل بنت الحارث قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرا فی المغرب بالمرسلات عرفا (متفق علیہ) ام فضل بنت حارث (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورہ مرسلات پڑھتے ہوئے سنا۔

وعن البراء قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرا فی العشاء والتین والزیتون وما سمعت احد احسن صوتا منہ (متفق علیہ) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عشاء میں والتین والزیتون پڑھتے ہوئے سنا۔ اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا خوش الحان کسی کو نہیں سنا۔

وعن جابر بن سمرہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرا فی الفجر ق والقرآن المجید ونحوھا وکانت صلوتہ بعد تخفیفا (رواہ مسلم)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر میں سورہ ق والقرآن المجید پڑھتے ہوئے سنا اور آپ کی بعد والی نماز ہلکی ہوتی تھی یعنی باقی نمازیں آپ ہلکی پڑھاتے تھے۔ (اور اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔)

وعن عمرو بن حريث انه سمع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقرا فی الفجر واللیل اذا عسعس (رواہ مسلم)

حضرت عمرو بن حریث ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے نماز فجر میں سورۃ والیل اذا عسعس سنی۔ اس حدیث کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

وعن عبداللّٰہ بن السائب قال صلی لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الصبح بمکہ فاستفتح سورہ المومنین حتی جاء ذکر موسی وھارون اور ذکر عیسی اخذت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سعلہ فرکع (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن السائب ؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور آپ ﷺ نے سورہ المومنین شروع کی اور جب حضرت اور حضرت موسی اور حضرت ھارون یا حضرت عیسی علیہ السلام کا ذکر آیا تو آپکو کھانسی شروع ہوگئی تو آپنے رکوع کرلیا (اس حدیث کو امام مسلم نے نقل کیا ہے) وعن ابی ھریرہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرا فی الفجر یوم الجمعہ بالٓم تنزیل فی الرکعہ الاولی وفی الثانیہ ھل اتی علی الانسان (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرۃ ؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں الم تنزیل پڑھتے تھے اور دوسری میں ھل اتی علی الانسان پڑھتے تھے اس حدیث کی صحت پر امام بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں جو احادیث نقل کی گئی ہیں ان سب میں جناب نبی کریم ﷺ کا عملی نمونہ بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ جب نماز مغرب۔ عشا اور فجر پڑھاتے تھے تو قرات بلند کرتے تھے۔ پہلی حدیث جو حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نماز مغرب میں سورۃ طور تلاوت فرمارہے تھے اور دوسری حدیث جو حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس میں نے انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز مغرب میں سورۃ مرسلات پڑھتے ہوئے سنا ہے اسکا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ نماز مغرب میں قراہ بلند فرماتے تھے۔ لہٰذا ہر امام کو چاہیئے کہ نماز مغرب میں قراہ بلند پڑھے ۔ اور تیسری حدیث جو حضرت براء سے منقول ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے نماز عشاہ میں رسول اکرم ﷺ کو سورۃ والتین والزیتون پڑھتے ہوئے سنا ہے اسکا مقصد یہ کہ آپ ﷺ نماز عشاء میں بھی قرأت اونچی پڑھا کرتے تھے لہٰذا ہر امام کو چاہئے کہ وہ نماز عشا میں قرات بلند پڑھے۔

اور چوتھی حدیث حضرت سمرہ سے منقول ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ نبی ﷺ نماز فجر میں سورۃ ق والقرآن مجید تلاوت فرماتے تھے اور پانچویں حدیث حضرت عمرو بن حریث سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے فجر کی نماز میں سورۃ واللیل اذا عسعس کی تلاوت سنی ہے اور چھٹی حدیث حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے مقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم نے مکہ میں نبی ﷺ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو آپنے سورہ المومنین تلاوت فرمائی تھی اور جب حضرت موسیٰ

اور حضرت ھارون علیہما السلام کا ذکر آیا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو آپ ﷺ کو کھانسی آگئی تھی تو آپ نے رکوع فرمادیا تھا اور ساتویں حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ نے فرمایا کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ الم تنزیل اور دوسری میں سورہ الدھر تلاوت فرماتے تھے۔ اسکا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ نماز فجر میں تلاوت بلند فرماتے تھے اور مختلف سورتیں تلاوت فرماتے تھے پس خلاصہ اور لب لباب یہ ہوا کہ ہر امام کو نماز مغرب۔ عشاء اور فجر میں قراہ بلند پڑھنا چاہیئے۔ مگر ان احادیث میں اجمال ہے کیونکہ ان احادیث سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نماز مغرب۔ عشاء اور فجر میں قرات بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعات میں یہ قرات بلند پڑھتے تھے یا سب رکعات میں پڑھتے تھے۔ اسکی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب آئے گی۔

بقیہ شدید مرض کی حالت میں بھی کسی کو نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں

تو دیا ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ حالت مرض میں بھی نماز پڑھنا ہے کہ نہیں؟ اور حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں قولاً" اور فعلاً" بیان فرمادیا ہے کہ نماز کی حالت میں کسی کو بھی چھوڑنے کی اجازت نہیں۔

امام نے ظہر۔ عصر کی پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ آہستہ پڑھنا ہے اور دوسری دو رکعات میں صرف فاتحہ پڑھنا ہے۔

احادیث ۱۔۲۔۳

وعن ابی قتادة قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقراء فی الظھر فی الاولین بام الکتاب وسورتین وفی الرکعتین الاخربین بام الکتب ویسمعنا الایه احیانا ویطول فی الرکعه
الاخربین بام الکتب ویسمعنا الایه احیانا ویطول فی الرکعه
الاولی مالا یطیل فی الرکعه الثانیه وھکذا فی العصر وھکذا فی الصبح (متفق علیه)

حضرت ابی قتادة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں ام الکتب (یعنی فاتحہ) اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور دوسری رکعات میں صرف ام الکتب (یعنی فاتحہ) پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں کوئی ایک آدھ آیت سنا بھی دیتے تھے۔ اور پہلی رکعت دوسروں کی بنسبت زیادہ لمبی کیا کرتے تھے اور نماز عصر اور صبح کے اندر بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

وعن ابی سعید الخدری قال کنا نحرز قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الظھر والعصر فخزنا قیامه فی الرکعتین الاولین من الظھر قدر قراہ الم تنزیل السجده وفی روایه فی کل رکعه قدر ثلثین آیه وحزرنا قیامه فی الاخرین قدر النصف من ذالک وحزرنا فی الرکعتین الاولین من العصر علی قدر قیامه فی الاخرین من

الظہر وفی الاخریین من العصر علی النصف من ذالک (رواہ مسلم)

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ظہر اور عصر کی نماز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگایا کرتے اور ہم نے ظہر کی پہلی دو رکعات میں آپکے قیام کا اندازہ الم تنزیل السجدہ کی قراہ کے برابر لگایا۔ اور ایک روایت میں ہر رکعت میں تیس آیتوں کا ذکر ہے اور ہم نے پچھلی دو رکعات آپکے قیام کا اندازہ اسکے نصف لگایا اور ہم نے عصر کی پہلی دو رکعات میں آپکے قیام کا اندازہ اسکے نصف لگایا اور ہم نے عصر کی پہلی دو رکعات میں آپکے قیام کا اندازہ ظہر کی پچھلی دو رکعات کے برابر لگایا اور عصر کی پچھلی دو رکعات میں آپکے قیام کا اندازہ اسکے نصف لگایا۔

یہ حدیث امام مسلم نے نقل کی ہے۔

عن ابی معمر قال قلنا لخبار هل کان رسول اللہ صص یقرا فی الظہر والعصر قال نعم۔ قلنا بم کنتم تعرفون قال باضطراب لحیتہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابی معمر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے خبار سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قراۃ پڑھتے تھے۔ اس نے کہا ہاں پڑھتے تھے ہم نے کہا کہ تم کس طرح پہچانتے تھے کہ آپ قراہ پڑھتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک ہلتی تھی۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ)

تشریح

یہاں اس بحث میں تین حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث جو

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں تین چیزوں کا بیان ہے پہلی چیز یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں ام الکتب یعنی فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے (یعنی پہلی رکعت میں ایک سورہ اور دوسری رکعت میں دوسری سورہ) پڑھتے تھے اور دوسری رکعات میں صرف فاتحہ پڑھتے تھے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قرات آہستہ پڑھتے تھے۔ کیونکہ حضرت قتادہ جو راوی حدیث تھے انہوں نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی کوئی آیت سناتے تھے (یعنی بلند اور زور سے پڑھتے تھے اکثر نہیں پڑھتے تھے شاید مقصود یہ تعلیم دینا ہو کہ دوسری رکعات میں بھی قرات پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں قرات دوسری کی بنسبت زیادہ لمبی پڑھا کرتے تھے اور نماز عصر کے اندر بھی اسی طرح کرتے جس طرح کہ نماز ظہر میں کرتے تھے۔ اور دوسری حدیث یہاں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم نماز عصر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگایا کرتے تھے پس ہم نے آپ کی نماز ظہر میں آپکے قیام کا اندازہ لگایا جو الم تنزیل السجدہ کے برابر تھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپکی ہر رکعت تیس آیتوں کے برابر تھی۔ اور ہم نے دوسری رکعات میں آپکے قیام کا اندازہ لگایا جو پہلی دو رکعات اندازہ کا نصف تھا اور نماز عصر کی پہلی دو رکعات کا اندازہ لگایا جو پہلی دو رکعات کا اندازہ کا نصف تھا۔ نماز عصر کی پہلی دو رکعات کا اندازہ نماز ظہر کی پچھلی دو کے برابر تھا اور نماز عصر کی پچھلی دو کا اندازہ اس سے نصف تھا پس اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فرائض کی چاروں رکعات میں قرات پڑھنا ہے

اور اس سے پہلے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری دو رکعات میں گاہ گاہ کوئی ایک آدھ آیت پڑھ لیا کرتے تھے پس دونوں حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ترجیح دی ہے۔ اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ فرائض کی چاروں رکعات میں قرات پڑھنا فرض ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور وہ قائل ہیں کہ فرائض کی پہلی دو رکعات میں قرات پڑھنا فرض ہے اور ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث کو با حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں جو آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہ گاہ کوئی آیت اونچا پڑھا کرتے تھے اس سے مراد بیان جواز ہے کہ اگر کوئی آخری ایک یا دو رکعات میں قراہ پڑھ دے تو جائز ہے ورنہ اگر فرائض میں تمام رکعات میں قرات فرض ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پچھلی رکعات میں سورہ پڑھتے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ امام خصوصی کاموں میں سے اور ذمہ داریوں میں سے یہ ہے کہ نمازوں میں پہلی دو رکعات میں قراہ جہر اور بلند آواز سے پڑھے اور ظہر عصر کی نمازوں میں قراہ آہستہ پڑھے اور یہاں تیسری حدیث جو حضرت ابی معمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس بتایا گیا ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ظہر اور عصر پڑھاتے تھے تو آپکی ڈاڑھی مبارک ہلتی تھی۔ اس سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اندازہ ہوجاتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قراہ پڑھ رہے ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قراہ ہی پڑھتے ہونگے۔ جیسا کہ پہلے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں گزر گیا ہے کہ آپ کبھی کبھی نماز ظہر اور عصر میں کوئی ایک آدھ آیت بلند آواز سے سنادیا کرتے تھے اور نیز آپکا ایک فرمان بھی موجود ہے کہ لا صلوۃ الا بقراہ (یعنی قراہ کے سوا نماز ہوتی ہی نہیں۔ پس ثابت

ہوا کہ آپ نماز ظہر اور عصر میں آہستہ قراہ پڑھتے ہونگے۔

امام تکبیرات بآواز بلند کہے۔

احادیث۔۔۔ (مشکوۃ باب صفت الصلوۃ)

عن سعید بن الحارث بن المعلی قال صلالنا ابوسعید الخدری فجھر بالتکبیر حین رفع راسہ من السجود وحین سجد وحین رفع من الرکعتین وقال ھکذا رئیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ البخاری)

حضرت ابی سعید بن حارث بن معلی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمیں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے سجدوں سے سر اٹھاتے وقت اور سجدہ کرتے وقت اور دو رکعات سے اٹھتے وقت تکبیرات اونچی کہیں اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا۔ (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

وعن عکرمہ قال صلیت خلف شیخ بمکہ فکبر ثنین وعشرین تکبیرہ فقلت لابن لعباس انہ احمق فقال ثقلت امک سنہ ابی القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) رواہ البخاری)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے مکہ میں شیخ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو بائیس تکبیریں کہیں تو میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ جاہل ہے تو انہوں نے فرمایا کہ تجھے تیری ماں گم کرے یہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے) بخاری نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

وعن علی بن الحسین مرسلا قال کان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یکبر فی الصلوۃ کلما خفض ورفع فلم تزل تلک صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی لقی اللہ تعالی (رواہ مالک)

علی بن حسین سے مرسلا" روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب جھکتے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے تھے اور اللہ تعالی سے ملاقات تک آپ کی نماز اسی طرح رہی ہے۔ اس حدیث کو مالک نے نقل کیا ہے۔

وعن ابی حمید الساعدی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوہ استقبل القبلہ ورفع یدیہ وقال اللہ اکبر (رواہ ابن ماجہ)۔

ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے ہوتے تھے تو قبلہ رخ ہو کر اپنے ہاتھ بلند کر کے فرماتے اللہ اکبر۔
(اس حدیث کو ابن ماجہ نے نقل کیا)

ان احادیث میں امام کے کاموں اور ذمہ داریوں میں سے تیسری ذمہ داری کو بیان فرمایا ہے کہ وہ تکبیرات بلند کہے۔ پہلی حدیث جو حضرت سعید بن الحارث بن معلے سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہمیں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ تو انہوں نے سجدہ سے سر اٹھاتے وقت سجدہ کے وقت اور دو رکعات سے اٹھتے وقت تکبیر بلند کی اور فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ مکہ میں شیخ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بائیس تکبیریں کہیں تو میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ بے وقوف ہے تو انہوں نے فرمایا کہ تجھے

تیری ماں گم کرے۔ یہ تو ابوالقاسم (محمد) کی سنت ہے اور تیسری حدیث جو حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور حدیث مرسل ہے اس میں ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تادم حیات نماز میں سر اٹھاتے وقت اور جھکاتے وقت تکبیر بلند) فرماتے تھے۔ اور چوتھی حدیث جو حضرت ابو حمید الساعدی سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے اٹھتے تھے تو قبلہ رخ کھڑے ہوتے تھے اور ہاتھوں کو اٹھاتے اور فرماتے تھے اللہ اکبر پس ان چاروں احادیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تکبیرات بلند کہتے تھے۔ لہٰذا ہر امام کو چاہیئے کہ نماز خواہ سری ہو یا جہری یہ تمام تکبیرات وہ بلند کہے تاکہ مقتدیوں کو امام کا حال معلوم ہو کہ سجدہ میں ہے یا رکوع میں وغیرہ ذالک۔

امام تکبیر اولیٰ کے بعد ثنا۔ تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھے اور قراۃ کی ابتدا باواز بلند الحمد للہ سے کرے۔

احادیث ۔۱۔۲۔۳۔(مشکوہ باب القراہ)

عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسکت بین التکبیر وبین القراۃ اسکاتہ فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ اسکاتک بین التکبیر القراۃ ما تقول قال (اقول اللھم باعد بین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم نقی خطایای کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اور قراہ کے

درمیان سکوت فرماتے تھے تو میں نے عرض کیا کہ آپ پر میرے باپ اور ماں قربان ہوں اے اللہ کے رسول! آپؐ تکبیر اور قراءہ کے درمیان سکوت فرماتے ہیں اس میں کیا پڑھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ پڑھتا ہوں اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان ایسا بعد پیدا فرما جو آپنے مشرق و مغرب کے درمیان پیدا فرمایا ہے۔ اے اللہ مجھے گناہوں سے صاف کر جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف ہوتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی۔ برف اور اولوں سے دھو ڈال۔

اس حدیث کی صحت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر رضی اللہ عنہما کانوا یفتتحون الصلوہ بالحمد للہ رب العلمین (رواہ مسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

عن ابن مسعود انہ کان یخفی بسم اللہ الرحمان الرحیم والاستفاذہ وربنا لک الحمد (حاشیہ ھدایہ بحوالہ ابن ابی شیبہ)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور ربنا لک الحمد کو آہستہ پڑھتے تھے۔

تشریح۔

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث جو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ

تکبیر اولی اور قراہ کے درمیان خاموشی اختیار فرماتے تھے۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں) آپؐ تکبیر اور قراہ کے درمیان کیا پڑھتے ہیں؟ مقصد یہ تھا کہ آپ تکبیر اور قراہ کے درمیان جو خاموشی اختیار فرماتے ہیں اور بلند آواز سے کچھ پڑھتے نہیں ہیں۔ کیا فی الواقع خاموشی ہوتی ہے؟ یا کچھ آہستہ سا کچھ پڑھتے ہیں۔ تو آپؐ نے آگے کے مذکورہ دعایہ الفاظ بتائے کہ یہ پڑھتا ہوں۔

اور دوسرے نمبر پر حضرت انس ؓ سے منقول حدیث ہے اس میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ؓ جب نماز شروع کرتے یعنی بالجہر الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔ پس اسکا مقصد یہ ہے کہ تکبیر اولی کے بعد ثنا۔ تعوذ۔ تسمیہ وہ آہستہ پڑھتے ہوں گے۔ کیونکہ جب جناب نبی کریم ﷺ سے انفرادی نمازوں میں ثنا۔ تعوذ اور تسمیہ ہمیشہ پڑھنا منقول ہے تو فرض اور اجتماعی نمازوں میں انہیں کیسے چھوڑا جاسکتا ہے؟ جب کہ قرآن مجید میں حکم ہے اذا قرات القرآن فاستعذ باللہ(جب تو قرآن پڑھے تو اللہ تعالی سے پناہ مانگ۔ یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھو۔) اور صحیح حدیث میں یہ بھی موجود ہے(کل امر ذی بال لم یبدا فیہ باسم اللہ فھو ابتر) جو بھی عظمت والا کام اللہ تعالی کے نام سے نہ شروع کیا جائے تو وہ بے برکت ہوتا ہے اور نماز سے بڑھ کر کوئی بھی کام ذی بال نہیں ہے۔ پس اس سے پہلے تسمیہ کیسے چھوڑی جاسکتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ آہستہ تسمیہ ضرور پڑھتے ہوں گے۔ اور تیسرے نمبر پر حضرت ابن مسعود ؓ سے جو حدیث منقول ہے اس میں اسکی مزید تفصیل بھی آگئی ہے۔

امام کو نماز کی اختتامی دعا اجتماعی کرنا چاہیئے۔

حدیث ۔۱ مشکوہ باب الجماعت

وعن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث لا یحل لاحد ان یفعلھن لا یومن رجل قوما فیخص نفسہ بالدعآء دونھم فان فعل ذلک فقد خانھم ولا ینظر فی قعربیت قبل ان یستاذن فان فعل ذلک قد خانھم ولا یصل وھو حقن حتی یتخفف۔ رواہ ابوداؤد وللترمذی نحوہ۔

ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین چیزیں ہیں ان کا کرنا کسی کے لئے حلال نہیں ہے، کسی قوم کا کوئی شخص امام نہ ہو کہ وہ لوگوں کے علاوہ دعا کے لئے اپنے نفس کو خاص کرلے (یعنی دعا میں دوسروں کو شریک نہ کرے) اگر وہ ایسا کرے تو تحقیق اس نے ان کی خیانت کی۔ نمبر۲ اور کسی کے گھر میں نظر نہ ڈالے اس سے اجازت مانگے بغیر۔ اگر وہ ایسا کرے تو اس نے ان کی خیانت کی۔ نمبر۳ اور ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے کہ پیشاب یا پاخانہ کئے ہوئے نہ ہو۔ جب تک کہ وہ ہلکا نہ ہو (یعنی اس سے فارغ ہو) اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی اس کی مانند روایت کی ہے۔

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کاموں سے منع فرمایا ہے۔ پہلا یہ ہے کہ امام اور پیشوائے قوم بحیثیت امام ہونے کے دعا صرف اپنی ذات کے لئے نہ

کرے بلکہ اجتماعی دعا کرے کیونکہ یہ اجتماعی دعا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے (جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے سب کے لئے دعا مانگی تھی)

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنات ولا تزد الظالمین الا تبارا (سورۃ نوح آیت ۲۸ اے میرے رب مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور اسکو بھی جو میرے گھر میں ایماندار ہوکر داخل ہوجائے۔ اور ایماندار مردوں کو اور عورتوں کو بھی بخش دے۔ اور ظالموں کو تو بربادی کے سوا اور کچھ زیادہ نہ کر۔ اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی سب کے لئے دعا مانگی تھی۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب (سورۃ ابراہیم آیت ۴۱ اے ہمارے رب مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمانداروں کو حساب قائم ہونے کے دن بخش دے اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کی دعا جو تشہد کے آخر میں موجود ہے۔ السلام علیناوعلی عباداللہ الصالحین ہم پر اور اللہ تعالی کے تمام نیک بندوں پر سلامتی نازل ہو۔ اور اگر امام اسے اجتماعی موقع پر خصوصی طور پر اپنے لئے ہی دعا مانگے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ خیانت ہوگی۔ ہاں اگر خصوصی اور اپنی نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اپنے لئے خصوصی دعائیں مانگ سکتا ہے۔جیسا نبی ﷺ سے خصوصی دعائیں بھی منقول ہیں۔ اور دوسری چیز یہ ہے کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت نہ دیکھے اگر ایسا کرے گا تو بھی خیانت کرے گا اور تیسری چیز یہ ہے کہ پیشاب پاخانہ کے دباؤ کے وقت نماز نہ پڑھے۔ اگر ایسا کرے گا تو بھی یہ خیانت ہوگی۔

مقتدیوں کو امام کی قرات خاموش ہو کر سننا چاہئے۔

واذا قرالقرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنوا اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (سورہ الاعراف آیت ۲۰۴)

تفسیر

اس آیت کے اصلی مخاطب تو مخالفین قرآن مجید ہیں۔ اللہ تعالی نے انہیں اس آیت میں دو چیزوں کی دعوت دی ہے۔ ایک یہ ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے خوب کان لگا کر سنو۔ اور دوسری دعوت یہ دی ہے کہ خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (یعنی اگر تم قرآن مجید کو خاموش ہو کر سنو گے تو ہدایت آئے گی جو دنیاوی اور اخروی رحمت کا باعث ہے۔ یہ دعوت ان کو ان کے اس مقولہ اور مہم کے جواب میں دی گئی ہے۔ جو سورہ حم السجدہ کی آیت چھبیس میں مذکور ہے۔ وقال الذین کفروا لا تسمعوا لہذا القرانِ وَالْغَوا فیہ لعلکم تغلبون (اور کافروں نے کہا کہ تم اس قرآن کو نہ سنو۔ اور اس کی مجلس میں شوروغل مچاؤ تاکہ تم غالب ہو جاؤ) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین قرآن مجید نے جناب نبی کریم ﷺ کی دعوت قرآن کو روکنے کے لئے یہ ایک مہم چلائی ہوئی تھی۔ کہ آپ ﷺ جہاں بھی قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے اوروں کو سناتے تو وہ لوگ اس مجلس میں آکر شور مچاتے تھے۔ تاکہ عوام الناس پر قرآن کا اثر نہ ہو۔ تو اللہ تعالی نے اس آیت میں انہیں اس فعل مذموم سے روکا ہے اور اس آیت میں انہیں مشفقانہ دعوت دی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ ذرا خاموش ہو کر اس کو غور سے سن لو دراصل اللہ تعالی

نے ہر ایک انسان کو خواہ وہ مومن ہو یا کافر ہدایت کی توفیق عطا کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس نے ہر ایک کو آنکھیں بخشی ہیں بات حق کو دیکھنے کے لئے اور کان بخشے ہیں سننے کے لئے اور دل و دماغ عطا فرمائے ہیں حق کو سمجھنے کے لئے اور قرآن مجید ہدایت کا فارمولا ہے اور جناب نبی کریم ﷺ اور انکے جانشینوں کو وہ ہدایت کا فارمولا سمجھانے پر مامور کیا گیا ہے۔ پس جو آدمی ان سے وہ فارمولا سنے گا۔ دیکھے گا اور اس میں غور و فکر کرے گا تو وہ یقیناً" ہدایت پائے گا اور اگر وہ اسے سنے گا نہیں یا اس میں غور و فکر سے کام نہیں لے گا تو وہ ہدایت سے محروم رہے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشفقانہ دعوت دی ہے تاکہ وہ اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہ رہیں۔ بہرحال آیت اعراف کے اصلی مخاطب تو مخالفین قرآن ہیں لیکن یہ مانا ہوا اصول ہے کہ بعض آیات کا شان نزول خاص ہوتا ہے مگر حکم انکا عام ہوتا ہے۔ اور اس آیت کا مورد خاص اس عام قاعدہ کی ایک جزی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک عدالت جب کسی شخص کے حق میں یا اسکے خلاف فیصلہ کرتی ہے تو اسکا مقصد یہ تو نہیں ہوتا کہ یہ قانون صرف اسی کے لئے ہے بلکہ اسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو بھی آدمی اس قانون کی زد میں آئے یا مطابقت میں ہو یہ قانون اسی پر لاگو ہوگا اسی طرح یہاں سورہ الاعراف کی آیت دو سو چار میں بظاہر خطاب کفار کو ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو۔ اسی طرح ایمان والوں کو بھی یہی حکم ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو وہ اسے کان لگا کر سنیں اور خاموش رہیں تب اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائیں گے اور قرآن مجید سننے کے مواقع میں سے سب سے اہم موقعہ نماز کا ہے لہٰذا نماز کی حالت میں نمازیوں پر فرض ہے قرآن مجید کی

تلاوت جو امام کرے اسے سنیں اور آپ نہ پڑھیں بلکہ چپ رہیں۔ کیونکہ اصل مقصد آیات قرآنیہ میں تدبر ہے یعنی امام قرآن مجید کی تلاوت کرے اور مقتدی اس میں تدبر کرے۔ اور اگر امام کے ساتھ ساتھ مقتدی بھی تلاوت کرنا چاہیں تو تدبر نہیں ہوسکے گا بلکہ نزاع ہوجائے گا مقصد فوت ہوجائے گا۔ اب پوری تفسیر انشاء اللہ العزیز احادیث کی روشنی میں پیش کریں گے۔ یہاں تک جو تفسیر عرض کی ہے یہ تو وہ ہے جو سورہ الاعراف کی آیت دوسو چالیس اور سوہ حم السجدہ کی آیت چھبیس کو باہم تطبیق دینے سے سرسری طور پر سمجھ میں آئی ہے۔ اور پوری تفصیل مندرجہ ذیل احادیث میں آرہی ہے۔

احادیث مشکوہ باب القراہ

عن عبادۃ الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرا بفاتحہ الکتب متفق علیہ وفی روایہ لمسلم لمن لم یقرا بام القرآن فصاعدا۔

عبادۃ بن صامت ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اسکی نماز نہیں ہوتی جو کتاب کی فاتحہ نہ پڑھے۔ (اس حدیث کی صحت پر امام بخاری اور امام مسلم کو اتفاق ہے)

اور امام مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ام القرآن یا اس سے زیاد نہ پڑھے۔

وعن ابی بریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوہ لم یقرا فیھا یام القرآن فھی خداج ثلاثا غیر تام۔ فقیل لابی بریرۃ انا نکون وراء الامام قال اقرا بھا فی نفسک فانی

سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول قال اللّٰہ تعالی قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ما سال فاذا قال العبد۔ الحمد للّٰہ رب العلمین۔ قال اللّٰہ تعالی۔ حمدنی عبدی واذا قال الرحمن الرحیم۔ قال اللّٰہ تعالی اثنی علی عبدی۔ واذا قال مالک یوم الدین قال مجدنی عبدی واذا قال ایاک نعبد وایاک نستعین۔ قال ھذا بینی وبین عبدی ولعبدی ماسال۔ واذا قال اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم والاالضالین قال ھذاالعبد ولعبدی ماسال (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی کوئی نماز پڑھے اور اس میں ام القرآن نہ پڑھے تو تین دفعہ فرمایا کہ وہ نماز ناقص ہے۔ تو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم تو امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ دل میں پڑھ لے بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ میں نے نماز کے اپنے درمیان اور اپنے بندے کے درمیان دو حصہ کئے ہیں اور میرے بندے کے لے ہے جو اس نے مانگا۔ جب بندہ کہتا ہے الحمد للّٰہ رب العالمین تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری تعریف کی اور جب بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم' تو اللہ تعالی فرماتے ہیں میرے بندے نے میری ثناء بیان کی ہے۔ اور جب بندہ کہتا ہے۔ مالک یوم الدین تو اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے اور جب بندہ کہتا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین تو اللہ تعالی فرماتے ہیں یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے کے لئے ہے جو

اس نے مانگا اور جب بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ہے میرے بندے کے لئے اور میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے مانگا۔ وعن عبادۃ الصامت قال کنا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوہ الفجر فقرا فثقلت علیہ القراہ فلمافرغ قال لعلکم تقرؤن خلف امامکم قلنا نعم یا رسول اللہ قال لا تفعلوا الا بفاتحہ الکتب فانہ لا صلوہ لمن لم یقرا بھالہ (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی معناہ وفی روایہ لا بی داؤد قال انا اقول مالی ینازعنی القرآن فلا تقرؤا الشئی من القران اذا جھرت الا بام القران)

حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم فجر کی نماز میں جناب نبی کریم ﷺ کے پیچھے تھے۔ آپؐ نے قراۃ پڑھی اور آپؐ پر قراۃ میں گرانی ہوئی۔ پس جب آپؐ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ شائد کہ تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو تو ہم نے عرض کیا کہ ہاں ہم پڑھتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو مگر کتاب کی فاتحہ پڑھ لیا کرو۔ کیونکہ جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد۔ ترمذی اور نسائی نے اسکا معنی نقل کیا ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے آپنے فرمایا کہ میں نے کہا کہ مجھے کیا ہوگیا ہے کہ قرآن مجھ سے جھگڑتا ہے میں جب جہری قراۃ پڑھوں تو تم ام القرآن کے سوا قرآن کی کوئی بھی آیت نہ پڑھو۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من الصلوہ جھر فیھا بالقراہ فقال ھل قرا معی احدمنکم انفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القران قال فانتھی الناس عن القراہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ

بالقراه من الصلوه حین سمعوا ذالک من رسول اللّٰہ صص (رواہ مالک واحمد وابوداؤد والترمذی والنسائی ورواہ ابن ماجہ نحوہ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اس نماز سے لوٹے جس میں انہوں نے قراہ بالجہر پڑھی تھی تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی قراۃ پڑھی ہے تو ایک آدمی نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ تو آپنے فرمایا کہ میں نے کہا کہ مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں قرآن سے جھگڑتا ہوں۔ راوی نے کہا کہ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تو پھر آپکے جہری نمازوں میں قراہ چھوڑ دی (اس حدیث کو امام احمد ابوداؤد۔ ترمذی۔ اور نسائی نے نقل کیا ہے اور ابن ماجہ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے)

وعن ابن عمرو البیاضی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان المصلی یناجی ربہ فلینظر ماینا جیہ بہ ولا یجھر بعضکم علی بعض بالقران (رواہ احمد)

حضرت ابن عمر اور حضرت بیاض رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نمازی اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے۔ اسے دیکھنا چاہیئے کیا سرگوشی کرتا ہے اور ایک دوسرے کے پیچھے جہری قرآن مت پڑھو (امام مالک نے اسے نقل کیا ہے)

عن ابی بریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم فاذا کبر فکبروا واذا قرا فانصتو (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ)

حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

امام اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ اسکی اقتدا کی جائے وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ پڑھے تو تم خاموش رہو۔ (ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کی ہے)

عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی خلف الامام فان قراہ الامام لہ قراہ (موطا امام محمد باب قراہ خلف الامام)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراۃ اسکی قراۃ بن جاتی ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں سات احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو فاتحہ نہ پڑھے اسکی نماز نہیں ہوتی اور امام مسلم کی روایت میں ام القران کا ذکر ہے اس سے مراد بھی فاتحہ ہی ہے اور دوسری حدیث یہاں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز پڑھے اور اس میں ام القران (فاتحہ) نہ پڑھے تو تین دفعہ فرمایا ہے کہ وہ نماز ناقص ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم تو امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو پھر کیا کریں۔ تو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دل میں پڑھ لو۔ کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ نماز میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کی ہوئی ہے۔ اور میرے بندے کے لئے ہے جو وہ مانگے الخ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالی سے مانگے گا تب ہی تو اللہ تعالی اسے عطا فرمائیں گے۔ یعنی اس فاتحہ میں اھدنا الصراط المستقیم الخ اللہ تعالی سے سوال

ہے انسان اللہ سے ہدایت کا سوال کرے گا تو اللہ تعالی اسے ہدایت عطا فرمائیں گے۔ لہٰذا امام کے پیچھے بھی مقتدی کو فاتحہ پڑھنا چاہئے۔ اور تیسری حدیث جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی آپنے قراہ پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قراہ پڑھنے میں ذرا تنگی ہوئی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ شائد تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو تو ہم نے کہا کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پڑھتے ہیں تو آپنے فرمایا کہ ایسا نہ کرو مگر فاتحہ پڑھ لیا کرو۔ کیونکہ جو فاتحہ نہ پڑھے تو اسکی نماز نہیں ہوتی اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کہتا ہوں مجھے کیا ہوگیا ہے کہ قران مجھ سے جھگڑتا ہے جب میں قراہ جہری پڑھوں تو قرآن کی کوئی آیت مت پڑھو مگر ام القران (فاتحہ) پڑھو اور چوتھی حدیث جو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپؐ نے قراۃ جہری پڑھی تھی تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قراہ پڑھی ہے؟ تو ایک آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ میں نے پڑھی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا میں کہتا تھا مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں قرآن سے جھگڑتا ہوں۔ راوی نے کہا کہ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں نے جہری نمازوں میں قراۃ پڑھنی چھوڑ دی تھی۔ اور پانچویں حدیث یہاں ابن عمرو اور بیاضی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی اللہ تعالی سے سرگوشی کرتا ہے اب اسکو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا سرگوشی کرتا ہے یعنی اسکو قرآن مجید میں تدبر اور غوروفکر کرنا چاہیئے۔ اور ایک دوسرے کے سامنے بلند قرآن نہ پڑھو (یعنی ایک پڑھے

اور دوسرا سنے) اور ہر ایک کے پڑھنے سے تدبر فی القرآن نہیں ہو سکے گا اور یہ عام ہے خواہ بحالت نماز ہو یا غیر نماز ہو۔ اور چھٹی حدیث حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام کو اسی لئے تو مقرر کیا گیا ہے تاکہ اسکی اقتدا کی جائے۔ لہٰذا جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قراۃ پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اور ساتویں حدیث یہاں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو بے شک امام کی قراۃ اسکی قراۃ بن جاتی ہے۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ سورہ الاعراف کی آیت دوسوچار سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے قراۃ نہیں پڑھنا چاہئے خواہ فاتحہ ہو یا قرآن مجید کی کوئی دوسری آیت ہو۔ اور پہلی چار احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہیے اور قرآن مجید کی کوئی اور آیت نہیں پڑھنا چاہئے اور بعد والی تین احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قراۃ نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ امام کے پڑھنے سے اسکی قراۃ ہو جائے گی۔ پس پہلی چار احادیث کا اعراف کی آیت دوسوچار سے تعارض نظر آتا ہے اور اسی طرح سورہ المزمل کے اس جملہ (فاقرؤ ماتیسر من القران) سے بھی تعارض ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ پڑھو جتنا قرآن میں سے آسان ہو۔ اس آیت میں کسی سورہ یا آیت کو متعین نہیں فرمایا ہے انسان جہاں سے چاہے پڑھ سکتا ہے اور ان احادیث میں فاتحہ شریف کو متعین فرمایا ہوا ہے۔ اور اسی طرح بعد والی دو احادیث سے بھی تعارض ہے۔ کیونکہ ان میں بھی یہی مضمون ہے جو سورہ الاعراف کی آیت میں ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قراۃ نہیں پڑھنا چاہیے۔

پس ایسا تعارض رفع کرنے کے لیے علمائے اصولین کا دستور یہ ہے کہ پہلے وہ تعارض رفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر ہوجائے تو ان تمام آیت اور احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ اور اگر وہ تعارض رفع نہ ہوسکے تو آیات پر عمل کرتے ہیں اور احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ یہاں ساتویں حدیث جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس سے یہ تعارض ہو رفع ہوجاتا ہے کہ امام کی قراۃ سے مقتدی کی قراۃ بن جاتی ہے۔ لہٰذا امام کے فاتحہ پڑھنے سے بھی مقتدی کی فاتحہ بھی ہوگئی جس طرح امام کے باقی قراۃ پڑھنے سے مقتدی کی قراہ بن جاتی ہے اور اگر یہ تطبیق تسلیم نہیں کریں گے تو مذکورہ آیات مسترد ہو جائیں گی اور یہ استرداد جائز نہیں ہے۔

مقتدی کو امام سے رکوع۔ سجدہ قیام وغیرہ میں سبقت نہیں کرنا چاہیے۔

عن البراء بن عازب قال کنا نصلی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا قال سمع اللہ لمن حمدہ لم نحن احد منا ظھرہ حتی یضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم جبھتہ علی الارض۔ متفق علیہ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے' جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ نہ جھکائے جب تک کہ آپ اپنی پیشانی مبارک زمین پر نہ رکھتے اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

وعن انس قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فلما قضی صلوتہ اقبل علینا بوجھہ فقال ایھا الناس انی امامکم فلا تستبقونی بالرکوع ولا بالسجود ولا بالقیام و

بالانصراف فانی اراکم امامی ومن خلفی۔ رواہ مسلم

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہمیں آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی۔ جب نماز پڑھ چکے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! تحقیق میں تمہارا امام ہوں۔ پس مجھ سے رکوع وسجود قیام اور پھرنے میں سبقت نہ کرو۔ (پھرنے سے مراد سلام پھیرنا ہے) حقیقت یہ ہے کہ میں تم کو اپنے آگے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

نمبرا۔ پہلی حدیث اور دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مقتدیوں کے لئے پہلی چیز جو لازم ہے وہ یہ ہے کہ وہ رکوع سجدہ قیام اور سلام وغیرہ کوئی رکن امام سے پہلے نہ کریں۔ بلکہ امام کے بعد کریں نماز میں ہر کام امام کے بعد کریں نہ امام سے پہلے رکوع میں جائیں' نہ سجدہ کریں' نہ سلام پھیریں۔ بہرحال کسی امر میں امام پر سبقت نہ کریں۔ بعض حدیثوں میں آیا ہے جو امام سے پہلے سجدہ کرے گا خوف ہے کہ اس کا سر گدھے کا ہوجائے جیسا کہ حدیث میں عنقریب آرہا ہے۔

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تبادروا الامام اذا کبر فکبروا واذا قال ولا الضآلین فقولوا امین واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد۔ متفق علیہ الا ان البخاری لم یذکر واذا قال ولا الضآلین۔

حضرت ابوہریرۃ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ امام پر (کسی بات میں) پہل نہ کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔ متفق علیہ۔ مگر بخاری نے اس بات کا ذکر نہیں کیا۔ کہ جب وہ ولا الضالین

کہے (تو تم آمین کہو)

وعن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکب فرساً فصرع عنہ فجحش شقہ الایمن فصلی صلوہ من الصلوات وھو قاعد فصلینا ورآئہ قعوداً فلما انصرف قال انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا صلی قآئماً فصلوا قیاما واذا رکع فارکعوا واذا رفع فارفعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد واذا صلی جالساً فصلوا جلوسا اجمعون قال الحمیدی قولہ اذا صلی جالساً فصلوا جلوساً ھو فی مرضہ القدیم ثم صلی بعد ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم جالساً والناس خلفہ قیام لم یامرھم بالقعو وانما یوخذ بالاخر من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذا لفظ البخاری واتفق مسلم الی اجمعون وزاد فی روایہ فلا تختلفوا علیہ واذا سجد فاسجدوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے آپؐ اس سے گر پڑے۔ اس سے آپ کی داہنی کروٹ چھل گئی، پھر (فرض نمازوں میں سے ایک نماز پڑھی اس حالت میں کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ سو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو فرمایا۔ درحقیقت امام مقرر اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہوکر نماز پڑھو، جب وہ رکوع سے اٹھے تو تم بھی اٹھو۔ جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز

پڑھو۔ یہ حضور ﷺ کی پہلی بیماری کے متعلق تھا۔ اس کے بعد آپ نے نماز پڑھی بیٹھ کر اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ ان کو آپ نے بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اور یہ ایک حقیقت (اور مقرر قاعدہ ہے کہ) نبی ﷺ کے آخری فعل کو لیا جاتا ہے (اور قابل عمل و سند سمجھا جاتا ہے)

یہ لفظ بخاری کے ہیں اور مسلم نے بخاری کے ساتھ لفظ اجمعون تک اتفاق کیا ہے اور مسلم نے ایک روایت میں اتنا زیادہ روایت کیا ہے کہ امام سے کسی بات میں اختلاف نہ کرو۔ جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

تشریح

یہاں اس بحث چار احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں مقتدی کو امام کی اتباع کرنے کی تعلیم دی گئی ہے پہلی حدیث جو حضرت برا بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ تو ہم میں سے کوئی پیٹھ نہیں جھکاتا تھا جب تک کہ نبی ﷺ اپنی پیشانی مبارک زمین پر نہیں رکھتے تھے۔ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ مقتدی کو قومہ کی حالت میں کھڑا رہنا چاہئے جب امام سجدہ کرے تب اسے سجدہ کرنا چاہئے۔ اور دوسری حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ ایک دن جناب رسول اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی اور فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ لوگو میں تمہارا امام ہوں لہٰذا رکوع میں سجدہ میں۔ قیام میں اور سلام پھیرنے میں مجھ سے سبقت نہ کرنا۔ میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔ یہ دیکھنا بطور معجزہ تھا۔ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ مقتدی کو رکوع میں سجدہ میں قیام اور سلام پھیرنے میں امام سے سبقت نہیں کرنا چاہیئے اور تیسری حدیث جو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے

منقول ہے اس میں جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ امام سے جلدی نہ کرو وہ تکبیر کہے پھر تم تکبیر کہو (تکبیر اولی) اور جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔ اس حدیث سے اشارہ ملتا ہے کہ امام فاتحہ پڑھے تو مقتدی سنے۔ کیونکہ یہاں نبی ﷺ نے مقتدی کو تکبیر کہنے کا آمین کہنے کا۔ ربنا لک الحمد کہنے کا فرمایا ہے مگر امام کے ساتھ فاتحہ پڑھنے کا نہیں فرمایا۔ اسکا مقصد یہ ہے کہ مقتدی کو فاتحہ نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ سننا چاہئے۔ اور چوتھی حدیث یہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں باقی مضامین وہی ہیں جو پہلی احادیث میں گزر گئے ہیں۔ البتہ دو باتیں نئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ نبی ﷺ ایک دفعہ زخمی ہوگئے تھے پھر لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگوں نے آپکے پیچھے بیٹھ ہو کر نماز پڑھی۔ اور پھر ایک موقعہ پر آپنے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھی اور آپنے لوگوں کو بیٹھنے کا حکم نہ دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا آخری فعل فعل سابق کے لئے ناسخ ہے اور اب فعل آخر کا اعتبار ہوگا۔ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کو اسکے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھنی چاہیئے کیونکہ امام کمزور ہے اور مقتدیوں کے اسکے پیچھے کھڑا ہونے اس امام کی اتباع کی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔

اتباع امام کی خلاف ورزی سے مسخ فطرت کا خطرہ

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یحول اللہ راسہ حمار۔ متفق علیہ۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا وہ شخص جو امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے۔ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سا بنادیں۔

متفق علیہ۔

وعن ابی هريرة انه قال الذی يرفع راسه ويخفضه قبل الامام فانما ناصيته بيد الشيطان (رواه مالک)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا اور جھکاتا ہے اسکی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے۔ اس حدیث کو امام مالک نے نقل کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ہے۔ اس میں جناب نبی کریم ﷺ نے مقتدیوں کو امام کی اتباع کی خلاف ورزی سے ڈرایا ہے اور فرمایا ہے کہ جو آدمی امام کی اتباع کی خلاف ورزی کرتا ہے امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اسے ڈرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اسکا سر گدھے جیسا بنادیں گے۔ محدثین نے اس حدیث کے تین احتمالات لکھیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس سے مراد صرف تنبیہ کرنا ہے۔ تاکہ لوگ امام کی خلاف ورزی نہ کریں۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ ممکن ہے یہ تبدیلی دنیا میں بھی ہوجائے۔ جیسا کہ محدثین نے ایک محدث کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ دمشق میں رہتا تھا اور نقاب اوڑھ رکھتا تھا اسکے پاس ایک شاگرد حدیث پڑھنے کے لئے گیا۔ تو اس نے اسے حدیث پڑھانی شروع کی۔ تو شاگرد نے نقاب اوڑھنے کی وجہ پوچھی تو اس نے نقاب اٹھایا تو اسکی شکل گدھے کی تھی تو استاد نے بتایا کہ میں اس حدیث پر یقین نہیں رکھتا تھا اور امام سے پہلے رکوع میں جاتا تھا تو میرے ساتھ ایسا ہوگیا۔ اس

واقعہ سے معلوم ہوا کہ امام کی خلاف ورزی سے دنیا میں بھی یہ تبدیلی ہو سکتی ہے اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ تبدیلی سزا کے طور پر قیامت کے دن ہو۔ بہرحال اس حدیث میں نبی ﷺ نے مقتدیوں کو امام کی خلاف ورزی سے بچنے کی تعلیم دی اور دوسری حدیث جو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں فرمایا ہے کہ جو آدمی امام کی خلاف ورزی کرتا ہے اسکی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے۔

مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوجائے تو اسکی رکعت ہوجائے گی۔

احادیث ۱۔۲۔۳ مشکوۃ باب ما علی المأموم

عن علی ومعاذ بن جبل قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی احدکم الصلوۃ والامام علی حال فلیصنع کما یصنع الامام۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت ہے کہ جناب رسالت ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے آئے اور امام ایک حال پر ہو تو چاہئے۔ کہ جو امام کرتا ہو اسی حال میں مقتدی شریک ہوجائے۔) اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث غریب ہے۔

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوہ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدہ شیئا ومن ادرک رکعہ فقد ادرک الصلوہ۔ رواہ ابو داؤد۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور اسکو

کچھ بھی شمار نہ کرو (یعنی تمہاری یہ رکعت نہیں ہوئی) اور جس نے امام کے ساتھ رکوع پایا۔ پس تحقیق اس نے رکعت پالی (اس میں رکعت سے مراد رکوع ہے) اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی هريره انه كان يقول من ادرک الركعة فقد ادرک السجدة ومن فاتته قرآءة ام القران فقد فاته خير كثير۔ رواه مالک

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بالتحقیق وہ کہا کرتے تھے کہ جس شخص نے رکوع کو پالیا۔ اس نے رکعت کو پالیا اور جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی۔ تو تحقیق اس نے بہت بڑا ثواب کھودیا۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث میں حضرت علی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما نے جناب رسول اکرم ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے اس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے آئے تو امام جس حال میں ہو مقتدی کو اس میں شامل ہونا چاہیے۔ قومہ میں ہو خواہ جلسہ میں ہو۔ رکوع میں ہو یا سجدہ میں ہو۔ مقتدی کو اسکے ساتھ شامل ہوجانا چاہئے۔ مگر یہ حدیث مجمل ہے اگلی جو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں اسکی کچھ تفصیل آئی ہے آپنے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے آئے اور ہم سجدہ میں ہوں۔ تو اسے سجدہ میں شامل ہوجانا چاہئے۔ لیکن اسے سجدہ میں شمار نہ کرے اور جس نے امام کے ساتھ رکوع میں شمولیت کرلی تو اسکی رکعت ہوگئی۔ اور تیسری حدیث حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ والی ہے اسکا بھی یہی مقصد ہے پس خلاصہ یہ نکلا مقتدی جب آئے اور جماعت کھڑی ہوئی ہو تو اسے امام کے ساتھ شامل ہوجانا چاہئے ویسے

امام کا انتظار نہیں کرنا چاہئے البتہ رکعت اصلی تب شمار ہوگی کہ جب رکوع میں شامل ہوگا۔

تکبیر اولیٰ کی فضیلت جماعت فوت ہوجانے سے بھی حاصل ہوجاتی ہے۔

وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی اللہ اربعین یوماً فی جماعہ یدرک التکبیرۃ الاولی کتب لہ براء تان برائہ من النار و برائہ من النفاق۔ رواہ الترمذی۔

حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ”جو چالیس روز اس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس نے تکبیر اولیٰ بھی پائی ہو تو اس کے لئے دو نجاتیں لکھی جاتی ہیں ایک آتش دوزخ سے نجات اور ایک نفاق سے نجات۔“

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضا فاحسن وضوئہ ثم راح فوجد الناس قد صلوا اعطاہ اللہ تعالی مثل اجر من صلاھا و حضرھا لا ینقص ذلک من اجورھم شیئا۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت ابوہریرۃ ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا' پھر (مسجد کی طرف) گیا مگر لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ چکے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اس شخص کی مانند اجر دیں گے جس نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور ان نمازیوں کے اجر میں سے کمی نہیں ہوگی۔

تشریح۔

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث جو حضرت انس سے منقول ہے اس میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی چالیس روز تک تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی ہو تو اس کے لئے دو قسم کی براءة لکھی جاتی ہے ایک آگ سے اور دوسری نفاق سے ۔ اور دوسری حدیث جو حضرت ابو ہریرۃ سے منقول ہے۔ اس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کامل وضو کرکے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے آئے اور لوگ نماز پڑھ چکے ہوں تو اس کو تمام نمازیوں کا ثواب ملتا ہے جنھوں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور جنھوں نے نہیں پڑھی ان کا بھی اور ان کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔

اگر آدمی فرض نماز ادا کرچکا ہو تو دوبارہ جماعت سے اس کا اعادہ کر سکتا ہے

وعن ابی سعید ن الخدری قال جاء رجل و قد صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الا رجل یتصدق علی ھذا فیصلی معہ فقام رجل فصلی معہ۔ رواہ الترمذی و ابوداؤد۔

حضرت ابو سعید خدری ؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص اس حالت میں آیا کہ آنحضرت ﷺ نماز پڑھ چکے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا کوئی شخص نہیں کہ اس پر صدقہ کرے۔ (اس کو صدقہ دے) اس کے ساتھ نماز پڑھے پس ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

عن یزید بن الاسود قال شھدت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حجته فصلیت معه صلوه الصبح فی مسجد الخیف فلما قضی صلوته وانحرف فاذا هو برجلین فی آخر القوم لم یصلیا معه قال علی بهما فجئی بهما فقال ما منعکما ان تصلیا معنا فقالا یا رسول الله انا کنا قد صلینا فی رحالنا قال فلا تفعلا اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعه فصلیا معهم فانها لکما نافلہ۔ رواہ الترمذی و ابوداؤد والنسائی

(یزید بن اسود سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ مسجد خیف میں صبح کی نماز پڑھی۔ جب انہوں نے اپنی نماز پوری کی اور نماز سے پھرے تو ناگہاں آپ نے دو شخصوں کو لوگوں کے آخری میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی۔ فرمایا۔ ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ وہ آپ کے پاس آئے تو دونوں کانپ رہے تھے (حضور ﷺ کی ہیبت سے) آپ نے پوچھا' تمہیں کس چیز نے روکا کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے گھروں میں نماز پڑھ چکے تھے۔ فرمایا۔ تم آئندہ) ایسا نہ کیا کرو۔ جب تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو۔ اور پھر اسی مسجد میں بھی آؤ جس میں جماعت ہوتی ہو تو نمازیوں کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیا کرو۔ وہ تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔ اس کو ترمذی ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

وعن رجل من اسد بن خزیمه انه سال ابا ایوب الانصاری قال یصلی احدنا فی منزله الصلوه ثم یاتی المسجد و تقام الصلوه فاصلی معهم فاجد فی نفسی شیئا من ذالک فقال ابو ایوب سالنا عن ذالک النبی صلی الله علیه وسلم قال فذالک له سهم جمع۔ رواه

مالک و ابوداؤد۔

قبیلہ اسد بن خزیمہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ اس نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہے۔ پھر وہ مسجد میں آتا ہے اور نماز کے لئے تکبیر کہی جاتی ہے۔ تو کیا میں ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لوں؟ اس کے متعلق میرے دل میں ایک بات کھٹکتی ہے (کہ ایسا کرنا میرے لئے جائز ہے یا ناجائز) حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے بھی یہ بات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی تھی آپ نے فرمایا۔ یہ اس کے لئے جماعت کا حصہ ہے (یعنی اس سے جماعت کا ثواب ملتا ہے) اس کو مالک اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن یزید بن عامر قال جئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی الصلوہ فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی الصلوہ فجلست ولم ادخل معھم فی الصلوہ فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رانی جالسا فقال الم تسلم یا یزید قلت بلی یا رسول اللہ قد اسلمت قال و ما منعک ان تدخل مع الناس فی صلوتھم قال انی کنت قد صلیت فی منزلی احسب ان قد صلیتم فقال اذا جئت الصلوہ فوجدت الناس فصل معھم وان کنت قد صلیت تکن لک نافلہ و ھذہ مکتوبہ۔ رواہ ابوداؤد

یزید بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ میں بیٹھا رہا اور ان کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ چکے اور مجھے بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے یزید! کیا تو مسلمان نہیں؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ! میں مسلمان

ہوں۔ فرمایا تو پھر کیا وجہ ہوئی کہ تو لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوا؟ عرض کیا میں نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تھی۔ پھر میں نے گمان کیا آپ ﷺ نماز پڑھ چکے ہیں (اب شریک ہونے سے کیا حاصل) فرمایا۔ جب تو نماز کو (یعنی مسجد میں) آئے اور تو لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے پائے تو ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیا کر اگرچہ تو نماز پڑھ چکا ہو۔ یہ نماز تیرے لئے نفل ہو جائے گی اور وہ پہلے فرض۔

اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

عن ابن عمر لن رجلاً ساله فقال انی اصلی فی بیتی ثم ادرک الصلوه فی المسجد مع الامام افاصلی معه قال له نعم قال الرجل ایتهما اجعل صلاتی قال ابن عمر و ذالک الیک انما ذالک الی اللّٰہ عز و جل یجعل ایتهما شاءٔ رواه مالک

حضرت ابن عمر ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا (کبھی ایسا ہوتا ہے) میں اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہوں اور پھر میں مسجد میں امام کو جماعت کراتے ہوئے بھی پاؤں تو کیا میں اس کے ساتھ نماز پڑھ لیا کروں؟ فرمایا۔ ہاں۔ اس نے کہا ان دونوں میں سے میں کس کو (اپنی فرض) نماز ٹھیراؤں حضرت ابن عمر ﷺ نے فرمایا۔ یہ تیرا کام نہیں۔ یہ معاملہ تو اللہ تعالیٰ عز و جل کے سپرد ہے کہ جس کو چاہے (فرض) ٹھیرائے اس کو مالک نے روایت کیا ہے۔

وعن سلیمان مولی میمونه قال اتینا ابن عمر علی البلاط وهم یصلون فقلت الا تصلی معهم قال صلیت وانی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول لا تصلوا صلوه فی یوم مرتین۔ رواه احمد وابوداؤد والنسائی۔

سلیمان بن میمونہ رضی اللہ عنہ کے غلام کہتے ہیں ک ہم (مقام) بلاط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے؟ فرمایا۔ کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں۔ اور تحقیق میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ایک دن میں دو مرتبہ نماز نہ پڑھو (یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو نماز پڑھ چکا ہو) اسکو احمد' ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

نمبر۔ بلاط ایک جگہ کا نام ہے مدینہ منورہ میں امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے باہر بنا رکھی تھی لوگوں کے لئے اگر باتیں کرنی منظور ہوتیں تو وہاں بیٹھ کر کرلی جاتیں۔ تاکہ مسجد میں دنیا کا کلام نہ کیا جاوے۔ ۱۲ مصحح

وعن نافع قال ان عبداللہ بن عمر کان یقول من صلی المغرب او الصبح ثم ادرکھما مع الامام فلا یعد لھما۔ رواہ مالک۔

نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے مغرب یا صبح کی نماز پڑھ لی۔ پھر ان دونوں کو دوبارہ نہ پڑھے۔ اسکو مالک نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں کل چھ احادیث جمع کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپنے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک آدمی آیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے، اور آپؐ نے فرمایا ہے کوئی آدمی ہے جو اس پر صدقہ کرے۔ اور اسکے ساتھ نماز پڑھے۔ پس ایک آدمی اٹھا اور اسکے ساتھ نماز پڑھی۔ پس اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ جماعت ثانیہ جائز ہے۔ کیونکہ

آپ ﷺ اس موقعہ پر نماز باجماعت ادا فرما چکے تھے۔ اور وہ شخص بعد میں آیا تھا تو آپنے دوسروں کو اسکے ساتھ نماز ادا کرنے کی ترغیب دی تھی۔ اور چنانچہ ایک صحابی اٹھ کر اسکے ساتھ کھڑا ہوا اور اسکے ساتھ جماعت سے نماز ادا کی تھی۔ اور دوسرا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دوبارہ جس نے اسکے ساتھ نماز پڑھی یہ اسکی طرف سے اس پر صدقہ ہوگا۔ کیونکہ اسکی وجہ سے اسے جماعت کا ثواب ملے گا تیسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ ایک آدمی اگر ایک مرتبہ نماز باجماعت ادا کرچکا ہو تو اگر اسے دوبارہ جماعت ملے تو وہ نماز جماعت کے ساتھ لوٹانا چاہئے تو لوٹا سکتا ہے اور دوسری حدیث یہاں حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا کہ میں جناب رسول اکرم ﷺ سفر حجۃ الوداع کے موقع پر موجود تھا اور میں نے مسجد خیف میں صبح کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی پس جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور رخ انور نمازیوں کی طرف پھیرا تو اچانک آپ کی نگاہ انور دو آدمیوں پر پڑی جو قوم کے آخر میں کھڑے تھے اور انہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس لاؤ۔ تو وہ آپکے پاس لائے گئے اس حال میں کہ انکے مونڈھوں کا گوشت کانپ رہا تھا۔ تو آپنے انہیں فرمایا کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے تمہیں کس نے منع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ اپنے ٹھکانے پر نماز پڑھ کر آئے ہیں۔ تو آپ نے انہیں فرمایا کہ آئندہ ایسا مت کرنا جب تم اپنے ٹھکانے پر نماز پڑھو اور پھر تم جماعت والی مسجد میں آؤ تو انکے ساتھ نماز پڑھو۔ بے شک وہ دونوں نمازیں (یعنی پہلی یا دوسری تمہارے نفل ہوجائیں گی) اور تیسری حدیث یہاں یزید بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول

اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور وہ نماز میں تھے اور میں بیٹھ گیا اور انکے ساتھ نماز میں شامل نہ ہوا۔ اور جب رسول اکرم ﷺ نماز سے لوٹے تو مجھے بیٹھا ہوا دیکھا تو فرمایا یزید کیا تو اسلام نہیں لایا تو میں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ﷺ! میں اسلام لایا ہوں تو آپنے فرمایا کہ تجھے کس نے منع کیا ہے کہ تو لوگوں کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا تو میں نے عرض کی کہ میں نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تھی اس گمان سے کہ آپ ﷺ نماز پڑھا چکے ہوں گے تو آپنے فرمایا کہ جب تو نماز میں آئے تو لوگوں کو پائے تو انکے ساتھ نماز پڑھ اور اگر تو پہلے پڑھ چکا ہے تو تیرے لئے نفل ہو جائے گا۔ اور یہ فرض۔ اور چوتھی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ ان سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہوں پھر میں امام کے ساتھ مسجد میں نماز پاؤں تو انکے ساتھ پڑھوں؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں۔ پھر اس آدمی نے کہا کہ میں ان میں سے کس کو اپنی (فرض) نماز قرار دوں؟ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ یہ تیرا کام ہے؟ یعنی یہ تیرا کام نہیں ہے کہ کس کو فرض قراد دے اور کس کو نفل قرار دے۔ یہ اللہ کا کام ہے۔ اور پانچویں حدیث یہاں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام سلیمان سے منقول ہے۔ اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بلاط (نام جگہ) پر گیا اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ انکے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن میں ایک نماز دوبار مت پڑھو۔ اس سے پہلی چار احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن میں ایک نماز دو مرتبہ پڑھی جاسکتی ہے اور اس حدیث

میں ممانعت آئی ہے۔ محدثین رحمھم اللہ علیھم اجمعین نے ان میں تطبیق یہ بیان فرمائی ہے کہ احادیث سابقہ سے مراد یہ ہے کہ پہلی نماز انفرادی پڑھی ہے تو اسے دوبارہ جماعت سے پڑھا جاسکتا ہے اور اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اگر پہلی نماز باجماعت پڑھ چکا ہے۔ تو دوبارہ اسکو نہیں پڑھنا چاہیئے۔ اور چھٹی حدیث یہاں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ عبداللہ بن عمر فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی مغرب یا صبح کی نماز پڑھ لے پھر امام کے ساتھ انہیں پائے تو دوبارہ نہ پڑھے۔ اور یہاں آخری حدیث جو حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اسکے پیش نظر اور احادیث سابقہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ائمہ مابین اختلاف ہوگیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہر فرض نماز دوبارہ باجماعت پڑھی جاسکتی ہے مگر حضرت نافع رضی اللہ عنہ والی حدیث کو انہوں نے ترک کردیا ہے اور اسے ترک کرنے کی کوئی دلیل ملی نہیں ہے۔ شاید انکی کتابوں میں موجود ہوگی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ صرف تین نمازوں کے اعاد کے قائل ہوئے ہیں۔ ظہر۔ عصر اور عشاء اور فجر اور مغرب میں وہ فرماتے ہیں۔ کہ اعادہ جائز نہیں ہے اور احناف صرف ظہر اور عشا میں اعادہ کے جائز ہونے کے قائل ہیں۔ عصر۔ مغرب اور فجر میں وہ اعادہ ناجائز سمجھتے ہیں اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ عصر اور فجر میں فرائض پڑھنے کے بعد نفل منقول نہیں ہے بلکہ ان نمازوں کے بعد نفل نماز سے منع فرمایا ہوا ہے۔ اور مغرب میں اعادہ اس لئے منع ہے کہ مغرب میں تین رکعات ہیں اور نفل نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین منقول نہیں۔ دو یا چار منقول ہیں پس خلاصہ یہ نکلا اس بحث یہ چھ احادیث بھی سورہ ھود کی آیت ایک سو چودہ کی تفسیر ہے کیونکہ اللہ تعالی نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اقم الصلوہ طرفی النہار وزلف من الیل لن الحسنات یذھبن السیئات اے نبی ﷺ آپ نماز قائم کریں دن کے دو طرفوں میں اور رات کے ایک حصہ میں۔ یہاں یہ ذکر نہیں ہے کہ ایک ہی دفعہ نماز قائم کرلیں۔ بلکہ یہ دو دفعہ سے زیادہ کو بھی شامل ہے۔ اور جناب نبی کریم ﷺ نے اسکی وضاحت فرمادی ہے جسکی تفصیل اوپر آگئی ہے۔ البتہ جماعت میں شمولیت دو دفعہ سے زیادہ بھی ہوسکتی ہے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان عام ہے اور ان نمازوں میں سے فرض کاتعین کرنا خداوند تعالی کا کام ہے کیونکہ ثواب اس نے دینا ہے۔

بقیہ: شدید مرض کی حالت میں بھی کسی کو نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں

تھی۔ اور بیٹھ کر ادا فرمائی تھی۔ اور مسجد میں جاکر امامت کرائی باوجودیکہ جب آپ نماز کے لئے اٹھتے تھے تو بے ہوشی طاری ہوجاتی تھی اور بار بار بے ہوشی طاری ہوئی تھی۔ اور ہوش آنے پر پھر وضو فرماتے تھے۔ اس واقعہ سے امت کے ہر فرد کو جو نماز نہیں پڑھتے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اور دوسری حدیث پہلی صاحب ھدایہ نے نقل کی ہے۔ آپ ﷺ حضرت عمران بن حصین ؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھو۔ اور اگر اسکی طاقت نہ ہو تو بیٹھ جاؤ اور اگر اسکی بھی طاقت نہ ہو تو کروٹ پر لیٹ کر اشارے سے پڑھو۔ زمین پر سجدے کی طاقت نہ ہو تو سر سے اشارہ کرو۔ پس یہ احادیث بھی قرآن مجید کی آیات متعلقہ نماز کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالی نے ایمان والوں کو نماز پڑھنے کا حکم

باقی ۵۹۵ پر

سنت نمازیں قرآن سے ثابت ہیں۔

حافظوا علی الصلوات والصلوہ الوسطی وقومو للہ قانتین()

آیت سورہ البقرہ۲۳۸

سب نمازوں کی حفاظت کرو اور (خاص کر) درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لئے ادب سے کھڑے ہو جاؤ۔

تفسیر

اس آیت کی بقیہ تفسیر تو پہلے بیان ہوگئی ہے۔ اسے دھرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اللہ تعالی نے یہاں اس آیت میں جو لفظ الصلوات استعمال فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازیں بہت ہیں کیونکہ الصلوات جمع مونث سالم کا صیغہ ہے اور اس جمع کا نحوی اصول یہ ہے کہ اس پر الف لام نہ ہو تو یہ جمع قلت میں شامل ہوتی ہے اور اسکا اطلاق تین سے لے کر دس تک ہوتا ہے اور اگر اس پر الف لام ہو جیسا کہ یہاں ہے تو پھر اسکا اطلاق تین یا دس سے لے کر مالانہایت تک ہوتا ہے اور یہاں الف لام ہے تو اسکا مقصد یہ ہے کہ نمازیں بہت ہیں مگر یہاں اب دو چیزیں غور طلب ہیں ایک یہ ہے کہ نمازوں کی تعداد کتنی ہے؟ اور دوسری یہ ہے کہ انکی حیثیت کیا ہے؟ نمازوں کی تعداد تو اسی آیت سے معلوم ہو رہی ہیں کہ بہت ہیں جتنی کوئی مرضی پڑھے۔ البتہ حیثیت کے بارے میں پہلے تفصیل بیان ہوگئی ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہیں۔ دو رکعات فجر کی چار ظہر کی۔ چار عصر کی۔ تین مغرب کی۔ اور چار عشاء کی۔ اور انکی فرضیت اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں نمازوں کے بارے میں جتنے بھی صیغے استعمال فرمائے ہیں وہ سب صیغے امر کے ہیں

اور امر کے بارے میں اصول یہ ہے کہ وہ وجوب کے لئے آتا ہے بشرطیکہ کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ اور جیسا ان پانچوں نمازوں کے بارے میں صیغے امر کے موجود ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک رکعت تو لازماً فرض ہوگی۔ ورنہ حکم بے مقصد ثابت ہوتا ہے اور باقی صبح میں دوسری رکعت اور ظہر میں تین۔ عصر میں بھی تین اور مغرب میں دو اور عشاء میں تین جو ہیں انکی فرضیت جناب نبی کریم ﷺ کے عمل سے ثابت ہو رہی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے کبھی بھی صبح کی نماز ایک رکعت فرض ادا نہیں کی بلکہ دو ہی کی ہیں اور اسی طرح ظہر کے چار ہی فرض ادا کئے ہیں۔ کبھی ان میں کمی و بیشی نہیں کی۔ اور اسی طرح عصر۔ مغرب۔ اور عشاء کو قیاس کرلیا جائے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ان پانچ اوقات میں فرض کی نیت سے جو نمازیں پڑھی جاتی ہیں وہ فرض ہی ہیں۔ اور ان کے اوقات میں اسکے علاوہ جو اور نمازیں پڑھی جاتیں ان میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں اکثر ادا فرمایا ہے اور کبھی نہیں بھی ادا کیا انہیں سنت موکدہ کہا جاتا ہے۔ اور بعض ایسی ہیں کہ آپ ﷺ نے گاہ گاہ انہیں ادا فرمایا ہے اور اسکی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے انہیں سنت زوائد کہا جاتا ہے۔ اور ان سنتوں پر کبھی کبھی نوافل کا اطلاق بھی کردیتے ہیں۔ کیونکہ نفل کے معنی زیادہ ہے اور یہ سنتیں چونکہ فرائض سے زیادہ ہیں اس لئے ان پر نفل کا اطلاق کردیتے ہیں۔ اور اس اعتبار سے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں ادا فرمایا ہے تو انہیں سنتیں کہہ دیتے ہیں لہٰذا یہ سنتیں بھی پڑھنا چاہئیں۔ اور انکے علاوہ جتنی نفلیں انسان پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے کوئی پابندی نہیں ہے۔

بارہ موکدہ سنتیں پڑھنے کے فضائل

حدیث ۱۔۲۔۳ شرح باب فضائل سنن

عن ام حبيبة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى في يوم وليلة ثنتي عشرة ركعة بني له بيت في الجنة اربعاً قبل الظهر وركعتين بعدها وركعتين بعد المغرب وركعتين بعد العشاء وركعتين قبل صلوة الفجر۔ رواه الترمذي وفي رواية لمسلم انها قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما من عبد مسلم يصلي لله كل يوم ثنتي عشرة ركعة تطوعاً غير فريضة الا بنى الله له بيتاً في الجنة او الا بني له بيت في الجنة

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص دن رات میں بارہ رکعتیں نماز پڑھے۔ تو اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے۔ چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد' دو مغرب کے بعد دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہی سے یوں روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ نہیں کوئی مسلمان بندہ کہ ہر دن میں اللہ کے لئے بارہ رکعتیں نماز پڑھے نفل۔ سوائے فرض کے (مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناتے ہیں یا یوں فرمایا کہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناتے ہیں یا یوں فرمایا کہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے (ان بارہ سنتوں میں سے فجر کی دو سنتیں واجب کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں (یعنی بہت زیادہ تاکیدی ہیں)

ف۔ یہ سب سنت موکدہ ہیں اور فجر کی سب سے زیادہ موکدہ ہیں ۱۲ صحیح

عن ام حبيبة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم

یقول من حافظ علی اربع رکعات قبل الظہر واربع بعدھا حرمہ اللہ علی النار۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسآئی وابن ماجہ۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ جو شخص ظہر سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعتوں کی محافظت کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر آتش دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔

اسکو احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع قبل الظہر لیس فیھن تسلیم تفتح لھن ابواب السمآء رواہ ابوداؤد وابن ماجہ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا چار رکعتیں ہیں ظہر سے پہلے جن میں سلام پھیرنا نہیں ہے ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اسکو ابوداؤد نے اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح

اس بحث میں تین احادیث ہیں پہلی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے سنتوں کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ مگر یہاں دو روایتیں ہیں ایک امام ترمذی نے نقل کی ہے اور ایک امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔ امام ترمذی والی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی دن اور رات میں بارہ رکعات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنت میں گھر بناتے ہیں۔ چار ظہر سے پہلے اور دو اسکے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد دو نماز فجر سے پہلے۔ اور امام مسلم والی روایت میں عبادت میں اضافہ ہے ایک عبد مسلم اور دوسرا

تطوعا غیر فریضہ یعنی مسلمان آدمی رات دن میں بارہ رکعات پڑھے جو نفل ہیں فرض نہیں ہیں تو اللہ اسکے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔ بہر حال اس روایت سے سنتوں کے فضائل معلوم ہوگئے ہیں۔

اور لفظ عبد مسلم کی قید سے معلو ہوا کہ اگر کوئی کافر مشرک یہ بارہ رکعات پڑھے تو اسے یہ ثواب نہیں ملتا۔ کیونکہ اسکی عبادت ضائع ہے جیسا کہ قرآن مجید میں یہ آیت موجود ہے (فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيمه وزنًا)[1] کہ کافر کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں پس قیامت والے دن ہم انکے لئے ترازو قائم نہیں کریں گے۔ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر سے پہلے جو رکعات ہیں یہ موکدہ ہیں اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر سے پہلے جو چار رکعات ہیں وہ ایک سلام سے پڑھنی چاہیئے۔

سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔

احادیث ۱۔۲۔۳۔۴ مشکوۃ باب السنت

وعن ابن عمر قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين قبل الظهر وركعتين بعدها وركعتين بعد المغرب في بيته وركعتين بعد العشآء في بيته قال وحدثتني حفصه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي ركعتين خفيفتين حين يطلع الفجر متفق عليه

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور دو رکعتیں اس کے بعد' دو رکعتیں مغرب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں' دو رکعتیں عشاء کے بعد

---

[1] سورہ کہف آیت نمبر ۱۰۴

آپ کے گھر میں اور فرمایا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ تحقیق رسول مقبول ﷺ طلوع فجر کے وقت دو ہلکی رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اسکو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

ف۔ ملا علی قاری اور حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث امام شافعی کی سند ہے کہ ان کے نزدیک سنت ظہر دو رکعتیں ہیں۔ اور ہمارے (احناف کے) نزدیک چار رکعتیں ہیں۔

عن عبداللہ بن شقیق قال سالت عن عآئشہ عن صلوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظھر اربعاً ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یصلی بالناس العشآء ویدخل بیتی فیصلی رکعتین وکان یصلی من اللیل تسع رکعات۔ فیھن الوتر وکان یصلی لیلاً طویلاً قآئماً ولیلاً طویلاً قاعداً وکان اذا قرا وھو قآئم رکع وسجد وھو قآئم وکان اذا قرا قاعداً ارکع وسجد وھو قاعد وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین۔ رواہ مسلم وزاد ابوداؤد ثم یخرج فیصلی بالناس صلوہ الفجر۔

عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اکرم ﷺ کی نفلی نمازوں کے متعلق پوچھا۔ فرمایا۔ آپ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ کر (مسجد کو) جاتے اور لوگوں کے ساتھ (ظہر کے فرض) پڑھتے، پھر گھر میں داخل ہو کر دو رکعتیں نماز پڑھتے۔ اور لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھا کرتے۔ پھر گھر میں آکر دو رکعتیں پڑھتے

اور لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے' پھر میرے گھر میں آکر دو رکعتیں پڑھتے۔ اور رات کو نو رکعات پڑھتے۔ اور جب کھڑے ہو کر پڑھتے تو رکوع اور سجدہ کرتے۔ اس حالت میں کھڑے ہوتے اور جب بیٹھ کر پڑھتے۔ بیٹھے بیٹھے رکوع و سجدہ کرتے اور جب صبح صادق ہو جاتی تو دو رکعت پڑھتے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے اس میں جاکر لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے (آنحضرت ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ سات رکعتیں بھی ثابت ہیں۔ نو بھی' گیارہ بھی' اور تیرہ بھی۔) اس تعداد میں سے کوئی تعداد مقرر نہ تھی کہ بس اتنی ہی پڑھتے۔

وعن کعب بن عجرة قال لن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی مسجد بنی عبد الاشھل فصلی فیہ المغرب فلماقضوا صلوتھم راھم یسبحون بعدھا فقال ھذہ صلوہ البیوت۔ رواہ ابوداؤد وفی روایہ الترمذی والنسآئی قام ناس یتنفلون فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بھذہ الصلوہ فی البیوت۔

کعب بن عجرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ بنی عبد الاشہل کی مسجد میں آئے اور اس میں مغرب کی نماز پڑھی۔ جب لوگ نماز پڑھ چکے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ مغرب کی نماز کے بعد نفل نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ نماز گھر میں پڑھنے کی ہے اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی ونسائی کی روایت میں یوں ہے کہ لوگ کھڑے ہوئے اور نفل پڑھنے لگے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ تم پر لازم ہے کہ اس نماز کو گھروں میں پڑھا کرو (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنت اور نفل نمازوں کا گھر میں

پڑھنا افضل ہے۔ مگر افسوس کہ اس زمانہ کے مسلمان اس سے غافل ہیں) اگر گھر میں جگہ نہ ہو تو مسجد میں پڑھ سکتے ہیں مصحح۔

وعن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطیل القراہ فی الرکعتین بعد المغرب حتی یتفرق اہل المسجد رواہ ابو داؤد۔

حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ کبھی آنحضرت ﷺ مغرب کے بعد دو رکعتوں میں قرات اتنی طویل کرتے کہ اہل مسجد (نماز پڑھ کر متفرق ہو جاتے) اس حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح

اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث جو حضرت ابن عمر ﷺ سے مروی ہے اس میں دو چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر سے پہلے یعنی فرائض سے پہلے دو رکعات پڑھتے تھے۔ اور بعد میں بھی دو رکعات پڑھتے تھے۔ اور اس طرح مغرب کے فرائض کے بعد عشاء کے بعد فرائض کے بعد بھی دو رکعات پڑھتے تھے۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ یہ سنتیں اپنے گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ اور دوسری حدیث عبداللہ بن شقیق ﷺ سے مروی ہے جو تابعی ہیں۔ انہوں حضرت عائشہ ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ ظہر کے فرائض سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے۔ اور وتروں کی نو رکعات کا ذکر کیا ہے ان کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور باقی مضمون وہی ہے جو حدیث سابق ہے ۔ اور تیسری حدیث یہاں کعب بن عمرہ ﷺ سے منقول ہے۔ اس میں ہے آپ ﷺ مسجد بن اشحل میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھائی جب وہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے انہیں دیکھا کہ وہ نفلی نماز پڑھ

رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو گھر میں پڑھنے کی نماز ہے۔ اور ترمذی اور نسائی کی ایک روایت ہے کہ کچھ اٹھ کر نفلیں پڑھنے لگے تو آپ نے انہیں فرمایا کہ یہ نماز گھروں میں پڑھا کرو۔ اور چوتھی حدیث یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب کی دو رکعات میں قرات اتنی لمبی پڑھا کرتے یہاں تک کہ لوگ مسجد سے چلے جاتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی بعد کی سنتیں مسجد میں ادا فرماتے تھے۔ پس یہ حدیث پہلی حدیثوں سے متعارض ہے محدثین نے اس حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ اس سے مراد بیان جواز ہے یعنی اگر کوئی مسجد میں سنتیں ادا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ ورنہ بہتر یہ ہے کہ سنتیں گھر میں ادا کرلے۔ کیونکہ ایک تو یہ عبادت ریا سے پاک ہے اور دوسرا گھر میں عبادت کرنے سے خیر و برکت بھی نازل ہوتی ہے۔

عصر کے فرائض سے پہلے دو یا چار سنتیں پڑھنا چاہیئے

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ امرا صلی قبل العصر اربعا"۔ رواہ احمد و الترمذی و ابوداؤد۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ تعالی اس شخص پر رحمت کرے، جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھے۔" اس کو احمد ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم یصلی قبل العصر اربع رکعات یفصل بینھن بالتسلیم علی الملائکہ المقربین و من تبعھم من المسلمین و المومنین۔ رواہ الترمذی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ان کے درمیان ملائکہ مقربین ان کے تابع اور

مسلمانوں و مومنین پر سلام کرنے سے فرق کرتے (یعنی دو دو رکعتیں کرکے پڑھتے ان سنتوں کے متعلق دو کی بھی روایتیں ہیں اور چار کی بھی۔اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

تشریح

یہاں اس بحث میں دو احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں نبی ﷺ نے اس آدمی کے لئے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو عصر کے فرائض سے پہلے چار رکعات پڑھے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ کے اس دعایہ جملہ میں اشارہ ہے کہ یہ سنتیں موکدہ نہیں ہیں مستحب یا زوائد ہیں۔ اور دوسری حدیث یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں جناب رسول اکرم ﷺ کا عمل مذکور ہے کہ آپ ﷺ فرائض عصر سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور دونوں شفعوں کے درمیان سلام سے فرق کرتے تھے۔ اور یہ سلام آپ ﷺ فرشتوں پر اور انکی اتباع کرنے والے مسلمانوں اور ایمانداروں پر بھیجتے تھے۔ شارحین نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ دو رکعات کے بعد تشہد پڑھتے تھے اور آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ اور یہاں تیسری حدیث بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ عصر کے فرائض سے پہلے دو رکعات پڑھا کرتے تھے اور اب اس حدیث کا اور پہلی دو حدیثوں کا آپس میں تعارض ہوجاتا ہے شارحین نے تطبیق یہ بیان فرمائی ہے کہ مرضی ہے کہ آدمی دو رکعات پڑھے یا چار پڑھے اور احناف چار والی روایت کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ چار میں مشقت زیادہ ہے تو ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ لہٰذا بہتر اور افضل یہ ہے کہ انسان چار پڑھے اور دو پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مغرب کے فرائض سے پہلے دو رکعتیں مستحب ہیں۔

احادیث ا۔۲۔۳ مشکوۃ باب السنت

وعن عبداللہ بن مغفل قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوا قبل صلوہ المغرب رکعتین قال فی الثالثہ لمن شآء کراھیہ ان یتخذھا الناس سنہ۔ متفق علیہ۔

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ مغرب کی فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔ تیسری بار فرمایا کہ جو شخص چاہے ۔ آپ ﷺ نے یہ پسند نہ کیا کہ لوگ اس کو سنت ٹھہرائیں۔ متفق علیہ۔

وعن مرثد بن عبداللہ قال اتیت عقبہ لجھنی فقلت الا اعجبک فی ابی تمیم یرکع رکعتین قبل صلوہ المغرب فقال عقبہ انا کنا نفعلہ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیھو سلم قلت الان قال الشغل۔ رواہ البخاری۔

مرثد بن عبداللہ تابعی کہتے ہیں کہ میں عقبہ جہنی صحابی کے پاس آیا اور کہا کہ کیا میں تم کو ابی تمیم تابعی کے ایک فعل کی خبر دے کر تعجب میں نہ ڈالوں (وہ یہ ہے کہ) وہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتا ہے۔ عقبہ نے کہا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے تھے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں میں نے کہا تو اب آپ ایسا کیوں نہیں کرتے ؟ فرمایا۔ مشاغل مہلت نہیں دیتے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ ف:۔ مرثد بن عبداللہ۔ تابعی ہیں۔ آپ مفتی اہل مصر تھے۔ عبدالعزیز بن مروان برادر عبدالملک بن مروان ان کو بلا کر اپنے پاس فتویٰ کے لئے بٹھاتے تھے' ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اسی حدیث میں اشارہ ہے۔ کہ یہ نماز مباح تھی۔ ورنہ شغل کی وجہ سے صحابی سنت کو کیسے چھوڑ سکتے

تھے۔ (اشعۃ اللمعات)

وعن المختار بن فلفل قال سالت انس ابن مالک عن التطوع بعد العصر فقال کان عمر یضرب الایدیٔ علی صلوہ بعد العصر و کنا نصلی علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رکعتین بعد غروب الشمس قبل صلوہ المغرب فقلت لہ اکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلیھما قال کان یرانا نصلیھما فلم یامرنا ولم ینھنا۔ رواہ مسلم۔

مختار بن فلفل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عصر کے بعد نفل نماز کے متعلق پوچھا۔ سو آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتھ مارتے تھے اس شخص پر کہ عصر کے بعد نماز پڑھتا (یعنی عصر کے بعد نفل نماز پڑھنے سے لوگوں کو منع کرتے تھے) اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آفتاب غروب ہونے کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے نماز مغرب سے پہلے میں نے پوچھا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔؟ فرمایا۔ آپ ہم کو نماز پڑھتے دیکھتے لیکن نہ ہم کو حکم فرماتے اور نہ ہم کو منع کرتے ' اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث تقریری ہے کہ نہ حکم فرماتے تھے نہ منع فرماتے تھے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روا رکھا اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ان دو رکعتوں کے قائل نہ تھے پس اقتدا ان کا کافی ہے اور اکثر فقہا بھی منع کرتے ہیں اسلئے کہ ان دو رکعتوں کو پڑھنے سے مغرب کی نماز میں تاخیر ہوتی ہے

وعن انس قال کنا بالمدینہ فاذا اذن المؤذن یصلوہ المغرب ابتدوروا السواری فرکعوا رکعتین حتی ان الرجل الغریب لیدخل

المسجد فیحسب ان الصلوہ قد صلیت من کثرہ من یصلیھما
رواہ مسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے جس وقت موذن مغرب کی اذان دیتا تو لوگ ستونوں کی طرف دوڑتے (تاکہ جلدی جماعت سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لیں ستونوں کی اوٹ لے کر) پس دو رکعت پڑھتے یہاں تک کہ (اگر) کوئی مسافر مسجد میں آتا تو وہ گمان کرتا کہ لوگ نماز ہپڑھ چکے ہیں یہ سبب کثرت ان نمازیوں کے جو یہ دو رکعتیں پڑھتے تھے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔۔ یعنی مسافر گمان کرتا کہ فرض مغرب کے لوگ پڑھ چکے ہیں۔ اور اس کی سنتیں پڑھ رہے ہیں طیبی شافعی نے کہا۔ اس حدیث میں دلیل ظاہر ہے ان دونوں رکعتوں کے اثبات میں (انتھی) اور کہا ملا علی قاری رحمہ الباری نے اس میں شک نہیں کہ یہ (امر) نادر تھا۔ اس لئے کہ اجماعا" (بالا تفاق) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب کے واسطے تعجیل (جلدی) کرتے تھے اور ان دو رکعتوں کے پڑھنے سے مغرب کی تاخیر (دیر) لازم آتی ہے۔

نماز مغرب کے بعد کی سنتیں دو سے لیکر بیس تک ہیں۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فیما بینھن بسوء عدلن لہ بعبادہ ثنتی عشر سنہ۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب لا نعرفہ الا من حدیث عمر ابن ابی خثعم و سمعت محمد ابن اسماعیل یقول ھو منکر الحدیث و ضعفہ جدا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے

مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اور اس کے درمیان کوئی کلام نہ کیا۔ تو یہ چھ رکعتیں اس کے لئے بارہ برس کی عبادت کے برابر ہو جاتی ہیں۔" اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف عمر بن خثعم کی حدیث سے ہی جانتے ہیں۔ اور میں نے محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور اس کو بخاری نے بہت ضعیف کہا ہے۔

وعن عائشه قالت قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من صلى بعد المغرب عشرين ركعه بنى اللّٰه له بيتا" فى الجنه۔ رواه الترمذى

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناتے ہیں" (محدثین نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے) : اوابین کی کم سے کم دو رکعت اور زیادہ بیس رکعت ہیں

وعن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ادبار النجوم الركعتان قبل الفجر و ادبار السجود الركعتان ۔ بعد المغرب۔ رواه الترمذى۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ادبار النجوم کی تسبیح سے مراد فجر سے پہلے دو رکعتیں ہیں اور ادبار السجود کی تسبیح سے مراد مغرب کے بعد والی دو رکعتیں ہیں۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔"

وعن مکحول یبلغ به ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال من صلی بعد المغرب قبل ان یتکلم رکعتین وفی روایه لربع رکعات رفعت صلوته فی علیین مرسلا"

مکحول تابعی کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جناب رسالتماب ﷺ نے فرمایا۔ "جو شخص مغرب کے بعد کلام کرنے سے پہلے دو رکعتیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ چار رکعتیں پڑھے' تو اس کی نماز علیین میں بلند کی جاتی ہے۔" اس کو مکحول نے بطریق ارسال کے روایت کیا ہے۔

ف:۔ اس کو نماز اوابین کہتے ہیں ۱۲ شامی مشہور تابعین اور کبار ثقات سے ہیں ۱۲ (اشعۃ اللمعات) مصحح

وعن حذیفه نحوہ و زادہ فکان یقول عجلوا الرکعتین بعد المغرب فانهما ترفعان مع المکتوبه رواهما رزین وروی البیهقی الزیاده عنه نحوها فی شعب الایمان۔

حضرت حذیفہ سے بھی اس کی مانند روایت ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے کہ مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھنے میں جلدی کرو (یعنی سنتیں) اس لئے کہ وہ دونوں فرضوں کے ساتھ اٹھائی جاتی ہیں۔ ان دونوں کو رزین نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے اس زیادتی کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

تشریح

اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو نماز مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھے۔ اور ان کے مابین کوئی بری بات نہ کرے تو انکا ثواب بارہ سال کی

عبادت کے برابر ہے۔ اگرچہ بعض محدثین نے اس حدیث کو ضعیف اور غریب کہا ہے مگر محدثین نے لکھا ہے فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے اور یہاں دوسری حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس میں بیس رکعات کا ذکر ہے اور تیسری حدیث یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ادبار النجوم (ستاروں کے پیٹھ دکھانے کے) سے مراد فجر کی نماز سے پہلے کی دو سنتیں ہیں۔ اور ادبار السجود سجدوں کے بعد یعنی نماز مغرب کے فرائض کے بعد کی دو سنتیں ہیں اور چوتھی حدیث یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مذکور ہے کہ آپ نماز مغرب کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے اور ان میں قرات لمبی کرتے تھے۔ اور پانچویں حدیث حضرت مکحول (یہ تابعی ہیں) سے روایت ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جو مغرب کے فرائض کے بعد سوائے کلام (دنیاوی) کے دو رکعات پڑھے۔ اور ایک روایت میں چار رکعات کا ذکر ہے تو یہ اعلیٰ علیین تک پہنچائی جاتی ہے (مراد قبولیت ہے) اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مغرب کے فرائض کے بعد دو رکعات پڑنے کی جلدی کیا کرو کیونکہ یہ فرائض کے ساتھ اٹھائی جاتی ہین پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ مغرب کے فرائض کے بعد کل بیس رکعات سنت ہیں اور یہ نماز اوابین کہلاتی ہیں۔ مگر ان میں سے پہلی دو مؤکدہ ہیں کیونکہ انہیں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ترک نہیں کیا باقی مستحب ہیں کوئی پڑھے تو اسے ثواب ہوگا۔ بزرگوں کا اس پر عمل ہے۔

نماز عشاء کے بعد چھ رکعات سنت ہین

وعنها قلت ما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء قط فدخل علی الا صلى لربع ركعات اوست ركعات۔ رواه ابو داؤد۔

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی کبھی پھر آئے ہوں میرے پاس مگر نماز پڑھتے چار رکعت یا چھ رکعت۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک حدیث ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز عشاء پڑھ کر جب بھی میرے پاس تشریف لاتے تھے۔ تو آپ چار یا چھے رکعات پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے عشاء سے پہلے چار رکعات پڑھیں گویا اس نے ساری رات نماز تہجد پڑھی۔ اور جو عشاء کے بعد چار رکعتیں پڑھے گویا اس نے لیلۃ القدر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ محدثین نے لکھا ہے کہ نماز عشاء کے بعد کی دو رکعتیں تو سنت مؤکدہ ہیں کیونکہ اور احادیث سے بھی ان کا ثبوت ملتا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں ترک نہیں کیا تھا۔ اور بقیہ دو یا چار اور اسی طرح عشاء سے پہلے چار سنتیں مستحب ہیں۔ کوئی پڑھے تو اسے ثواب ہوگا۔ اور اگر نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

فجر کے فرائض سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ ہیں

وعن عائشہ قالت لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی شئی من النوافل اشد تعاھدا منہ علی رکعتان الفجر۔ متفق علیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نفلی نمازوں میں سے کسی نماز کی بہت زیادہ حفاظت و مداومت نہ کرتے جیسا کہ فجر کی دو رکعتوں کی حفاظت و مداومت کرتے۔ متفق علیہ

وعنها قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا۔ رواہ مسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے۔ ان سب سے بہتر ہیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں ہیں۔ اور یہ دو تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں۔ پہلی حدیث میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام سنتوں کی نسبت فجر کی دو سنتوں کی زیادہ حفاظت فرماتے تھے یہاں تک کہ سفر میں بھی انہیں نہیں چھوڑتے تھے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی دو سنتیں سب سے مؤکدہ نہیں ۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ فجر کی دو سنتیں دنیا اور مافیہا سے بہتر ہیں۔ یعنی اگر آدمی دنیا وما فیہا کا مال و متاع خرچ کرے گا تو اس سب کی فضیلت سے فجر کی دو سنتوں کی فضیلت زیادہ ہے۔ فقہا نے لکھا ہے سب سے زیادہ مؤکدہ سنت فجر ہیں ان کے بعد سنت مغرب اور بعد انکے سنتیں ظہر کے بعد کی اور بعد ان کے سنتیں عشاء کی اور ان کے بعد سنتیں ظہر سے پہلے کی مؤکدہ ہیں۔

نماز اشراق کی سنتیں چار تک ہیں

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصبح علی سلامی من احدکم صدقہ فکل تسبیحہ صدقہ و کل تحمیدہ صدقہ و کل تہلیلہ صدقہ و کل تکبیرہ صدقہ و امر بالمعروف صدقہ و نہی عن المنکر صدقہ و یجزء من ذالک رکعتان یرکعہما

من الضحی (رواہ مسلم)

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی ایک ایک ہڈی پر صدقہ ہے پس ہر تسبیح پڑھنا صدقہ ہے اور ہر حمد پڑھنا صدقہ ہے اور ہر لا الہ الا اللہ پڑھنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر کہنا صدقہ ہے اور نیکی کا امر کرنا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے اشراق کی دو رکعات کفایت کرتی ہیں جنہیں آدمی اشراق کے وقت پڑھے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی الدرداء و ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اللہ تبارک و تعالی انه قال یا بن ادم ارکع لی اربع رکعات من اول النهار اکفک آخره (رواہ الترمذی)

حضرت ابی درداء اور حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آپ نے اللہ تبارک و تعالی سے نقل کیا کہ اس نے فرمایا ہے کہ اے ابن آدم تو میرے لئے شروع دن میں چار رکعات پڑھ۔ اس کے آخر میں تیری کفایت کروں گا۔ (اس حدیث کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے)۔

عن بریدہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی الانسان ثلثماته و ستون مفصلا فعلیه ان یتصدق عن مفصل منه بصدقه قالوا ومن یطیق ذالک یا نبی اللہ قال النخاعه فی المسجد تدفنها و الشئی تنحیه عن الطریق فان لم تجد فرکعتا الضحی تجزئک رواہ ابوداؤد

حضرت بریدہ ؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ انسان میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ اور انسان پر لازم ہے کہ ہر ایک کی طرف سے صدقہ دے تو ان صحابہ نے عرض کیا کہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ یا نبی اللہ! تو آپ نے فرمایا کہ مسجد میں پڑا ہوا بلغم دفن کردو یا کوئی چیز نقصان دینے والی) راستے سے ہٹادو۔ اگر تو نہ پائے تو اشراق کی دو رکعات تجھے کفایت کریں گی۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے راویت کیا ہے)

وعن معاذ بن انس الجہنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قصد فی مصلاہ حین ینصرف من صلوہ الصبح حتی یسبح رکعتی الضحی لا یقول الا خیرا غفرلہ خطایا و ان کانت اکثر من زید البحر رواہ ابوداؤد

حضرت معاذ بن انس جہنی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی صبح کی نماز پڑھ کر اسی جگہ پر بیٹھا رہے یہاں تک کہ اشراق کی دو رکعات پڑھے اور اس دوران صرف نیک باتیں کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔

تشریح

یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ان چاروں میں نماز اشراق کا بیان ہے پہلی حدیث حضرت ابی ذر ؓ سے منقول ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہاری ہر ہڈی پر صدقہ ہے۔ اور ہر سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے۔ الحمد للہ کہنا صدقہ ہے۔ ہر لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ ہر نیکی کا امر صدقہ ہے۔ ہر برائی

سے روکنا صدقہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی طرف سے دو رکعات کفایت کرتی ہیں کہ انسان ان کو ضحیٰ کے وقت پڑھ لے۔ اس حدیث کے آخر میں جو لفظ ضحیٰ آیا ہے اس کا اطلاق اشراق پر بھی ہوتا ہے جو سورج نکلنے کے بعد ہوتا ہے۔ اور اس کا اطلاق اس وقت پر بھی ہوتا ہے کہ جب کہ دھوپ اچھی طرح تیز ہوجائے۔ اور یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد سورج نکلنے کے بعد والا وقت ہے۔ کیونکہ اس حدیث کے شروع میں لفظ یصبح آیا ہے جو صبح سے بنا ہے یعنی صبح ہوتے ہی انسان پر مذکورہ صدقات ہیں اور صبح ہوتے ہی یعنی اول پہر میں صدقہ دو سنتوں اور دو فرائض کی صورت میں ادا کردیا جاتا ہے اور دوسرا پہر شروع ہونے کے بعد بھی تو انسان پر صدقات ہوئے۔ کیونکہ ہر انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ بند ہیں۔ اور ہر ایک پر صدقہ لازم ہے۔ اسکی تفصیل عنقریب حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں آرہی ہے اور اتنے صدقات دینا انسان کی بس میں نہیں ہے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی طرف اشراق کی دو رکعات کفایت کرتی ہیں اور دوسری حدیث حضرت درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ان میں چار رکعات کا بیان ہے اس میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا فرمان (یعنی حدیث قدسی نقل فرمائی ہے۔ کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم تو میرے لئے شروع دن میں چار رکعات پڑھ میں کفایت کرونگا تیری شام تک یعنی میں تیری شام تک کی حاجتیں پوری کرونگا۔ اور تیسری حدیث یہاں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر انسان کے تین سو ساٹھ بند ہیں اور ہر ایک پر صدقہ ہے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اسکی طاقت کون رکھتا

ہے؟ تو آپنے فرمایا کہ مسجد میں پڑا ہوا تھوک دفن کردینا بھی صدقہ ہے اور راستے سے ایذا دینے والی چیز ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور اگر تو ان صدقہ دینے والی چیزوں میں سے نہ پائے تو ہر ایک کی طرف سے اشراق کی دو رکعات کافی ہیں۔ یعنی تین سو ساٹھ صدقات کے بدلے میں یہ دو رکعات کافی ہیں۔ اور چوتھی حدیث یہاں حضرت معاذ بن انس جھنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں جناب نبی کریم ﷺ نے نماز اشراق کی ایک اور فضیلت اور اسکا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ انسان صبح کی نماز پڑھ کر وہیں بیٹھا رہے اور اچھی بات کرے اور فضیلت یہ ہے کہ اسکے گناہ اگر سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہیں تو بھی معاف ہوجائیں گے۔ بہرحال نماز اشراق کی رکعات دو بھی ہیں۔ اور چار بھی ہیں مرضی ہے کہ آدمی دو رکعات پڑھے یا چار پڑھے۔ اگر چار پڑھے تو ظاہر ہے کہ ثواب زیادہ ہوگا۔

نماز چاشت کی سنتیں بارہ رکعات تک ہیں۔

عن ام هانی قالت ان النبی صلی الله علیه وسلم دخل بیتها یوم فتح مکه فاغتسل وصلی ثمانی رکعات فلم ار صلوة قط اخف منها غیر انه یتم الرکوع والسجود وقالت فی روایه اخری وذالک ضحی (متفق علیه)

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ پھر غسل کیا اور آٹھ رکعات نماز پڑھی۔ اور میں نے آپ کی اتنی ہلکی نماز پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ سوائے اس کے کہ آپنے رکوع اور سجدہ پورا کیا اور ایک اور روایت میں انہوں نے فرمایا ہے کہ چاشت کی نماز تھی (یہ حدیث بخاری ومسلم کی اتفاقی ہے)

وعن معاذ قالت سالت عائشه کم کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی صلوه الضحی قالت اربع رکعات ویزید ماشاء الله (رواه مسلم)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ چاشت کی کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ چار اور زیادہ بھی کرلیتے تھے جو اللہ تعالیٰ چاہتے تھے۔ (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)

عن زید بن ارقم انه رای قوماً یصلون من الضحی فقال لقد علموا ان الصلوه فی غیر هذه الساعه افضل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال صلوه الاوابین حین ترمض فصلان (رواه مسلم)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک قوم کو دیکھا جو چاشت کی نماز پڑھ رہی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ انکو پتہ ہے کہ نماز اس وقت کے علاوہ بہتر ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اوابین کی نماز اس وقت بہتر ہے جب گرم ہوں اونٹوں کے بچے (یعنی جب دھوپ تیز ہو) اس حدیث کو امام مسلم نے نقل کیا ہے)

وعن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی الضحی ثنتی عشره رکعه بنی الله له قصرا من ذهب فی الجنه (رواه الترمذی وابن ماجه وقال الترمذی هذا حدیث غریب لا نعرنه الا من هذالوجه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو چاشت کی بارہ رکعات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنت میں سونے کا محل بناتے ہیں اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے

اور ترمذی نے کہا ہے کہ ہم اس حدیث کو صرف اسی وجہ سے جانتے ہیں۔

وعن ابی سعید قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحی حتی نقول لا یدعھا ویدعھا حتی نقول لا یصلھا (رواہ الترمذی)

ابی سعد سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نماز چاشت پڑھتے تھے ہم کہتے تھے کہ اب چھوڑیں گے نہیں اور چھوڑ بھی دیتے تھے ہم کہتے تھے کہ اب پڑھیں گے نہیں اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔

تشریح

اس باب میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں ان سب میں نماز چاشت کا بیان ہے۔ پہلی حدیث حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ (ام ھانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں ان کا اصل نام فاختہ تھا) اس حدیث میں انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن انکے گھر تشریف لائے۔ غسل فرمایا اور آپ نے آٹھ رکعات نماز ادا فرمائی۔ اور بہت ہلکی نماز ادا کی۔ میں نے آپ کو ایسی ہلکی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔ (یعنی قرات و تسبیحات مختصر پڑھیں۔ میں نے آپ کو اتنی مختصر نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔ آپ نے صرف رکوع اور سجدہ پورا کیا۔ اور یہ چاشت کی نماز تھی اور دوسری حدیث حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس میں ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی کتنی رکعات پڑھتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا چار اور چار سے زیادہ بھی پڑھتے جتنی اللہ تعالی چاہتے تھے۔ اور تیسری حدیث حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ

انہیں پتہ ہے کہ اس وقت کے سوا یہ نماز زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اوابین کی نماز اس وقت ہے جب اونٹنی کے بچے جلیں (یعنی جب دھوپ تیز ہو۔ اور چوتھی حدیث یہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ نماز چاشت کی تعداد بارہ آئی ہے اور دوسرا یہ بتایا ہے کہ جو یہ نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل تیار کرتے ہیں۔ اور پانچویں حدیث یہاں حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز چاشت پڑھتے تھے تو ہم سمجھتے تھے کہ آپ اس نماز کو کبھی چھوڑیں گے نہیں۔ اور اسے چھوڑتے تو ہم کہتے کہ اب کبھی پڑھیں گے نہیں۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نماز چاشت کو نماز اوابین بھی کہتے ہیں۔ اس کا بہتر وقت اس وقت ہے جب دھوپ تیز ہو۔ اور ان کی رکعات کی تعداد بارہ تک ہے۔ صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سارے انبیاء علیہم السلام اس نماز کا اہتمام کرتے تھے حسب توفیق جتنی ہو سکے یہ نماز پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ صرف سنت مصطفیٰ نہیں بلکہ سنت انبیاء بھی ہے۔)

زوال کے بعد چار سنتیں ہیں۔

وعن عبدالله بن السائب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى اربعاً بعد ان تزول الشمس قبل الظهر وقال انها ساعه تفتح فيها ابواب السماء فاحب ان يصعد لى فيها عمل صالح۔ رواه الترمذی۔

عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ آفتاب ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور فرماتے کہ یہ وقت ایسا ہے

کہ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ پس میں اس امر کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ میرے نیک عمل اس میں چڑھیں (یعنی یہ ساعت عمل صالح کی قبولیت ہوتی ہے) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عن عمر قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اربع قبل الظھر بعد الزوال تحسب بمثلھن فی صلوہ السحر وما من شئی الا وھو یسبح اللّٰہ تلک الساعہ ثم قراء یتفیؤ ظللہ عن الیمین و الشمائل سجدا للّٰہ وھم داخرون۔ رواہ الترمذی و البیھقی فی شعیب الایمان۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول مقبول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ دوپہر کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں ہیں۔ جو چار رکعت نماز تہجد کی مانند شمار کی جاتی ہیں اور نہیں کوئی چیز کہ وہ اس وقت اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ پھر آپ نے بطور دلیل کے یہ آیت پڑھی "ہر چیز کے سائے دائیں طرف سے بائیں طرف کو پھرتے ہیں' اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہوئے اور وہ اس حال میں کہ وہ عاجزی کرتے ہیں" اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ ان میں پہلی حدیث حضرت عبداللہ بن سائبؓ سے منقول ہے اس میں ہے کہ نبی ﷺ زوال کے بعد اور ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ایک وقت جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میرا ایک عمل صالح اوپر چڑھے یعنی قبول ہو)۔ اور دوسری حدیث یہاں حضرت عمرؓ سے منقول ہے

اس میں آپ اس نماز کا ثواب بیان فرمایا ہے کہ ظہر سے پہلے اور زوال کے بعد کی چار رکعات نماز تہجد کی چار رکعات برابر رکھی جاتی ہیں۔ اور اس وقت ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے۔ اور ہر چیز کے سائے دائیں جانب اور بائیں جانب جھکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے سجدہ کرتے ہیں لہٰذا اس وقت انسان کو بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا چاہیئے۔ اب رہا تسبیح کا معاملہ کہ ہر چیز جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے۔ اس کی کیفیت کیا ہے ؟ اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ کیسی تسبیح پڑھتے ہیں۔ کیونکہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ و ان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم (ہر چیز اس کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تمہیں اس کی تسبیح کا علم نہیں۔ اور اسی طرح وہ سجدہ کرتے ہیں اس کی حقیقت بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور ممکن ہے کہ سجدہ سے مراد تکوینی سجدہ ہو۔ اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے کسی کو مفر نہیں ہے اور یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ جب ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے اور اسے سجدہ بھی کرتی ہے تو انسان تو اشرف المخلوقات ہے) اسے ضرور اس کے سامنے سجدہ کرنا چاہیئے۔ اور ان سجدوں کے اوقات بھی بتائے جا رہے ہیں۔ اور ان اوقات میں سے زوال کے بعد کا وقت بھی ہے کیونکہ اس وقت روزانہ انسان پر اللہ تعالیٰ کے نئے انعامات اور احسانات کا آغاز ہوتا ہے تو اس وقت اسے سجدہ بھی ہونا چاہیئے۔

تحیۃ الوضو کی دو سنتوں کی فضیلت

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبلال عند صلوہ الفجر یا بلال حدثنی بارجی عمل عملتہ فی الاسلا قال سمعت دف نعلیک بین یدی فی الجنہ قال ما عملتہ عمل

ارجی عندی انی لم الطہر طہورا فی ساعہ من لیل ولا النہارہ لا صلیت بذالک الطہور ماکتب لی ان اصلی (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کی وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا بلال بتا تو نے اسلام میں کونسا امید والا عمل کیا ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے سامنے تیرے جوتوں کی آواز سنی ہے۔ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے کوئی ایسا امید والا عمل نہیں کیا۔ اتنی بات ہے کہ میں رات میں یا دن میں جب وضو کرتا ہوں تو اس کے ساتھ میں نماز پڑھتا ہوں۔ اس حدیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

عن ہریرہ قال اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدعا بلالا فقال بما سبقتنی الی الجنہ مادخلت الجنہ قط سمعت خشخشتک اما می قال یا رسول اللہ ما اذنت قط الا صلیت رکعتین و ما اصابنی حدث قط الا توضائت عنہ ورئیت ان اللہ علی رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھما (رواہ الترمذی)

حضرت ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر فرمایا تو کس وجہ سے مجھ سے آگے ہوا ہے طرف جنت کے میں جب جنت میں داخل ہوتا ہوں تو تیرے جوتوں کی آواز اپنے سامنے سنتا ہوں۔ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول جب آزان دیتا ہوں تو دو رکعات پڑھتا ہوں۔ اور جب میں بے وضو ہوتا ہوں تو وضو کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کے لیے مجھ پر دو رکعت ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہی دو کی وجہ سے تو نے یہ مقام پایا ہے (اس حدیث کو

ترمذی نے نقل کیا ہے۔)

تشریح

اس باب میں دو حدیثیں ہیں۔ پہلی میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا مجھے بتاؤ کہ تیرا کون سا عمل زیادہ امید والا ہے جو تو نے اسلام میں کیا ہے کیونکہ میں نے تیرے جوتوں کی آواز اپنے سامنے جنت میں سنی ہے ۔ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں کوئی بھی ایسا عمل نہیں کرتا کہ جس کے ثواب کی مجھے امید ہو سوائے اس کے کہ میں جب رات میں یا دن میں وضو کرتا ہوں تو اس کے ساتھ پڑھتا ہوں جو میرے لئے لکھا ہوا ہے کہ میں نماز پڑھوں۔ اور دوسری حدیث حضرت ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں بھی وہی مضمون ہے البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں آذان دیتا ہوں تو دو رکعات پڑھتا ہوں۔ اور جب بے وضو ہوتا ہوں تو وضو کرتا ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالی کے لئے مجھ پر دو رکعات ہیں۔ (یعنی دو رکعات پڑھتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی یہی وجہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت کشف یعنی روحانی معراج کی حالت میں آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے جنت میں آگے چلتے ہوئے دیکھا ہوگا تو آپ نے ان سے اس کی وجہ دریافت فرمائی کہ تمہارا کوئی عمل ہے جس کی وجہ سے تمہیں یہ سعادت نصیب ہوئی۔ وہ کونسا عمل ہے؟ اور حضرت بلال کا حضور ﷺ کے سامنے چلنا خادم خاص کی حیثیت سے تھا۔ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرا یہ ایک عمل ہے کہ وضو کرتا ہوں تو دو رکعات نفل پڑھتا ہوں اور آذان دیتا ہوں تو بھی دو رکعات پڑھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں پھر یہ اسی کی فضیلت ہے اس سے معلوم ہوا کہ تحیۃ الوضو کی دو سنتیں پڑھنے سے انسان کو جنت میں رسولؐ اللہ کی رفاقت نصیب ہوگی۔)

نماز استخارہ

عن جابر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا الاستخاره فی الامور كما يعلمنا السورة من القرآن يقول اذا هم احدکم با الا مر فلیرکع رکعتين من غير الفريضه ثم ليقل اللهم انی استخیرک بعلمک و استقدرک بقدرتک و اسئلک من فضلک العظيم فانک تقدر ولا اقدر و تعلم ولا اعلم و انت علام الغيوب' اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر خير لی فی دینی و معاشی و عاقبه امری او قال فی عاجل و آجله امری فاقدره لی و یسرله لی ثم بارک لی و ان كنت تعلم ان هذا الامر شر لی فی دینی و معاشی و عاقبة امری او قال فی عاجل امری و آجله فیقدرہ لی الخير حيث كان ثم ارضنی به قال و يسمى حاجته (رواه البخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کاموں میں استخارہ کی تعلیم دیتے تھے جس طرح ہمیں قرآن کی کسی سورہ کی تعلیم دیتے تھے جب ارادہ کرے تم میں سے کوئی کسی کام تو فرضوں کے سوا وہ دو رکعات پڑھے پھر کہے اے اللہ میں آپ کے علم سے بہتری طلب کرتا ہوں اور آپ کی قدرت سے قدرت طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے آپ کے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ بے شک آپ قدرت والے ہیں اور میری کوئی طاقت نہیں ہے۔ اور آپ جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا۔ اور آپ پوشیدہ چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ اے اللہ آپ کے علم میں اگر یہ کام میرے دین میں۔ معاش میں اور انجام میں بہتر ہے۔ یا یہ فرمایا کہ اس جہاں میں اور اس جہان میں بہتر ہے تو اسکو میرے لئے تیار کر۔ اور اس کو

میرے لئے آسان بنا اور پھر اس میں مجھے برکت دے۔ اور اگر آپ کے علم میں یہ کام میرے لیے دین میں دنیا میں اور آخر میں یا فرمایا یہ کہے کہ میرے دنیاوی کام میں یا آخر کام میں برا ہے تو اس کو ہٹا دے اور مجھے اس سے ہٹادے۔ اور میرے لئے جہاں بھی بھلائی ہو وہ مجھے عطا فرما پھر مجھے اس کے ساتھ راضی کردے۔ قول راوی وہ اپنی حاجت کا نام لے (اس حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے)۔

تشریح

استخارہ کا معنی ہے اللہ تعالی سے بہتری اور بھلائی کا مشورہ کرنا۔ یہ مشورہ حرام کاموں میں جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ان کے بارے میں فرما دیا ہے کہ حرام کاموں میں انسان کے لئے برکت نہیں ہے۔ اور جو کام انسان پر فرض واجب یا سنت ہیں ان کے کرنے یا نہ کرنے کا استخارہ بھی جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں بھی بتادیا ہے کہ یہ کام کرنا ہے اور یہ کام انسان کے لئے باعث برکت و ثواب ہیں۔ استخارہ صرف مباح کام میں کرنا ہے مثلاً" سفر تجارت نکاح وغیرہ کیسا رہے گا۔ استخارہ کی نیت دو رکعت والی عام سنتوں میں کی جا سکتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کے لئے مستقل دو رکعات پڑھے۔ استخارہ میں جو کام کرنے کے بارے اطمینان ہوجائے تو وہ کافی ہے۔ وہ کام آدمی کو کرلینا چاہیئے۔ اور استخارہ کرنے کے بعد بھی اسے اگر تردد اور شک ہو تو وہ کام نہیں کرنا چاہیے۔ مکروہ اوقات میں نماز استخارہ جائز نہیں ہے۔ ان رکعات میں کوئی بھی سورہ پڑھی جاسکتی ہے بعض روایات میں قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ کا ذکر آیا ہے۔ اور حدیث میں دونوں جگہ جو ھذا الامر کا لفظ آیا اس

پر اپنی حاجت کا نام لے لینا چاہیئے اور اس حدیث میں جو دو جگہ لفظ او آیا ہے۔ یہ راوی کو شک ہے کہ حضور ﷺ نے یہ لفظ فرمایا یا یہ فرمایا استخارہ کرنے والا لفظ او استعمال نہ کرے اور ایک حدیث میں ہے کہ یہ استخارہ سات دفعہ کرنا چاہیئے۔ اور ایک روایت میں یہ مختصر دعا بھی آئی ہے اللھم خرلی و اخترلی ولا تکلمنی الی اختیاری اے اللہ پسند کر میرے لئے اور اختیار کر میرے لئے جو تو مناسب سمجھے اور نہ سونپ مجھے طرف میرے اختیار کے۔ اور یہ عربی کی دعائیں ضروری نہیں ہیں بہتر ہیں ورنہ جس زبان میں چاہے دعا کرسکتا ہے۔

نماز توبہ

عن علی قال حدثنی ابوبکر و صدق ابوبکر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مامن رجل یذنب دنیا ثم یقوم فیتطھر ثم یصلی ثم یستغفر ا الا غفرا لہ ثم قرا والذین اذ فعلوا فاحشبہ او ظلموا انفسھم ذکرو اللہ فاستغفرو لذونبھم (رواہ الترمذی و ابن ماجہ الا ابن ماجہ لم یذکر آیہ)

حضرت علی ؓ سے روایت ہے انہوں نے۹ فرمایا کہ مجھے حضرت ابوبکر ؓ نے یہ بات بتائی۔ اور انہوں نے سچ فرمایا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی کوئی گناہ کرے۔ پھر اٹھ کر پاکی حاصل کرے پھر نماز (توبہ) پڑھے پھر اللہ تعالی سے معافی مانگے تو اللہ تعالی اسے معاف فرمادیتے ہیں۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کہ مومن وہ ہیں جب کریں بے حیائی یا زیادتی کریں اپنی جانوں پر زیادتی کرتے ہیں تو ذکر کرتے ہیں (یعنی نماز توبہ پڑھتے ہیں۔ اور اپنے گناہوں کی معافی

مانگتے ہیں (اس حدیث ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ مگر ابن ماجہ نے آیت ذکر نہیں کی)

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے نماز توبہ کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ جس آدمی سے گناہ ہوجائے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے استشہاد کے طور پر قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کہ جو آدمی بے حیائی کرے یا اپنی جان پر زیادتی کرے پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے (یعنی نماز توبہ پڑھے) اور اپنے گناہوں کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتے ہیں۔ یہ مضمون دوسری آیت میں ہے) توبہ کے بارے میں متعدد آیات آئی ہیں ان میں سے ایک یہ آیت بھی ہے جو نبی کریم ﷺ نے یہں تلاوت فرمائی ہے۔ مگر کسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کا طریقہ بیان نہیں فرمایا کہ کس کی طرح توبہ کرنا ہے اور جناب کریم ﷺ جو ترجمان وحی تھے) نے یہ طریقہ بیان فرمایا ہے کہ انسان سے جب گناہ صادر ہوجائے تو اسے نماز پڑھ کر توبہ کرنا چاہیئے۔ اور محدثین نے لکھا ہے کہ اس نماز توبہ کی دو رکعات ہیں اور یہ تفصیل پہلے آچکی ہے کہ گناہ دو قسم ہیں۔ صغائر اور کبائر۔ صغائر تو ہر نیک کام کرنے سے معاف ہوجاتے ہیں۔ یہ تفصیل پہلے بھی آچکی ہے۔ اور گناہ کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔ اور توبہ ایک حقوق اللہ میں ہے۔ اور دوسری حقوق العباد میں ہے۔ حقوق اللہ میں توبہ یہ ہے کہ پہلے اپنے دل میں اپنے کیے ہوئے گناہ پر اپنے آپ کو نادم اور شرمندہ کرے اور آئندہ کے لئے پختہ عزم کرے کہ آئندہ یہ حماقت نہیں

کروں گی۔ اور پھر اس گناہ کو چھوڑ بھی دے۔ اور حقوق العباد میں تین چیزیں یہ بھی ہیں اور چوتھی یہ بھی ہے کہ جس کا حق تلف کیا ہے وہ اس تک پہنچادے۔

دفع غم اور حاجت کی دو سنتوں کا طریقہ

وعن حذیفه قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا حزبه امر صلی۔ رواہ ابو داؤد۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مصیبت پیش آتی تو آپ نماز پڑھتے' اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

عن عبداللہ ابن ابی اوفی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت له حاجه الی اللہ او الی احد من بنی ادم فلیتوضاء فلیحسن الوضوء ثم لیصل رکعتین ثم لیثن علی اللہ تعالی ولیصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم لیقل لا الٰه الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین اسالک موجبات رحمتک و عزائم مغفرتک والغنیمه من کل بر و السلامه من کل اثم لا تدع لی ذنبا" الا غفرته ولا هما" الا فرجته ولا حاجه هی لک رضی الا قضیتها یا ارحم الراحمین رواہ الترمذی و ابن ماجه و قال الترمذی هذا حدیث غریب۔

عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جس شخص کی کوئی حاجت ہو اللہ کی طرف یا بندوں میں سے کسی کی طرف تو اس کو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے۔ اس کے بعد اللہ تعالی کی حمد و ثنا بیان کرے اور درود بھیجے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ پھر اس کو یہ دعا پڑھنی

چاہیئے۔" نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ بردبار اور بخشش کرنے والا۔ پاک ہے اللہ پروردگر بڑے عرش کا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں' پرورش کرنے والا تمام جہانوں کا میں تجھ سے ایسے اعمال کی توفیق مانگتا ہوں کہ وہ تیری رحمت نازل ہونے کا موجب ہوں۔ اور ایسے عمل کہ ان کے سبب لازم ہو بخشش تیری اور فائدہ ہو ہر نیکی و سلامتی سے اور (محفوظ رکھے) ہر گناہ سے میرے لئے کوئی گناہ نہ چھوڑ مگر تو اس کو بخشش دے اور نہ چھوڑ کوئی فکر مگر اس کو کھول دے اور کوئی حاجت نہ چھوڑ کہ وہ تیری پسند کے مطابق ہو مگر پوا کر تو اس کو اے بہت رحم کرنے والے تمام رحم کرنے والوں سے ۔ اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح

اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نقل فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی تھی تو آپ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذکر کیا گیا ہے آپ نے فرمایا ہے جس کو اللہ تعالی کی طرف کوئی حاجت ہو اور یا بنی آدم میں سے کسی طرف کوئی حاجت ہو تو اچھی طرح وضو کرلے اور دو رکعات پڑھے اس کے بعد اللہ تعالی کی ثنا بیان کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے یعنی نماز پڑھنے کے بعد یوں دعا کرے الحمد للہ رب العالمین و العاقبہ للمتقین والصلوہ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ وصحابہ اجمعین) پھر کہنا چاہیئے لا الہ الا اللہ الخ بعض محدثین نے

لکھا ہے کہ درود ابراہیمی زیادہ بہتر ہے۔ یہ نماز ہر جائز حاجت کیلئے مفید ہوگی۔ ناجائز کے لئے نہیں ہوگی اور دعا کے لئے عربی کے یہ الفاظ ضروری نہیں ہیں بہتر ہیں اگر یہ دعا یاد نہ ہو تو جس زبان میں چاہے دعا کرسکتا ہے۔ دعا میں انسان اللہ تعالی سے جو چیز مانگے اگر وہ اسی وقت بہتر ہوگی تو اس وقت اسے مل جائے گی۔ اگر اسی وقت بہتر نہ ہو تو دیر سے ملے گی۔ اور اگر وہ چیز آدمی کے حق میں ہی بہتر نہ تو اسے نعم البدل ملے گا۔ دعا میں حکمت ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

نماز تسبیح کا بیان

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس ابن عبد المطلب یا عباس یاعماہ الا اعطیک الا امنحک الا اخبرک الا افعل بک عشر فصال اذا انت فعلت ذالک غفر اللہ لک ذنبک اولہ و آخرہ قدیمہ و حدیثہ خطاہ و عملہ صغیرہ و کبیرہ سرہ و علانیتہ ان تصلی اربع رکعات تقرا فی کل رکعہ فاتحہ الکتاب و سورۃ فاذا فرغت من القراءۃ فی اول رکعہ و انت قائم قلت سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر خمس عشرہ مرہ ثم ترکع فتقولھا و انت راکع عشراً ثم ترفع راسک من الرکوع فتقولھا عشراً ثم تھوی ساجداً فتقولھا و نت ساجد عشراً ثم ترفع راسک من السجود فتقولھا عشراً ثم تسجدا فتقولھا عشراً ثم تسجد فتقولھا عشراً ثم ترفع راسک فتقولھا عشرا ثم ترفع راسک فتقولھا عشرا فذالک خمس و سبعون فی کل رکعہ تفعل ذالک فی اربع رکعات ان استطعت ان تصلیھا فی کل یوم مرہ فان

لم تفعل ففی کل جمعه مره فان لم تفعل ففی کل شهر مرة فان لم تفعل ففی کل سنه مره فان لم تفعل ففی عمرک مره۔ رواه ابوداؤد و ابن ماجه و البیهقی فی الدعوات الکبیر و روی الترمذی ابی رافع نحوه۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے عباس! اے چچا میرے کیا میں تجھ کو نہ دوں۔ کیا میں تجھ کو نہ دوں! کیا میں تجھ کو خبر نہ دوں؟ کیا میں تجھ کو دس خصلتوں کا مالک نہ بناؤں؟ اگر تو ان پر عمل کرے تو اللہ تعالی تیرے پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے بھول کر جان کر چھوٹے اور بڑے اور پیچھے و ظاہر سب گناہ بخش دے گا۔ اور وہ یہ ہے کہ تو چار رکعتیں نماز پڑھ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھ جب پہلی رکعت میں قرات سے فارغ ہو چکے تو کھڑے ہوئے یہ پڑھ سبحان اللہ والحمد للہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ بار پھر رکوع کر اور رکوع میں دس بار مذکوہ بالا کلمات پڑھ' پھر رکوع سے سر اٹھا کر سجدہ میں دس بار کہہ' پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بارے کہہ' پھر دوسرا سجدہ کر اور اس میں دس بار کہہ پس اس طرح ہر رکعت میں یہ تسبیحات پچھتر بار ہوگئیں۔ اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھ۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو اس کو روزانہ ایک مرتبہ پڑھ لیا کر۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک بار پڑھ لیا کر اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھ لیا کر اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کر اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تو تمام عمر میں ہی ایک مرتبہ پڑھ لے اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے بیہقی نے دعوات کبیر میں روات کیا ہے اور ترمذی نے ابی رافع کی روایت کیا ہے۔

تشریح

اس حدیث میں جو دس خصلتوں کا ذکر آیا ہے محدثین نے لکھا ہے شائد کہ ان سے مراد چار رکعت پڑھے' فاتحہ ۲ پڑھنی سورہ ملانا۔ قیام پندرہ دفعہ تسبیح پڑھنا۔ دس بار ان کا رکوع میں پڑھنا۔ دس بار ان کا قومہ میں پڑھنا۔ دس بار ان کا پہلے سجدہ میں پڑھنا۔ دس بار ان کا جلسہ میں پڑھنا دس بار ان کا دوسرے سجدہ میں پڑھنا۔ دس بار انکا جلسہ استراحت میں پڑھنا صاحب مظاہر حق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اس نماز میں یہ چار سورتیں پڑھنا چاہئیں۔ الھٰکم التکاثر سورۃ العصر قل یا یھا الکافرون۔ اور قل ھو اللہ احد۔ اور بعض روایات میں سورہ الزلزال۔ سورۃ العادیات۔ سورۃ اذا جاء نصر اللہ اور قل ھو اللہ۔ پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ اور یہ تسبیحات قعدوں میں التحیات پڑھنے سے پہلے پڑھنا ہے۔ اور سہو کے سجدوں میں یہ تسبیحات نہ پڑھے۔ اور صاحب مظاہر حق نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن زوال کے بعد یہ نماز پڑھا کرتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وقت اس نماز کے لئے بہتر ہے۔ ورنہ جب چاہے پڑھے البتہ مکروہ اوقات میں نہیں پڑھنا چاہیے۔

نوافل سے قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے اور قیامت میں فرائض کی کمی نوافل سے پوری ہوگی

وعن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیمہ من عملہ صلوتہ فان صلحت فقد افلح و نجح و ان فسدت فقد

خاب و خسر فان انتقص من فریضته شئی قال رب تبارک و تعالی انظروا هل لعبدی من تطوع فیکمل بها ما انتقص من الفریضه ثم یکون سائر عمله علی ذالک وفی روایه ثم الزکوة مثل ذالک ثم تؤخذ الاعمال علی حسب ذالک رواہ ابو داؤد و رواہ احمد عن رجل۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا قیامت کے دن بندہ کے اعمال میں سے جس عمل کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہوگی۔ اگر نماز درست ہوئی (یعنی صحیح ادا ہوئی) تو مخلص اور نجات پائی اس نے اور اگر فاسد ہوئی (یعنی ادا نہ کی گئی) تو بس وہ نا امید اور نقصان اٹھانیوالا ہوا۔ اور اگر فرض نماز میں سے کوئی چیز ناقص ہوئی تو اللہ تبارک و تعالی فرمائے گا۔ (فرشتوں سے) کہ اس کے صحیفہ اعمال کو دیکھو اگر سنت و نفل نماز ہے تو اسی سے اس کی فرض نماز کو مکمل کردو۔ تاکہ فرض کی کمی پوری ہو جائے۔ باقی عملوں کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔ ایک روایت میں ہے پھر اسی طرح زکوۃ کا حساب ہوگا۔ پھر تمام اعمال کا اسی طور پر مواخذہ کیا جائے گا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور احمد نے بھی ایک شخص سے روایت کی ہے۔

وعن ابی امامه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما اذن اللہ لعبد فی شئی افضل من رکعتین یصلیهما و ان البر لیذر علی راس العبد ما دام فی صلوته ثما تقرب العباد الی اللہ بمثل ما خرج منه۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ

تعالیٰ نے بندے کو جن اعمال کی اجازت دی ہے ان میں سے دو رکعات نفل سے افضل کوئی نہیں کہ وہ ان کو پڑھے (اور البتہ تحقیق نیکی اس بندہ پر نازل ہوتی ہے جب تک کہ وہ اپنی نماز میں ہوتا ہے اور بندوں نے اللہ کی طرف نزدیکی حاصل نہیں کی مانند اس چیز کے کہ نکلے اس سے"''

یعنی القرآن (رواہ احمد و الترمذی (یعنی قرآن پڑھنے سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور سب عملوں سے بہتر عمل نماز ہے (اس حدیث کو احمد اور ترمذی نے نقل کیا ہے۔)

بقیہ: شدید مرض کی حالت میں بھی کسی کو نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں

اللہ وجہ کا نام نہیں لیا۔ بلکہ آپ کی مدح و تعریف کی ہے حاشا وکلا یہ بات ہرگز درست نہیں ہے کہ نزاکت اس حد تک پہنچ گئی ہو کہ زبان پر نام لانا بھی آپ کو گراں گزرتا ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں بھی بروایت دیگر آپ نے حضرت علی کا نام ذکر کیا ہے۔ درست یہی ہے جو اوپر گزرا فافہم۔

لقوله عليه السلام لعمران بن حصين فصل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع على الجنت تومی ایماء

نبی کریم ﷺ نے عمران بن حصین کو فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر اسکی طاقت نہیں تو بیٹھ کر اور اگر اسکی بھی طاقت، نہیں تو کروٹ پر لیٹ کر اشارہ کر اشارہ کرنا بوجہ فرمان نبی کریم ﷺ اگر تجھے زمین پر سجدہ کرنے کی طاقت ہے تو سجدہ کرو ورنہ اپنے سر سے اشارہ کر۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو ہی حدیثیں ہیں ۔ پہلی میں جناب نبی کریم ﷺ کا فعل بیان فرمایا ہے کہ آپنے شدید مرض کی حالت میں بھی نماز نہیں چھوڑی

باقی ۵۸۹ پر

نماز جمعہ کا حکم

یا ایھا الذین امنو اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعہ فاسعوا الی ذکراللہ وذروالبیع ذلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون (٢) فاذا قضیت الصلٰوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا" لعلکم تفلحون ( ) واذا راوا تجارۃ" او لھو ۔ انفضوا الیھا وترکوک قآئما" قل ما عنداللہ خیر" من اللھو ومن التجارۃ واللہ خیر رازقین ( ) (سورہ جمعہ آیت ٩ تا ١١)

ترجمہ۔ اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو ذکر الٰہی کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو تمہارے لئے یہی بات بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پس جب نماز ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور جب وہ لوگ تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور آپؐ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں کہہ دو جو اللہ کے پاس ہے وہ تو تماشا اور تجارت سے کہیں بہتر ہے اور اللہ بہتر روزی دینے والا ہے۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں تین آیات نقل کی گئی ہیں۔ یہ تینوں سورہ الجمعہ کی آیتیں ہیں۔ پہلی آیت میں مسلمانوں کو دو حکم ہیں۔ ایک یہ ہے کہ جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو اس وقت ذکر اللہ کے لئے سعی اور کوشش کرو۔ اور دوسرا حکم یہ ہے کہ خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اور

اگلے جملہ میں اس کی حکمت اور فائدہ بیان فرمایا ہے کہ اس میں بہتری ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔ اور دوسری آیت میں تین حکم ہیں ایک یہ ہے کہ جب نماز ہوچکے تو زمین پر پھیل جاؤ اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور تیسرا حکم یہ ہے کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور اس سے اگلے جملہ میں اس کی حکمت اور فائدہ بیان فرمایا ہے کہ تاکہ تم فلاح پاؤ اور تیسری آیت میں اللہ تعالی نے ان لوگوں پر شکوہ فرمایا ہے جو نبی کریم ﷺ کو کھڑا چھوڑ کر کھیل کود اور تجارت کے لئے چلے گئے تھے اور اس سے بعد والے جملہ میں اللہ تعالی نے جناب رسول اکرم ﷺ کو اس شکوہ کا جواب دینے کا حکم دیا ہے کہ جو اللہ تعالی کے پاس ہے یعنی کہ ثواب ذکراللہ وہ کھیل کود اور تجارت سے بہتر ہے اور آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ اللہ بہتر روزی دینے والا ہے (یعنی اگر تم اس کے ذکر میں لگو گے تو وہ تمہیں بہتر روزی دیگا) یہ تو وہ تفسیر ہے جو اس آیت کے ظاہری اور سرسری طور سمجھ میں آتی ہے پوری تفصیل نہیں ہے کیونکہ پہلی آیت کے شروع میں فرمایا ہے کہ جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو سعی چھوڑ دو مگر یہ ذکر نہیں ہے کہ کس نماز کے لئے آذان دی جائے تو سعی چھوڑ دو۔ کیونکہ جمعہ کے دن صبح سے لیکر شام تک پانچ نمازیں ہیں۔ اور اسی طرح یہاں فرمایا ہے کہ فاسعوا الی ذکر اللہ یہ فاسعو سعی سے بنا ہے اور سعی کے معنی دوڑنے کے بھی ہیں اور کوشش کرنے کے بھی ہیں۔ اب پتہ نہیں ہے کہ یہاں کونسا معنی مراد ہیں۔ اور اسی طرح وذروالبیع فرمایا ہے یعنی خرید فروخت چھوڑ دو اگر کوئی خرید فروخت نہ چھوڑے تو کیا وہ کمائی حلال ہے یا حرام ہے اس کی تفصیل نہیں ہے۔ نیز کیا نماز جمعہ کے بعد تلاش

روزی کے لئے نکلنا ضروری ہے یا ضروری نہیں ہے۔ اس طرح یہ آیات مجمل ہیں تفصیل احادیث میں آرہی ہے

فضائل جمعہ

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نحن الاخرون السابقون یوم القیٰمہ بید انھم اوتوا الکتب من قبلنا واوتیناہ من بعدھم ثم ھذا یومھم الذی فرض علیھم یعنی یوم الجمعتہ فاختلفوا فیہ فھدانا اللّٰہ لہ والناس لنا فیہ تبع الیھود غدا" والنصارٰے بعد غد متفق علیہ۔ وفی روایہ لمسلم قال نحن الاخرون الاولون یوم القیمتہ ونحن اول من یدخل الجنتہ بید انھم و ذکر نحوہ الی اخرہ وفی اخریٰ لہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پیچھے آنے والوں میں اور قیامت کے دن سب سے پہلے اٹھنے والوں میں ہیں۔ سوائے اتنی بات کے کہ اہل کتاب کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ اور ہمیں ان کے بعد کتاب دی گئی۔ پھر یہ وہ دن ہے کہ ان پر فرض کیا گیا یعنی جمعہ کا دن پس انہوں نے اس میں اختلاف کیا۔ مگر ہم کو اللہ نے ہدایت دے دی اس کے لئے یعنی ہم نے جمعہ کو مقرر کرلیا اور لوگ اس میں ہمارے تابع ہیں۔ یہود نے اختیار کیا کل کو اور نصاری نے کل کے بعد کو یعنی یہود نے ہفتہ کو اور نصاری نے اتوار کو اپنا مذہبی دن بنایا) متفق علیہ اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے فرمایا ہم پیچھے آنے والے ہیں اور قیامت کے دن اول آنیوالوں میں اور ہم جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے سوائے اس کے کہ وہ اور ذکر کیا اس کے بعد اس کی مانند آخر تک اور مسلم کی ایک اور

روایت بھی حضرت ابو ہریرہ ؓ سے ہے۔

وعن حذیفه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اخر الحدیث نحن الاخرون من اهل الدنیا والاولون یوم القیمه المقضی لهم قبل الخلائق

حضرت ابو ہریرہ ؓ اور حضرت حذیفہ ؓ دونوں سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا آخر حدیث میں ہم پیچھے آنیوالے ہیں اہل دنیا میں سے اور قیامت کے دن سب سے اول ہمارا حساب و کتاب ہو گا تمام خلائق سے قبل۔

عن ابی هریره قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیر یوم طلعت علیه الشمس یوم الجمعه فیه خلق ادم وفیه ادخل الجنته وفیه اخرج منها ولا تقوم الساعته الا فی یوم الجمعته۔ رواه مسلم

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسالت ﷺ نے فرمایا بہترین دنوں کا وہ دن ہے کہ اس میں آفتاب نکلا جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدمؑ پیدا کیے گئے جنت میں اسی دن داخل ہوئے اسی دن اس سے نکالے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

○ وعنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان فی الجمعه لساعته" لا یوافقها عبد مسلم یسال الله فیها خیر "ا الا اعطاه ایاه۔ متفق علیه۔ وزاد مسلم قال وهی ساعت خفیفته وفی روایت لهما قال ان فی الجمعه لساعته" لا یوافقها مسلم قائم یصلی یسال الله خیر" الا اعطاه ایاه۔

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر اس کو کوئی مسلمان بندہ پائے۔ اور اس میں اللہ سے خیرو بہتری کی دعا مانگے تو قبول ہوتی ہے اللہ تعالی اس کو وہ عطا کرتے ہیں۔ متفق علیہ۔ مسلم نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور وہ ساعت بہت تھوڑی ہوتی ہے اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت ہے۔ تحقیق جمعہ میں ایک ساعت ہے کہ اگر مسلمان بندہ اس کو پائے کھڑا ہوکر نماز پڑھے اللہ سے خیر مانگے تو وہ اس کو دی جاتی ہے۔

وعن ابی بردة بن ابی موسٰی قال سمعت ابی یقول فی شان ساعته الجمعه هی مابین ان یجلس الامام الٰی ان تقضی الصلوة۔ رواه مسلم

ابی بردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جمعہ کی شان کے متعلق کہ جمعہ کی وہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز ختم ہونے کے درمیان ہوتی ہے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ساعت اجابت میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ وہ ساعت مبہم ہے مانند شب قدر یا اسم اعظم کے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ ساعت ہر جمعہ میں انتقال کرتی ہے کسی جمعہ میں اول روز کسی جمعہ میں بیچ میں کسی میں آخر میں ہوتی ہے ور اکثر اس پر ہیں کہ وہ ساعت معین اور معلوم ہے لیکن اس میں بھی اختلاف ہے کہ کون سی ہے اس میں ۳۵ قول ہیں۔ مظاہر حق میں ملاحظہ ہوں۔

وعن ابی هریره قال خرجت الی الطور فلقیت کعب الاحبار فجلست معه فحدثنی عن التوراه وحدثته عن رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فکان فیما حدثتہ ان قلت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر یوم طلعت علیہ الشمس یوم الجمعہ فیہ خلق ادم وفیہ اھبط وفیہ تیب علیہ وفیہ مات وفیہ تقوم الساعتہ وما من دابتہ الا وھی مصیختہ یوم الجمعتہ من حین تصبح حتی تطلع الشمس شفقاً من الساعتہ الا الجن والانس وفیہ ساعتہ لا یصادفھا عبد مسلم وھو یصلی یسال اللہ شیئاً الا اعطاہ ایاہ قال کعب ذلک فی کل سنتہ یوم فقلت بل فی کل جمعہ فقراء و کعب ن التوراتہ فقال صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوھریرہ لقیت عبداللہ ابن سلام فحدثتہ بمجلسی مع کعب الاحبار وما خدثتہ فی یوم الجمعہ فقلت لہ قال کعب ذلک فی کل سنتہ یوم قال عبداللہ ابن سلام کذب کعب فقلت ثم قراء کعب التورٰتہ فقال بل ھی فی کل جمعہ فقال عبداللہ ابن سلام صدق کعب ثم قال عبداللہ ابن سلام قد علم ایتہ ساعتہ ھی قال ابوھریرہ فقلت اخبرنی بہا ولا تضعن علی فقال عبداللہ ابن سلام ھی آخر ساعہ فی یوم الجمعہ وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصادفھا عبد مسلم و وھو یصلی فیھا فقال عبداللہ ابن سلام الم یقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جلس مجلساً ینتظر الصلٰوۃ فھو فھو فی الصلوۃ حتٰی یصلی قال ابوھریرہ فقلت بلٰی قال فھو ذلک رواہ مالک و ابوداؤد والترمذی والنسائی وروی احمد الی قولہ صدق کعب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں طور پہاڑ کی طرف گیا۔ میں

وہاں کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ملا میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ انہوں نے جمعہ سے تورات کی کچھ باتیں بیان کیں اور میں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کیں۔ میں نے ان سے جو حدیثیں بیان کیں ان میں سے ایک حدیث یہ بھی تھی میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہترین دن کہ اس میں آفتاب طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے اس میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ اسی دن وہ جنت میں اتارے گئے اسی دن ان کی توبہ قبول کی گئی۔ اسی دن انہوں نے وفات پائی اور اسی دن قیامت برپا ہوگی۔ کوئی جاندار نہیں مگر وہ جمعہ کے دن کے لئے کان لگائے ہوئے ہے (یعنی ہر جاندار کو جمعہ کے دن قیامت کا اندیشہ ہوتا ہے) صبح سے لے کر طلوع آفتاب تک اس ڈر سے کہ قائم ہو قیامت۔ سوائے جنوں اور انسانوں کے (یعنی وہ قیامت سے نڈر اور غافل ہوتے ہیں) اور اس میں ایک ایسی ساعت ہوتی ہے اس کو کوئی بندہ مسلمان پائے اور وہ نماز پڑھتا ہو وہ اللہ سے کچھ مانگے مگر وہ اس کو دیتا ہے۔ کعب نے کہا کہ یہ تو سال میں صرف ایک دن ہوتا ہے میں نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ تو ہر جمعہ میں ہوتا ہے۔ اس پر کعب نے تورات کو پڑھا اور کہا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی ملا۔ میں نے ان کو کعب احبار کے ساتھ بیٹھنے اور مذکورہ بالا گفتگو کرنے کی خبر دی۔ نیز میں نے ان سے جمعہ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی بیان کی۔ میں نے عبداللہ بن سلام سے کہا کہ کعب رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ کہا ہے کہ یہ سال میں ایک دن ہوتا ہے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کعب نے غلط کہا ہے میں نے کہا کہ کعب نے پھر تورات پڑھ کر کہا واقعی یہ ساعت ہر جمعہ میں ہوتی ہے۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ کعب رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ پھر عبداللہ بن سلام نے کہا۔ میں اس ساعت کو جانتا ہوں کہ وہ کون سی ساعت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر وہ ساعت مجھے بھی بتلایئے اور بخل نہ کیجئے مجھ پر، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ جمعہ کے دن آخری ساعت ہے میں نے کہا کہ بھلا جمعہ کے دن یہ آخری ساعت کیسے ہوسکتی ہے حالانکہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہیں پاتا اس کو کوئی بندہ مسلمان اور وہ اس میں نماز پڑھتا ہو۔ سو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص ایک بیٹھنے کی جگہ بیٹھے، نماز کا انتظار کرے تو وہ (گویا) نماز میں ہی ہوتا ہے یہاں تک کہ نماز پڑھے میں نے کہا واقعی یہ بات یوں ہی ہے اس کو مالک، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور احمد نے یہاں تک روایت کیا ہے کہ کعب نے سچ کہا ہے۔

وعن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم التمسوا الساعه التی ترجی فی یوم الجمعه بعد العصر الی غروب الشمس۔ رواہ الترمذی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جمعہ کی وہ ساعت جس میں دعا کی قبولیت کی امید کی جاتی ہے اس کو عصر کے بعد آفتاب غروب ہونے تک کے درمیان ڈھونڈو" اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وعن اوس ابن اوس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعه فیه خلق ادم وفیه قبض و فیه النفخه و فیه الصعقه فاکثروا علی من الصلوه فیه فانا صلوتکم معروضه

علی قالوا یا رسول اللّٰہ وکیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت قال ان اللّٰہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء۔ رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی فی الدعوات الکبیر۔

اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ اور اسی میں ان کی روح قبض کی گئی ۔ اسی میں صور پھونکا جائے گا۔ اور اسی میں مرنا ہوگا۔ پس اس دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجا کرو۔ تحقیق تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض یا رسول اللہ! آپ پر ہمارا درود کس طرح اور کیونکر پیش کیا جاتا ہے' حالانکہ آپ کی ہڈیاں بھی پرانی ہوگئی ہوں گی۔ راوی نے کہا ہے کہ ارمت سے صحابہ کی مراد بلیت تھی یعنی بوسیدہ ہوگئی ہوں گی' حضور ﷺ نے فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالی نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے بدن کو حرام کردیا ہے۔ اس کو ابو داوَد' نسائی ابن ماجہ نے اور دارمی نے دعوات کبیر میں روایت کیا ہے۔

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الیوم الموعود یوم القیٰمہ والیوم المشھود یوم عرفہ والشاھد یوم الجمعہ وما طلعت الشمس ولا غربت علی یوم افضل منہ فیہ ساعہ لا یوافقھا عبد مومن یدعو اللّٰہ بخیر الا استجاب اللّٰہ لہ ولا یستعیذ من شئی الا اعاذہ منہ۔ رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب لا یعرف الا من حدیث موسی ابن عبیدہ وھو یضعف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ یوم موعود سے

مراد قیامت کا دن ہے۔ یوم مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ اور آفتاب کسی دن پر طلوع و غروب نہیں ہوا کہ وہ جمعہ سے افضل ہو۔ اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کوئی مومن بندہ اس کو پائے۔ اور اللہ سے بہتری کی دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہیں اور جس چیز سے وہ پناہ مانگے اس سے اس کو پناہ ملتی ہے۔ اس کو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس کو صرف موسیٰ بن عبیدہ کے طریقہ سے جانتے ہیں اور اس کو ضعیف کہا جاتا ہے۔

عن ابی لبابه ابن عبدالمنذر قال قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ان یوم الجمعه سید الایام واعظمها عنداللّٰه وهو اعظم عنداللّٰه من یوم الاضحٰی ویوم الفطر فیه خمس خلال خلق اللّٰه فیه ادم واهبط اللّٰه فیه ادم الی الارض وفیه توفی اللّٰه ادم وفیه ساعته لا یسال العبد فیها شیئاً الا اعطاه مالم یسال حراما وفیه تقوم الساعته مامن ملک مقرب ولا سمآء ولا ارض ولا جبال ولا بحر الا هو مشفق من یوم الجمعه رواه ابن ماجه روی احمد عن سعد بن معاذ ان رجلاً من الانصار اتی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال اخبرنا عن یوم الجمعه ماذا فیه من الخیر قال فیه خمس خلال وساق الٰی اخر الحدیث

ابی لبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب دنوں سے بڑا دن ہے اور وہ خدا کے نزدیک عید قربان اور عید فطر کے دن سے بڑا ہے۔ اس

میں پانچ (خاص) باتیں ہیں۔ اللہ نے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اسی دن ان کو زمین پر اتارا۔ اسی دن آپ کو وفات دی اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ کوئی بندہ نہیں مانگتا اس میں کچھ مگر اس کو عطا کرتا ہے جب تک وہ کوئی حرام چیز نہ مانگے۔ اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ کوئی مقرب فرشتہ آسمان زمین ہوا پہاڑ اور دریا ایسا نہیں مگر یہ کہ جمعہ کے دن سے ڈرتا ہے۔ (کہ شاید آج ہی قیامت ہو) اس کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور احمد نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک انصاری رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہمیں خبر دیجئے جمعہ کے دن میں کیا فضیلت ہے اور اس میں کیا بھلائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ پانچ چیزیں ہیں۔ اور پھر آخر تک وہی حدیث بیان کی۔

وعن ابی هریرہ قال قیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لای شئی سمی یوم الجمعه قال لان فیها طبعت طینه ابیک آدم فیه الصعقه والبعثه وفیها البطشه وفی اخر ثلث ساعات منها ساعت من دعی اللہ فیها استجیب له۔ رواہ احمد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ جمعہ کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا۔ فرمایا۔ اس لئے کہ اس دن تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی مٹی خمیر کی گئی، اسی دن نفخہ ہوگا، اسی دن زندگی ہوگی اور اسی دن پکڑ (یعنی حساب کتاب) ہوگی اور جمعہ کی آخری تین ساعتوں میں ایک ساعت ہے کہ اللہ سے جو دعا مانگے وہ قبول کی جاتی ہے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اکثروا الصلوٰہ علی یوم الجمعه فانه مشهود یشهده الملئکه وان احداً لم یصل علی الا عرضت علی صلوٰته حتی یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال ان اللّٰه حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللّٰه حی یرزق۔ رواہ ابن ماجه

حضرت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ جمعہ کا دن حاضر کیا گیا ہے اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور تحقیق کوئی مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر مجھ پر اس کا درود پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہوتا ہے۔ ابودرداء کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ کیا مرنے کے بعد بھی اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش کیا جائے گا۔ فرمایا حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ روزی دیئے جاتے ہیں۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وعن عبداللّٰه ابن عمرو قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما من مسلم یموت یوم الجمعه او لیله الجمعه الا وقاه اللّٰه فتنه القبر۔ رواہ احمد والترمذی وقال هذا حدیث غریب ولیس اسناده بمتصل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرتا ہے تو اللہ اس کو عذاب قبر کے فتنہ سے بچا لیتا ہے۔ اس کو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا ہے کہ حدیث غریب ہے اور اس کے اسناد متصل نہیں ہیں۔

ف۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص جمعہ کے

دن یا رات کو مرے وہ عذاب قبر سے خلاص کیا جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن اس حالت میں آوے گا کہ اس پر شہیدوں کی مہر ہوگی انتہی' دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص جمعہ کے دن مرتا ہے اس کے لئے اجر شہید کا لکھا جاتا ہے اور فتنہ قبر سے بچایا جاتا ہے اور ایک اور روایت میں آیا ہے کہ کوئی مرد یا عورت جمعہ کی رات یا دن مرے وہ بچایا جاتا ہے عذاب قبر اور فتنہ قبر سے اور وہ اللہ تعالی سے اس حالت میں ملتا ہے کہ اس پر قیامت کے دن حساب نہیں آوے گا۔ اس حالت میں کہ اس کے ساتھ گواہ ہونگے کہ گواہی دینگے یا مہر ہوگی یعنی شہیدوں کی اسی طرح ذکر کیا امام سیوطی نے۔ پس جس شخص کی روح اللہ تعالی اس دن میں قبض کرتا ہے تو یہ دلیل ہوتی ہے۔ اسکی سعادت اور بھلائی آخرت کی ح:ع (مظاہر حق وغیرہ)

وعن ابن عباس انه قرا الیوم اکملت لکم دینکم الایه وعنده یهودی فقال لو نزلت هذه الایه علینا لا تخذناها عیدا" فقال ابن عباس فانها نزلت فی یوم عیدین فی یوم جمعه و یوم عرفه- رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی آج کے دن میں نے دین تمہارا کامل کردیا۔ اور اس وقت ان کے پاس ایک یہودی بھی تھا۔ اس نے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کو عید ٹھہراتے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدین کے درمیان نازل ہوئی ہے جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

عن انس قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخل

رجب قال اللهم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان قال وکان یقول لیله الجمعه لیله اغر ویوم الجمعه یوم ازھر رواہ البیھقی فی الدعوات الکبیر

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رجب کا مہینہ آتا تو رسول مقبول ﷺ فرماتے۔ اے اللہ ہمیں رجب اور شعبان میں برکت دے اور ہم کو رمضان تک پہونچا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں جمعہ کی رات روشن ہے اور جمعہ کا دن چمکتا ہے اس کو بیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کیا ہے۔

تشریح

اس بحث میں پندرہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ یہ سب سورہ الجمعہ کی آیت نو (۹) کے آخری جملہ (ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون) (یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو) کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اتنا تو فرمادیا ہے کہ ذکراللہ اور ذروالبیع بہتر ہے مگر اللہ تعالی نے اس بہتری کی وجہ نہیں بیان فرمائی کہ کیوں بہتر ہے۔ اور جناب رسول اکرم ﷺ نے ان احادیث میں وہ وجہ بیان فرمائی ہے۔ ان احادیث کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ان میں جمعہ کے دن کی آٹھ فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ کہ جمعہ کا دن تمام دنوں سے بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو اسی دن میں پیدا فرمایا اور اسی دن ان کو جنت میں داخل فرمایا اور اسی دن ان کو جنت سے نکالا تھا قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی۔ اور اسی دن حضرت آدم کی توبہ بھی قبول ہوئی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام اصل میں زمین کے خلیفہ بنائے گئے تھے اور جنت میں ان کو امتحان کے طور

پر رکھا گیا تھا۔ اور امتحان میں انہیں کچھ کامیابی ہوئی تھی کہ غلطی پر توبہ کی سوجھی تو پھر انکا زمین والا تاج خلافت بحال ہوگیا تھا اور جمعہ کے دن ایک وقت ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے اور اسی دن آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی۔ اور اس دن جو مومن فوت ہوجائے تو اسے عذاب قبر کبھی نہیں ہوتا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کے ضمن میں تمام ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کے یہ انعامات و احسانات ہیں۔ لھذا تمام ایمان والوں کو چاہئے کہ جمعہ کے دن جمع ہوکر اللہ تعالیٰ کے ان انعامات و احسانات کا شکر ادا کریں اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرح اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر تلافی مافات کریں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگیں تو اللہ بھی انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی طرح معاف فرمائیں گے۔ اور انہیں اپنے انعامات و احسانات سے نوازیں گے۔ یہ ہیں جمعہ کے دن ذکر اللہ کی طرف سعی اور ذروا البیع کی برکات جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون میں بیان فرمایا ہے۔ اور ایسی مجمل آیات کی تشریح بیان کرنا جناب نبی کریم ﷺ کا ہی کام تھا۔ آپ ﷺ کے سوا ایسی تشریح کون بیان کرسکتا ہے نہ کسی کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ تشریحات کو نظر انداز کردیا جائے۔ تو پھر قرآن مجید مہمل رہ جاتا ہے اسکی کوئی مراد متعین نہیں کی جاسکتی۔ اور منکرین احادیث کا یہی مقصد ہے کہ قرآن مجید کو مہمل بنا دیا جائے تاکہ لوگ اسے ناقابلِ عمل سمجھیں۔

جمعہ کی فرضیت کا بیان

عن ابن عمر وابی ھریرہ انھما قال سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول علی اعواد منبرہ لینتھین اقوام عن ودعھم

الجمعات او لیختمن اللہ علی قلوبہم ثم لیکونن من الغافلین۔
رواہ مسلم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکڑی کے ممبر پر یہ فرماتے سنا کہ البتہ وگ جمعہ کو ترک کرنے سے باز رہیں بلا عذر شرعی جمعہ پڑھنا ترک نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ضرور انکے دلوں پر مہر کردے گا اور پھر وہ غافلوں میں سے ہوجائیں گے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی الجعد الضمیری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک ثلث جمع تہاوناً بہا طبع اللہ علی قلبہ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی و النسائی و ابن ماجہ والدارمی ورواہ مالک عن صفوان بن سلیم واحمد عن ابی قتادہ

حضرت ابی جعد ضمیری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بہ سبب غفلت و سستی کے تین جمعے ترک کردے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کردے گا۔ (یعنی جہل غفلت اور نفاق سے اس کا دل بھر جائے گا) اس کو ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے اور مالک رحمۃ اللہ علیہ نے صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ اور احمد نے ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

عن سمرہ بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک الجمعہ من غیر عذر فلیتصدق بدینار فان لم یجد فبنصف دینار۔ رواہ احمد و ابوداؤد وابن ماجہ

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص

بغیر عذر کے جمعہ ترک کردے تو اس کو چاہئے ایک دینار صدقہ دے۔ اگر میسر نہ ہو تو نصف دینار دے اس کو احمد ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

ف۔ اس صدقہ کرنے سے جمعہ کے ترک کرنے کا گناہ تو نہیں جاتا رہتا بلکہ اسکے گناہ میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

وعن عبدالله ابن عمر وعن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الجمعہ علی من سمع النداء۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ اس شخص پر لازم ہوتا ہے جو اذان سنے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی ھریرہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الجمعہ علی من اواہ اللیل الی اھلہ۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث اسنادہ ضعیف۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ اس شخص پر فرض ہے جو رات کو اپنی اہل کی طرف آجائے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں۔

وعن طارق بن شھاب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الجمعہ حق واجب علی کل مسلم فی جماعت الا علی اربعہ عبد مملوک اوامراہ او صبی او مریض۔ رواہ ابوداؤد و فی شرح السنہ بلفظ المصابیح عن رجل من بنی وائل

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ جماعت میں ہر مسلمان پر حق واجب ہے مگر چار شخصوں پر واجب نہیں۔ غلام پر جو کسی کا مملوک ہو عورت پر لڑکے نابالغ پر اور بیمار پر۔

اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور شرح السنہ میں مصابیح کے الفاظ کے ساتھ بنی وائل کے ایک شخص سے مروی ہے۔

وعن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعه لقد هممت ان امر رجلاً یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعه بیوتهم۔ رواه مسلم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تحقیق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان لوگوں کے حق میں جو جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں کہ تحقیق میں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ میں ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ ان لوگوں کی امامت کرائے اور میں ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو جمعہ کے تارک ہیں اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف۔ تارک جمعہ کے لئے اس میں بڑی وعید ہے لوگ غور کریں اور جمعہ کو کبھی ترک نہ کریں۔ ۱۲ منہ

وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ترک الجمعه من غیر ضروره کتب منافقاً فی کتاب لا یمحی ولا یبدل وفی بعض الروایات ثلثا۔ رواه الشافعی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کو بغیر ضرورت کے چھوڑ دے تو وہ اس کتاب میں جو مٹائی اور تبدیل نہیں کی جاتی (یعنی نامہ اعمال میں) منافق لکھا جاتا ہے بعض

روایات میں یہ تین دفعہ آیا ہے۔ اس کو شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

وعن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یومن باللہ والیوم الاخر فعلیہ الجمعہ یوم الجمعہ الا مریض او مسافر اوامراہ او صبی او مملوک فمن استغنی بلھو او تجارہ استغنی اللہ عنہ واللہ غنی حمید۔ رواہ الدار قطنی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اس پر جمعہ کے دن جمعہ فرض ہے مگر مریض مسافر عورت لڑکے اور غلام پر نہیں پس جو شخص لہو و لعب یا تجارت کی وجہ سے جمعہ سے بے پرواہ رہا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بے پرواہ ہوجاتا ہے اور اللہ بے پرواہ اور تعریف کیا گیا ہے اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

تشریح

اس بحث میں جو احادیث جمع کی گئی ہیں یہ سب قرآن مجید کی سورہ الجمعہ کی اس آیت یا ایھاالذین امنو اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعہ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروالبیع کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں اتنا فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن نماز کے لئے آذان دی جائے تو ذکراللہ کیلئے سعی کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ مگر یہ تو نہیں بتایا کہ اگر کوئی سعی نہ کرے تو کتنا گناہ ہے۔ پس جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذکر اللہ کو چھوڑنے کا گناہ اور سزا بیان فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ فرض ہے کیونکہ ایسا گناہ اور ایسی سزا فرائض چھوڑنے پر ہی ہوتی ہے۔ سنت اور نوافل چھوڑنے پر ایسی سزائیں نہیں ہیں۔ پہلی حدیث میں فرمایا کہ

جو قومیں جمعہ چھوڑدیں گی ان کے دلوں پر مہر لگ جائے گی۔ اور وہ غافلین میں سے ہو جائیں گے۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ جو تین جمعے سستی سے چھوڑدے ان کے دلوں پر مہر لگتی ہے اور تیسری حدیث میں فرمایا ہے کہ جو آدمی سوائے عذر کے جمعہ چھوڑ دے اسے ایک دینار صدقہ دینا چاہئے اور اگر نہ ہو تو آدھا دینار دے۔

اور چوتھی حدیث میں فرمایا ہے کہ جمعہ اس پر فرض ہے جو جمعہ کی آذان سنے۔ اور پانچویں حدیث میں فرمایا ہے کہ جمعہ اس پر لازم ہے جو رات کو اپنے گھر واپس آسکے۔ اور چھٹی حدیث میں فرمایا ہے کہ جمعہ باجماعت مسلمان پر فرض ہے مگر چار آدمیوں پر فرض نہیں ہے۔ غلام۔ عورت۔ بچہ۔ اور مریض۔ اور ساتویں حدیث میں فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ایک آدمی کو کھڑا کروں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں جاکر ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو نماز جمعہ کے لئے نہیں آتے۔ اور آٹھویں حدیث میں فرمایا ہے کہ جو آدمی تین جمعہ سوائے مجبوری کے چھوڑ دے وہ اللہ کی کتاب میں منافق لکھا جاتا ہے پھر اسے محو نہیں کیا جاتا اور نویں حدیث میں فرمایا ہے کہ جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ فرض ہے مگر مریض۔ مسافر۔ عورت۔ بچے۔ اور غلام پر فرض نہیں ہے۔ اور جو آدمی کھیل تماشے اور تجارت کی وجہ سے جمعہ کی پرواہ نہ کرے تو اللہ تعالی بھی اسکی پرواہ نہیں کرتے۔ بہرحال ان احادیث سے اتنا معلوم ہوا کہ نماز جمعہ فرض ہے لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ کہاں سے معلوم کیا کہ نماز جمعہ فرض ہے پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اصول پہلے عرض کیا جاچکا ہے

کہ صیغہ امر وجوب کے لئے آتا ہے اور فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع بن فاسعو صیغہ امر حاضر ہے۔ اور جناب نبی کریم ﷺ چونکہ اصول اور لغت عربی کے ماہر تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فہم قرآن کا عظیم ملکہ اور قوت ملکیہ عطا فرمائی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے اس پیغمبرانہ فراست کی بنا پر اس فاسعوا الی ذکر اللہ کے جملہ سے اندازہ لگالیا ہوگا اور اسی فراست نبوی کو وحی خفی اور الہام سے تعبیر کردیا جاتا ہے اور ان احادیث میں جو آیا ہے کہ پانچ آدمیوں پر جمعہ فرض نہیں ہے مریض۔ عورت۔ غلام۔ بچہ۔ مسافر لیکن فقہا نے لکھا ہے کہ اگر یہ لوگ جمعہ ادا کریں تو فرضیت ادا ہوجائے گی۔ اور نیز یہاں جمعہ کی شرط پر لکھاہے کہ جماعت ہو مگر جماعت کی تعداد نہیں بتائی کہ کتنے آدمی ہونے چاہئیں اس لئے فقہا میں اختلاف ہوگیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چالیس آدمی ہونے چاہئیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کے علاوہ تین ہونے چاہئیں۔ اور امام یوسف کے نزدیک امام کے سوا دو آدمی ہونے چاہئیں۔ وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ چونکہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث تو ہے نہیں اس لئے فقہا کو لفظ جمعہ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اور یہ لفظ جمعہ چونکہ جماعت سے مشتق ہے اس لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کم از کم چالیس آدمی ہونے چاہئیں کیونکہ جماعت کا اطلاق کثیر التعداد پر ہوتا ہے۔ اور امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ جماعت کے معنی ملانے کے ہیں لہٰذا امام کے علاوہ دو آدمی بھی مل جائیں تو جماعت بن جاتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جماعت کے کم از کم تین افراد ہوتے لہٰذا امام کے علاوہ تین افراد ہوں تو جماعت بن جاتی ہے۔

اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ جمعہ کے لئے بڑا شہر ہونا چاہئے چھوٹی چھوٹی آبادیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے اور اس پر صاحب ہدایہ نے حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ لاجمعہ ولاتشریق. ولا فطر. ولاضحی. لافی مصر جامع. کہ جمعہ تکبیرات تشریق ۔عیدالفطر۔ اور عیدالضحیٰ صرف بڑے شہر میں جائز ہے اور بڑے شہر کی تعریف یہ لکھی ہے کہ جس میں مسلمانوں کا امیر یا قاضی ہو جو شرعی احکام نافذ کرے اور شرعی حدود نافذ کرے اور آج چونکہ کوئی ایسا ملک نہیں جس میں شرعی احکامات اور حدوداللہ نافذ ہوں لہذا یہ حدیث متروک العمل ہے اور جواذان جمعہ سنے یارات کو گھر واپس آس کے والی حدیث کوترجیح ہے۔

جمعہ کے دن اپنی صفائی کر کے سویرے جانے کی فضیلت کا بیان

عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایغتسل رجل یوم الجمعہ ویتطہر مااستطاع من طہر ویدھن من دھنہ او یمس من طیب بیتہ ثم یخرج فلایفرق بین اثنتین ثم یصلی ماکتب لہ ثم ینصت اذاتکلم الامام الاغفرلہ مابینہ وبین الجمعہ الاخری رواہ البخاری.

سلمان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرتا ہے جس قدر ہوسکتا ہے پاکی حاصل کرتا ہے جو کچھ میسر ہوتا ہے تیل لگاتا ہے اپنے گھر میں خوشبو لگاتا ہے پھر مسجد کی طرف جاتا ہے۔ دو شخصوں کے درمیان فرق نہیں کرتا (یعنی لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا نہیں جاتا پھر اس کے لئے جو مقدر کی گئی ہے نماز (جمعہ کی) پڑھتا ہے اور امام کے

خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے تو اس کے گناہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعے تک بخشے جاتے ہیں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ لبوں کے بال اگر ہونٹوں کی سرخی تک پہنچ چکے ہوں تو کٹوادے اور ناخن کترواۓ اور بال زیر ناف کے لے اور بغلوں کے بال دور کرے اور کپڑے نئے پہنے ورنہ پرانے ہی دھولے اور فرمایا۔ دو شخصوں کے درمیان فرق نہ کرے یعنی اگر دو شخص باپ اور بیٹا مسجد میں بیٹھے ہوں یا دو شخص کہ آپس میں محبت رکھتے ہوں ان کے درمیان نہ ہو بیٹھے یا نہ فرق کرے دو شخصوں میں کہ نہ جگہ ہو درمیان ان کے پس ان کو ایذا ہوگی اگر درمیان میں جگہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں یا مراد یہ ہے کہ نہ فرق کرے ساتھ قدم رکھنے کے یعنی چیر پھاڑ کر آگے جانے کا ارادہ نہ رکھے بلکہ جہاں جگہ پاوے بیٹھ جاوے۔ اگر بغیر فرق کرنے اور قدم رکھنے کے صف اول میں پہنچ سکے بہتر ہے۔ یہ حکم اس صورت کا ہے کہ آگے جگہ خالی نہیں لیکن جانتا ہے کہ جاؤں گا تو لوگ بخوشی جگہ دینگے اور اگر آگے خالی ہو تو چیر پھاڑ کر آگے جانا درست ہے اس لئے کہ قصور ان کا ہے کیوں نہ جماعت بھرلی اور حقیقت میں اس حدیث میں اشارہ ہے ساتھ اول وقت جانے کے تاکہ حاجت فرق کرنے اور لوگوں کے پھلانگنے کی نہ پڑے: ع: ح اور مختار وغیرہ ۱۲ منہ

وعن ابی هریره عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من اغتسل ثم اتی الجمعه فصلی ما قدر له ثم انصت حتی یفرغ من خطبته ثم یصلی معه غفر له ما بینه وبین الجمعه الاخری وفضل ثلثه ایام۔ رواه مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا۔ پھر جمعہ (کی نماز کے لئے) آیا

جتنی مقدر تھی اس نے نماز پڑھی یہاں تک کہ خطیب کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموش بیٹھا سنتا رہا پھر اس کے ساتھ نماز پڑھی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ تین دن کے اور زیادہ۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف۔ یہ زیادتی اس لئے ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دو چند ہوتا ہے (جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔من جاء بالحسنہ فلہ عشر امثالھا جو شخص ایک نیکی کرے اس کو دس نیکی کا ثواب ملتا ہے) پس جمعے سے جمعے تک سات دن ہوتے ہیں اور تین دن اور زیادہ ہوئے تا دہا کا پورا ہوجائے: ع : مسج

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضاء فاحسن الوضوء ثم اتی الجمعہ فاسمع وانصت غفر لہ مابینہ وبین الجمعہ و زیادہ ثلثہ ایام ومن مس الحصا فقد لغا رواہ مسلم۔

اور انہی سے روایت ہے ۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لئے آیا اور خموشی سے خطبہ سنا.تو اس کے وہ گناہ جو اس کے اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں بخش دیئے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ تین دن کے اور۔ اور جس نے کنکریوں کو چھوا ۔ اس نے لغو حرکت کی"۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم الجمعہ وقفت الملئکہ علی باب المسجد یکتبون الاول فا الاول ومثل المھجر کمثل الذی یھدی بدنہ ثم کالذی یھدی بقرہ ثم کبشا" ثم دجاجہ ثم بیضہ فاذا خرج الامام طووا صحفھم ویستمعون الذکر۔ متفق علیہ

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور وہ پہلے آنے والوں کے نام لکھتے ہیں پھر اس کے بعد آنے والوں کے جو شخص سب سے پہلے آتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ اس نے ایک اونٹ کی قربانی کی۔ اس کے بعد جو آتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ اس نے ایک گائے کی قربانی کی بعد والے کی ایسی کہ اس نے ایک دنبہ کی قربانی کی اس کے بعد والے کی جیسی ایک مرغی کی پھرایک انڈے کی جب امام نکلتا ہے تو وہ اپنے صحیفے طے کرلیتے ہیں اور خطبہ سننے میں لگ جاتے ہیں۔" اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کی ہے۔

ف۔ یعنی ٹھہرتے ہیں یعنی صبح سے یا طلوع آفتاب سے یا وقت زوال کے اور یہ خوب ہے اور یہ ملائکہ سوائے حفظہ یعنی اعمال لکھنے والوں کے ہیں ۱۲ ع : مصحح عفی عنہ

وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قلت لصاحبک يوم الجمعه انصت والامام يخطب فقد لغوت متفق عليه۔

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ جب تو نے امام کے خطبہ دیتے وقت اپنے ساتھی سے کہا کہ خاموش رہ۔ تو تونے ایک لغو حرکت کی" (مطلب یہ کہ خاموشی سے خطبہ سننا چاہیے) اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ اکثر علماء اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چپ رہنا اس وقت واجب ہے اور بعض کے نزدیک مستحب ہے اور مذہب حنفی میں وقت نکلنے امام کے بھی خطبہ

کے لئے شروع نماز اور کلام دونوں حرام ہیں۔ اور اگر کوئی نماز میں ہو اور امام خطبہ شروع کرے تو دو رکعت پر نماز توڑ ڈالے۔ دلیل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں چیزوں کی حرمت پر یہ حدیث ہے اذا خرج الامام فلا صلوہ ولا کلام اور اقوال صحابہ بھی اسی طرح ہیں۔ اور صحابی کا قول ہمارے لئے حجت ہے اور ان کی تقلید واجب ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ صاحب ترتیب کے لئے قضا نماز پڑھنی مکروہ نہیں۔ اور دور بیٹھنے والے کو بھی چپ رہنا واجب ہے یہ قریب کی طرح اور خطبہ کے وقت کھانا پینا کتابت کرنا حرام ہے اور سلام اور چھینک کا جواب دینا مکروہ ہے اور درمختار میں قاعدہ کلیہ لکھا کہ جو نماز میں حرام ہے وہ خطبہ میں بھی حرام ہے اور درود شریف بھی دل میں پڑھے کہ خطبہ سننے میں خلل نہ آوے وہو الصواب (یہی قول درست ہے) ۱۲ منہ

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقیمن احدکم اخاہ یوم الجمعہ ثم یخالف الی مقعدہ فیعقد فیہ ولکن یقول افسحوا۔ رواہ مسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"۔ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ یہ کہے کہ جگہ کو کشادہ کرو"۔ مجھے بھی جگہ دو) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ کسی کو ہٹا کر اس کی جگہ بغیر اس کی رضامندی کے بیٹھنا حرام ہے لیکن رضا حقیقتاً" ہو ازراہ خوف و حیاء کے اگر کسی کو پہلے بھیج دے تاکہ وہ اس کے لیے جگہ روک رکھے تو بھی اس کو اٹھانا حرام ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مسجدوں وغیرہ میں مستحق بسبب بھیجنے کے نہیں ہوتا۔ بلکہ جس کو بھیجا ہے بڑا حقدار اس جگہ کا کہ وہ اس

میں بیٹھا ہے وہی ہوتا ہے بسبب پہلے جا بیٹھنے کے اس میں اگرچہ نیت رکھتا تھا کہ یہ جگہ بھیجنے والے کے لئے ہے۔ بلکہ اس کو وہاں سے اٹھنا مکروہ ہے ہاں اگر بھیجنے والا اس سے درجہ میں بڑا ہو تو ایثار کرنا یعنی ۔) اس کو اپنی جگہ دے دینا جائز ہے مکروہ نہیں اور وہاں سے اٹھنا اس لئے مکروہ ہے کہ ایثار عبادات میں بلا عذر مکروہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو ایثار کرنے والوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے والذین یوثرون علی انفسھم اس سے مراد حظوظ نفس میں ہے: ع: مصحح

عن ابی سعید وابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اغتسل یوم الجمعہ ولبس من احسن ثیابہ و مس من طیب ان کان عندہ ثم اتی الجمعہ فلم یتخط اعناق الناس ثم صلی ما کتب اللّٰہ لہ ثم انصت اذا خرج امامہ حتی یفرغ من صلوہ کانت کفارہ لما بینھا وبین الجمعہ التی قبلھا۔ رواہ ابو داؤد۔

حضرت ابی سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اچھے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے اگر اس کے پاس ہو پھر جمعہ کے لئے آئے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے پھر جس قدر اللہ کے لئے مقدر کی ہے نماز پڑھے پھر جب امام نکلے تو خاموشی سے خطبہ سنے حتی کہ اپنی نماز سے فارغ ہو تو یہ اس کے لئے اس جمعہ اور اس سے پہلے جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔

اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ اچھے کپڑوں سے مراد سفید کپڑے ہیں کہ پسند تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ۱۲ سرخ کپڑے مرد کے لئے پہننے حرام ہیں ۱۲ مصحح

وعن اوس ابن اوس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من

غسل یوم الجمعه واغتسل وبکر وابتکر ومشی ولم یرکب ودنی من الامام واستمع ولم یلغ کان له بکل خطوه عمل سنه اجر صیامها وقیامها۔ رواہ الترمذی وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ

اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”جو شخص جمعہ کے دن نہلاوے (یعنی اپنی عورت کو اس سے صحبت کرکے) اور خود نہاوے سویرے جائے اول ہی خطبہ پائے پیادہ جائے امام کے نزدیک ہوکر بیٹھے خطبہ سنے اور کوئی لغو بات نہ کرے تو اس کو ہر قدم کے بدلے ایک برس کے روزوں اور قیام کا ثواب ملے گا۔ اس کو ترمذی ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے“

وعن عبداللہ بن سلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما علی احدکم ان وجد ان یتخذ ثوبین لیوم الجمعہ سوی ثوبی مھنتہ۔ رواہ ابن ماجہ ورواہ مالک عن یحی بن سعید

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے لئے امر میں کوئی قباحت نہیں کہ جمعہ کے لئے (خاص طور پر) دو کپڑے بنالے اپنے کاروبار کے کپڑوں کے سوا۔ (جو اکثر میلے کچیلے رہتے ہیں) اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کو مالک نے یحی بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گر کوئی شخص جمعہ اور عید کے لئے کپڑے بنا رکھے منافی زہد کے نہیں۔ چنانچہ حضرت کے بھی دو کپڑے تھے کہ خاص جمعے کو پہنتے تھے ۱۲: ر،ح: صحیح

وعن سمرہ بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احضروا الذکر وادنو من الامام فان الرجل لا یزال یتباعد حتی

یوخر فی الجنه وان دخلها۔ رواہ ابوداؤد

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خطبہ کے وقت حاضر ہوجایا کرو۔ اور امام کے نزدیک ہوا کرو سو تحقیق آدمی ہمیشہ دور رہتا ہے وہ بہشت میں داخل ہوتے وقت پیچھے رہے گا۔ اگر وہ جنت میں داخل ہونے کا حقدار ہے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

ف۔ اس میں رغبت دلائی اس پر کہ طلب کرے اعلیٰ امور اور ارادہ نہ کرے ادنی ان کے کا ۱۲ مصحح

وعن معاذ ابن انس الجهنی عن ابیه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من تخطی رقاب الناس یوم الجمعه اتخذ جسرا الی جهنم۔ رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب۔

معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا جائے تو اس کے لئے جہنم پر ایک پل بنایا جائے گا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ف:۔ کہا سید نے کہ لفظ عن ابیہ ازراہ سہو کے کہا ہے۔ اس لئے کہ انس باپ معاذ کے کو نہ روایت ہے اور نہ صحبت ہے بلکہ صواب (درست) عن سهل بن معاذ عن ابیه

کہ سہل بیٹے معاذ کے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں جیسے کہ ترمذی میں ہے اور بنایا جاوے گا پل اس کو بدلہ مثل فعل اس کے کا ملے گا جیسے اس نے لوگوں کو گذرگاہ اپنا کیا تھا اس کو بھی گذرگاہ لوگوں کا کریں گے : ع : مصحح عفی عنہ

وعن معاذ بن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الحبوہ یوم الجمعہ والامام یخطب۔ رواہ الترمذی و ابو داؤد۔

معاذ بن انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن گوٹ مارنے سے منع کیا۔ اس حالت میں کہ امام خطبہ دے رہا ہو"۔ اس کو ترمذی و ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

ف۔ گوٹ مارنا اس نشست کو کہتے ہیں کہ رانیں ملانے پیٹ سے ساتھ کھڑے کے یا ہاتھ کے اس طرح کے بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اس لئے کہ نیند آجاتی ہے پس خطبہ نہیں سن سکتا۔ اور قریب ہے کہ وضو ٹوٹ جاوے یعنی اکثر گر پڑتا ہے پہلو پر پس ٹوٹ جاتا ہے وضو ع عبدالعزیز مصحح عفی عنہ۔

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نعس احدکم یوم الجمعہ فلیتحول من مجلسہ ذلک رواہ الترمذی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن اونگھے تو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنی جگہ کو بدل دے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وعن نافع قال سمعت بن عمر یقول نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یقیم الرجل من مقعدہ ویجلس فیہ وقیل لنافع فی الجمعہ قال فی الجمعہ وغیرھا۔ متفق علیہ

نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا کہ کوئی شخص کسی کو اٹھا کر اسکی جگہ بیٹھ جائے نافع سے کہا گیا کہ کیا یہ مخالفت جمعہ کے بارے میں ہے۔ فرمایا۔ ہاں جمعہ میں بھی اور اس کے علاوہ بھی اس کو بخاری و مسلم دونوں

نے روایت کیا ہے۔

ف۔ یہ بات منع ہے اس لئے کہ ایذا ہوتی ہے مسلمان کو پس اس میں جمعہ اور غیرجمعہ برابر ہے ۱۲ (اشعۃ اللمعات) مصحح

وعن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحضر الجمعہ ثلاثہ نفر فرجل حضرھا بلغو فذالک حظہ منھا ورجل حضرھا بدعآء فھو رجل دعا اللہ ان شآء اعطاہ وان شآء منعہ ورجل حضرھا بانصات وسکوت ولم یتخط رقبۃ مسلم ولم یوذ احدا فھی کفارہ الی الجمعہ التی تلیھا وزیادہ ثلثہ ایام وذالک بان اللہ یقول من جآء بالحسنہ فلہ عشر امثالھا۔ رواہ ابوداؤد

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔ جمعہ میں تین طرح کے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ ایک شخص تو وہ جو بے فائدہ کلام کے ساتھ حاضر ہوتا ہے(یعنی خطبہ کی حالت میں) بس وہ اس کا حصہ ہے دوسرا شخص جمعہ میں دعا کے لئے حاضر ہوتا ہے۔ وہ ایسا شخص ہے کہ اللہ سے دعا مانگے تو اگر اللہ چاہے تو دیگا اور چاہے گا تو نہ دیگا۔ تیسرا شخص وہ ہے کہ جو جمعہ میں خاموشی وسکوت کے ساتھ حاضر ہوتا ہے نہ کسی مسلمان کی گردن پھلانگتا ہے نہ کسی کو ایذا دیتا ہے تو اس کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ کا کفارہ ہوجاتا ہے اور تین دن اور زیادہ ۔ یہ اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے جو شخص ایک نیکی کرے تو اس کے لئے اس کی برابر دس نیکیاں ہیں۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تکلم یوم الجمعہ والامام یخطب فھو کمثل الحمار

یحمل اسفار" اوالذی یقول له انصیت لیس له جمعه۔ رواہ احمد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے وقت کلام کیا تو وہ اس گدھے کے مانند ہے کہ اس پر کتابیں لدی ہوں اور جو شخص اس کو کہے کہ چپ رہ تو اس کا بھی جمعہ نہیں۔

اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

یہ کنایہ ہے علم بے عمل سے اور نہ فائدہ اٹھانے سے ساتھ علم کے باوجود رنج و مشقت اٹھانے کے حاصل اس کے ہیں ۱۲ منہ

عن عبید بن الساق مرسلا" قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جمعه من الجمع یا معشر المسلمین ان هذا یوم جعله اللہ عید" ا فاغتسلوا ومن کان عنده طیب فلا یضره ان یمس منه وعلیکم بالسوک۔ رواہ مالک و رواہ ابن ماجه عنه وهو عن ابن عباس متصلا"

عبید بن سباق رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلا" روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جمعوں میں سے کسی جمعہ کے دن کہ اے مسلمانوں کے گروہ! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید کا دن بنایا ہے۔ پس اس دن غسل کرو۔ اور اگر میسر ہو تو خوشبو لگایا کرو اس کا لگانا اس کو ضرر نہیں دیتا۔ اور تم پر مسواک کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کو مالک نے روایت کیا ہے۔ عبید سے ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے اور وہ ابن عباس سے متصلا" روایت ہے۔

عن البرآء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقا" علی

المسلمین ان یغتسلوا یوم الجمعه ولیس احدهم من طیب اهله فان لم یجد فالماء له طیب رواه احمد والترمذی وقال هذا حدیث حسن:

براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ مسلمانوں پر حق ہے کہ وہ جمعہ کے دن نہاویں اور ان میں سے ایک اپنے گھر سے خوشبو لگائے۔ اگر خوشبو میسر نہ ہو تو پھر پانی ہی اس کے لئے خوشبو ہے۔

اس کو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح

اس بحث میں اٹھارہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ سب کی سب قرآن مجید کی اس آیت اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعه فاسعوا الی ذکر اللہ وذروالبیع

کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اتنا تو فرمایا ہے کہ جب جمعہ کے لئے آذان دی جائے تو ذکر اللہ کے لئے سعی کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو مگر یہ نہیں بتایا کہ کیسی حالت میں جانا ہے۔ کس وقت جانا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ آیت مجمل ہے اور جناب نبی کریم ﷺ نے اس کی تفسیر ان احادیث میں بیان فرمائی ہے پہلی حدیث جو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن جو آدمی غسل کرے اور بدن کی صفائی کرے۔ پھر خوشبو لگائے یا تیل لگائے پھر جمعہ کے لئے نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان جدائی نہ کرے پھر نماز سنتیں تحیۃ المسجد پڑھے اور جب امام خطبہ دے تو یہ خاموش رہے تو دوسرے جمعہ تک کے اس کے گناہ

معاف ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری حدیث جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا بھی یہی مضمون ہے۔ مگر اس میں اتنا اضافہ ہے کہ اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک اور تین دن سے زیادہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور تیسری حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں وہی مضمون ہے مگر اس میں غسل کے بجائے وضو کا ذکر ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی مرضی ہے چاہے غسل کرے یا وضو کرے۔

اور چوتھی حدیث بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوتے ہیں اور جمعہ کے لئے پہلے آنے والے کو پہلے لکھتے ہیں اور پہلے آنے والے کی مثال ایسی ہے کہ اس نے اونٹ کی قربانی کی۔ پھر اسی طرح جس نے گائے قربان کی ہو۔ پھر بکرا۔ پھر مرغی۔ پھر انڈا۔ پھر جب امام نکلتا ہے تو وہ صحیفے لپیٹ لیتے ہیں۔ پھر وہ ذکر سنتے ہیں اور پانچویں حدیث بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں فرمایا ہے کہ جب جمعہ کے دن امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت خود بھی خاموش رہنا ہے اور دوسرے کو خاموشی کا کہ بھی نہیں سکتا۔ اگر کہے گا تو یہ بات لغو ہوگی اس کا ثواب نہیں ہے اور چھٹی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اسکا مقصد یہ ہے کہ جمعہ کے دن ایک آدمی جہاں بیٹھا ہوا ہو تو بعد میں آنے والے اسے وہاں سے نہ ہٹائیں۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہے اور جگہ کھولو۔ اور ساتویں حدیث حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں مضمون سابق ہی ہے البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔ اور آٹھویں حدیث حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں فرمایا ہے کہ جو آدمی جمعہ کے دن خود بھی غسل

کر ۔ اور اپنی بیوی کو بھی غسل کرائے۔ اور سویر جائے اور پیدل جائے امام کے قریب ہو کر بیٹھے خطبہ سنے تو اس کو ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور قیام کا ثواب ملتا ہے۔

اور نویں حدیث میں فرمایا ہے کہ آدمی کے پاس دو جوڑے کپڑے ہیں چاہیے ایک محنت کے لئے ایک جمعہ کے لئے اور دسویں حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ خطبہ کے وقت حاضر ہو جایا کرو اور امام کے قریب ہوا کرو اگر امام سے دور رہو گے تو قیامت میں جنت میں تاخیر سے داخلہ ہوگا۔ اور گیارھویں حدیث میں جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنے کی سزا بیان فرمائی ہے کہ ایسے آدمی کو دوزخ کے اوپر پل بنایا جائے گا۔ اور بارھویں حدیث میں آدمی کو خطبہ سننے کی حالت میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور تیرھویں حدیث میں اگر انسان کو خطبہ سننے کی حالت میں نیند آجائے تو اسکا علاج بتلایا ہے کہ آدمی جگہ بدل لے اور چودھویں حدیث میں ایک آدمی کو اٹھا کر اسکی جگہ بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور پندرھویں حدیث میں فرمایا ہے کہ جمعہ میں تین قسم کے آدمی آتے ہیں بعض لغو کام کے لئے تو انکا وہی حصہ ہوتا ہے۔ اور بعض دعا کے لئے آتے ہیں تو اللہ تعالی کی مرضی ہے کہ انہیں دے یا نہ دے۔ اور بعض خاموشی کے ساتھ آتے ہیں گردنیں نہیں پھلانگتے کسی کو تکلیف نہیں دیتے انکی حاضری آنے والے جمعہ تک اور تین دن زیادہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے او سولھویں حدیث میں فرمایا کہ جو آدمی جمعہ کے خطبہ میں باتیں کرے وہ گدھے جیسا ہے اور جو اس کو چپ کرائے اس کو جمعہ کا ثواب نہیں ہوتا۔ سترھویں اور اٹھارویں حدیثوں کا مضمون سابق ہی ہے۔

پس ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے آنے والے کا بدن اور لباس صاف ہونا چاہئے۔ سویرے سویرے آئیں سنتیں پڑھ کر امام کے قریب بیٹھیں۔ خطبہ جمعہ سنیں۔ اس خطبہ کے دوران سنتیں پڑھنے باہم گفتگو کرنے یا کسی کو روکنے کی اجازت نہیں ہے۔ جہاں جگہ مل جائے بیٹھیں۔ دوسروں کی گردنیں پھلانگنے کی کوشش نہ کریں۔ بیٹھے ہوئے آدمی کو دوسروں کے لئے جگہ کھلی چھوڑنا چاہیے۔ اور سب کو ہمہ تن متوجہ ہوکر خطبہ سننا چاہئے لغو حرکت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اور اگر کوئی بڑے سے بڑا آدمی آجائے تو اسکو بھی جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھے۔ اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ پہلے سے بیٹھے ہوئے کو اٹھا کر خود اسکی جگہ بیٹھے۔ بہرحال یہ احادیث بھی قرآن مجید کی سورہ الجمعہ کی اس آیت کی تفسیر ہے لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے یہ کیسے اور کہاں سے معلوم کیا کہ نماز جمعہ کے لئے آنے والوں کے لئے یہ شروط ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل سے عرض کر آئے ہیں کہ ہر نماز کے لئے کپڑے اور بدن پاک صاف شرط ہے۔ اور جمعہ کا یہ اجتماع تو مسلمانوں کا اتنا بڑا عظیم اجتماع ہوگا اس کے لئے تو بطریق اولی یہ شرطیں ہونی چاہئیں۔ اور باقی جو شرائط ہیں یہ روح نماز ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان باہم مل جل کر اخوت اور محبت کا مظاہرہ کریں۔ اور اگر اسکے خلاف کریں گے تو اس اجتماع کا مقصد فوت ہوجائے گا۔ اور یہ مفہوم لفظ جمعہ سے خود بخود معلوم ہورہا ہے۔

خطبہ جمعہ اور اس کی نماز کا وقت

( ) عن انس النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الجمعہ حین تمیل الشمس رواہ البخاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز جمعہ اس وقت ادا فرماتے جب سورج ڈھل جاتا۔

( ) وعن سھل ابن سعد قال ما کنا نقیل ولا نتغدی الا بعد الجمعہ۔ متفق علیہ۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم جمعہ کی نماز کے بعد کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے (جمعہ تک کا کھانا اور سونا موقوف رکھتے۔ (اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

( ) وعن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اذا اشتد البرد بکر بالصلوہ واذا اشتد الحر ابرد بالصلوہ یعنی الجمعہ۔ رواہ البخاری۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کی نماز سخت سردیوں میں ذرا جلدی پڑھتے اور سخت گرمیوں میں ذرا دیر سے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

( ) وعن السآئب بن یزید قال کان الندآء یوم الجمعہ اولہ اذا جلس الامام علی المنبر علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر فلما کان عثمان وکثر الناس زاد الندآء الثالث علی الزورآء۔ رواہ البخاری

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمعہ کی اول اذان اس وقت ہوتی جب امام خطبہ کے لئے ممبر پر بیٹھتا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جبکہ لوگوں کی کثرت ہوگئی۔ تو زوراء کے اوپر تیسری اذان زیادہ کی گئی (تیسری اذان سے مراد اذان اول ہی ہے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے ۔ا۔ زوراء بازار مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے ۱۲ مصحح

ف۔ یہ اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقرر کی وہ بھی سنت ہوئی بدعت نہیں۔ اس لئے کہ فعل خلفائے راشدین کا بھی سنت ہے ۱۲ ح مصحح عفی عنہ

وعن جابر بن سمرة قال كانت للنبى صلى الله عليه وسلم خطبتان يجلس بينهما يقرا القرآن ويذكر الناس فكانت صلوته قصد"اوخطبته قصد"ا۔ رواه مسلم

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے۔ ان دونوں کے درمیان بیٹھتے قرآن پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ دونوں اوسط درجہ کے ہوتے۔

(نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ قصیر) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن عمار قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان طول صلوه الرجل وقصر خطبته مئنه من فقهه فاطيلوا الصلوه واقصروا الخطبه وان من البيان سحر"ا رواه مسلم

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا

کہ تحقیق آدمی کا نماز کو طویل کرنا اور خطبہ کو کوتاہ کرنا اس کی دانائی کی علامت ہے پس نماز کو دراز کرو اور خطبہ کو مختصر اس لئے کہ تحقیق بعض بیان سحر ہوتا ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(۰) وعن جابر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب احمرت عیناہ وعلا صوته واشتد غضبه حتی کانه منذر جیش یقول صبحکم ومساکم ویقول بعثت انا والساعه کهاتین ویقرن بین اصبعیه السبابه والوسطی۔ رواہ مسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ ہوجاتیں آواز بلند ہوجاتی اور سخت غصہ میں ہوتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر کو ڈرا رہے ہیں۔ کہ کوئی کہنے والا کہتا ہو کہ وہ ڈرانے والا صبح کو لوٹے گا تم کو لشکر اور شام کو لوٹے گا تم کو نیز فرماتے کہ میں قیامت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں ان دونوں کی مانند اپنی دو انگلیوں کو ملاتے یعنی شہادت کی انگلی کو اور بیچ کی انگلی کو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(۱) وعن یعلی بن امیه قال سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم یقرا علی المنبر ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک۔ متفق علیه

یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے منبر پر کہتے ہوئے سنا ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

(۲) وعن ام هشام بنت حارثه بن النعمان قالت ما اخذت ق والقرآن مجید الا عن لسان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقرء

ھا کل جمعه علی المنبر اذا خطب الناس۔ رواه مسلم

ام ھشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے سورہ ق والقرآن مجید آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے سیکھی ہے کہ جب آپ ﷺ منبر پر لوگوں کو خطبہ دیتے ہر جمعہ کو تو یہی سورہ پڑھتے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۔ صحابیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا ۱۲

عن عمرو بن حریث ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم خطب وعلیه عمامه سودآء قد ارخی طرفیها بین کتفیه یوم الجمعه۔ رواه مسلم

عمرو بن حریث ﷺ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا حضور ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ پگڑی تھی اس کے دونوں سرے اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۔ صحابی قرشی در وقت وفات سرور عالم ﷺ دوازدہ سالہ بود ۱۲ (اشعۃ اللمعات) منہ

(حاشیہ) ف۔ حدیث ضعیف (جس پر فضائل اعمال میں عمل کرنا درست ہے۔ (عامہ محدثین) میں آیا ہے کہ عمامہ (پگڑی) سے نماز پڑھنی بہتر ہے ستر نمازوں سے کہ بغیر عمامہ کے ہوں ضیاء القلوب نے لباس المحبوب کہا طیبی نے کہ اس حدیث سے یہ نکلا کہ زینت کا کپڑا پہننا دن جمعہ کے اور عمامہ سیاہ باندھنا اور لٹکانا دونوں سروں پگڑی کا درمیان مونڈھوں کے سنت ہے انتہی اور میرک نے کہا کہ یہ خطبہ حضرت کے مرض موت (انتقال) میں تھا دوسری حدیث میں آیا ہے کہ احب الثیاب الی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ثوب الابیض رسول اکرم ﷺ کو سب سے پیارا لباس سفید کپڑا تھا دوسری حدیث کتاب اللباس میں بحوالہ ترمذی نسائی و ابن ماجہ واحمد آئے گی البسو الثیاب البیض فانھا اطھر واطیب وکفنوا فیھا موتاکم سفید کپڑے پہنو وہ پاکیزہ اور طیب ہیں اور سفید کپڑے کا مردوں کو کفن دو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ضیاء القلوب میں فرماتے ہیں در سن دستار سنت آنست کہ سفید باشد بے آمیزش رنگ دیگر و دستار مبارک آنحضرت ﷺ اکثر اوقات سفید بودو گاہے دستار سیاہ واحیانا سبز بعضے گفتہ اند درووقت جنگ و غزا برسر مبارک آنحضرت ﷺ دستار سیاہ بودو بعضے گفتہ کہ از سبب مغفر یعنی خود رنگ دستار مبارک سیاہ تیرہ شد بودو والا آں دستار مبارک سپید بود۔ یعنی سنت یہ ہے کہ پگڑی خالص سفید ہو۔ رسول اکرم ﷺ کی دستار مبارک بسا اوقات سفید تھی جنگ کے موقعہ پر سیاہ پہنی۔ بعض فقہا نے فرمایا کہ پگڑی سفید تھی مگر خود سے سیاہ ہوگئی تھی۔ فافہم۔
عبدالعزیز مصحح

( ) وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یخطب اذا جآء احدکم یوم الجمعہ والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولیتجوز فیھما۔ رواہ مسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ دیتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ دو ہلکی رکعتیں پڑھ لے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف۔ شافعیہ کے نزدیک اس سے مراد تحتیہ الوضو ہے اور وہ غیر خطبہ میں واجب نہیں چہ جائیکہ خطبہ میں لہذا حنفیہ کے نزدیک لا صلوہ ولا کلام نہ کوئی

نماز ہے نہ کلام نہیں پڑھنی چاہیے ۱۲ مصحح

( ) عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک رکعت" من الصلوہ مع الامام فقد ادرک الصلوہ۔ متفق علیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی یعنی اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا۔

اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب خطبتین کان یجلس انا صعد المنبر حتی یفرغ اراہ الموذن ثم یقوم فیخطب ثم یجلس ولا یتکلم ثم یقوم فیخطب۔ رواہ ابوداؤد

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر رونق افروز ہوتے تو وہ خطبے دیتے یہاں تک کہ فارغ ہوتا میں گمان کرتا ہوں یہاں تک کہ فارغ ہوتا موذن پھر اٹھتے خطبہ پڑھتے (درمیان میں) بیٹھتے کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے۔

اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن عبداللہ بن مسعود قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ستوی علی المنبر استقبلناہ بوجوھنا۔ رواہ الترمذی وقال ھنا حدیث لا نعرفہ الا من حدیث محمد بن الفضل وھو ضعیف ذاھب الحدیث۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر رونق افروز ہوتے تو ہم اپنے چہروں کو آپؐ کی طرف کر لیا کرتے۔ اس کو

ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم اس حدیث کو صرف محمد بن فضل کے واسطہ سے جانتے ہیں۔ اور وہ ضعیف ہے اور حدیث کو بھلا دینے والا۔

عن جابر بن سمرة قال كان النبی صلی اللہ علیه وسلم یخطب قآئما" ثم یجلس ثم یقوم فیخطب قآئما" فمن نباک انه کان یخطب جالسا" فقد کذب فقد واللہ صلیت معه اکثر من الفی صلوة۔ رواه مسلم

جابر بن سمرۃ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے پھر درمیان میں بیٹھتے اور پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پس جو شخص تجھ کو یہ خبر دے کہ آپ ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے تو وہ شخص جھوٹا ہے قسم ہے خدا کی میں نے دو ہزار نمازوں سے نمازیں آپ کے ساتھ پڑھی ہیں۔ (ان میں حضور ﷺ کا وہی عمل دیکھا کہ اوپر مذکور ہوا) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن کعب بن عجرة انه دخل المسجد وعبدالرحمن بن ام الحکم یخطب قاعد"ا فقال انظروا الی هذا الخبیث یخطب قاعدا" وقال اللہ تعالی واذا راو تجاره" او لهوان انفضو الیها وترکوک قآئما۔ رواه مسلم

کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور عبدالرحمن بن ام الحکم بیٹھے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے۔ ابن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دیکھو یہ خبیث بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا ہے۔ حالانکہ اللہ کا ارشاد ہے "اور جس وقت کہ دیکھتے ہیں تجارت یا کھیل کود تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ اور تجھے کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے

وعن عمارة بن رویبه انه رای بشربن مروان علی المنبر رافعا" یدیه فقال قبح اللہ ھاتین الیدین لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما یزید علی ان یقول بیده ھکذا واشار باصبعه المسبحه رواه مسلم

عمارۃ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے منبر پر بشر بن مروان کو دیکھا کہ وہ خطبہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے انہوں نے کہا ان دونوں ہاتھوں کو اللہ برا کرے۔ البتہ تحقیق میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس پر آپ کچھ زیادہ نہ کرتے تھے کہ اشارہ کریں اپنے ہاتھ سے اس طرح اور عمارہ نے اشارہ کیا اپنی شہادت کی انگلی سے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن جابر قال لما استوی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوم الجمعه علی المنبر قال اجلسو فسمع ذالک ابن مسعود فجلس علی باب المسجد فراه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال تعالی یا عبداللہ بن مسعود۔ رواه ابوداؤد۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس حکم کو سنا تو اسی وقت مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے (یہ تھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی تابعداری اور اطاعت امر کہ فی الفور حکم سنتے ہی بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کو دیکھا تو فرمایا۔ اے عبداللہ بن مسعود یہاں آجاؤ۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی ھریره قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من ادرک من الجمعه رکعه فلیصل الیھا اخری ومن فاتته الرکعتان

فلیصل اربعا" او قال الظہر رواہ الدار قطنی

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص نے جمعہ کی ایک رکعت پالی اسے چاہیے کہ اس کے ساتھ دوسری بھی پڑھ لے (اس کو جمعہ مل گیا) اور جس کی دونوں رکعتیں جاتی رہیں تو اسے چاہیے کہ چار رکعتیں پڑھے یا فرمایا کہ ظہر کی نماز پڑھے اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں انیس احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ بھی قرآن مجید کی اس آیت یا ایہا الذین امنو اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعہ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروالبیع کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اتنا تو فرمایا ہے کہ اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے سعی کرو مگر یہ نہیں بتایا کہ اذان کس وقت دی جائے۔ ذکر اللہ سے کیا مراد ہے اور نماز سے مراد کونسی نماز ہے۔ پس ان احادیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے اسکی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ پہلی حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔ اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ آیت میں جو ذکراللہ کا جملہ آیا ہے اس سے مراد نماز ہے۔ کیونکہ نماز میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور دوسرا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اس نماز کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے۔ اور دوسری حدیث جو سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں یہ بتایا ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) دوپہر کا کھانا

اور آرام نماز کے بعد کیا کرتے تھے۔ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کی نماز اول وقت میں پڑھتے تھے۔ اور تیسری حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ موسم سرما میں نماز جمعہ جلدی پڑھتے تھے اور گرما میں تاخیر سے پڑھتے تھے اور چوتھی حدیث جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں جمعہ کی آذان کا وقت بتایا ہے کہ جمعہ کی آذان اس وقت دی جائے جب امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھے کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آذان اسی وقت دی جاتی تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تیسری آذان کا اضافہ لوگوں کی کثرت اور شہر کے وسیع ہونے کی وجہ سے ہوا تھا۔ اور پانچویں حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں دو چیزوں کا بیان ہے ۔ ایک یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن دو خطبے دیتے تھے اور ان دو خطبوں کے درمیان آپ ﷺ بیٹھتے تھے۔ اور خطبوں میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے اور خطبہ اور نماز مختصر پڑھتے تھے اور دوسرا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آیت میں جو ذکر اللہ کا لفظ آیا ہے اس سے مراد خطبہ بھی ہے۔ اور چھٹی حدیث حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں مضمون سابق ہی ہے البتہ اس میں اتنا فرمایا ہے نماز لمبی کرنا اور خطبہ مختصر کرنا دانائی ہے کیونکہ بعض بیان جادو اثر ہوتے ہیں۔ اور ساتویں حدیث میں انداز خطبہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ جب خطبہ جمعہ دیتے تھے تو بڑے جوش کے ساتھ خطبہ دیتے تھے جس طرح کسی لشکر کو ڈرایا جاتا ہے چہرہ سرخ اور آواز بلند ہوجاتی تھی اور زیادہ تر لوگوں کو قیامت سے ڈراتے تھے۔ اور اپنی انگشت شہادہ اور درمیانی انگلی ملا کر فرماتے تھے کہ میری اور قیامت کی

مثال ایسی ہے جیسے یہ دو انگلیاں (یعنی قیامت قریب ہے)۔ آٹھویں اور نویں حدیثوں کا مقصد بھی مضمون سابق کی طرح ہے کہ آپ ﷺ دوران خطبہ قرآن مجید سے ہی لوگوں کو وعظ فرماتے تھے اور اکثر سورہ ق تلاوت فرماتے تھے۔ دسویں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ خطبہ دیتے وقت کالی پگڑی باندھتے تھے۔ اور اسکے دونوں کونے مونڈھوں کے درمیان چھوڑ دیتے تھے۔ گیارھویں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت اگر کوئی آدمی آئے تو اسکو دو رکعات تحیۃ الوضو پڑھ لینا چاہیئے اور بارہویں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر آدمی کو امام کے ساتھ ایک رکعت مل جائے تو اس کو جمعہ کا ثواب مل جاتا ہے۔ اور تیرہویں حدیث کا مضمون سابق ہی ہے۔

اور چودھویں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ امام جب منبر پر بیٹھے تو لوگوں کو اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اسی طرح کرتے تھے اور پندرھویں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ امام کو کھڑے ہوکر خطبہ دینا چاہیئے اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا چاہیئے۔ اور سولھویں حدیث کا مقصد بھی یہی ہے کہ خطبہ جمعہ کھڑے ہوکر دینا چاہیئے۔ اور سترھویں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ خطبہ کے دوران اشارہ صرف انگشت شہادت سے ہونا چاہیئے اور اٹھارھویں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ دوران خطبہ لوگوں کو کھڑا نہیں ہونا چاہیئے۔ بیٹھ جانا چاہیئے۔ اور انیسویں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جس آدمی سے جمعہ کی ایک رکعت فوت ہوجائے اور ایک پائے تو اسے ایک اور ملالینی چاہیئے۔ اور اگر دونوں فوت ہوجائیں تو پھر اس کو ظہر کی چار رکعات پڑھنی چاہئیں اور

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جمعہ کی دو رکعات فرض ہیں۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے جمعہ کی ان دو رکعات کی فرضیت خطبہ کا طریقہ اور وقت کا تعین کہاں سے اور کیسے معلوم کیا تھا اور اسی طرح باقی تفصیلات کو کیسے معلوم کیا؟۔

پس اس کا جواب یہ ہے کہ نمازوں کی رکعات کی تعداد۔ انکی فرضیت اور اوقات کا تعین پہلے قرآن وسنت کی روشنی میں ہم تفصیلاً عرض کرچکے ہیں اب دوبارہ انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اپنے اپنے ابواب میں انہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ البتہ یہاں اتنا عرض کرنا ہے کہ جمعہ کا وقت وقت ظہر ہی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ جمعہ سے مراد انسانوں کا اجتماع ہے جس میں تمام طبقات کے لوگ دور دراز سے آکر بھی شریک ہوسکیں۔ اور یہ اجتماع ختم ہونے کے بعد اپنے اپنے گھروں تک پہنچ سکیں۔ پس ظاہر بات ہے کہ اس اجتماع کے لئے فجر کا وقت مناسب نہیں۔ اور اسی طرح عصر۔ مغرب۔ اور عشا کا بھی مناسب نہیں۔ اس کے لئے صرف ظہر کا وقت ہی مناسب ہوسکتا ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے وحی خفی سے جمعہ کے لئے یہ وقت متعین فرمایا۔ اور تعداد رکعات کی تفصیل بھی پہلے بیان ہوچکی ہے کہ دو رکعات سے کم نماز نہیں ہے۔ اور اس جمعہ کا وقت چونکہ ظہر کا ہی وقت ہے اور ظہر کی چار رکعات کی جگہ ادا کیا جاتا ہے۔ لہذا پہلی دو رکعات کی جگہ دو رکعات جمعہ اور دوسری جگہ خطبہ رکھا گیا ہے۔

نماز جمعہ سے پہلے چار اور بعد میں چھ سنتیں ہیں

عن عبداللہ بن مسعود انہ کان یصلی قبل الجمعہ اربعا و بعدھا

اربعا وروی عن علی بن ابی طالب انه امر ان یصلی بعد الجمعه رکعتین ثم اربعا (ترمذی ابواب الجمعه)

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ سے پہلے چار رکعات اور بعد میں بھی چار رکعات پڑھتے تھے اور حضرت علی بن ابی طالب ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ جمعہ کے بعد دو رکعات اور پھر چار رکعات پڑھیں۔

نماز خوف پڑھنے اور پڑھانے کا طریقہ

واذا کنت فیهم فاقمت لهم الصلوة فلتقم طائفه منهم معک ولیاخذوا اسلحتهم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفه اخری لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرهم واسلحتهم ودالذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میله واحدة ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر او کنتم مرضی ان تضعوا اسلحتکم وخذوا حذرکم ان اللّٰه اعد للکفرین عذابا مهینا○فاذا قضیت الصلوة فاذکروا اللّٰه قیٰماً وقعوداً وعلی جنوبکم فاذا اطمانتم فاقیموا الصلوه ان الصلوه کانت علی المومنین کتباً موقوتاً

اے نبی جب تو مسلمانوں میں موجود ہو اور انہیں نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو چاہئے کہ ان میں سے ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لیں پھر جب یہ سجدہ کریں تو تیرے پیچھے سے ہٹ جائیں اور دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہیں پڑھی وہ تیرے ساتھ نماز پڑھے

اور وہ بھی اپنے بچاؤ اور ہتھیار ساتھ رکھیں ۔ کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور اسباب سے بے خبر ہو جاؤ تاکہ تم پر یک بارگی ٹوٹ پڑیں اور اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو یا بیمار ہو تو ہتھیار رکھ دینے میں کوئی مذائقہ نہیں اور (تب بھی) اپنا بچاؤ ساتھ رکھو بے شک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہونے کی حالت میں یاد کرو پھر جب تمہیں اطمینان ہو جائے تو پوری نماز پڑھو بے شک نماز اپنے مقرر وقتوں میں مسلمانوں پر فرض ہیں۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں سورۃ النساء کی ایک سو دو اور ایک سو تین آیتیں نقل کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی آیت ایک سو دو ہے۔ اس میں نماز خوف پڑھنے اور پڑھانے کا طریقہ بیان فرمایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے جناب نبی اکرم ﷺ کو نمازیوں کی دو جماعتیں بنانے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب آپ انہیں نماز پڑھانا چاہیں تو ایک جماعت اپنے ساتھ کھڑی کریں اور یہ جماعت مسلح ہونی چاہیئے۔ جب یہ سجدہ کریں تو پیچھے چلے جائیں۔ وہ جماعت آئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ آپکے ساتھ نماز پڑھیں۔ اور یہ بھی مسلح ہونے چاہئیں اور یہ ہر وقت مسلح رہنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ کافر تم پر کیا حملہ کرنا چاہتے ہیں اور آگے فرمایا ہے کہ اگر بارش ہو تو اسلحہ اتار سکتے ہو مگر اپنے بچاؤ کا سامان پھر بھی ساتھ رہنا چاہئے اور آخر میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے رسواکن عذاب تیار کیا ہوا ہے۔ اور آیت ایک سو تین میں فرمایا ہے کہ تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو ہر حالت میں اللہ

تعالیٰ کا ذکر جاری رکھو اور جب دشمن کا خوف دور ہو جائے تو پھر نماز پوری پڑھو۔ مگر یہ آیتیں مجمل ہیں تفصیل احادیث میں آرہی ہے اور ان میں نماز خوف کے مختلف طریقے آئے ہیں۔

عن سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ قال غزوت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل نجد فوازینا العدو فصافقالھم فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی لنا فقامت طآئفہ معہ واقبلت طآئفہ علی العدو ورکع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمن معہ وسجد سجدتین ثم انصرفوا مکان الطآئفہ التی لم تصل فجآؤا فرکع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھم رکعہ وسجد سجدتین ثم سلم فقام کل واحد منھم فرکع لنفسہ رکعہ وسجد سجدتین وروی نافع نحوہ وزاد فان کان خوف ھو اشد من ذالک صلوا رجالاً قیاماً علی اقدامھم او رکباناً مستقبلی القبلہ او غیر مستقبلیھا قال نافع لا اری ابن عمر ذکر ذالک الا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری۔

سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کیا ہم نے دشمن کا مقابلہ کیا۔ ہم نے صف باندھی ان کے لئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے' پس ایک جماعت آپؐ کے ہمراہ (نماز پڑھنے کے لئے) کھڑی ہو گئی اور ایک دشمن کے مقابلہ میں متوجہ رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اس جماعت کے ساتھ جو آپ کی اقتداء کر رہی تھی اور پھر دو سجدے کئے' پھر یہ لوگ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ ایک رکعت پڑھی تھی' اس جماعت کی جگہ آگئی جو

دشمن کے مقابلہ میں تھی' اور جنہوں نے نماز نہ پڑھی تھی وہ آئے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ رکوع کیا' ایک رکعت پڑھی اور دو سجدے کئے پھر آپؐ نے سلام پھیرا (مقتدی) سب کھڑے ہوگئے اور انہوں نے بطور خود ایک رکعت پڑھی رکوع کیا اور دو سجدے کئے' اور نافع نے اسی کی مانند ایک اور روایت کی ہے اور اس میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ اگر دشمن کا خوف زیادہ ہو (مثلاً" حملہ ہو رہا ہو اور جماعت کی صف نہ باندھی جا سکتی ہو) تو پیادہ یا اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے نماز پڑھ لو یا سواری پر ہی قبلہ رخ ہو کر یا کسی اور سمت ۔ نافع کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ عمرؓ نے یہ بات کہی ہو۔ مگر رسول خدا ﷺ سے سن کر' اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن یزید بن رومان عن صالح بن خوات عمن صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم ذات الرقاع صلوہ الخوف ان طآئفہ صفت معہ وطآئفہ وجاہ العد و فصلی بالتی معہ رکعہ ثم ثبت قائماً" و اتموا لانفسھم ثم انصرفوا فصفوا وجاہ العلو وجائت الطائفہ الاخری فصلی باھم الرکعہ التی بقیت من صلوتہ ثم ثبت جالساً" و اتموا لانفسھم ثم سلم بھم متفق علیہ واخرج البخاری بطریق اخر عن القاسم عن صالح بن خوات عن سھل بن ابی حثمہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یزید بن رومان سے روایت ہے انہوں نقل کی صالح بن خوات سے اور انہوں نے نقل کی اس شخص سے جس نے ذات الرقاع کے دن رسول مقبول ﷺ کے ہمراہ نماز پڑھی تھی' کہ نماز خوف یہ ہے کہ تحقیق ایک جماعت نے صف باندھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ایک جماعت

دشمن کے مقابل رہی۔ جو جماعت آپؐ کے ساتھ تھی اس نے ایک رکعت حضور ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ حضور ﷺ اپنی جگہ قائم رہے (یعنی ان کو ایک رکعت پڑھا کر کھڑے رہے) اور اس جماعت نے بطور خود نماز پوری کی' پھر یہ دشمن کے مقابل آگئے اور وہ دوسری جماعت آکر آپؐ کے ساتھ جماعت میں شریک ہوگئی' حضور ﷺ کے ساتھ ایک رکعت ادا کی جو آپ کی نماز میں سے باقی رہ گئی تھی (اس گروہ کے دوسری رکعت سے فارغ ہونے تک) آپ ﷺ بیٹھے رہے اور انہوں نے بطور ایک رکعت پوری کی تب آپؐ نے سب کے ساتھ سلام پھیرا۔ متفق علیہ بخاری نے اس روایت کو ایک اور طریق سے بھی بیان کیا ہے' قاسم سے اور انہوں نے نقل کی صالح بن خوات سے ان نے نقل کی سہل بن ابی حثمہ سے اور اس نے نقل کی آنحضرت ﷺ سے

عن جابر قال اقبلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اذا کنا بذات الرقاع قال کنا اذا اتینا علی شجرہ ظلیلہ ترکناھا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فجآء رجل من المشرکین وسیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلق بشجرہ فاخذ سیف نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخترطہ فقال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتخافنی قال لا قال فمن یمنعک منی قال اللہ یمنعنی منک قال فتھددہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنعمد السیف وعلقہ قال فنودی بالصلوہ فصلی بطآئفہ رکعتین ثم تاخروا وصلی بالطآئفہ الاخری رکعتین قال فکانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع رکعات و للقوم رکعتان متفق

علیہ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ذات الرقاع میں پہونچے جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم کسی سایہ دار درخت کے پاس سے گذرتے تو ہم اس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑ دیتے فرماتے ہیں۔ کہ مشرکین میں سے ایک شخص آیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت میں لٹکی ہوئی تھی۔ اس نے آپؐ کی تلوار لے لی اس کو میان سے کھینچا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ آپؐ نے فرمایا نہیں اس نے کہا۔ اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا۔

فرمایا' اللہ مجھ کو تجھ سے بچائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو ڈرایا۔ اس نے تلوار میان میں ڈالی اور اس کو لٹکادیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اتنے میں نماز کے لئے اذان کہی گئی۔ سو آپؐ نے ایک جماعت کے ہمراہ دو رکعتیں نماز پڑھی پھر وہ جماعت ہٹ گئی۔ اور دوسری جماعت نے آکر دو رکعتیں پڑھیں جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئیں اور لوگوں کے لئے دو دو رکعتیں (نماز خوف کے باب میں مختلف روایتیں ہیں) اور ان روایتوں میں جتنی بھی صورتیں ہیں سب جائز ہیں) اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

و عنہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوہ الخوف فصففنا خلفہ صفین و العدو بیننا وبین القبلہ فکبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و کبرنا جمیعا" ثم رفع راسہ من الرکوع ورفعنا جمیعا" ثم انحدر بالسجود والصف الذی یلیہ وقام الصف المونخر فی نحز العدو فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم السجود و قام الصف الذی یلیہ الحدر الصف المونخر

بالسجود۔ ثم قاموا ثم تقدم الصف المؤخر وتاخر المقدم ثم رکع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورکعنا جمیعا" ثم رفع راسہ من الرکوع ورفعنا جمیعا" ثم انحدر بالسجود والصف الذی یلیہ الذی کان مؤخرا" فی الرکعتہ الاولی وقام الصف المؤخر فی نحو العدو فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم السجود والصف الذی یلیہ انحدر الصف المؤخر بالسجود فسجدوا ثم سلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسلمنا جمیعا"۔ رواہ مسلم

اور انہی سے روایت ہے کہ ہمیں آنحضرت ﷺ نے نماز خوف پڑھائی۔ سو ہم نے آپؐ کے پیچھے دو صفیں باندھ لیں اور دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھے۔ نبی ﷺ نے تکبیر کہی اور ہم نے بھی کہی اکٹھی (یعنی دونوں صفوں نے) پھر آپؐ نے رکوع کیا اور ہم سب نے بھی رکوع کیا' پھر آپؐ نے بھی رکوع سے سر اٹھایا اور ہم نے بھی۔ پھر آپؐ سجدہ میں جھکے' اس صف کے ساتھ جو آپؐ کے ہمراہ تھی اور پچھلی صف کھڑی رہی دشمن کے مقابل جب نبی ﷺ سجدہ کر چکے تو وہ صف جو آپؐ کے قریب تھی وہ آخر صف کے ساتھ سجدہ کے لئے جھکی' آخر صف کے لوگ کھڑے ہوئے' پھر آخری صف آگے بڑھی اور پہلی صف پیچھے ہٹی' پھر رکوع کیا نبی ﷺ نے اور ہم سب نے بھی رکوع کیا' پھر آپؐ نے رکوع سے سر اٹھایا اور ہم نے بھی اٹھایا پھر سجدہ کے لئے جھکے اور وہ صف بھی جھکی جو آپؐ کے نزدیک ہو گئی تھی کہ وہ پہلی رکعت میں پیچھے تھے اور پچھلی صف دشمن کے مقابل کھڑی رہی (یعنی جو پہلی رکعت میں آگے تھی) جب نبی کریم ﷺ سجدہ کر چکے اور اس صف کے ساتھ جو آنحضرت ﷺ کے نزدیک تھی صف سجدہ کے لئے جھکی پھر سجدہ کیا' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا۔ اور ہم

سب نے بھی سلام پھیرا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بالناس صلوہ الظھر فی الخوف ببطن نخل فصلی بطائفہ رکعتین ثم سلم ثم جاء طائفہ اخری فصلی بھم رکعتین ثم سلم۔ رواہ فی شرح السنہ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطن نخلہ میں خوف کی حالت میں لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی سو آپؐ نے ایک جماعت کو دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیرا۔ پھر دوسری جماعت آئی۔ اس کو بھی دو رکعتیں پڑھائیں ۔ اور سلام پھیرا۔ اس کو شرح السنہ میں روایت کیا ہے۔

وعن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل بین ضجنان و عسفان فقال المشرکون لھؤلاء صلوہ ھی احب الیھم من آبائھم و ابنائھم وھی العصر فاجمعوا امرکم فتمیلوا علیھم میلہ واحدہ" و ان جبریل اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرہ ان یقسم اصحابہ شطرین فیصلی بھم و تقوم طائفہ اخرا ور آئھم ولیاخذوا حذرھم و اسلحتھم فتکون لھم رکعہ و لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتان رواہ الترمذی والنسائی۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ضجنان اور عسفان کے درمیان اترے (ضجنان مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے اور عسفان مکہ سے دو منزل پر ایک جگہ کا نام ہے) مشرکوں نے کہا کہ مسلمانوں کی ایک نماز ایسی ہے۔ جو ان کو ان کے باپوں اور بیٹیوں سے بھی زیادہ پیاری ہے اور وہ عصر کی نماز ہے پس ایسے

موقعہ پر ان پر حملہ کی تیاری کرو۔ اور یکبارگی ان پر ٹوٹ پڑو (مشرکوں نے تو ادھر یہ قصد کیا اور ادھر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل علیہ السلام آئے اور حکم دیا کہ آپ اپنے اصحاب کی دو جماعتیں کر کے ان کو نماز پڑھائیں اور دوسری جماعت ان کے پیچھے کھڑی رہے اور چاہیے کہ اپنے بچاؤ کا خیال اور اپنے ہتھیار سنبھالے رہیں۔ اس طرح ان کے لئے ایک ایک رکعت ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو رکعتیں۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

مشکوہ باب صلوہ الخوف

تشریح:۔ یہاں اس بحث میں چھ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ سب سورہ النساء کی آیت ایک سو دو کی تفسیر ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالی نے یہاں نبی اکرم ﷺ کو فرمایا ہے کہ (آپ جب ان کے لئے نماز قائم کریں تو ایک جماعت ان میں سے آپ کے ساتھ کھڑی ہو اور یہ جماعت مسلح ہونی چاہیئے۔ اور جب یہ سجدہ کرے تو پیچھے چلی جائے۔ اس میں رکوع کا ذکر نہیں ہے کہ کیا یہ رکوع کریں یا نہ کریں۔ اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ دوسری جماعت آئے اور وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ کس طرح پڑھے۔ کیونکہ ان سے ایک رکعت چھوٹی ہوئی ہے۔ بہرحال یہ آیت مجمل ہے۔ اور اگر اس کو اس طرح اپنے حال پر چھوڑا جائے تو ناقابل فہم ہے۔ کیونکہ اس میں نماز خوف کی کوئی واضح صورت بیان نہیں فرمائی۔ پس جناب نبی اکرم (ﷺ) نے مذکورہ بالا احادیث میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے مگر ان احادیث میں (نماز خوف کی مختلف صورتیں بیان فرمائی ہیں تو اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان ان میں سے جو بھی صورت اختیار کرے تو جائز ہے حرج نہیں ہے)

نماز خوف کی پہلی صورت

پہلی حدیث جو حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مسلمان سفر میں ہوں اور کفار سے مقابلہ ہو تو اس وقت امام مسلمانوں کی دو جماعتیں بنائے۔ ایک جماعت کو کفار کے مقابلہ میں کھڑا کرے۔ اور دوسری جماعت کو اپنے ساتھ نماز میں کھڑا کرلے اور ان کو ایک رکعت پوری پڑھائے جس میں وہ رکوع بھی کریں اور دو سجدے بھی کریں۔ تو پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلہ میں چلی جائے امام اپنی جگہ کھڑا رہے اور پھر دشمن کے سامنے جو دوسری جماعت تھی وہ آجائے اور امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں جس میں رکوع بھی کریں اور دو سجدے بھی اور پھر امام سلام پھیردے اور پھر وہ لوگ اٹھ کر اپنی باقی رکعت پوری کریں اوز پھر سلام پھیریں۔ کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غزوہ نجد میں ایسا ہی کیا تھا۔ اور اگر دشمن کی طرف سے یلغار ہو نماز کے لئے صف نہ باندھی جاسکتی ہو تو پیدل یا کھڑے کھڑے یا سوار ہوکر نماز پڑھیں قبلہ رخ ہوں یانہ ہوں کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی مروی ہے اور اس سے نماز باجماعت کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے۔

اور اس آیت اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ امام متنفل کے پیچھے فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اگر یہ جائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کو فرض نماز پڑھاتے اور دوسروں کے لئے آپ نفل کی نیت کرتے

نماز خوف کی دوسری صورت

نماز خوف کی دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمان سفر میں ہوں اور کفار کے ساتھ ان کا مقابلہ ہو تو امام مسلمانوں کی دو جماعتیں بنائے ایک کو کافروں کے مقابلہ میں کھڑا کرلے اور دوسری کو اپنے ساتھ کھڑا کروالے اور ان کو ایک رکعت پڑھائے جن میں ایک رکوع اور دو سجدے ہوں۔ اور پھر امام کھڑا رہے اور وہ لوگ اپنے طور پر اپنی بقیہ رکعت پوری کریں اور یہ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں۔ اور وہ دوسری جماعت آجائے اور وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں اور امام بیٹھا رہے اور وہ لوگ اٹھ کر اپنے طور پر ایک رکعت پوری کرلیں اور امام اب ان کے ساتھ سلام پھیرے۔ کیونکہ یہاں یزید بن ارمان سے جو روایت آئی ہے اس میں بتایا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا تھا۔

نماز خوف کی تیسری صورت

اگر چار رکعات پڑھانے کا موقعہ ہو تو امام پہلی جماعت کو دو رکعات پڑھائے اور دوسروں کو بھی دو پڑھائے۔ کیونکہ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) کی جو روایت ہے اس میں ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اور یہ غزوہ ذات الدفاع کا واقعہ ہے اور یہ اگرچہ سفر میں درپیش آیا تھا مگر یہ واقعہ ہجری ۵ ھ کا ہے۔ اور آیت قصر ہجر ۶ھ میں اتری ہے اس لئے نبی ﷺ خوف ہونے کی وجہ سے خود تو چار رکعات ہی پڑھی تھیں مگر صحابہ کو دو دو ہی پڑھائی تھیں۔ اور اگر امام مقیم ہو تو وہ لوگوں کو خوف کے موقعہ پر اسی طرح نماز پڑھائے۔

نماز خوف کی چوتھی صورت۔

نماز خوف کی چوتھی صورت یہ ہے کہ امام سارے مجاہدین کو اپنے پیچھے کھڑا کرے تکبیر بھی سارے مل کر کہیں اور رکوع بھی مل کر کریں۔ اور رکوع سے سر بھی سارے ایک ہی دفعہ اٹھائیں اور سجدہ کرتے وقت امام اور اس کے ساتھ والی صف سجدہ کریں۔ اور پچھلی صف والے دشمن کے مقابلہ میں کھڑے رہیں۔ اور جب امام اور پہلی صف والے سجدہ سے سر اٹھائیں تو پچھلی صف والے سجدہ کریں۔ اور جب وہ سجدہ سے سر اٹھائیں تو پچھلی صف والے آگے امام کے ساتھ چلے جائیں اور امام کے ساتھ والی صف پیچھے دشمن کے مقابلہ میں آجائے پھر امام کے ساتھ سارے مل کر رکوع کریں۔ اور جب رکوع سے اٹھیں تو امام اور اس کے ساتھ والے سجدہ کریں۔ اور بعد والے دشمن کے مقابلہ میں کھڑے رہیں۔ اور جب امام اور اس کے ساتھ والے سجدہ سے فارغ ہوں تو پھر پچھلی صف والے سجدہ کریں اور پھر امام سب کے ساتھ سلام پھیرے کیونکہ حضرت (جابر رضی اللہ عنہ) اس دوسری روایت میں ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا تھا جب دشمن ہمارے قبلہ کے درمیان تھا۔

نماز خوف کی پانچویں صورت

نماز خوف کی پانچویں صورت یہ ہے کہ امام دشمن کے مقابلہ میں مجاہدین کی دو جماعتیں بنائے۔ ایک جماعت کو دو رکعات پڑھائے۔ اور دوسری جماعت کو دوبارہ دو رکعات فرض یا نفل پڑھائے جیسا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بطن نخل میں اسی طرح کیا تھا۔

اور بطن نخل مسکر اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے اور آپ (ﷺ) نے جو یہ نماز پڑھائی تھی تو آپکی بعد والی دو رکعات یا فرض دوبار پڑھانے یا نفل پڑھانے پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

نماز خوف کی چھٹی صورت۔

نماز خوف کی چھٹی صورت یہ ہے کہ امام مجاہدین کی دو جماعتیں بنائے اور ہر جماعت کو ایک ایک رکعت پڑھائے۔ امام کی دو رکعتیں ہوجائیں گی اور نمازیوں کی صرف ایک ایک رکعت۔ کیونکہ جناب کریم (ﷺ) حدیبیہ میں ایسا کیا تھا۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ نماز خوف کی یہ چھ صورتیں سورہ النساء کی ایک سو دو کی تفسیر ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ (ﷺ) سورہ النساء کی اس آیت سے یہ تفسیر کیسے اور کہاں سے معلوم کی تھی۔ اور یہ اشارات اس آیت سے کیسے نکلتے ہیں؟۔ پس اس کا جواب یہ ہے، کہ جناب رسول اکرم (ﷺ) جب کسی آیت کی تشریح بیان فرماتے تھے تو آپ کے پیش نظر صرف وہی آیت نہیں ہوتی تھی بلکہ آپ (ﷺ) پورے قرآن مجید کو سامنے رکھ کر اس کی تشریح بیان فرماتے تھے۔ اور نماز خوف کے بارے میں قرآن مجید کی سورہ البقرہ کی آیت دو سو انتالیس میں فرمایا ہے (فان خفتم فرجالا او رکبانا فاذا امنتم فاذکرو اللہ کما علمکم مالم تکونو تعلمون) اگر تمہیں ڈر ہو تو پیدل یا سوار ہو کر ہی نماز پڑھ لیا کرو۔ اور جب امن میں ہوجاؤ تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جیسا اس نے تمہیں تعلیم دی اس چیز کی جو تم نہیں جانتے تھے۔ اس آیت میں خوف کی حالت میں رکوع۔ سجدہ۔ قیام۔ قبلہ رخ کی فرضیت ختم کردی گئی ہے۔

صرف تکبیر اولی اور قرات کو باقی رکھا گیا ہے۔ اور جماعت کی پابندی بھی ختم کردی گئی ہے۔ اور تعداد رکعات کا ذکر بھی نہیں ہے۔ اور سورہ النساء کی آیت ایک سو دو میں پہلی رکعت میں صرف قیام اور سجدہ کا ذکر فرمایا ہے۔ رکوع کا ذکر نہیں فرمایا۔

قبلہ رخ ہونے کاذکر بھی نہیں فرمایا۔ اور دوسری رکعت میں اتنا فرمایا ہے کہ وہ تیرے ساتھ نماز پڑھیں اس میں رکوع قیام سجدہ قبلہ رخ کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ ان رکعات میں جماعت کی پابندی کا حکم ہے۔ پس سورہ البقرہ کی آیت دو سو انتالیس۔ اور سورہ النساء کی آیت ایک سو دو میں تطبیق رہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز خوف کے وقت بہت سی پابندیاں خود اٹھادی ہیں۔ اور سورہ البقرہ کی آخری آیت کے اس جملہ (لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا) اللہ تعالیٰ نہیں تکلیف دیتے کسی نفس مگر اس کی وسعت کے مطابق) میں اس کی حکمت بیان فرمائی ہے۔ پس اس کا خلاصہ یہ نکلا نماز کہ خوف کی حالت میں جہاں تک انسان سے ممکن ہو ارکان ادا کرے اور جس رکن کو ادا کرنے کی طاقت نہ ہو اس کو چھوڑدے۔ اور ان احادیث میں جناب رسول اللہ (ﷺ) نے وہ ممکنہ صورتیں بیان فرمائی ہیں اور آیت ایک سو تین میں ہنگامی حالت ختم ہونے کے بعد پوری نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

نماز عیدین کا بیان

حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ)
(آیت نمبر ۲۳۸ سورۃ البقرۃ) حفاظت کرو تمام نمازوں کی اور درمیانی نماز پر
قد افلح من تزکی۔ وذکر اسم ربہ فصلی (سورۃ الاعلی آیت ۱۴۔ ۱۵)

بے شک وہ کامیاب ہوا جو پاک ہوگیا۔ اور اپنے رب کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی

تفسیر:۔ سورۃ البقرۃ والی آیت سے بھی نماز عیدین کا استنباط ہوتا ہے۔ تفصیل پہلے بیان ہوچکی ہے ۔ مفسرین نے آیت پندرہ میں جو لفظ مصلی آیا ہے اس سے مراد عام نمازیں کی ہیں مگر بعض مفسرین نے اس سے مراد عید الفطر لی ہے کیونکہ عید الفطر کی نماز بھی ایک نماز ہی ہے۔ اور سیاق و سباق سے اس کا استنباط بھی نظر آتا ہے کیونکہ آیت چودہ میں فرمایا ہے کہ بے شک وہ کامیاب ہوا جو پاک ہوگیا تو اس نماز عید سے پہلے انسان ماہ رمضان کا روزہ بھی رکھتا ہے جس کی وجہ سے انسان گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔ اور پھر ماہ رمضان میں نمازیں بھی پڑھتا ہے اور صدقات و زکوۃ وغیرہ بھی دیتا

ہے اور اس کے علاوہ انسان اللہ تعالیٰ کا اور بھی ذکر واذکار کرتا ہے جو گناہوں سے پاک ہونے کا باعث ہے اور اس کے آخر میں فرمایا ہے فصلی۔ اور اس فصلی میں جو فا ہے یہ عقیب کے لئے معلوم ہوتی ہے۔ پس اس کا مقصد یہ بنے گا کہ ان تمام مذکورہ نیک کاموں کے بعد جو نماز پڑھے تو اس سے مراد نماز عید الفطر ہی معلوم ہوتی ہے۔

مگر اس نماز کے پڑھنے کی تفصیل ذکر نہیں ہے۔ پس وہ تفصیل نبی ﷺ نے فرمائی ہے۔

عن ابی سعید ن الخدری قال کان النبی صلی اللہ علیہ یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی فاول شئی یبدا به الصلوه ثم ینصرف فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی صفوفهم فیعظهم و یوصیهم و یامرهم و ان کان یرید ان یقطع بعثاً قطعه او یامر بشئی امر به ثم ینصرف۔ متفق علیه

حضرت ابی سعید خدریؓ کہتے ہیں۔ کہ جناب رسالت ﷺ عید الفطر اور عید الاضحی کے دن عید گاہ کو جاتے پس اول جو چیز آپؐ کرتے وہ نماز ہوتی (یعنی خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے پھر خطبہ دیتے) نماز سے فارغ ہو کر کھڑے ہوتے لوگوں کی طرف منہ کرتے لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے' سو آپؐ نصیحت اور وصیت کرتے ان کو حکم دیتے' علاوہ ازیں اگر اور کوئی خاص حکم دینا ہوتا تو دیتے' پھر عید گاہ سے روانہ ہوتے' اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

ف:۔ مدینہ منورہ کی عید گاہ شہر کے باہر ہے۔ اس کی مسافت حجرہ مبارکہ شریفہ سے وہاں تک ایک ہزار قدم کی ہے نماز عید مسجد میں ہی پڑھتے ہیں۔ وہ جگہ نہایت

متبرک ہے۔ اب ارد گرد اس کے چار دیواری بنادی ہے۔ (اور ۱۳۵۶ھ میں اس کا نام غالباً" مسجد غمامہ سے موسوم ہے شرح السنہ میں لکھا ہے کہ نکلے امام نماز کیلئے یعنی عید گاہ میں مگر بسبب عذر کے شہر کی مسجد میں نماز پڑھے اور ابن ہمام کمال الدین شارح ہدایہ نے لکھا ہے۔

سنت یہ ہے کہ نکلے امام عید گاہ کی طرف اور خلیفہ کر جاوے کسی کو کہ وہ شہر میں ضعیفوں کو نماز پڑھاوے اور یہ ابن حجر نے کہا ہے کہ کلام سوائے مسجد مکہ اور بیت المقدس کے ہے کہ ان دونوں جگہوں میں سب نمازیں پڑھنی افضل ہیں واسطے اتباع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کے اور بسبب بزرگی ان مسجدوں کے شرح سفر السعادہ میں لکھا کہ سرور عالم ﷺ کے وقت مبارک میں مسجد نبوی وسیع نہ تھی اس لئے باہر میدان میں جاکر نماز پڑھتے ۔ جب وسیع ہوگئی تو سلف و خلف صالحین نے اس بات کو گوارا نہ کیا۔ کہ مجاورت و مصاحبت سرور کائنات ﷺ کو ترک کرکے باہر جائیں بلکہ تبرکا" و تیمنا مسجد نبوی ہی میں نماز عیدین پڑھتے ہیں کیونکہ اس جگہ ایک نماز پڑھنے سے ہزار نماز کا اور بروایت دیگر پچاس ہزار نماز کا ثواب ملتا ہے' فافہم شرح سفر السعادہ وغیرہ۔ ۱۲۔ عبدالعزیز مصحح

وعن جابر بن سمرة قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم العيدين غير مرتين بغير اذان ولا اقامه. رواه مسلم

جابر بن سمرۃ ؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ عیدین کی نماز ایک دو مرتبہ نہیں (بلکہ کئی بار) پڑھی۔ بغیر اذان اور اقامت کے ۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابوبكر و عمر يصلون العيدين قبل الخطبه. متفق عليه

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت حضرت عمر رضی اللہ عنہ عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ اس پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا ہے

وسئل ابن عباس اشھدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ العید قال نعم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ثم خطب ولم یذکر اذانا" ولا اقامه ثم اتی النساء فوعظھن و ذکرھن وامرھن بالصدقه فر ایتھن یھوین الی آذانھن و حلوقھن یدفعن الی بلال ثم ارتفع ھو و بلال الی بیته۔ متفق علیه

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عید میں شریک ہوئے تھے فرمایا۔ ہاں آپؐ پہونچے' (عید گاہ میں) نماز پڑھی' پھر خطبہ دیا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اذان اور اقامت کا ذکر نہیں کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس آئے۔ ان کو نصیحت کی دین کے احکام یاد دلائے اور ان کو صدقہ کا حکم دیا' سو میں نے دیکھا کہ وہ عورتیں اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں اور گلوں تک بلند کر رہی ہیں اور اپنی بالیاں و ہار اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کو دے رہی ہیں۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کو روانہ ہوئے متفق علیہ۔

وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم الفطر رکعتین لم یصل قبلھما ولا بعدھما متفق علیه۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھی' نہ ان سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ بعد (پس عید گاہ میں عید کی نماز سے قبل یا بعد کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے) متفق

علیہ

وعن ام عطیه قالت امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین و ذوات الخدور فیشهدنا جماعته المسلمین ودعوتهم وتعتزل الحض عن مصلاہ هن قالت امراه یا رسول اللّٰه احدانا لیس لها جلباب قال لتلبسها صاحبتهما من جلبابها۔ متفق علیه۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم عید کے دن اپنی حیض والی اور پردہ والی عورتوں کو نکالیں۔ وہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعا میں حاضر ہوں اور حیض والیاں اپنے مصلی سے الگ رہیں۔ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی کے پاس چادر بھی نہیں ہوتی آپنے فرمایا تو پھر اس کی ساتھی عورت کو چاہیے۔ کہ چادر دیدے (یا وہ مانگ لے) اس پر بخاری و مسلم دونوں نے اتفاق کیا ہے۔

وعن عائشه قالت ان ابابکر دخل علیها وعندها جاریتان فی ایام منی تدففان وتضربان وفی روایه تغنیان بما تقاولت الانصار یوم بعاث والنبی صلی اللّٰه علیه وسلم متغش بثوبه فانتهر هما ابوبکر فکشف النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن وجهه فقال دعهما یا ابابکر فانها ایام عید وفی روایه یا ابابکر لکل قوم عیدنا" وهذا عیدنا۔ متفق علیه

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے ان کے پاس (انصار کی) دو لڑکیاں تھیں منیٰ کے دنوں میں (یعنی جن دنوں میں حاجی منی میں رہتے ہیں) وہ دونوں لڑکیاں دف بجا بجاکر گا رہی تھیں، ایک روایت میں ہے وہ لڑکیاں اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے بعاث

کے دن کے تھے اور نبی کریم ﷺ اپنے چہرہ مبارک پر کپڑا ڈھانکے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لڑکیوں کو ڈانٹا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ان کو گانے دے اس لئے کہ یہ عید کے دن ہیں۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ہر قوم کے لئے عید ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ متفق علیہ

وعن انس قال قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یغدوا یوم الفطر حتی یاکل تمرات و یاکلھن وترا۔ رواہ البخاری۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عیدالفطر کے دن عید گاہ کو طاق عدد کھجوریں کھا کر جاتے۔

وعن جابر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم عید خالف الطریق۔ رواہ البخاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب عید کا دن ہوتا تو ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے سے آتے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن البراء قال خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر فقال ان اول ما نبدا بہ فی یومنا ھذا ان نصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل ذالک فقد اصاب سنتنا ومن ذبح قبل ان نصلی فانما ھو شاہ لحم عجلہ لاھلہ لیس من النسک فی شئی۔ متفق علیہ

براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نحر کے دن آنحضرت ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا۔ فرمایا ہمارے اس دن میں ہمیں سب سے پہلے جو بات کرنی چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں پھر لوٹ کر (اپنے جانور) ذبح کریں۔ پس جس شخص نے

ایسا کیا اس نے ہماری سنت پر عمل کیا اور جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا تو اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ ایک گوشت کی بکری ہے اس نے اپنے گھر والوں کے گوشت کھانے کے لئے جلدی کی۔

قربانی کا اسے ثواب نہیں۔ متفق علیہ۔

ف۔ مشروع یہ ہے کہ اول نماز پڑھے' پھر خطبہ بعد ازاں قربانی کرے اور اس بات پر اجماع علماء کا ہے۔ کہ شہر میں قربانی کرنی نماز سے پہلے جائز نہیں ۱۲ منہ

وعن جندب بن عبداللہ البجلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذبح قبل الصلوہ فلیذبح مکانھا اخرٰی ومن لم یذبح حتی صلینا فلیذبح علی اسم اللہ۔ متفق علیہ۔

جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص نماز عید سے پہلے ذبح کرلے تو اس کو چاہئے کہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے۔ اور جس نے نماز تک ذبح نہ کیا۔ تو اس کو چاہئے کہ اللہ کا نام لیکر ذبح کرے۔ (اس کو قربانی کا ثواب ملے گا) اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن البرآء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذبح قبل الصلوہ فانما یذبح لنفسہ ومن ذبح بعد الصلوہ فقد تم نسکہ واصاب سنہ المسلمین۔ متفق علیہ

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا تو اس نے اپنے نفس کے لئے ذبح کیا (یعنی اس کو قربانی کا ثواب نہیں ملے گا) اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت کو پالیا۔ متفق علیہ۔

ف ۔ یہی مذہب جمہور کا ہے ۱۲

وعن ابن عمر قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یذبح وینحر بالمصلی۔ رواہ البخاری۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسالت ﷺ عید گاہ میں ذبح اور نحر کیا کرتے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

ف: بکریؔ اور دنبہ اور بھیڑ اور گائیں بھینس اور اونٹ خواہ نر ہوں یا مادہ ان کے سوا قربانی درست نہیں اور سوائے اونٹ کے اور جانوروں کے حلال کرنے کو ذبح کہتے ہیں اور اونٹ کے حلال کرنے کو نحر اور نحر کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کرتے ہں اور اس کے سینہ میں نیزہ مارتے ہیں اس سے وہ زمین پر گر پڑتا ہے اور اونٹ کو ذبح کرنا بھی جائز ہے لیکن نحر افضل ہے۔

عن انس قال قدم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم المدینہ ولھم یومان یلعبون فیھما فقال ما ھذان الیومان قالوا کنا نلعب فیھما فی الجاھلیہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد ابدلکم اللّٰہ بھما خیر" امنھا یوم الاضحے ویوم الفطر۔ رواہ ابوداؤد۔

انس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے۔ مدینہ والوں کے لئے دو دن تھے کہ وہ کھیلتے کودتے اور تفریح کرتے (ایک دن نوروز کا تھا اور ایک مہرجان کا) حضور ﷺ نے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں؟۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا ہم ان دو دنوں میں کھیلا کرتے تھے ایام جاہلیت میں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے تمہیں ان دو دنوں کے بدلہ میں ان سے بہتر دو دن دیئے ہیں۔ یوم عید الاضحیٰ اور یوم عید الفطر۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن بریدة قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم لا یخرج یوم الفطر حتی یطعم ولا یطعم یوم الاضحی حتی یصلی۔ رواہ الترمذی وابن ماجه والدارمی۔

بریدة رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن کچھ کھاکر عیدگاہ کو جایا کرتے اور عیدالاضحی کے دن نماز پڑھنے تک کچھ نہ کھاتے۔ اسکو ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن کثیر بن عبداللہ عن ابیه عن جده ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کبر فی العیدین فی الاولی سبعاً قبل القراء۔ رواہ الترمذی وابن ماجه والدارمی

کثیر بن عبداللہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں عیدوں میں قرات سے قبل پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں پانچ قرآت سے پہلے۔

وفی الثانیه خمسا قبل القراۃ۔ اسکو ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے

وعن جعفر بن محمد مرسلاً ان النبی صلی اللہ علیه وسلم وابابکر و عمر کبروا فی العیدین والاستسقاء سبعاً و خمساً وصلوا قبل الخطبه و جهروا بالقراءہ۔ رواہ الشافعی

جعفر بن محمد سے مرسلاً روایت ہے۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں عید اور نماز استسقاء میں سات اور پانچ تکبیریں کہتے، خطبے سے پہلے نماز پڑھتے اور قرائت بلند آواز سے کرتے۔ اس کو شافعی نے روایت کیا ہے۔

وعن سعید بن العاص قال سالت ابا موسی وحذیفه کیف

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبر فی الاضحی و الفطر فقال ابو موسی کان یکبر اربعاً تکبیرہ علی الجنائز فقال حذیفہ صدق۔ رواہ ابو داؤد۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو موسی رضی اللہ عنہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول کریم ﷺ عید الاضحی اور عید الفطر میں کتنی تکبیریں کہا کرتے تھے؟۔ ابو موسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تکبیروں کی مانند چار تکبیریں کہتے تھے' جیسے جنازہ پر۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو موسی رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔

اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ علماء نے کہا ہے کہ جب حدیثیں مختلف آئیں تو ہم نے کم کو اختیار کیا۔ اس لئے کہ تکبیریں اور رفع یدین خلاف معمول کے ہیں پس اختیار کرنا کم کا اولی ہے (ہدائیہ) : ج : مصحح عفی عنہ

وعن البراء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نوول یوم العید قوساً فخطب علیہ۔ رواہ ابو داؤد

براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید کے دن رسول خدا ﷺ کو کمان دی گئی۔ آپؐ نے خطبہ دیا۔ اس کو ابوداؤد نے رویت کیا ہے۔

وعن عطاء مرسلاً ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا خطب یعتمد علی عنزتہ اعتماداً رواہ الشافعی

عطاء سے بطریق ارسال روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت خطبہ دیتے تو اپنی برچھی پر سہارا لیتے۔

اس کو شافعی نے روایت کیا ہے

وعن جابر قال شھدت الصلوہ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فی یوم عید فبدا بالصلوہ قبل الخطبہ بغیر اذان ولا اقامہ فلما قضی الصلوہ قام متکئا" علی بلال فحمد اللہ واثنی علیہ و وعظ الناس و ذکرہم و حثہم علی طاعتہ و مضی الی النساء و معہ بلال فامرہن بتقوی اللہ و وعظہن و ذکرہن۔ رواہ النسائی

حضرت ابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عید کے دن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے ازان و اقامت کے بغیر خطبہ سے پہلے نماز شروع کی' جب نماز سے فارغ ہو چکے تو بلال رضی اللہ عنہ پر تکیہ لگا کر (خطبہ کے لئے) کھڑے ہوئے اللہ تعالی کی حمد و ثنا بیان کی۔ لوگوں کو نصیحت کی' فرائض و حقوق یاد دلائے اور اللہ کی اطاعت و بندگی پر ان کو ابھارا۔ پھر عورتوں کی طرف تشریف لے گئے' بلال رضی اللہ عنہ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے' ان کو اللہ سے ڈرنے تقوی اختیاز کرنے کا حکم دیا۔ ان کو نصیحت کی' اور عذاب و ثواب کو یاد دلایا۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ خطیب کو لائق ہے یہ کہ ٹیکے کوئی چیز مانند تلوار اور کمان اور برچھی اور عصا کے ۱۲ : ع : مصحح عفی عنہ

وعن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج یوم العید فی طریق رجع فی غیرہ۔ رواہ الترمذی والدارمی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب عیدگاہ کو عید کے دن جاتے تو ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے سے واپس آتے اس کو ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعنہ انہ اصابہم مطر فی یوم عید فصلی بہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوہ العید فی المسجد۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ

اور انہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن بارش ہو گئی۔ تو نبی اکرم ﷺ نے عید کی نماز مسجد میں پڑھی۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

ف۔ اور ظاہر یہ ہے کہ معتمد مکہ مکرمہ میں یہ ہے کہ عید کی نماز مسجد حرام میں پڑھے' چنانچہ آجکل اسی پر عمل ہے اور اسی طرح مسجد نبوی ﷺ میں پڑھتے ہیں:ع:ح: یہی حکم بیت المقدس کا ہے ۱۲

وعن ابی الحویرث ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کتب الی عمرو بن حزم وھو بنجران عجل الاضحی واخر انفطر وذکر الناس۔ رواہ الشافعی۔

ابی الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عمرو بن حزم کو لکھا اور وہ نجران میں تھے لکھا کہ عید قربان میں جلدی اور عید فطر میں تاخیر کیا کرو۔ اور لوگوں کو خطبہ میں احکام و فرائض یاد دلایا کرو۔ اس کو شافعی نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی عمیر بن انس عن عمومہ لہ من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم رکبا" جآءوالی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یشھدون انھم راو الھلال بالامس فامرھم ان یفطروا واذا اصبحوا ان یغدوا الی مصلاھم رواہ ابوداؤد و النسائی

ابی عمیر بن انس رضی اللہ عنہ اپنے چچاؤں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ ایک قافلہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ اس بات کی گواہی دینے کے لئے انہوں نے کل عید کا چاند دیکھا ہے پس آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ افطار کریں۔ اور صبح کو عید گاہ میں

جاکر نماز پڑھیں۔

اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

عن ابن جریح قال اخبرنی عطآء عن ابن عباس وجابر بن عبداللہ قالا لم یکن یوذن یوم الفطر ولا یوم الاضحٰے ثم سالتہ یعنی عطآء بعد حین عن ذلک فاخبرنی قال اخبرنی جابر بن عبداللہ لن لا اذان للصلوہ یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعد ما یخرج ولا اقامہ ولا ندآء ولا شئی لا ندآء یومئذ ولا اقامہ۔ رواہ مسلم

ابن جریج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے خبردی عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ نے کہا عیدالفطر اور عیدالاضحی کی اذان نہیں تھی پھر میں نے عطاء سے پوچھا یہ مسئلہ کچھ مدت کے بعد سو خبردی مجھے عطاء نے' عطاء نے کہا کہ خبردی مجھے جابر بن عبداللہ نے کہا کہ عید الفطر کے دن نماز کے لئے اذان نہیں جس وقت کہ نکلے امام اور نہ بعد نکلنے کے نہ تکبیر ہے اور نہ پکار ہے نہ اور کچھ۔ اس دن نہ آواز ہے اور نہ تکبیر (جو لوگ اس دن صلوہ وغیرہ پکارتے ہیں وہ بدعت ہے اس حدیث کے مطابق کوئی ندا نہیں ہونی چاہئے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے

وعن ابی سعید ن الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج یوم الاضحےو یوم الفطر فیبدا بالصلوہ فاذا صلی صلوتہ قام فاقبل علی الناس وہم جلوس فی مصلا ہم فان کانت لہ حاجہ ببعث ذکرہ للناس اوکانت لہ حاجتہ بغیر ذالک امرہم بہا وکان یقول تصدقوا تصدقوا تصدقوا وکان اکثر من یتصدق النساء

ثم ینصرف فلم یزل کذالک حتی کان مروان بن الحکم فخرجت مخاصرا" مروان حتی اتینا المصلی فاذا کثیر ابن الصلت قد بنی منبرا" من طین و لبن فاذا مروان ینازعنی یده کانه یجرنی نحو المنبر و انا اجره نحو الصلوہ فلما رایت ذلک قلت این الابتداء بالصلوہ فقال لا یا ابا سعید قد ترک ما تعلم قلت کلا والذی نفسی بیده لا تاتون بخیر مما اعلم ثلث مرار ثم انصرف۔ رواہ مسلم۔

ابو سعید خدری ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ رسول خدا ﷺ یوم اضحی اور یوم فطر کو نکلا کرتے تھے (عید گاہ کو) تو نماز سے ابتداء کرتے' پھر جب اپنی نماز پڑھ چکتے تو لوگوں کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوتے اپنی نماز کی جگہ۔

اگر آپ' کو کسی جگہ لشکر بھیجنے کی ضرورت ہوتی۔ تو لوگوں سے اس کا ذکر کرتے یا اور کسی کام کی حاجت ہوتی تو ان کو اس کا حکم دیتے' اور فرمایا کرتے تھے صدقہ دو۔ صدقہ دو۔ صدقہ دو۔ اور زیادہ تر صدقہ دینے والی عورتیں ہوتیں۔ پھر مکان کو لوٹتے۔ پس ہمیشہ اسی پر عمل رہا (کہ خطبہ بعد میں پڑھتے زمین پر نہ کہ منبر پر) حتی کہ مروان بن الحکم کا زمانہ آیا سو میں مروان کا ہاتھ پکڑے ہوئے نکلا' یہاں تک کہ ہم عید گاہ میں آئے' کثیر بن صلت نے مٹی اور کچی اینٹ کا ایک منبر بنایا تھا' پس مروان مجھے اپنے ہاتھ سے کھینچتا تھا گویا کہ مجھے منبر کی طرف کھینچتا تھا (کہ اس پر چڑھ کر خطبہ دو) اور میں اس کو نماز کے لئے کھینچتا تھا۔ میں نے جب یہ معاملہ اس سے دیکھا میں نے کہا۔ کہاں ہے نماز سے ابتداء کرنا۔ مروان نے کہا۔ اے ابو سعید ﷺ! مت کرو وہ چیز چھوڑ دی گئی جو تو جانتا ہے۔ میں نے کہا۔ اللہ کی قسم

یوں نہیں۔ تم اس چیز سے بہتر نہیں کہتے جو میں جانتا ہوں۔ یہ تین مرتبہ کہا۔ پھر پھرے ابو سعید۔ اس کو مسلم نے روایت کا ہے

تشریح:۔ یہاں اس بحث میں ستائیس احادیث نقل کی گئی ہیں۔

یہ سب سورۃ الاعلیٰ کی آیت چودہ اور پندرہ کی تفسیر ہے ۔ اور جناب نبی اکرم (ﷺ) نے ان میں نماز عیدیں پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ پہلی حدیث جو حضرت ابی سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے اس میں ہے کہ نبی (ﷺ) نماز عید۔ عید گاہ میں جاکر پڑھتے تھے۔ پہلے نماز پڑھاتے تھے۔ اور لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے تھے آپؐ انہیں وعظ فرماتے وصیت فرماتے تھے۔ اور کہیں لشکر بھیجنا ہوتا تھا تو بھیج دیتے تھے۔

اور دوسری حدیث جو حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ نماز عید کے لئے اذان اور اقامت نہیں ہوتی تھی۔ اور تیسری حدیث حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) بھی نماز عیدین خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے اور چوتھی حدیث حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) منقول ہے اس میں اتنا اضافہ ہے کہ (نبی ﷺ) عید کے موقعہ پر عورتوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ اور انہیں صدقہ دینے کا حکم دیتے تھے اور وہ عورتیں اپنے اپنے کانوں کے ہار اور بالیاں اتار کر دیتی تھیں۔ اور نبی ﷺ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اٹھا کر گھر لے آتے تھے۔ اور پانچویں حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ نبی ﷺ نماز عید کی دو رکعات پڑھاتے تھے۔ اور اس سے پہلے اور بعد کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے اور چھٹی حدیث حضرت ام عطیہ (رضی اللہ عنہا) سے منقول ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ نبی (ﷺ) کے زمانہ میں

عورتوں کو بھی نماز عید میں جانے کا حکم تھا۔
اگر کسی کے پاس پردے کے لئے چادر نہیں ہوتی تھی تو اسے دوسری سے مستعار لینے کا حکم تھا۔ اور ساتویں حدیث حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے منقول ہے اس کی تشریح حقوق نسواں جلد خامس میں آئے گی۔ اور آٹھویں حدیث حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے۔ اس میں کہ نبی (ﷺ) طاق عدد کھجوریں کھا کر نماز عید الفطر کے لئے جاتے تھے اور نویں حدیث حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ نبی (ﷺ) نماز عید کے لئے جب جاتے تھے تو واپسی پر راستہ تبدیل کر لیتے تھے اور دسویں حدیث جو حضرت براء (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ نبی (ﷺ) نے بڑی عید کے موقعہ پر خطبہ دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اس دن سب سے پہلے نماز پڑھنا ہے پھر قربانی کرنا ہے۔ اور جو پہلے ذبح کرے وہ قربانی نہیں ہوتی اس نے صرف گوشت کی خاطر ذبح کیا ہے۔ اور گیارھویں حدیث حضرت جندب سے منقول ہے ۔ اس میں نبی (ﷺ) نے فرمایا ہے جو نماز سے پہلے ذبح کرتے ہیں اسے چاہیئے دوبارہ ذبح کرے اور بارھویں حدیث حضرت براء (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے اس کا مضمون سابق ہی ہے۔ اور تیرھویں حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ نبی (ﷺ) قربانی عید گاہ میں ہی کرتے تھے۔ اور چودھویں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ نبی (ﷺ) جب مدینہ میں تشریف لائے تھے تو لوگوں کو دیکھا کہ دو دنوں (نیروز اور مہرجان) میں کھیلتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے ان سے اسکا مقصد پوچھا تو ان لوگوں نے بتایا کہ ہم ویسے کھیلتے ہیں تو فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمہیں انکے بدلے بہتر دو دن دیئے ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحی۔ اور پندرھویں حدیث

میں فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ عیدالفطر میں کچھ کھا کر پھر نماز کے لئے جاتے تھے۔ اور بڑی عید کو نماز سے واپس آکر کچھ کھایا کرتے تھے۔ اور سولھویں حدیث حضرت کثیر بن عبداللہ سے روایت ہے اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ عیدین کی پہلی رکعت میں قرات سے پہلے سات تکبیریں کہتے تھے۔ اور دوسری رکعت میں قرات سے پہلے پانچ تکبیریں کہتے تھے۔ سترھویں حدیث حضرت جعفر بن محمد سے منقول ہے۔ اس میں مضمون سابق ہے البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نماز عیدین میں قرات بلند آواز سے پڑھتے تھے اور اٹھارھویں حدیث حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز عیدین میں جنازہ کی طرح چار تکبیریں کہتے تھے۔ یعنی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ چار اور قرات سے پہلے کہتے تھے۔ اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع کے ساتھ چار کہتے تھے احناف اسی صورت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور انیسویں حدیث حضرت براء سے منقول ہے اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کمان کے سہارے خطبہ دیا کرتے تھے۔ اور بیسویں حدیث حضرت عطاء سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ برچھی کے سہارے خطبہ دیا کرتے تھے اور اکیسویں حدیث حضرت جابر سے منقول ہے۔ اس میں مضمون سابق ہے البتہ اس میں اتنا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر تکیہ لگا کر خطبہ دیا تھا۔ اور بائیسویں اور تیئسویں حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔ ان میں ہے کہ نبی کریم ﷺ بارش کے دن مسجد میں نماز عید پڑھا کرتے تھے۔ اور چوبیسویں حدیث حضرت ابی الحویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ جناب رسول ﷺ نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور وہ نجران میں تھے کہ نماز عید الضحیٰ میں جلدی اور عیدالفطر میں

تاخیر کیا کرو۔ اور پچیسویں حضرت ابی عمیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے جب کوئی جماعت گواہی دیتی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے تو آپ ﷺ لوگوں کو فرماتے تھے کہ روزہ افطار کرو اور صبح عید گاہ میں جاکر نماز پڑھو۔ اور چھبیسویں حدیث ابن جریج سے منقول ہے اس میں جو مضمون ہے وہ پہلے بھی گزر گیا ہے اور ستائیسویں حدیث کا مضمون بھی پہلے گزر گیا ہے البتہ اسکے آخر میں ہے کہ مروان کے زمانہ تک اصول یہی رہا ہے کہ نماز عیدین خطبہ سے پہلے پڑھی جاتی تھیں۔ اور مروان نے خطبہ پہلے شروع کیا تھا مگر آج الحمدللہ امت کا عمل سنت رسول پر ہی ہے بہرحال یہ احادیث بھی قرآن مجید کی سورہ البقرہ کی آیت حافظوا علی الصلوہ کی اور سورہ الاعلی کی آیت وذکراسم ربہ فصلی کی تفسیر ہے۔

احکام قربانی

بڑی عید کی بحث میں چونکہ قربانی کا ذکر آیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے احکام قرآن و سنت کی روشنی میں ہدیہ ناظرین کرتا جاؤں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلے قرآنی آیات اور پھر احادیث نبویہ ﷺ پیش کی جائیں گی۔ اور قربانی کو قربانی اس لئے کہتے ہیں کہ قربانی قرب سے بنا ہے اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالی کے قرب کا ذریعہ بنے وہ قربانی ہے۔ اور اس قربانی سے اللہ تعالی کا قرب اس طرح نصیب ہوتا ہے کہ قربانی سے مادہ پرستی ختم ہوتی ہے اور خدا پرستی پیدا ہوتی ہے۔ اور نیز جس طرح انسان کے بدن میں اللہ تعالی کا حق ہے جیسے وہ نماز روزہ اور حج کی صورت میں ادا کرتا ہے

اسی طرح مال کے اندر بھی اسکا حق ہے جسے وہ زکوٰۃ اور قربانی کی شکل میں ادا کرتا ہے اور اس طرح پھر اسے اللہ تعالیٰ کا قرب بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ اب آیات قرآنی ملاحظہ ہوں مگر اس سلسلہ میں ہم قرآن مجید سے یہ ثابت کریں گے کہ تمام انبیاء علیہم کو قربانی کا حکم دیا گیا تھا اور حضرت محمد ﷺ کی شریعت میں بھی یہ حکم ہے۔

ہر پیغمبر کی شریعت میں حکم قربانی تھا

ولکل امه جعلنا منسکا" لیذکرواسم اللہ علی ما رزقهم من بهیمه الانعام فالهکم اله واحد فله اسلموا وبشر المخبتین ()

ترجمہ۔ اور واسطے ہر امت کے مقرر کی ہے ہم نے طرح عبادت کی تاکہ یاد کریں نام اللہ کا اوپر اس چیز کے کہ دیا ہے ہم نے ان کو چار پایوں پالے ہوؤں سے پس معبود تمہارا معبود ایک ہے پس واسطے اس کے مطیع ہو اور خوشخبری دے عاجزی کرنے والوں کو

تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چھ چیزیں بیان فرمائی ہیں پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے قربانی کی ایک جگہ مقرر کی تھی اب وہ جگہ کونسی ہے؟۔ یہ نہیں بتایا۔ دنیا میں ایک لاکھ اور چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں۔ اور ہر نبی کی امت الگ تھی۔ اور ظاہر بات ہے ہر ایک کی کوئی نہ کوئی قربان گاہ بھی ہوگی۔ اور دوسری چیز مقصد قربانی بیان فرمایا ہے کہ تاکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں (یعنی اسے ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر) کہیں اور تیسری چیز قربانی کے جانور بتائے ہیں کہ مویشی

قربانی کرنا ہے اور چوتھی چیز یہ ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ ایک معنی یہ ہے کہ اللہ اس ذات کو کہتے ہیں جس کا ہونا ضروری ہے۔ کمالات کی تمام خوبیاں اس میں جمع ہوں۔ اس میں کوئی عیب اور نقص نہیں ہے۔ ایسی ذات ایک ہے اور پانچویں چیز یہ ہے کہ یہ قربانی اسی ایک اللہ تعالی کے نام کی کرنا ہے۔ کسی پیغمبر جن فرشتہ ولی اللہ اور بت کے نام کی قربانی کرنا شرک ہے۔ اور چھٹی چیز ہر پیغمبر کو یہ حکم تھا اور نبی کریم ﷺ کو بھی یہ حکم ہے کہ مذکورہ ضوابط کے تحت قربانی کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری سنا دیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں قربانی کا حکم تھا

واتل علیھم نباابنی ادم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل اللہ من المتقین (۰) لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف اللہ رب العالمین (۱) انی ارید ان تبوا باثمی واثمک فتکون من اصحاب النار وذلک جزوالظلمین (۲) فطوعت لہ نفسہ قتل اخیہ فقتلہ فاصبح من الخسرین ( ) فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض لیریہ کیف یواری سوء ہ اخیہ قال یویلتٰے اعجزت ان اکون مثل ھذاالغراب فاواری سوء ہ اخی فاصبح من الندمین (سورہ المائدہ آیت نمبر ۲۷ تا ۳۱

ترجمہ۔ تو اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دے جب ان دونوں نے قربانی کی ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہ ہوئی اس نے کہا میں تجھے مار ڈالوں گا اس نے جواب دیا اللہ پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ

اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے پھر اسے اس کے نفس نے اپنے بھائی کے خون پر راضی کرلیا پھر اسے مار ڈالا پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدتا تھا تاکہ اسے دکھلائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپاتا ہے اس نے کہا افسوس مجھ پر میں اس کوے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر کرتا پھر پچھتانے لگا۔

قصہ ہابیل و قابیل

ان آیات میں حق تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ آپ ﷺ اہل کتاب کو یا پوری امت کو حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح صحیح سنادیجئے

قرآن مجید پر نظر کرنے والے جانتے ہیں کہ قرآن مجید کوئی قصہ کہانی یا تاریخ کی کتاب نہیں جس کا مقصد کسی واقعہ کو اول سے آخر تک بیان کرنا ہو، لیکن واقعات ماضیہ اور گذشتہ اقوام کی سرگذشت اپنے دامن میں بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں رکھتی ہے وہی تاریخ کی اصلی روح ہے اور ان میں بہت سے حالات و واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر مختلف احکام شرعیہ کی بنیاد ہوگی ہے، انہی فوائد کے پیش نظر قرآن کریم کا اسلوب ہر جگہ یہ ہے کہ موقع بہ موقع کوئی واقعہ بیان کرتا ہے اور اکثر پورا واقعہ بھی ایک جگہ بیان نہیں کرتا بلکہ اس کے جتنے حصہ سے اس جگہ کوئی مقصد متعلق ہوتا ہے اس

کا وہی ٹکڑا یہاں بیان کردیا جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا یہ قصہ بھی اسی اسلوب حکیم پر نقل کیا جارہا ہے۔ اس میں موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے بہت سی عبرتیں اور مواعظ ہیں اور اس کے ضمن میں بہت سے احکام شرعیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اب پہلے الفاظ قرآن کی تشریح اور اس کے تحت میں اصل قصہ دیکھئے اس کے بعد اس کے متعلقہ احکام و مسائل کا بیان ہوگا۔

اس سے پہلی آیات میں بنی اسرائیل کو حکم جہاد اور اس میں ان کی کم ہمتی اور بزدلی کا ذکر تھا اس قصہ میں اس کے بالمقابل قتل ناحق کی برائی اور اس کی تباہ کاری کا بیان کرکے قوم کو اس اعتدال پر لانا مقصود ہے کہ جس طرح حق کی حمایت اور باطل کو مٹانے میں قتل و قتال سے دم چرانا غلطی ہے اسی طرح ناحق قتل و قتال پر اقدام دین و دنیا کی تباہی ہے۔

پہلی آیت میں ابنی ادم کا لفظ مذکور ہے یوں تو ہر انسان آدمی اور آدم کی اولاد ہے ہر ایک کو ابن آدم کہا جاسکتا ہے لیکن جمہور علماء تفسیر کے نزدیک اس جگہ ابنی ادم سے حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلبی اور حقیقی بیٹے مراد ہیں یعنی ہابیل و قابیل ان دونوں کا قصہ بیان کرنے کے لئے ارشاد ہوا۔

تاریخی روایات کی نقل میں احتیاط اور سچائی واجب ہے

واتل علیھم نبا ابنی ادم بالحق

"یعنی ان لوگوں کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح صحیح واقعہ

کے مطابق سنادیجئے اس میں بالحق کے لفظ سے تاریخی روایات کی نقل میں ایک اہم اصول کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ تاریخی روایات کی نقل میں بڑی احتیاط لازم ہے جس میں نہ کوئی جھوٹ ہو نہ کوئی تلبیس اور دھوکہ اور نہ اصل واقعہ میں کسی قسم کی تبدیلی یا کمی زیادتی۔ (ابن کثیر)

قرآن کریم نے صرف اسی جگہ نہیں بلکہ دوسرے مواقع میں بھی اس اصول پر قائم رہنے کی ہدایات دی ہیں ایک جگہ ارشاد ہے

ان ھذا لھو القصص الحق دوسری جگہ ارشاد ہے نحن نقص علیک نباھم بالحق

تیسری جگہ ارشاد ہے۔ ذلک عیسی ابن مریم قول الحق ان تمام مواقع میں تاریخی واقعات کے ساتھ لفظ حق لاکر اس بات کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے کہ نقل واقعات میں حق و صدق کی رعایت لازمی ہے' روایات و حکایات کی بناء پر جس قدر مفاسد دنیا میں ہوتے ہیں ان سب کی بنیاد عام طور پر نقل واقعات میں بے احتیاطی ہوتی ہے' ذرا سا لفظ اور عنوان بدل دینے سے واقعہ کی حقیقت مسخ ہوجاتی ہے' پچھلی اقوام کے مذاہب و شرائع اسی بے احتیاطی کی راہ سے ضائع ہوگئے اور ان کی مذہبی کتابیں چند بے سندو بے تحقیق کہانیوں کا مجموعہ بن کر رہ گئیں' اس جگہ ایک لفظ بالحق کا اضافہ کرکے اس اہم مقصد کی طرف اشارہ فرمادیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اسی لفظ میں قرآن کریم کے مخاطبین کو اس طرف بھی رہنمائی کرنا ہے کہ رسول کریم ﷺ جو امی محض ہیں اور ہزاروں سال پہلے کے واقعات بالکل سچے اور صحیح بیان فرمارہے ہیں تو اس کا سبب بجز وحی الٰہی اور نبوت کے کیا ہو سکتا ہے۔

اس تمہید کے بعد ان دونوں بیٹوں کا واقعہ قرآن کریم نے یہ بیان فرمایا اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاخر یعنی ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی اپنی قربانی پیش کی مگر ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔

لفظ قربان عربی لغت کے اعتبار سے ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کو کسی کے قرب کا ذریعہ بنایا جائے اور اصطلاح شرع میں اس ذبیحہ وغیرہ کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔

اس قربانی کے پیش کرنے کا واقعہ جو صحیح اور قوی سندوں کے ساتھ منقول ہے اور ابن کثیر نے اس کو علماء سلف و خلف کا متفقہ قول قرار دیا ہے یہ ہے کہ جب حضرت آدم اور حواء علیہما السلام دنیا میں آئے اور توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر ایک حمل سے ان کے دو بچے توام پیدا ہوئے' ایک لڑکا اور دوسری لڑکی اس وقت جبکہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں بجز بہن بھائیوں کے کوئی اور نہ تھا اور بھائی بہن کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا تو اللہ جل شانہ نے اس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے شریعت آدم علیہ السلام میں یہ خصوصی حکم جاری فرمادیا تھا کہ ایک حمل سے جو لڑکا اور لڑکی پیدا ہو وہ تو آپس میں حقیقی بہن بھائی سمجھے جائیں اور ان کے درمیان نکاح حرام قرار پائے لیکن دوسرے حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے کے لئے پہلے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی حقیقی بہن کے حکم میں نہیں ہو گی' بلکہ ان کے درمیان رشتہ ازدواج و مناکحت جائز ہو گا۔

لیکن ہوا یہ کہ پہلے لڑکے قابیل کی ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ حسین و جمیل تھی اور دوسرے لڑکے ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی بدشکل تھی

جب نکاح کا وقت آیا تو حسب ضابطہ ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بدشکل لڑکی قابیل کے حصہ میں آئی اس پر قابیل ناراض ہو کر ہابیل کا دشمن ہو گیا اور اس پر اصرار کرنے لگا کہ میرے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہی میرے نکاح میں دی جائے حضرت آدم علیہ السلام نے شرعی قاعدہ کے موافق اس کو قبول نہ فرمایا اور ہابیل و قابیل کے درمیان رفع اختلاف کے لئے یہ صورت تجویز فرمائی کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ کے لئے پیش کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے گی یہ لڑکی اس کو دی جائے گی' کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو یقین تھا کہ قربانی اسی کی قبول ہو گی جس کا حق ہے یعنی ہابیل کی۔

اس زمانہ میں قربانی قبول ہونے کی ایک واضح اور کھلی ہوئی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آتی اور قربانی کو کھا جاتی تھی' اور جس قربانی کو آگ نہ کھائے تو یہ علامت اس کے نامقبول ہونے کی ہوتی تھی۔

اب صورت یہ پیش آئی کہ ہابیل کے پاس بھیڑ بکریاں تھیں اس نے ایک عمدہ دنبہ کی قربانی کی قابیل کاشتکار آدمی تھا اس نے کچھ غلہ گندم وغیرہ قربانی کے لئے پیش کیا اور ہوا یہ کہ حسب دستور آسمان سے آگ آئی' ہابیل کی قربانی کو کھا گئی اور قابیل کی قربانی جوں کی توں پڑی رہ گئی' اس پر قابیل کو اپنی ناکامی کے ساتھ رسوائی کا غم و غصہ اور بڑھ گیا تو اس سے رہا نہ گیا اور کھلے طور پر اپنے بھائی سے کہہ دیا لاقتلنک یعنی میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔

ہابیل نے اس وقت بھی غصہ کی بات کا جواب غصہ کے ساتھ دینے کے بجائے ایک ٹھنڈی اور اصولی بات کہی' جس میں اس کی ہمدردی و خیرخواہی بھی تھی کہ انما یتقبل اللہ من المتقین یعنی اللہ تعالی کا دستور یہ

ہے کہ متقی پرہیزگار کا عمل قبول فرمایا کرتے ہیں' اگر تم تقوی و پرہیزگاری اختیار کرتے تو تمہاری قربانی بھی قبول ہوتی تم نے ایسا نہیں کیا تو قربانی قبول نہ ہوئی اس میں میرا کیا قصور ہے۔

اس کلام میں حاسد کے حسد کا علاج بھی ذکر کردیا گیا ہے' کہ حاسد کو جب یہ نظر آئے کہ کسی شخص کو اللہ تعالی نے کوئی خاص نعمت عطا فرمائی ہے جو اس کو حاصل نہیں تو اس کو چاہئے کہ اپنی محرومی کو اپنی عملی کوتاہی اور گناہوں کے سبب سے سمجھ کر ان سے تائب ہونے کی فکر کرے' نہ یہ کہ دوسرے سے اس نعمت کے زوال کی فکر میں پڑ جائے' کیونکہ یہ اس کے فائدہ کے بجائے ضرر کا سبب ہے' کیونکہ مقبولیت عنداللہ کا مدار تقوی پر ہے (مظہری)

قبولیت عمل کا مدار اخلاص و تقوی پر ہے

یہاں ہابیل و قابیل کی باہمی گفتگو میں ایک ایسا جملہ آگیا جو ایک اہم اصول کی حیثیت رکھتا ہے کہ اعمال وعبادات کی قبولیت تقوی اور خوف خدا پر موقوف ہے جس میں تقوی نہیں اس کا عمل مقبول نہیں اسی وجہ سے علمائے سلف نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عبادت گذاروں اور عمل کرنے والوں کے لئے بڑا تازیانہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عامر بن عبداللہ اپنی وفات کے وقت رو رہے تھے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تو عمر بھر اعمال صالحہ اور عبادات میں مشغول رہے پھر رونے کی کیا وجہ ہے؟' فرمایا تم یہ کہتے ہو اور میرے کانوں میں اللہ تعالی کا یہ ارشاد گونج رہا ہے۔ انما یتقبل اللّٰہ من المتقین مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میری کوئی عبادت قبول بھی ہوگی یا

نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ میرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا تو یہ وہ نعمت ہے کہ ساری زمین کا سونا بن کر اپنے قبضہ میں آجائے تو بھی اس کے مقابلہ میں کچھ نہ سمجھوں۔

اسی طرح حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات یقینی طور پر طے ہو جائے کہ میری ایک نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہو گئی تو میرے لئے وہ ساری دنیا اور اس کی نعمتوں سے زیادہ ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو خط میں یہ نصائح لکھیں کہ:

"میں تجھے تقویٰ کی تاکید کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور اہل تقویٰ کے سوا کسی پر رحم نہیں کیا جاتا اور اس کے بغیر کسی چیز پر ثواب نہیں ملتا' اس بات کا وعظ کہنے والے تو بہت ہیں مگر عمل کرنے والے بہت کم ہیں"

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تقویٰ کے ساتھ کوئی چھوٹا سا عمل بھی چھوٹا نہیں ہے اور جو عمل مقبول ہو جائے وہ چھوٹا کیسے کہا جاسکتا ہے۔ (ابن کثیر)

(معارف القرآن مفتی محمد شفیع)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں قربانی کا حکم تھا۔

(100) فبشرنه بغلم حليم (101) فلما بلغ معه السعي قال يبني اني اري في المنام اني اذبحك فانظر ماذا تري قال يابت افعل

ما تومر ستجدنی ان شآء اللہ من الصبرین (102) فلما اسلما وتلہ للجبین (103) ونادینہ ان یآبرھیم (104) قد صدقت الرئیا انا کذلک نجزی المحسنین (104) ان ھذا لھوالبلو المبین (105) وفدینہ بذبح عظیم (107) وترکنا علیہ فی الاخرین (108) سلم علی ابرھیم (109) کذلک نجزی المحسنین۔(سورہ الصفت آیت نمبر (100-110)

ترجمہ: پس ہم نے اسے ایک لڑکے حلم والے کی خوشخبری دی پھر جب وہ اس کے ہمراہ چلنے پھرنے لگا کہا اے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں پس دیکھ تیری کیا رائے ہے کہا اے ابا! جو حکم آپ کو ہوا ہے کر دیجئے آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں پائیں گے پس جب دونوں نے تسلیم کرلیا اور اس نے اسے پیشانی کے بل ڈال دیا اور ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم! تو نے خواب سچا کردکھایا بے شک ہم اسی طرح نیکو کاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں البتہ یہ صریح آزمائش ہے اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لیے رہنے دی ابراہیم پر سلام ہو اسی طرح ہم نیکو کاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی قربانی کا واقعہ

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ایک دوسرا اہم واقعہ بیان کیا گیا ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے لئے اپنے اکلوتے فرزند کی قربانی پیش کی، واقعہ کے بنیادی اجزاء خلاصہ تفسیر سے واضح ہوجاتے ہیں، بعض تاریخی تفصیلات آیتوں کی تفسیر کے ذیل میں آجائیں گی۔

وقال انی ذاھب الی ربی

اور ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت ارشاد فرمائی جبکہ آپ اپنے اہل وطن سے بالکل مایوس ہوگئے۔ اور وہاں آپ کے بھانجے حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کوئی آپ پر ایمان نہیں لایا رب کی طرف چلے جانے سے مراد یہ کہ میں دار الکفر کو چھوڑ کر کسی ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں کا مجھے اپنے رب کی طرف سے حکم ہوا ہے، اور جہاں میں اپنے پروردگار کی عبادت کرسکوں گا، چنانچہ آپ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور اپنے بھانجے حضرت لوط علیہ السلام کو لے کر سفر پر روانہ ہوئے۔ اور عرب کے مختلف حصوں سے ہوتے ہوئے بالآخر شام تشریف لے آئے، اس تمام عرصہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، اس لئے آپ نے وہ دعا فرمائی جس کا اگلی آیت میں ذکر ہے، یعنی:۔

رب ھب لی من الصلحین (اے میرے پروردگار! مجھے ایک نیک فرزند عطا فرما) پھر آپ کی یہ دعا قبول ہوئی، اور اللہ تعالی نے آپ کو ایک فرزند کی پیدائش کی خوشخبری سنائی:۔ فبشرنہ بغلم حلیم (پس ہم نے ان

کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی)

نرم مزاج فرما کر اشارہ کردیا گیا کہ یہ نو مولود اپنی زندگی میں ایسے صبرو ضبط اور بردباری کا مظاہر کرے گا کہ دنیا اس کی مثال نہیں پیش کرسکتی' اس فرزند کی ولادت کا واقعہ یہ ہوا کہ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھا کہ مجھ سے کوئی اولاد نہیں ہورہی تو وہ سمجھیں کہ میں بانجھ ہوچکی ہوں اور فرعون مصر نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بیٹی جن کا نام ہاجرہ رضی اللہ عنہا تھا' خدمت گزاری کے لئے دی تھی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے یہی ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کردیں' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کرلیا' انہی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے یہ صاجزادے پیدا ہوئے اور ان کا نام اسماعیل علیہ السلام رکھا گیا۔ فلما بلغ معه السعی قال یبنی انی اری فی المنام انی اذبحک) (سو جب وہ فرزند ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا برخوردار خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تین روز متواتر دکھایا گیا (قرطبی اور یہ بات طے شدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے) اس لئے اس خواب کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کردوں ' یوں یہ حکم براہ راست کسی فرشتے وغیرہ کے ذریعہ بھی نازل کیا جا سکتا تھا لیکن خواب میں دکھانے کی حکمت بظاہر یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت شعاری اپنے کمال کے ساتھ ظاہر ہو' خواب کے ذریعہ دیئے ہوئے حکم میں

انسانی نفس کے لئے تاویلات کی بڑی گنجائش تھی، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاویلات کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کردیا (تفسیر کبیر)

اس کے علاوہ یہاں باری تعالی کا اصل مقصد نہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا تھا، نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دینا کہ انھیں ذبح کرہی ڈالو، بلکہ منشاء یہ حکم دینا تھا کہ اپنی طرف سے انھیں ذبح کرنے کے سارے سامان کرکے ان کے ذبح کا اقدام کر گذرو، اب یہ حکم اگر زبانی دیا جاتا تو اس میں آزمائش نہ ہوتی، اس لئے انہیں خواب میں دکھلایا کہ وہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں، اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سمجھے کہ ذبح کا حکم ہوا ہے، اور وہ پوری طرح ذبح کرنے پر آمادہ ہوگئے، اس طرح آزمائش بھی پوری ہوگئی، اور خواب بھی سچا ہوگیا، یہ بات زبانی حکم کے ذریعہ آتی تو یا آزمائش نہ ہوتی یا حکم کو بعد میں منسوخ کرنا پڑتا---------- یہ امتحان کس قدر سخت تھا۔ اس کی طرف اشارہ کرنے کیلئے یہاں اللہ تعالی نے فلما بلغ معه السعی کے الفاظ بڑھائے ہیں یعنی ارمانوں سے مانگے ہوئے اس بیٹے کو قربان کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا تھا جب یہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تھا اور پرورش کی مشقتیں برداشت کرنے کے بعد اب وقت آیا تھا کہ وہ قوت بازو بن کر باپ کا سہارا ثابت ہو، مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی، اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ بالغ ہوچکے تھے (تفسیر مظہری)

فانظر ماذا تری (سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے۔) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات حضرت اسماعیل علیہ السلام سے اس لئے

نہیں پوچھی کہ آپ کو حکم الٰہی کی تعمیل میں کوئی تردد تھا' بلکہ ایک تو وہ اپنے بیٹے کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ وہ اس آزمائش میں کس حد تک پورا اترتا ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کا طرز ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ احکام الٰہی کی اطاعت کے لئے تو ہر وقت تیار رہتے ہیں' لیکن اطاعت کے لئے ہمیشہ راستہ وہ اختیار کرتے ہیں جو حکمت اور حتی المقدور سہولت پر مبنی ہو۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے سے کچھ کہے بغیر بیٹے کو ذبح کرنے لگتے' تو یہ دونوں کے لئے مشکل کا سبب ہوتا' اب یہ بات آپ نے مشورہ کے انداز میں بیٹے سے اس لئے ذکر کی کہ بیٹے کو پہلے سے اللہ کا یہ حکم معلوم ہو جائے گا تو وہ ذبح ہونے کی اذیت سہنے کے لئے پہلے سے تیار ہو سکے گا' نیز اگر بیٹے کے دل میں کچھ تذبذب ہوا بھی تو اسے سمجھایا جا سکے گا' (روح المعانی و بیان القرآن) لیکن وہ بیٹا بھی اللہ کے خلیل کا بیٹا تھا اور اسے خود منصب رسالت پر فائز ہونا تھا' اس نے جواب میں کہا:۔

یا ابت افعل ما تؤمر (ابا جان جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کر گزریئے)۔ اس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بے مثال جذبہ جاں سپاری کی تو شہادت ملتی ہی ہے' اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کم سنی ہی میں اللہ نے انہیں کیسی ذہانت اور کیسا علم عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا' بلکہ محض ایک خواب کا تذکرہ فرمایا تھا' لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے' کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے' اور یہ خواب بھی درحقیقت حکم الٰہی کی ہی ایک شکل ہے' چنانچہ انہوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکم الٰہی کا تذکرہ فرمایا

وحی غیر متلو کا ثبوت

یہیں سے ان منکرین حدیث کی واضح تردید ہوجاتی ہے جو وحی غیر متلو کے وجود کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ وحی صرف وہ ہے جو آسمانی کتاب میں نازل ہوگئی' اس کے علاوہ وحی کی کوئی دوسری قسم موجود نہیں ہے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم خواب کے ذریعہ دیا گیا۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے صریح الفاظ میں اسے اللہ کا حکم قرار دیا اگر وحی غیر متلو کوئی چیز نہیں ہے تو یہ حکم کونسی آسمانی کتاب میں اترا تھا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنی طرف سے اپنے والد بزرگوار کو یہ یقین بھی دلایا کہ:

ستجدنی ان شآء اللہ من الصٰبرین (انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے) اس جملے میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی غایت ادب اور غایت تواضع کو دیکھئے ایک تو ان شاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالہ کردیا اور اس وعدے میں دعوے کی جو ظاہری صورت پیدا ہوسکتی تھی اسے ختم فرمادیا دوسرے آپ یہ بھی فرماسکتے تھے کہ آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ لیکن اس کے بجائے آپ نے فرمایا کہ "آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے" جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ صبرو ضبط تنہا میرا کمال نہیں ہے بلکہ دنیا میں اور بھی بہت سے صبر کرنے والے ہوئے ہیں' انشاء اللہ میں بھی ان میں شامل ہوجاؤں گا' اس جملے میں فخرو تکبر خود پسندی اور پندار کے ہر ادنی شائبے کو ختم کرکے اس میں انتہا درجے کی تواضع اور انکساری کا اظہار فرمایا (روح المعانی) اس سے یہ سبق

ملتا ہے کہ انسان کو کسی معاملے میں اپنے اوپر خواہ کتنا ہی اعتماد ہو لیکن اسے ایسے بلند بانگ دعوے نہیں کرنے چاہئیں جن سے غرور و تکبر ٹپکتا ہو' اگر کہیں ایسی کوئی بات کہنے کی ضرورت ہو تو الفاظ میں اس کی رعایت ہونی چاہئے' کہ ان میں اپنے بجائے اللہ پر بھروسہ کا اظہار ہو' اور جس حد تک ممکن ہو تواضع کے دامن کو نہ چھوڑا جائے۔

فلما اسلما (پس جب وہ دونوں جھک گئے) اسلم کے معنی ہیں جھک جانا مطیع ہو جانا' رام ہو جانا' مطلب یہ ہے کہ جب وہ اللہ کے حکم کے آگے جھک گئے' یعنی باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کا اور بیٹے نے ذبح ہو جانے کا ارادہ کرلیا' یہاں لما (جب) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن اس کا جواب مذکور نہیں ہے' یعنی آگے یہ نہیں بتایا گیا کہ جب یہ واقعات پیش آچکے تو کیا ہوا؟۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ باپ بیٹے کا یہ اقدام فداکاری اس قدر عجیب و غریب تھا کہ الفاظ اس کی پوری کیفیت کو بیان کر ہی نہیں سکتے۔

بعض تاریخی اور تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے تین مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی ہر بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں مار کر بھگا دیا آج تک منیٰ کے تین جمرات پر اسی محبوب عمل کی یادگار کنکریاں مار کر منائی جاتی ہے جب دونوں باپ بیٹے یہ انوکھی عبادت انجام دینے کے لئے قربان گاہ پر پہنچے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان! مجھے خوب اچھی طرح باندھ دیجئے تاکہ میں زیادہ تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑوں کو بھی مجھ سے بچالیے ایسا نہ ہو کہ ان پر میرے خون کی چھینٹیں پڑیں تو میرا ثواب گھٹ جائے اس کے علاوہ میری والدہ خون دیکھیں گی تو انہیں غم زیادہ ہوگا اور

اپنی چھری بھی تیز کر لیجئے اور اسے میرے حلق پر ذرا جلدی جلدی پھیرئے گا تاکہ آسانی سے میرا دم نکل سکے کیونکہ موت بڑی سخت چیز ہے اور جب آپ میری والدہ کے پاس جائیں تو ان سے میرا سلام کہدیجئے گا اور اگر آپ میرا قمیض والدہ کے پاس لے جانا چاہیں تو لے جائیں شائد اس سے انہیں کچھ تسلی ہو اکلوتے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ایک باپ کے دل پر کیا گذر سکتی ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام استقامت کے پہاڑ بن کر جواب یہ دیتے ہیں کہ: بیٹے! تم اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے میرے کتنے اچھے مددگار ہو۔ یہ کہہ کر انہوں نے بیٹے کو بوسہ دیا) پرنم آنکھوں سے انہیں باندھا (مظہری) اور:وتله للجبين (انہیں پیشانی کے بل خاک پر لٹادیا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا مطلب یہ منقول ہے کہ انہیں اس طرح کروٹ پر لٹادیا کہ پیشانی کا ایک کنارہ زمین سے چھونے لگا (مظہری) لغت کے اعتبار سے یہ تفسیر راجح ہے اس لیے کہ جبین عربی زبان میں پیشانی کی دونوں کروٹوں کو کہتے ہیں' اور پیشانی کا درمیانی کا حصہ جبہۃ کہلاتا ہے اسی لئے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ کروٹ پر لٹانے سے کیا ہے' لیکن بعض دوسرے حضرات مفسرین نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ اوندھے منہ زمین پر لٹادیا' بہرصورت تاریخی روایات میں اس طرح لٹانے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ شروع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں سیدھا لٹایا تھا' لیکن جب چھری چلانے لگے تو بار بار چلانے کے باوجود گلا کٹتا نہیں تھا' کیونکہ اللہ تعالی نے اپنی قدرت سے پیتل کا ایک ٹکڑا بیچ میں حائل کردیا تھا' اس موقع پر بیٹے نے خود یہ فرمائش کی کہ اباجان! مجھے چہرے کے بل کروٹ سے لٹادیجئے اس لئے کہ جب آپ کو میرا چہرہ نظر آتا

ہے تو شفقت پدری جوش مارنے لگتی ہے' اور گلا پوری طرح کٹ نہیں پاتا' اس کے علاوہ چھری مجھے نظر آتی ہے تو مجھے بھی گھبراہٹ ہونے لگتی ہے' چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اسی طرح لٹا کر چھری چلانی شروع کی (تفسیر مظہری وغیرہ) واللہ اعلم

ونادینہ ان یا ابرھیم قد صدقت الرءیاء (اور ہم نے انہیں آواز دی کہ اے ابراہیم! تم نے خواب سچ کر دکھایا) یعنی اللہ کے حکم کی تعمیل میں جو کام تمہارے کرنے کا تھا اس میں تم نے اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ (خواب میں بھی غالباً" صرف یہی دکھایا گیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں ذبح کرنے کے لئے چھری چلا رہے ہیں) اب یہ آزمائش پوری ہو چکی اس لئے اب انہیں چھوڑ دو۔

انا کذلک نجزی المحسنین (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں) یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر کے اپنے تمام جذبات کو قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے' تو ہم اسے دنیوی تکلیف سے بھی بچا لیتے ہیں اور آخرت کا اجر و ثواب بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔

وفدینہ بذبح عظیم (اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا) روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ آسمانی آواز سن کر اوپر کی طرف دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مینڈھا لئے کھڑے تھے' بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی مینڈھا تھا جس کی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادے ہابیل ؓ نے پیش کی تھی واللہ اعلم

بہرحال یہ جنتی مینڈھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا ہوا اور انہوں

نے اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے کے بجائے اس کو قربان کیا' اس ذبیحہ کو "عظیم" اس لئے کہا گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے آیا تھا اور اس کی قربانی کے مقبول ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں ہو سکتا۔

ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے یا حضرت اسحٰق

اوپر آیات کی تفسیر یہ تسلیم کرتے ہوئے کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے لیکن درحقیقت اس معاملہ میں مفسرین اور مورخین کے درمیان شدید اختلاف پایا جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت عباس رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کعب الاحبار رضی اللہ عنہ' سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ' مسروق' عکرمہ' عطاء رحمۃ اللہ علیہ' مقاتل رحمۃ اللہ علیہ' زہری رحمۃ اللہ علیہ اور سدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ صاحبزادے حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے۔

بعد کے مفسرین میں سے حافظ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے' اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے دوسرے قول کو اختیار کرکے پہلے قول کی سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے' یہاں فریقین کے دلائل پر مکمل تبصرہ ممکن نہیں' تاہم قرآن کریم کے اسلوب بیان اور روایات کی قوت کے لحاظ سے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جن صاحبزادے کے ذبح کا حکم دیا گیا وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے' اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) قرآن کریم نے بیٹے کی قربانی کا پورا واقعہ نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے۔ وبشرنه باسحق نبيا من الصلحين (اور ہم نے ان کو اسحٰق علیہ

السلام کی بشارت دی کہ نبی اور نیک لوگوں میں سے ہوں گے) اس سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا وہ حضرت اسحق علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور تھے' اور حضرت اسحق علیہ السلام کی بشارت انکی قربانی کے واقعہ کے بعد دی گئی۔

(۲) حضرت اسحق علیہ السلام کی اسی بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت اسحق علیہ السلام نبی ہوں گے' اس کے علاوہ ایک دوسری آیت میں مذکور ہے کہ حضرت اسحق علیہ السلام کی پیدائش کے ساتھ یہ بشارت دیدی گئی تھی کہ ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوں گے۔ فبشرناھا باسحق ومن وراءاسحق یعقوب اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ بڑی عمر تک زندہ رہیں گے' یہاں تک کہ صاحب اولاد ہوں گے پھر انہی کو بچپن میں ذبح کرنے کا حکم کیونکر دیا جاسکتا تھا' اور اگر انہی کو بچپن میں نبوت سے قبل ذبح کرنے کا حکم دیا جاتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ جاتے کہ انہیں تو ابھی نبوت کے منصب پر فائز ہونا ہے اور ان کی صلب سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیدائش مقدر ہے' اس لئے ذبح کرنے سے انہیں موت نہیں آسکتی' ظاہر ہے کہ اس صورت میں نہ یہ کوئی بڑا امتحان ہوتا' اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی انجام دہی میں کسی تعریف کے مستحق ہوتے' امتحان تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پوری طرح یہ سمجھے ہوئے ہوں کہ میرا یہ بیٹا ذبح کرنے سے ختم ہوجائے گا اور اس کے بعد وہ ذبح کرنے کا اقدام کریں' حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے معاملہ میں یہ بات پوری طرح صادق آتی ہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے زندہ رہنے اور نبی بننے کی کوئی پیشن گوئی نہیں فرمائی تھی۔

(۳) قرآن کریم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا بچہ تھا' اس لئے کہ انہوں نے اپنے وطن سے ہجرت کرتے وقت ایک بیٹے کی دعا کی تھی' اسی دعاء کے جواب میں انہیں بشارت دی گئی کہ ان کے یہاں ایک حلیم لڑکا پیدا ہوگا' اور پھر اسی لڑکے کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ جب وہ باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تو اسے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا' یہ سارا سلسلہ واقعات بتارہا ہے کہ وہ لڑکا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا بیٹا تھا' ادھر یہ بات متفق علیہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے صاحبزادے ہیں اس کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے۔

(۴) یہ بات بھی تقریباً" طے شدہ ہے کہ بیٹے کی قربانی کا یہ واقعہ مکہ مکرمہ کے آس پاس پیش آیا ہے' اسی لئے اہل عرب میں برابر حج کے دوران قربانی کا طریقہ رائج رہا ہے' اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے کے فدیہ میں جو مینڈھا جنت سے بھیجا گیا اس کے سینگ سالہا سال تک کعبہ شریف کے اندر لٹکے رہے ہیں' حافظ ابن کثیر نے اس کی تائید میں کئی روایتیں نقل کی ہیں اور حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی ذکر کیا ہے کہ :"میں نے اس مینڈھے کے سینگ کعبہ میں خود دیکھے ہیں" (ابن کثیر ص ۱۸ ج ۴) اور حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ اس مینڈھے کے سینگ مسلسل کعبہ میں لٹکے رہے یہاں تک کہ جب (حجاج بن یوسف کے زمانہ میں کعبۃ اللہ میں آتشزدگی ہوئی تو یہ سینگ بھی جل گئے" (ایضاً" ص ۱۷ ج ۲) اب ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تشریف فرمارہے ہیں' نہ کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام اس لئے صاف ظاہر ہے کہ ذبح کا حکم

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی سے متعلق تھا' نہ کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام سے۔ رہیں وہ روایات جن میں مختلف صحابہ و تابعین کے بارے میں مذکور ہے کہ انہوں نے ذبیح حضرت اسحٰق علیہ السلام کو قرار دیا۔ سو انکے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:۔

اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن بظاہر یہ سارے اقوال کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے ماخوذ ہیں' اس لئے کہ جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی پرانی کتابوں کی باتیں سنانے لگے' بعض اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی باتیں سن لیتے تھے' اس سے اور لوگوں کو بھی گنجائش ملی اور انہوں نے بھی ان کی روایات سن کر انہیں نقل کرنا شروع کردیا' ان روایات میں ہر طرح کی رطب و یابس باتیں جمع تھیں' اور اس امت کو ان باتوں میں سے ایک حرف کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(تفسیر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷ ج ۴)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات بہت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے' اس لئے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح قرار دینے کی بنیاد اسرائیلی روایات ہی پر ہے' اسی لئے یہود و نصاریٰ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بجائے حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح قرار دیتے ہیں' موجودہ بائبل میں یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابرہام کو آزمایا اور اسے کہا اے ابرہام! اس نے کہا میں حاضر ہوں تب اس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے اسحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی

قربانی کے طور پر چڑھا"
(پیدائش ۲۲:۱اور۲)

اس میں ذبح کا واقعہ حضرت اسحق علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے لیکن اگر انصاف سے اور تحقیق سے کام لیا جائے تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ یہاں یہودیوں نے اپنے روایتی تعصب سے کام لے کر تورات کی عبارت میں تحریف کا ارتکاب کیا ہے' اس لئے کہ کتاب پیدائش کی مذکورہ عبارت ہی میں "جو تیرا اکلوتا ہے" کے الفاظ بتارہے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا' اسی باب میں آگے چل کر پھر لکھا ہے کہ:-

"تو نے اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا بیٹا ہے مجھ سے دریغ نہ کیا"
(پیدائش ۲۲:۱۲)

اس جملے میں بھی یہ تصریح موجود ہے کہ وہ بیٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اکلوتا تھا' ادھر بات طے شدہ ہے کہ حضرت اسحق علیہ السلام ان کے اکلوتے بیٹے نہ تھے اگر "اکلوتے" کا اطلاق کسی پر ہوسکتا ہے تو وہ صرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں' خود کتاب پیدائش ہی کی دوسری عبارتیں اس کی شہادت دیتی ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش حضرت اسحق علیہ السلام سے بہت پہلے ہوچکی تھی' ملاحظہ فرمایئے۔

"اور ابرام کی بیوی سارہ کے کوئی اولاد نہ ہوئی' اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا اور..... وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی... اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا' اس کا نام اسمٰعیل رکھنا... اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسمٰعیل پیدا ہوا

تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔'

(پیدائش باب ۱۶ آیات ۳، ۴، ۱۰ اور ۱)

نیز اگلے باب میں لکھا ہے:

"اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے... اس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشوں گا... تب ابرہام سرنگوں ہوا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کہ کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ ہوگا' اور کیا سارہ جو نوے برس کی ہے اولاد ہوگی' اور ابرہام نے خدا سے کہا کہ کاش! اسمٰعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے' تب خدا نے فرمایا کہ بیشک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا' تو اس کا نام اسحاق رکھنا" (پیدائش ۱۷:۱۵ تا ۲۰)

اس کے بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے:

"اور جب اس کا بیٹا اسحاق اس سے پیدا ہوا تو ابراہام سو برس کا تھا"

پیدائش ۲۱:۵

ان عبارتوں سے صاف واضح ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے چودہ سال چھوٹے تھے اور اس چودہ سال کے عرصہ میں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے تھے' اس کے برعکس حضرت اسحٰق علیہ السلام پر ایسا کوئی وقت نہیں گذرا' جس میں وہ اپنے والد کے اکلوتے ہوں' اب اس کے بعد جب کتاب پیدائش کے بائیسویں باب میں بیٹے کی قربانی کا ذکر آتا ہے' تو اس میں "اکلوتا" کا لفظ صاف شہادت دے رہا ہے کہ اس سے مراد اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اور کسی یہودی نے اس کے ساتھ "اسحاق" کا لفظ محض اس لئے بڑھا دیا ہے تاکہ یہ فضیلت بنو اسمٰعیل

کے بجائے بنو اسحٰق کو حاصل ہو

اس کے علاوہ بائبل کی اسی کتاب پیدائش میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کی خوش خبری دی گئی ہے وہاں یہ بھی مذکور ہے کہ:۔

"یقیناً" میں اسے (یعنی اسحٰق کو) برکت دوں گا کہ قومیں اس کی نسل سے ہوں گی" پیدائش ۱۷:۱٦

اب ظاہر ہے کہ جس بیٹے کے بارے میں اس کی پیدائش سے پہلے ہی یہ خبر دی جاچکی ہو کہ وہ صاحب اولاد ہوگا اور "قومیں اس کی نسل سے ہوں گی" اس کو قربان کرنے کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے' اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم حضرت اسحٰق علیہ السلام سے متعلق نہیں تھا بلکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے متعلق تھا۔

بائبل کی ان عبارتوں کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ ابن کثیر کا یہ خیال کس قدر صحیح ہے کہ:۔

"یہودیوں کی کتب مقدسہ میں تصریح ہے کہ جب اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی سال تھی' اور جب اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی عمر سو سال تھی' اور انہیں کی کتابوں میں یہ بھی درج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے اکلوتے بیٹے کے ذبح کا حکم دیا تھا' اور ایک اور نسخہ میں "اکلوتے" کے بجائے "پہلوٹھے" کا لفظ ہے' پس یہودیوں نے یہاں "اسحٰق" کا لفظ اپنی طرف سے بہتانا" بڑھادیا ہے' اور اس کو درست قرار دینے کا کوئی جواز نہیں ہے' کیونکہ یہ خود ان کی کتابوں کی تصریحات کے خلاف ہے اور یہ لفظ انہوں نے

اس لئے بڑھایا کہ حضرت اسحق علیہ السلام ان کے جد امجد ہیں' اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام عربوں کے' پس یہودیوں نے حسد کی وجہ سے یہ لفظ بڑھا دیا اور اب "اکلوتے" کے معنی یہ بتاتے ہیں کہ وہ "بیٹا جس کے سوا اس وقت کوئی اور تمہارے پاس موجود نہیں ہے" کیونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ اس وقت وہاں نہیں تھیں (اس لئے حضرت اسحق علیہ السلام کو اس معنی میں اکلوتا کہا جاسکتا ہے) لیکن یہ بالکل غلط تاویل ہے اور باطل تحریف ہے' اس لئے کہ "اکلوتا" اس بیٹے کو کہتے ہیں جس کے باپ کا اس کے سوا کوئی بیٹا نہ ہو" (تفسیر ابن کثیر ص ۱۴' ج ۴)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ہی نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ علماء یہود میں سے ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں مسلمان ہوگیا تھا' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے کون سے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ تو اس نے کہا کہ " خدا کی قسم امیرالمومنین! وہ اسمٰعیل علیہ السلام تھے' یہودی اس بات کو خوب جانتے ہیں' لیکن وہ آپ عرب لوگوں سے حسد کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں" (ص ۱۸ ج ۴)

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات قریبا" یقینی ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے' واللہ سبحانہ اعلم

انبیاء بنی اسرائیل نے اپنی اپنی امت کو قربانی کی تعلیم دی تھی

الذین قالوا ان اللہ عھد الینا الا نومن لرسول حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار قل قد جآء کم رسل من قبلی بالبینت وبالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صدقین

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس قربانی لائے کہ اسے آگ کھاجائے کہہ دو مجھ سے پہلے کتنے رسول نشانیاں لے کر تمہارے پاس آئے اور یہ نشانی بھی جو تم کہتے ہو پھر انہیں تم نے کیوں قتل کیا اگر تم سچے ہو

تفسیر

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء بنی اسرایل کی شرائع میں قربانی کا حکم تھا۔ کیونکہ جناب رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں جو بنی اسرائیل تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ پر ایمان نہ لانے کی وجہ یہ بیان کی تھی کہ ہمارے انبیاء علیہم الصلوہ والسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی تھی کہ تم صرف اس پیغمبر پر ایمان لانا جس کی قربانی کو آگ کھائے (یعنی جلائے) اور آپ ﷺ سے کہا کہ تمہاری قربانی تو آگ نہیں جلاتی بلکہ تم تو اس کے کھانے کی اجازت دیتے ہو۔ اس لئے ہم تم پر اے محمد ﷺ ایمان نہیں لاتے۔ تو اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو فرمایا ہے کہ تم ان سے کہو کہ یہ بات تو ٹھیک ہے جو تم کہتے ہو۔ لیکن تم نے ان انبیاء علیہم السلام کو پھر قتل کیوں کیا اگر تم سچے ہو۔ ہمارا مقصد یہاں یہ ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے کے یہود نے اعتراف کیا تھا کہ انبیاء علیہم السلام نے انہیں قربانی کی تعلیم و ترغیب دی تھی اور اللہ تعالی نے قرآن مجید کی اس آیت میں اس کی تائید فرمائی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء بنی اسرائیل نے اپنی اپنی امت کو قربانی کی تعلیم دی تھی۔

رسول اکرم ﷺ اور آپؐ کی امت کو حکم ہے کہ قربانی صرف رضائے الہیٰ کے لئے کرنا ہے

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین

کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

ذلک ومن یعظم حرمت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ واحلت لکم الانعام الا من یتلی علیکم فاجتنبوالرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور ( ) حنفآء للہ غیر مشرکین نہ ومن یشرک باللہ فکانماخر من السمآء فتخطفہ الطیر اوتھوی بہ الریح فی مکان سحیق ( ) ذلک ومن یعظم شعآئر اللہ فانھا من تقوی القلوب ( ) لکم فیھا منافع الی اجل مسمے ثم محلھآ الی البیت العتیق ( ) ولکل امت جعلنا منسکا" لیذکرواسم اللہ علٰے ما رزقھم من بھیمہ الانعام فالھکم الہ واحد فلہ اسلموا وبشر المخبتین ( ) الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم والصبرین علی مآ اصابھم والمقیمین الصلوہ وممارزقنھم ینفقون ( ) والبدن جعلنھا لکم من شعآئر اللہ لکم فیھا خیر فاذکرواسم اللہ علیھا صوآف فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموالقانع والمعتر کذلک سخرنھالکم لعلکم تشکرون ( ) لن ینال اللہ لحومھا ولادمآؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم کذلک سخرھا لکم لتکبروا اللہ علٰے ماھدکم وبشر المحسنین

ترجمہ:۔ یہی حکم ہے اور جو اللہ کی معزز چیزوں کی تعظیم کرے گا سو یہ اس کے لئے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے اور تمہارے لئے مویشی حلال کردیئے گئے ہیں مگر وہ جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں پھر بتوں کی ناپاکی

سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرو خاص اللہ کے ہو کر رہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں یا اسے ہوا اڑا کر کسی دور جگہ میں پھینک دیتی ہے۔ بات یہی ہے اور جو شخص اللہ کی نامزد چیزوں کی تعظیم کرتا ہے سو یہ دل کی پرہیزگاری ہے۔ تمہارے لئے ان میں ایک وقت معین تک فائدے ہیں پھر اس کے ذبح ہونے کی جگہ قدیم گھر کے قریب ہے۔ ہر امت کے لئے ہم نے قربانی مقرر کردی تھی تاکہ اللہ نے جو چارپائے انہیں دیئے ہیں ان پر اللہ کا نام یاد کیا کریں پھر تم سب کا معبود تو ایک اللہ ہی ہے پس اسی کے فرمانبردار رہو اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔ وہ لوگ جب اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر مصیبت آئے تو صبر کرنے والے ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور ہم نے تمہارے لئے قربانی کے اونٹ کو اللہ کی نشانیوں میں سے بنایا ہے تمہارے لئے ان میں فائدے بھی ہیں پھر ان پر اللہ کا نام کھڑا کرکے لو پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور سائل کو بھی کھلاؤ اللہ نے انہیں تمہارے لئے ایسا مسخر کردیا تاکہ تم شکر کرو۔ اللہ کو نہ ان کا گوشت اور نہ ان کا خون پہنچتا ہے البتہ تمہاری پرہیزگاری اس کے ہاں پہنچتی ہے اسی طرح انہیں تمہارے تابع کردیا تاکہ تم اللہ کی بزرگی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور نیکوں کو خوشخبری سنادو۔

انا اعطینک الکوثر ( ) فصل لربک وانحر ( ) ان شانئک ھو

الابتر()

ترجمہ:- بیشک ہم نے آپ کو کوثر ایک حوض کا نام ہے اور ہر خیر کثیر بھی اسمیں داخل ہے عطا فرمائی سو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیئے اور قربانی کیجیئے بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان رہے گا۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں گیارہ آیات جمع کی گئی ہیں۔ پہلی سورہ الانعام کی آیت ایک سو باسٹھ ہے۔ اس میں اللہ تعالے نے جناب نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ اعلان کریں کہ میری چار چیزیں صرف اللہ تعالی کے لئے ہیں۔ نماز۔ قربانی۔ زندگی۔ موت۔ نماز کی تشریح گذشتہ ابواب میں بیان ہوگئی ہے۔ یہاں قربانی کے بارے میں عرض کرنا ہے۔ یہاں صرف اتنا بتایا ہے کہ میری قربانی اللہ تعالی کے لئے ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ کس چیز کی قربانی کرنا ہے اور کہاں کرنا ہے۔ اور سورہ الحج کی آیت تیس اور اکتیس میں پانچ چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جن چیزوں کا احترام لازم قرار دیا ہے انکی تعظیم کرنا ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ مویشی تمہارے لئے حلال ہیں وہ کھاؤ مگر جنکو حرام قرار دیا ہے ان سے بچنا یعنی حلال جانوروں کی قربانی کرنا ہے نہ کہ حرام کی اور تیسری چیز بت پرستی یعنی غیراللہ کی عبادت سے بچو اور چوتھی چیز یہ ہے کہ جھوٹ کہنے سے بچو۔ اور پانچویں چیز یہ ہے کہ صرف ایک خدا کے ہوکر رہو ورنہ شرک کی سزا دوزخ ہے اور آیت بتیس میں شعائر اللہ کی تعظیم کو تقوی فرمایا ہے۔ اور آیت تینتیس میں مویشیوں کے منافع اور انہیں قربان کرنیکی جگہ بتائی ہے کہ وہ قدیم گھر

ے پاس ہے (یعنی منی میں ذبح کرنا ہے) اور آیت چونتیس کی تفسیر پہلے بیان ہو چکی ہے۔ خلاصہ مقصد یہ ہے کہ جس طرح پہلی امتوں پر قربانی تھی اسی طرح نبی کریم ﷺ کی امت پر بھی قربانی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی امت بھی تمام امم میں سے ایک امت ہے۔ اور اس امت کو بھی مویشیوں کی قربانی پیش کرنے کا حکم ہے اور آیت پینتیس میں اس امت کی نیکیوں اور خوبیوں کو بیان فرمایا ہے۔ اور چھتیس میں مویشیوں میں سے اونٹ کو خصوصی طور پر شعائراللہ میں سے قرار دیا ہے اور شعائر اللہ ہر وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالی کی عظمت معلوم ہوتی ہو اور چونکہ اونٹ سے بھی اللہ تعالی کی عظمت معلوم ہوتی ہے اس لئے اسکو شعائراللہ میں سے فرمایا ہے اور آگے اسکے ذبح کرنیکا طریقہ بتایا ہے کہ بسم اللہ اکبر کہہ کر کے اور کھڑا کر کے اسے ذبح کرو۔ اور پھر اس سے خود بھی کھاؤ۔ صبر سے بیٹھنے والے۔ اور سائل کو بھی کھلاؤ۔ اور اللہ تعالی نے اسے تمہارا تابعدار بنایا ہے اسکا شکر کرو اور آیت سینتیس میں اللہ تعالی نے بنی آدم کو جو قربانی کا حکم دیا ہے اسکے دو مقصد بیان فرمائے ہیں ایک مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں خوف الہی اور پرہیزگاری پیدا ہو۔ اور دوسرا یہ ہے کہ ان میں اللہ تعالے کی عظمت آئے۔ اور اس کے بعد میں سورہ الکوثر میں حضور ﷺ کو حکم قربانی ہے۔ اور اسکے فائدے بیان فرمایا ہے کہ اس سے تمہارا دشمن تباہ اور نیست نابود ہو گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم○ انا اعطینک الکوثر○ فصل لربک وانحر○ ان شانئک ھوالابتر○

ترجمہ:۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

ہے۔ بے شک ہم نے آپ کو کوثر دی۔ پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

شان نزول

ابن ابی حاتم نے سدی سے اور بیہقی نے دلائل نبوت میں حضرت محمد بن علی بن حسین سے نقل کیا ہے کہ جس شخص کی اولاد ذکور مرجائے اس کو عرب ابتر کہا کرتے تھے یعنی مقطوع النسل۔ جس وقت نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے قاسم یا ابراہیم کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا تو کفار مکہ آپ کو ابتر کہہ کر طعنہ دینے لگے ایسا کہنے والوں میں عاص بن وائل کا نام خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے اس کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو کہتا تھا کہ ان کی بات چھوڑو یہ کچھ فکر کرنے کی چیز نہیں کیونکہ ابتر (مقطوع النسل) ہیں جب ان کا انتقال ہوجائیگا ان کا کوئی نام لینے والا بھی نہ رہے گا' اس پر سورہ کوثر نازل ہوئی (رواہ البغوی' ابن کثیر' و مظہری)

اور بعض روایات میں ہے کہ کعب بن اشرف یہودی ایک مرتبہ مکہ مکرمہ آیا تو قریش مکہ اسکے پاس گئے اور کہا کہ آپ اس نوجوان کو نہیں دیکھتے جو کہتا ہے کہ وہ ہم سب سے (دین کے اعتبار) سے بہتر ہے حالانکہ ہم حجاج کی خدمت کرنے والے ہیں اور بیت اللہ کی حفاظت کرنے والے اور لوگوں کو پانی پلانے والے ہیں۔ کعب نے یہ سن کر کہا کہ نہیں تم لوگ اس سے بہتر ہو' اس پر یہ سورہ کوثر نازل ہوئی (ذکرہ ابن کثیر عن البزار باسناد صحیح و قدر رواہ مسلم قالہ مظہری)۔

خلاصہ یہ ہے کہ کفار مکہ جو رسول اکرم ﷺ کے پسری اولاد نہ رہنے کے سبب ابتر ہونے کے طعنے دیتے تھے یا دوسری وجوہ سے آپ کی شان میں

گستاخی کرتے تھے ان کے جواب میں سورہ کوثر نازل ہوئی ہے جس میں انکے طعنوں کا جواب بھی ہے کہ صرف اولاد نرینہ کے نہ رہنے سے آپؐ کو مقطوع النسل یا مقطوع الذکر کہنے والے حقائق سے بے خبر ہیں۔ آپؐ کی نسل نسبی بھی انشاء اللہ دنیا میں تا قیامت باقی رہے گی اگرچہ دختری اولاد سے ہو اور نسل معنوی یعنی آپؐ پر ایمان لانیوالے مسلمان جو درحقیقت نبی کی اولاد معنوی ہوتے ہیں وہ تو اس کثرت سے ہونگے کہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے بھی بڑھ جائیں گے۔ اور اسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کے نزدیک مقبول اور مکرم و معظم ہونا بھی مذکور ہے جس سے کعب بن اشرف کے قول کی تردید ہوجاتی ہے۔ یہ سب مضمون سورہ کی تیسری آیت میں آیا ہے۔

انا اعطینک الکوثر○

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "کوثر وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرمائی ہے" ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے تو سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ (ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اسکے منافی نہیں بلکہ) وہ نہر جنت جس کا نام کوثر ہے وہ بھی اس خیر کثیر میں داخل ہے اسی لئے امام تفسیر مجاہد نے کوثر کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ دنیا و آخرت دونوں کی خیر کثیر ہے اسمیں جنت کی خاص نہر کوثر بھی داخل ہے۔

حوض کوثر

بخاری مسلم ابوداؤد نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔

بینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین اظھرنا فی المسجد اذا غفی اغفاءہ ثم رفع راسہ متبسماً۔ قلنا ما اضحک یا رسول اللّٰہ قال لقد انزلت علی انفاً سورہ فقرا بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم انا اعطینک الکوثر الخ ثم قال اتدرون ما الکوثر قلنا اللّٰہ ورسولہ اعلم قال فانہ نھر وعدنیہ ربی عزوجل علیہ خیر کثیر وھو حوض ترد علیہ امتی یوم القیامت انیہ عدد نجوم فی السماء فیختلج العبد منھم فاقول رب انہ من امتی فیقول انک لا تدری ما احدث بعدک

ایک روز جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہمارے درمیان تھے اچانک آپؐ پر ایک قسم کی نیند یا بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہوئی پھر ہنستے ہوئے آپؐ نے سر مبارک اٹھایا، ہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے تو فرمایا کہ مجھ پر اسی وقت ایک سورت نازل ہوئی ہے پھر آپ نے بسم اللہ کے ساتھ سورہ کوثر پڑھی، پھر فرمایا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم، آپؐ نے فرمایا یہ ایک نہر جنت ہے جسکا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے جس میں خیر کثیر ہے اور وہ حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے روز پانی پینے کے لئے آئے گی اس کے پانی پینے کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہونگے اسوقت بعض لوگوں کو فرشتے حوض سے ہٹا دینگے تو میں کہوں گا کہ میرے پروردگار یہ تو میری امت میں ہے اللہ فرمائے گا کہ آپؐ

نہیں جانتے کہ انہے آپ کے بعد کیا نیا دین اختیار کیا ہے۔

ابن کثیر نے اس روایت کو نقل کرکے مزید لکھا ہے۔

وقدورد فی صفه الحوض یو القیمه انه یشخب فیه میراتان من السماء من نہر الکوثر وان انیته عدد نجوم السماء

حوض کی صفت میں روایات حدیث میں آیا ہے کہ اس میں دو پرنالے آسمان سے گریں گے جو نہر کوثر کے پانی سے حوض کو بھر دیں گے اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہوں گے۔

اس حدیث سے سورہ کوثر کا سبب نزول بھی معلوم ہوا اور لفظ کوثر کی صحیح تفسیر بھی یعنی خیر کثیر' اور یہ بھی کہ اس خیر کثیر میں وہ حوض کوثر بھی شامل ہے جو قیامت میں امت محمدیہ کو سیراب کریگی۔ نیز اس روایت نے یہ بھی واضح کردیا کہ اصل نہر کوثر جنت میں ہے اور یہ حوض کوثر میدان حشر میں ہوگی اس میں دو پرنالوں کے ذریعہ نہر کوثر کا پانی ڈالا جائیگا۔ اسمیں ان روایات کی بھی تطبیق ہوگئی جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض کوثر پر امت کا درود دخول جنت سے پہلے ہوگا۔ اور اس حدیث میں جو بعض لوگوں کو حوض کوثر سے ہٹا دینے کاذکر ہے یہ وہ لوگ ہیں جو بعد میں اسلام سے پھر گئے یا پہلے ہی سے مسلمان نہیں تھے مگر منافقانہ اظہار اسلام کرتے تھے' آنحضرت ﷺ کے بعد ان کا نفاق کھل گیا' واللہ اعلم

احادیث صحیحہ میں حوض کوثر کے پانی کی صفائی اور شیرینی اور اس کے کناروں کا جواہرات سے مرصع ہونے کے متعلق ایسے اوصاف مذکور ہیں کہ دنیا میں ان کا کسی چیز پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اس سورہ کا نزول اگر کفار کے طعنوں کے دفاع میں ہو جیسا کہ اوپر

مذکور ہوا کہ آپ کی اولاد نرینہ فوت ہوجانے کی وجہ سے وہ آپ کو ابتر مقطوع النسل قرار دے کر کہا کرتے تھے کہ ان کا کام چند روزہ ہے پھر کوئی نام لینے والا بھی نہ رہے گا تو اس سورہ میں آپ کو کوثر عطا فرمانے کا ذکر جس میں حوض کوثر بھی شامل ہے ان طعنہ زنوں کی مکمل تردید ہے کہ ان کی نسل و نسب صرف یہی نہیں کہ دنیا کی عمر تک چلے گی بلکہ ان کی روحانی اولاد کا رشتہ محشر میں بھی محسوس ہوگا جہاں وہ تعداد میں بھی تمام امتوں سے زیادہ ہوں گے اور ان کا اعزازواکرام بھی سب سے زیادہ ہوگا۔

فصل لربک وانحر○

نحر سے مشتق' اونٹ کی قربانی کو نحر کہا جاتا ہے جسکا مسنون طریقہ اسکا پاؤں باندھ کر حلقوم میں نیزہ یا چھری مار کر خون بہادینا ہے جیسا کہ گائے بکری وغیرہ کی قربانی کا طریقہ ذبح کرنا یعنی جانور کو لٹا کر حلقوم پر چھری پھیرنا ہے۔ عرب میں چونکہ عموماً" قربانی اونٹ کی ہوتی تھی اس لئے قربانی کرنے کے لئے یہاں لفظ وانحر استعمال کیا گیا۔ بعض اوقات لفظ نحر مطلقاً" قربانی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس سورہ کی پہلی آیت میں کفار کے زعم باطل کے خلاف رسول اکرم ﷺ کو کوثر یعنی دنیاو آخرت کی ہر خیر اور وہ بھی کثیر مقدار میں عطا فرمانے کی خوشخبری سنانے کے بعد اسکے شکر کے طور پر آپ کو دو چیزوں کی ہدایت کی گئی ہے۔ ایک نماز' دوسرے قربانی'۔ نماز بدنی اور جسمانی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت ہے اور قربانی مالی عبادتوں میں اس بنا پر خاص امتیاز اور اہمیت رکھتی ہے کہ اللہ کے نام پر قربانی کرنا بت پرستی کے شعار کے خلاف ایک جہاد بھی ہے کیونکہ ان کی قربانیاں بتوں کے نام پر ہوتی تھیں۔ اسی لئے قرآن کریم کی ایک اور آیت میں بھی نماز

کے ساتھ قربانی کا ذکر فرمایا ہے ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین اس آیت میں وانحر کے معنی قربانی ہونا حضرت ابن عباس، عطا، مجاہد اور حسن بصری وغیرہ سے مستند روایات میں ثابت ہے۔ بعض لوگوں نے جو وانحر کے معنی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بعض ائمہ تفسیر کی طرف منسوب کئے ہیں اس کے متعلق ابن کثیر نے فرمایا کہ روایت منکر (ناقابل اعتبار) ہے۔

ان شانئک ھو الابتر○

لفظ شانی کے معنی بغض رکھنے والے عیب لگانے والے کے ہیں یہ آیت ان کفار کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رسول اکرم ﷺ کو ابتر مقطوع النسل ہونے کا طعنہ دیتے تھے۔ اکثر روایات میں عاص بن وائل، بعض میں عقبہ، بعض میں کعب بن اشرف اسکے مصداق ہیں۔ حق تعالے نے رسول اکرم ﷺ کو کوثر یعنی خیر کثیر عطا کی جس میں اولاد کثیر بھی داخل ہے آپ کے لئے اولاد کی کثرت اس لحاظ سے ہے کہ نسبی اولاد بھی آپ کی ماشاء اللہ کچھ کم نہیں اور پیغمبر چونکہ پوری امت کا باپ ہوتا ہے اور پوری امت اس کی اولاد روحانی اور آپ کی امت پچھلے تمام انبیاء کی امتوں سے تعداد میں زیادہ ہوگی۔ ایک طرف تو ان دشمنوں کی بات کو اس طرح خاک میں ملادیا دوسری طرف یہ بھی فرمادیا کہ جو لوگ آپ کو ابتر ہونے کا طعنہ دیتے ہیں وہ ہی ابتر ہیں۔

عبرت

اب غور کیجئے کہ رسول اکرم ﷺ کے ذکر کو حق تعالی نے کیسی رفعت

اور عظمت عطا فرمائی کہ آپؐ کے عہد مبارک سے آج تک پوری دنیا کے چپہ چپہ پر آپ ﷺ کا نام مبارک پانچ وقت اللہ کے نام کے ساتھ میناروں پر پکارا جاتا ہے اور آخرت میں آپؐ کو شفاعت کبریٰ کا مقام محمود حاصل ہوگا' اسکے بالمقابل دنیا کی تاریخ سے پوچھئے کہ عاص بن وائل' عقبہ' کعب کی اولاد کہاں اور انکا خاندان کیا ہوا' خود ان کا نام بھی اسلامی روایات سے تفسیر آیات کے ذیل مین محفوظ ہوگیا ورنہ دنیا میں آج ان کا نام لینے والا کوئی باقی نہیں ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

یہ تفسیر معارف القرآن مؤلفہ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔

نبی کریم ﷺ نے دس سالہ مدنی دور میں قربانی کی

عن انس قال ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین املحین اقرنین ذبحھما بیدہ وسمی وکبر قال رایتہ واضعا" قدمہ علی صفاحھما ویقول بسم اللہ واللہ اکبر۔ متفق علیہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دو ابلق سینگ دار دنبوں کی قربانی' آپ ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔ بسم اللہ اور تکبیر کہی۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ دونوں قدم ان کے پہلو پر رکھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے بسم اللہ اللہ اکبر۔ متفق علیہ

ف۔ قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مستحب ہے' اگر ذبح کرنا جانتا ہو ورنہ ذبح کے وقت موجود رہے اور ذبح میں ہمارے نزدیک اللہ کا نام لینا شرط ہے اور تکبیر کہنی سب کے نزدیک درست ہے۔ لفظ واؤ سمیت کہنا افضل ہے

درمختار وغیرہ میں لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہے یعنی بسم اللہ اور اللہ اکبر کے درمیان واؤ نہ لاوے اگر بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ کہے تو جانور اس صورت میں بھی حلال ہوگا۔

وعن عائشہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم امر بکبش اقرن یطا فی سواد ویبرک فی سواد وینظر فی سواد فاتی بہ لیضحی بہ قال یا عائشہ ھلمی المدیہ ثم قال اشحذیھا بحجر ففعلت ثم اخذھا واخذ الکبش فاضجعہ ثم ذبحہ ثم قال بسم اللّٰہ اللّٰھم تقبل من محمد وال محمد ومن امہ محمد ثم ضحی بہ۔ رواہ مسلم

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک سینگ دار دنبہ لانے کا حکم دیا۔ جو سیاہی میں چلتا اور سیاہی میں بیٹھتا ہو اور دیکھتا ہو سیاہی میں یعنی اس کے پاؤں، سینہ، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں پس آپؐ کے پاس ایسا دنبہ لایا گیا تاکہ اسکی قربانی کریں۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا چھری لے آؤ، اسکو پتھر پر تیز کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پس دنبہ کو پکڑا اور لٹایا اور اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر کہا بسم اللہ آخر تک۔ اے اللہ! اسکو محمد ﷺ آل محمد ﷺ اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول کر۔ پھر اس طرح اس کی قربانی کی، اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف۔ سرور عالم ﷺ جو اس طرح کہہ کر ذبح کیا تو مراد اس سے امت کو ثواب میں شریک کرنا ہے نہ یہ کہ قربانی سب کی طرف سے کی اس لئے کہ قربانی کرنا ایک بکری کا کئی طرف سے درست نہیں: ع

وعن ابن عمر قال کان النبیؐ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یذبح وینحر بالمصلی۔ رواہ البخاری

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عید گاہ میں ذبح اور نحر کرتے اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن جابر قال ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین فلما وجهھما قال انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض علی ملہ ابراہیم حنیفا" وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللهم منک ولک عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر ثم ذبح۔ رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ والدارمیؒ وفی روایہ لاحمد وابی داؤد والترمذی ذبح بیدہ وقال بسم اللہ واللہ اکبر اللھم ھذا عنی وعمن لم یضح من امتی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ذبح کے دن رسول اکرم ﷺ نے دو ابلق سینگ دار اور خصی دنبے ذبح کئے جب ان دونوں کو رو بقبلہ کیا تو کیا کہا۔ میں نے اپنے چہرہ کو اس کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اس حال میں کہ میں ابراہیمی طریقہ پر ہوں۔ وہ خالص خداپرست اور موحد تھے۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں تحقیق میری نماز تمام عبادتیں میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ یہ قربانی تیری ہی عطا سے ہے اور تیرے ہی لئے ہے قبول کر محمد اور اس کی امت کی طرف سے ساتھ بسم اللہ کے اور اللہ سب سے بڑا ہے پھر ذبح کیا۔ اس کو احمد ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ احمد

ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور یہ کہا۔ بسم اللہ واللہ اکبر اے اللہ! یہ میری طرف سے اور اسکی طرف سے جس نے قربانی نہیں کی میری امت میں سے ہے۔

وعن ابی سعید قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضحی بلبش اقرن فحیل ینظر فی سواد ویاکل فی سواد ویمشی فی سواد۔ رواہ الترمذی وابو داؤد [illegible] ابن ماجہ

حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک فربہ سینگ دار دنبہ کی قربانی کیا کرتے تھے جس کے آنکھوں کے گرد سیاہی ہوتی۔ جس کے منہ پیٹ اور پاؤں بھی سیاہ ہوتے' اس کو ترمذی' ابوداؤد' نسائی' اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن عمر قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینہ عشر سنین یضحی۔ رواہ الترمذی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ میں دس سال قیام پذیر رہے اور قربانی کرتے رہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں چھ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ان احادیث میں جناب رسول اکرم ﷺ کا عملی نمونہ بیان فرمایا گیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالی کی طرف سے جو حکم قربانی تھا۔ آپ نے اس پر عمل کیا اور اسکا حق ادا کیا۔ اور آپ ﷺ دس سالہ مدنی دور میں قربانی کرتے رہے ہیں ان سے معلوم ہوا کہ قربانی مکہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کہ اسلام کے تمام احکامات پر آپ ﷺ بھی عمل کرنے کے پابند تھے خواہ وہ

فرض ہو یا مستحب اور اسی طرح ہر ممنوع چیز سے پرہیز بھی آپ ﷺ پر لازم تھا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ داعی الی اللہ اگر خود عمل پیرا ہوگا تو اسکی دعوت موثر ہوگی۔ اور اگر وہ خود عمل پیرا نہیں ہوگا تو اس کی دعوت موثر نہیں ہوگی۔ اور اسی طرح ہر نبی نے سب سے پہلے خود عمل کیا اور پھر اس کی دعوت دی اور انبیاء علیہم السلام خلاف اولی کام بھی نہیں کرتے تھے۔ اور کسی نبی سے خلاف اولی کام میں غلطی لگ جاتی تھی تو اللہ تعالی فوراً انکی گرفت فرماتے تھے۔ اسکا مقصد یہی ہے کہ انکا عملی نمونہ مشکوک نہ ہو۔ اور لوگوں کا ان پر عدم اعتماد نہ پیدا ہو۔ اور ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ دنبے کی قربانی جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دنبے کی قربانی کی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو بھی قربانی کا حکم دیا تھا اور قربانی کرنے کے لئے انہیں جانور بھی دیے تھے

وعن عقبہ بن عامر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطاہ غنماً یقسمھا علی صحابتہ ضحایا فبقی عتود فذکرہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ضح بہ انت وفی روایہ قلت یا رسول اللہ اصابنی جذع قال ضح بہ۔ متفق علیہ

عقبہ بن عامر ؓ کہتے ہیں کہ ان کو رسول اکرم ﷺ نے بکریوں کا ایک ریوڑ دیا۔ کہ اس کو صحابہ ؓ پر تقسیم کردیں قربانی کے لئے تقسیم کے بعد بکری کا ایک بچہ باقی رہا۔ اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا۔ فرمایا۔ تو اس کی قربانی کردے' اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک بکری کا بچہ ہے فرمایا تو اسکی قربانی کردے' اسکو بخاری و مسلم

دونوں نے روایت کیا ہے۔

عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لافرع ولا عتیره قال والفرع اول نتاج کان ینتج لهم کانوا ینبحونه بطواغیتهم- والعتیره فی رجب- متفق علیه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اسلام میں نہ فرع ہے اور نہ عتیرہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرع جانور کے اس پہلے بچہ کو کہتے تھے جو کافروں کے یہاں پیدا ہوا۔ وہ اس کو اپنے بتوں کے لئے ذبح کرتے اور عتیرہ سے مراد وہ جانور ہے جس کو رجب میں ذبح کرتے۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

ف۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی عام ہے واسطے مشابہت بت پرستوں کے ہاں اگر مسلمان خدا کے نام پر کریں تو کچھ ہرج نہیں ۱۲ اشعہ۔

عن مخنف ابن سلیم قال کنا وقوفا" مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بعرفه فسمعته یقول یا ایها الناس ان علی کل اهل بیت فی کل عام اضحیته" و عتیره هل تدرون ما العتیره هی التی تسمونها الرجبیه رواه الترمذی و ابوداؤد والنسائی و ابن ماجه وقال الترمذی هذا حدیث غریب ضعیف الاسناد و قال - ابوداؤد والعتیره منسوخنه

مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مقام عرفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ٹھہرے ہوئے تھے' پس میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال میں قربانی کرنا واجب ہے اور عتیرہ کرنا۔ کیا تم جانتے ہو کہ عتیرہ کیا ہے؟۔ عتیرہ وہ ہے جس کا نام تم رجبیہ کہتے ہو۔ یعنی رجب

کی قربانی پہلے واجب تھی۔ پھر منسوخ ہو گئی) اس کو ترمذی' ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب اور ضعیف الاسناد ہے۔ اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ عتیرہ منسوخ ہے۔

تشریح:۔

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ بھی آیات قربانی کی تفسیر ہے۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کا حکم جناب نبی کریم (ﷺ) کے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ یہ حکم پوری امت کو ہے۔ تب ہی تو آپ (ﷺ) نے قربانی کے جانور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تقسیم فرمائے تھے۔ اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حاکم کی ذمہ داری ہے کہ بیت المال میں سے قربانی کے لئے غریبوں کو جانور مہیا کرے تاکہ وہ قربانی کریں۔ کیونکہ نبی (ﷺ) نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ جانور جو عطا فرمائے تھے۔ یہ بیت المال کے تھے آپؐ کے ذاتی نہیں ۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ بیت المال کا یہ فنڈ حلال مال ہو حرام نہ ہو۔ کیونکہ حرام مال سے قربانی جائز نہیں ہوتی۔

اور آخری حدیث میں فرمایا ہے کہ قربانی ہر سال ہر گھر والے پر ہے۔ مقصد یہ ہے کہ قربانی تمام مسلمانوں کو کرنی چاہیئے خواہ وہ مکہ میں بسنے والے ہوں یا کہ کسی دوسرے ملک کے بسنے والے ہوں۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بکری اور بکرے کی قربانی ہو سکتی ہے۔

قربانی کے جانوروں کے اوصاف اور ان کی عمروں کا بیان

وعن علی قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان

بستشرف العین والاذن وان لا نضحی بمقابله ولا مدابره ولا شرقاء ولا خرقاء۔ رواہ الترمذی و ابوداؤد والنسائی والدارمی و ابن ماجه وانتهت روایته الی قوله الاذن۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ہم کو حکم فرمایا کہ ہم اچھی طرح دیکھ لیا کریں۔

(کہ قربانی کا جانور صحیح سالم تندرست اور توانا ہے) آنکھ اور کان اور ہم اس جانور کی قربانی نہ کریں جس کا اگلی طرف سے کان کٹا ہوا ہو یا پچھلی طرف سے اور نہ اس جانور کو کہ اس کے کان چیرے ہوئے ہوں' دراز ہوں باتھے ہوں۔ اسکو ترمذی ابوداؤد نسائی دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور ابن ماجہ کی راوی تقول الاذن تک تمام ہوجاتی ہے:

وعنه قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نضحی باعضب القرن والاذن۔ رواہ ابن ماجه

اور انہی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسے جانور کی قربانی کرنے سے منع کیا ہے جس کے سینگ ٹوٹے ہوئے اور کان کٹے ہوئے ہوں۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وعن البراء بن عازب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم سئل ماذا یتقی من الضحایا فاشار بیده فقال اربعا العرجاء البین ظلعها والعوراء البین عورها والمریضه البین مرضها 'والعجفاء التی لا تنقی۔

رواہ مالک و احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی و ابن ماجه والدارمی۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون کون سے جانور قربانی کے لائق نہیں' آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ چار طرح کے ایک تو لنگڑا کہ اس کا لنگڑا پن ظاہر ہو' دوسرا کانا کہ اس کا کانا پن ظاہر ہو۔ تیسرا بیمار کہ اس کی بیماری ظاہر ہو اور چوتھا دبلا کہ ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔ اس کو مالک' احمد ترمذی' ابوداؤد نسائی ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن مجاشع من بنی سلیم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول ان الجذع یوفی مما یوفی منہ الثنی۔ رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ

مجاشع رضی اللہ عنہ سے جو بنی سلیم میں سے ہے۔ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تحقیق جذع کفایت کرتا ہے اس چیز سے کہ کفایت کرتا ہے اس سے ثنی۔ اس کو ابو داؤد و نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(جذع بھیڑ کو کہتے ہیں اور ثنی دو برس کی بکری کو) (صحابی ہیں قبیلہ بنی سلیم سے ۱۲ (اشعہ)

وعن ابی ھریرہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نعمت الاضحیہ الجذع من الضان رواہ الترمذی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ اچھی قربانی جذع دنبہ سے ہے۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تذبحوا الا مسنہ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعہ من الضان۔ رواہ

مسلم۔ مشکوہ باب فی الاضحیہ

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ ذبح کرو مگر مسنہ کو مگر یہ کہ نہ پاؤ تم تو ذبح کرو جذعہ دنبہ یا بھیڑ" اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:۔

اس بحث میں کل چھ احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں چھ قسم کے جانوروں کی قربانی سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمایا ہے۔ پہلی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں دو قسم کے جانوروں کا ذکر ہے ایک وہ جس کا کان کٹا ہوا ہو۔ اور یہ عام ہے خواہ اگلی طرف سے کٹا ہوا ہو یا پچھلی طرف سے اور دوسرا وہ جانور جس کے کان چرے ہوئے ہوں۔ اور یہ بھی عام ہے خواہ لمبائی میں چرے ہوئے ہوں یا گول ۔ اور یہاں دوسری حدیث بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ۔اس میں ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیادہ سینگ ٹوٹے ہوئے یا کان کٹے ہوئے کی قربانی سے منع فرمایا۔ پس ان دونوں حدیثوں میں تعارض نظر آتا ہے کیونکہ پہلی حدیث میں نفس کان کٹے یا کان چرے کا ذکر ہے۔ اور یہ عام ہے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو ۔ اور دوسری حدیث میں زیادہ سینگ ٹوٹے یا کان کٹے کا ذکر ہے۔ کیونکہ حدیث میں لفظ اعضب آیا ہے صیغہ اسم تفضیل ہے ۔ اس کا یہاں معنی ہے زیادہ ٹوٹا ہوا سینگ یا زیادہ کٹا ہوا کان اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ سینگ نصف سے کم ٹوٹا ہوا یا وہ کان نصف یا نصف سے کم کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ اس تعارض کے پیش نظر امام شافعی رحمہ اللہ نے پہلی حدیث کو ترجیح دی ہے۔ اور انہوں نے فرمایا ہے کہ ہر سینگ ٹوٹے ہوئے یا کان کٹے ہوئے قربانی کے

جانور کی قربانی ناجائز ہے خواہ وہ سینگ تھوڑا ٹوٹا ہوا ہو یا زیادہ اور اسی طرح اس کا کان تھوڑا کٹا ہوا ہو یا زیادہ ۔ اور امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے مروی دوسری حدیث کو ترجیح دی ہے۔ اور انہوں نے فرمایا ہے کہ نصف یا نصف سے زیادہ ٹوٹا ہوا سینگ یا نصف یا نصف سے زیادہ کٹا ہوا کان ہو تو اس جانور کی قربانی ناجائز ہے۔ کم ہو تو جائز ہے اور اسی پر قیاس کیا ہے اس جانور کو جس کے کان پیدائشی نہ ہوں۔ اور اسی طرح دم کٹا۔ چکتی کٹا۔ ناک کٹا وغیرہ اور خشک تھن والی مادہ۔ خارش زدہ ۔ لنگڑا۔ بیمار جو گھاس نہ کھا سکے ۔ یا کس کی آنکھ کی روشنی بالکل چلی گئی ہو وغیرہ ذالک۔ ایسے عیب دار جانوروں کو بھی کان کٹے یا سینگ ٹوٹے ہوئے پر ہی قیاس کیا ہے

جن کا ذکر تیسری حضرت برا بن عازب رضی اللہ عنہ والی حدیث میں آرہا ہے چوتھی پانچویں اور چھٹی حدیثوں میں ان جانوروں کی عمریں بتائی ہیں جنکی قربانی کرنا جائز ہے۔ حدیث میں لفظ مسنہ آیا ہے اور اونٹوں میں مسنہ پورے پانچ برس کا ہوتا ہے اور گائے بھینس میں پورے دو برس کا ہوتا ہے اور بکری دنبہ اور بھیڑ میں پورے ایک برس کا ہوتا ہے اونٹ کے ساتھ شرط یہ ہے کہ چھٹے برس میں اس کا قدم ہو اور گائے کے ساتھ شرط یہ ہے کہ تیسری برس میں اسکا قدم ہو اور بکری دنبہ بھیڑ کے ساتھ شرط یہ ہے کہ دوسرے برس میں اسکا قدم ہو۔ اگر دنبہ سال کا نہ ملے تو چھ مہینے کا بھی جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ اتنا موٹا ہو کہ وہ سال بھر کے دنبہ کے برابر نظر آئے۔ پس خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ یہ احادیث بھی آیات قربانی کی تفسیر ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو اور آپکی امت کو قربانی کا حکم تو دیا ہے مگر یہ تفصیل نہیں بتائی کہ کن جانوروں کی اور کیسے جانوروں کی قربانی کرنا ہے؟۔ پس حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں یہ تفصیل بیان فرمادی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ تفصیل کہاں سے بیان فرمائی تھی۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قرآن مجید کی مجمل آیات کی جب تفسیر بیان فرماتے تھے تو آپکے پیش نظر پورا قرآن ہوتا تھا۔ اور اسکے قواعد کلیہ کو ملحوظ رکھ کر آپؐ اس آیت کی تفسیر بیان فرماتے تھے۔ چنانچہ قربانی کی آیات کی جو تفسیر بیان فرمائی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پیش نظر قرآن مجید کی سورہ البقرہ کی یہ آیت تھی۔

یایھاالذین امنوا انفقوا من طیبت ماکسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ واعلموا ان اللہ غنی حمید () **سورہ بقرہ آیت ۲۶۷**

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اپنی کمائی میں سے کھری چیزیں خرچ کرو اور اس چیز میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہے۔ اور اس میں سے ردی چیز کا ارادہ نہ کرو کہ اس کو خرچ کرو حالانکہ تم اسے کبھی نہ لو۔ مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالے بے پرواہ تعریف کیا ہوا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالے نے انفاق فی سبیل اللہ کے لئے دو شرطیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ چیز ستھری طیب اور پاکیزہ ہونا چاہیے۔ اور دوسری شرط عرفی ہے یعنی ردی مال نہیں ہونا چاہئے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اس قاعدہ کلیہ کے تحت قربانی کے جانوروں کی تفصیل بیان

فرمائی ہے۔ یعنی اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ دنبہ پاکیزہ جانور ہیں۔ ان کی قربانی کیجیے۔ اور ان میں جو عیب دار ہوں جنکی تفصیل پہلے آگئی ہے وہ ردی ہیں۔ انکی قربانی نہیں کرنا چاہیئے۔ اور عمر کے لحاظ سے اونٹ کے لئے پانچ۔ گائے کے لئے دو اور بکری بھیڑ کے لئے ایک سال اس لئے رکھے گئے ہیں کہ اس سے کم عمر والے جانور اتنے اہم نہیں ہوتے اور قربانی کے لئے اہم جانور چاہئے اور چھ ماہ کا دنبہ ہو اور موٹا ہو تو بھی وہ یہ کام دے سکتا ہے۔

گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔

وعن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البقرہ عن سبعہ والجزور عن سبعہ رواہ مسلم وابوداؤد واللفظ لہ۔ (مشکوہ باب فی الاضحیہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گائے اور اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے اس کو مسلم اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

وعن ابن عباس قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فحضر الاضحی فاشترکنا فی البقرہ سبعہ وفی البعیر عشرہ۔ رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ وقال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ پس عید قربان آگئی ہم ایک گائے میں سات آدمی شریک

ہو گئے اور اونٹ میں دس دیگر علماء کی ایک اور حدیث کی بناء پر یہ رائے ہے کہ اونٹ میں بھی سات آدمی ہونے چاہیں' اس کو ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا ہے کہ حدیث حسن غریب ہے۔ یہ حدیث منسوخ ہے اوپر کی حدیث سے جس میں آیا ہے کہ گائے اور اونٹ سات سات کی طرف سے ہیں ۱۲: ع: مصحح)

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی سے معلوم ہوتا ہے کہ گائے اور اونٹ میں صرف سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اور دوسری حدیث جو حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ اور گائے کی قربانی میں شرکت جائز ہے۔ گائے میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اور اونٹ میں دس۔ پس ان دونوں حدیثوں میں جو تعارض نظر آتا ہے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث سند کے لحاظ سے غریب ہے اور حضرت جابر والی حدیث قوی ہے لہذا اسی کو ترجیح ہے اور اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات سات آدمی ہی شریک ہوسکتے ہیں۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ سات سے زیادہ شریک نہیں ہوسکتے۔ کم ہوسکتے ہیں۔ ایک آدمی بھی ایک اونٹ یا گائے کی قربانی کرسکتا ہے۔ اور فقہاء نے بھینس کو گائے پر قیاس کرکے فرمایا ہے کہ بھینس میں بھی سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ ایک گائے یا اونٹ سات بکری یا سات دنبے کے قائم مقام ہوجائیں گے۔

غنی پر قربانی واجب ہے۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم من وجد سعه فلم یضح فلا یقربن

مسجدنا او مصلانا
(حاشیہ ترمذی)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے جو وسعت پائے اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری مسجدوں یا عیدگاہوں کے قریب نہ آئے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت بیوم الاضحی عیداً جعلہ اللہ لھذہ الامہ قال لہ رجل یا رسول اللہ ارایت ان لم اجد الا منیحہ انثی افاضحی بھا قال لا ولکن خذ من شعرک واظفارک وتقص شاربک وتحلق عانتک فذالک تمام اضحیتک عنداللہ رواہ ابوداؤد والنسائی۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسالت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے عید قربان کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کو عید مقرر کروں اس کو اللہ نے اس امت کے لئے مقرر کیا ہے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں سوائے منیحہ مادہ کے اور کچھ نہ پاؤں تو کیا اسی کی قربانی کردوں۔ فرمایا نہیں۔ لیکن تو اپنے بال اور ناخون لے لے اور اپنی لبیں کترواؤ اور اپنی زیر ناف کے بال مونڈھ۔ اللہ کے نزدیک یہ ہے تیری پوری قربانی۔ اسکو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں ہیں پہلی حدیث ترمذی کے حاشیہ سے نقل کی گئی ہے اور صاحب ھدایہ نے بھی اسے نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غنی آدمی پر قربانی کرنا واجب ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا

ہے کہ جس کے پاس وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری مسجدوں کے یا عیدگاہوں کے قریب نہ آئے۔ ایسی سختی اور تنبیہہ ترک واجب پر ہی ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ غنی پر قربانی کرنا واجب ہے اور دوسری حدیث حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ جناب رسالت ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر میں منیحہ کے سوا اگر اور کچھ نہ پاؤں تو کیا میں اسے قربان کردوں۔ تو آپ ﷺ نے اسے اجازت نہ دی۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غریب پر قربانی کرنا واجب نہیں۔ اگر غریب پر قربانی کرنا واجب ہوتی تو آپ ﷺ اسے منع نہ کرتے۔ منیحہ عرب اس کو کہتے تھے کہ دودھ والی اونٹنی لوگ غریب کو دیدیتے تھے تاکہ وہ اسکے دودھ سے پشم سے اور بچوں سے فائدہ اٹھائے اور حاجت پوری کرنے کے بعد واپس کردیتے تھے۔ پس یہ دو حدیثیں بھی آیات قربانی کی تفسیر ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ کہاں سے معلوم کیا تھا کہ قربانی کرنا واجب ہے۔ قرآن مجید کی کس آیت سے مفہوم ہوتا ہے؟ پس اسکا جواب یہ ہے آیات متعلقہ قربانی میں یہ آیت سورہ الکوثر میں گزر گئی ہے۔ فصل لربک وانحر اے نبی ﷺ آپؐ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔ اور یہاں یہ وانحر صیغہ امر ہے جو وجوب کے لئے آتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ پر قربانی واجب تھی باوجودیکہ آپ ﷺ غنی نہیں تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ اپنے پاس مال جمع نہیں ہونے دیتے تھے۔ آپؐ فقر پسند کرتے تھے مگر پھر بھی آپ ﷺ پر اللہ تعالی نے قربانی واجب کی تھی تو آپؐ کی اتباع امت پر لازم ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے اسکے پیش نظر فرمایا کہ غنی پر قربانی واجب ہے اور غریب پر نہیں۔ لیکن شبہ پھر بھی باقی رہ جاتا

ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سعہ کا لفظ کہاں سے نکالا تھا جس کے معنی غنی ہے اسکا جواب یہ ہے یہ لفظ قرآن مجید کی سورہ البقرہ کی آخری آیت کے اس جملہ میں (لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا) سے انبساط ہے۔ اللہ تعالی نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اسکی وسعت کے موافق۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے اور تمام احکامات کے اندر مفید ہے۔ لہذا بحث قربانی میں اسکا اعتبار ہے۔

میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے

وعن حنش قال رایت علیاً یضحی بکشبین فقلت لہ ما ھذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ رواہ ابوداؤد وروی الترمذی نحوہ۔

حنش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپؓ دو دنبوں کی قربانی کیا کرتے تھے میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ (آپ بجائے ایک دنبہ کے دو دنبے قربانی کرتے ہیں؟) فرمایا تحقیق رسول اکرم ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں حضور ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کروں سو میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہوں۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی اسی کی مانند روایت کی ہے۔

تشریح

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم ﷺ کی طرف سے قربانی کی تھی۔ اور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسکی وصیت کی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو دو دنبے ذبح کئے تھے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک

اپنی طرف سے کیا ہوگا اور دوسرا حضور ﷺ کی طرف سے کیا ہوگا۔ پس یہ حدیث بھی آیات قربانی کی تشریح ہے۔ کیونکہ آیات قربانی میں قربانی کرنیکا تو حکم ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ صرف اپنی طرف سے ہی قربانی کرے اور دوسرے کی طرف نہ کرے اور حضرت محمد ﷺ نے خود عمل کرکے بتادیا کہ دوسرے کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔ کیونکہ پہلے حدیث میں گزر گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی پوری امت کی طرف سے قربانی کی تھی۔ اور اس حدیث میں یہ بھی بتایا ہے کہ آپنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت بھی فرمائی تھی کہ تم میری طرف سے قربانی کرنا۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ کہاں سے معلوم کیا تھا کہ دوسرے کی طرف سے بھی قربانی کرنا جائز ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی کسی مجمل آیت کی تشریح بیان فرماتے تھے تو آپکے پیش نظر قرآن مجید کے قواعد کلیہ ہوتے تھے صرف وہ آیات مجملہ ہی نہیں ہوتی تھیں اور یہاں قاعدہ کلیہ سورہ المائدہ کی آیت دو کے اس جملہ (وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان) ایک دوسرے کا تعاون کرو نیکی اور تقوی پر اور مت تعاون کرو گناہ اور ظلم پر) میں بیان فرمایا ہے۔ اور یہ بڑا جامع جملہ ہے جو تمام ابواب کو شامل ہے اور اس میں تمام مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ ہر نیکی کام پر محتاجوں کی مدد کرو اور جو فوت ہوگیا وہ تو زیادہ مدد کا محتاج ہے لہٰذا زندہ انسانوں کو چاہئے کہ فوت ہونے والوں کی بھی مدد کریں۔ اور یہ مدد تکفین و تجہیز نماز جنازہ اور تدفین کی شکل میں کرنے کی تعلیم دی ہے اور یہ بھی تعلیم دی ہے کہ مرنے والے کے قرضے ادا کرنا ہے۔ اسکی وصیت پوری کرنا ہے اس نے اگر کسی ساتھ وعدہ کیا تھا تو وہ بھی پورا کرنا ہے۔ اس کا حج

رہتا ہے تو اس کی طرف سے حج بدل کرنا ہے اور اس کی طرف سے نفل حج۔ طواف۔ وجوبی قربانی نفلی قربانی۔ ان تمام مضامین کو تعاونوا علی البر والی آیت شامل ہے اور حضرت محمد ﷺ نے ان تمام مضامین کی تفصیل اپنے اپنے مقامات پر بیان فرمادی ہے۔ اور قربانی کی تفصیل یہاں بیان فرمائی ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ میت کی طرف سے مالی عبادت میں وکالت اور نمائندگی جائز ہے جیسا کہ زکوہ صدقات قربانی اور مالی اور بدنی سے مشترک عبادت میں بھی وکالت اور نمائندگی جائز ہے جیسا کہ حج اور صرف بدنی نفلی عبادت میں بھی نمائندگی جائز ہے۔ جیسا کہ نفلی نماز اور نفلی روزہ البتہ فرضی بدنی عبادت میں وکالت اور نمائندگی جائز نہیں ہے اور سورہ النساء کی آیت پچاسی سے بھی یہی مفہوم نکلتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعاونو علی البر کرنے والے کو بھی اجر ملتا ہے۔(من یشفع شفاعه حسنه لکن له نصیب منها ومن یشفع شفاعۃ سیئه لکن له کفل منها) جو کوئی اچھی بات میں سفارش کرے اسے بھی اس میں سے ایک حصہ ملے گا۔ اور جو کوئی بری بات میں سفارش کرے اس میں سے ایک بوجھ اس پر بھی ہے۔

بڑی عید کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے والا قربانی کرنے کے بعد حجامت کرائے۔

وعن ام سلمه قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخل العشر واراد بعضکم ان یضحی فلا یمس من شعره وبشره شیئا" وفی روایه فلا یاخذن شعرا" ولا یقلمن ظفرا" وفی روایه من رای هلال ذی الحجه واراد ان یضحی فلا یاخذ من شعره ولا من

اظفارہ۔ رواہ مسلم

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جب بقر عید کا دہا آئے (یعنی چاند نظر آئے) اور تم میں سے کوئی قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے بال اور ناخون کا کوئی حصہ دور نہ کرے (یعنی حجامت نہ بنوائے) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ نہ لیوے بال اور نہ ترشوائے ناخن۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جو شخص ماہ ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور وہ قربانی کا ارادہ کرے تو نہ اپنے بال لے اور نہ ناخن۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ مصنفہ ملاعلی قاری علیہ الرحمہ الباری میں ہے المستحب لمن قصد ان یضحی عند مالک والشافعی ان لا یحلق شعرہ ولم یقلم ظفرہ حتی یضحی وان فعل کان مکروھا وقال ابوحنیفہ ھو مباح ولا یکرہ ولا یستحب وقال احمد بتحریمہ یعنی جو شخص قربانی کا ارادہ کرے امام مالک اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ اپنا سر نہ منڈائے اور نہ ہی ناخن لے حتی کہ قربانی کرلے اگر اس نے ایسا کیا تو یہ فعل مکروہ ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ فعل مباح ہے اور نہ مکروہ ہے نہ مستحب' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ کام حرام ہے (رحمۃ الامہ) ص ۶۵ مطبوعہ مصر۔

میزان شعرانی ج ۲ ص ۵۶ مصری' سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قوی اور پختہ دلائل دیکھنے ہوں تو شرح معانی الآثار ملاحظہ فرمائی جاوے

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے اور بارہویں تاریخ تک جائز ہے

عن جندب بن عبداللہ قال شھدت الاضحی یوم النحر مع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعد ان صلی وفرغ من صلوته وسلم فاذا هو یری لحم اضاحی قد ذبحت قبل ان یفرغ من صلوته فقال من کان ذبح قبل ان یصلی فلیذبح مکانها اخری وفی روایه قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر ثم خطب ثم ذبح وقال من کان ذبح قبل ان یصلی او نصلی فلیذبح اخری مکانها ومن لم یذبح فلیذبح باسم اللہ متفق علیہ

جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عید قربان میں حاضر ہوا۔ کہ نحر کا دن ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پس نہ تجاوز کیا نماز پڑھنے سے اور اپنی نماز سے فارغ ہونے سے اور سلام پھیرنے سے آپ نے دیکھا قربانیوں کا گوشت جو نماز سے قبل ہی ذبح کرلی گئی تھیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے ذبح کیا نماز سے پہلے یا فرمایا یا اس سے پہلے کہ ہم نماز پڑھیں تو اس کو چاہئے کہ اس کی جگہ دوسرا جانور قربانی کرے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید قربان کی نماز پڑھی' اس کے بعد خطبہ دیا اور اس کے بعد ذبح کیا اور فرمایا اس سے پہلے کہ ہم نماز پڑھیں تو وہ اس کی جگہ دوسرا جانور قربانی دے اور جس نے ذبح نہیں کیا' اس کو چاہئے بسم اللہ کہہ کر ذبح کرے۔ اسکو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

عن نافع ان ابن عمر قال الاضحی یومان بعد یوم الاضحی رواه مالک وقال بلغنی عن علی ابن ابی طالب مثله

نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یوم نحر کے بعد قربانی کے دو دن ہیں (گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ) اسکو مالک نے

روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ مجھے علی ابن طالب رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مانند روایت پہنچی ہے۔

ف۔ اسی پر عمل ہے امام ابو حنیفہ اور مالک اور احمد رحمہم اللہ کا کہا انہوں نے کہ تمام ہوتا ہے وقت قربانی کا دن چھپنے (سے ذرا پہلے' درمختار) بارھویں تاریخ کے' کہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تیرھویں تک اور یہ حدیث ان پر حجت ہے۔

فضائل قربانی

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللہ من ھذہ الایام العشر قالوا یارسول اللہ ولا الجہاد فی سبیل اللہ قال ولا الجہاد فی سبیل اللہ الا رجل خرج بنفسہ ومالہ فلم یرجع من ذالک بشئی۔ رواہ البخاری

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذی الحجہ کے دس دنوں سے زیادہ بہتر کوئی دن نہیں' اعمال صالح کے اعتبار سے اللہ تعالی کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اور جہاد فی سبیل اللہ بھی بہتر نہیں' فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں (یعنی وہ بھی ان دنوں کے اعمال کے برابر نہیں) مگر اس شخص کا جہاد کہ اپنی ذات اور اپنے مال کو لیکر نکلا اور ان دنوں میں سے کچھ بھی نہ لایا۔ یعنی شہید ہوگیا' اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن زید بن ارقم قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ما ھذہ الاضاحی قال سنہ ابیکم ابراہیم علیہ

السلام قالوا فمالنا فيها يا رسول اللّٰہ قال بکل شعرہ حسنہ قالوا فالصوف یارسول اللّٰہ قال بکل شعرہ من الصوف حسنہ۔ رواہ احمد وابن ماجہ

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟۔ فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے' عرض کیا یارسول اللہ! اس میں ہمارے لئے کیا ثواب ہے' فرمایا۔ قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ عرض کیا۔ اور صوف کے بدلہ میں کیا ثواب ہے' فرمایا ہر بال کے پشم میں بھی ایک نیکی کا ثواب ہے۔

اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

سورج اور چاند گرہن کی نماز

عن عائشہ قالت ان الشمس خسفت علی عہد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فبعث منادیاً الصلوہ جامعہ فتقدم فصلی اربع رکعات فی رکعتین واربع سجدات قالت عائشہ مارکعت رکوعاً قط ولا سجدت سجوداً قط کان اطول منہ۔ متفق علیہ

۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج کو گہن لگا پس آپ نے ایک منادی کو بھیجا کہ نماز جمع کرنیوالی ہے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔ اور چار رکعت نماز پڑھائی۔ چار رکوع کئے۔ اور چار سجدے کئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی کوئی رکوع و سجود اتنا طویل نہیں کیا جتنا کہ اس نماز خسوف میں کیا۔ اس کو بخاری

و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

ف۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر رکعت میں ایک ایک ہی رکوع ہے مثل اور نمازوں کے دلیل ان کی کئی حدیثیں ہیں کہ ان سے ایک ایک ہی رکوع ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ ایک حدیث قولی بھی ہے ور جہاں قول اور فعل جمع ہوتے ہیں تو قول کو فعل پر مقدم رکھتے ہیں۔ ۱۲: ع: مصحح عفا اللہ عنہ۔

وعن عبداللہ بن عباس قال انخسفت الشمس علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فصلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والناس معه فقام قیاما" طویلا" نحو"ا من قراء ه سوره البقره ثم رکع رکوعا" طویلا" ثم رفع فقام قیاما" طویلا" وھو دون القیام الاول ثم رکع رکوعا" طویلا" وھو دون الرکوع الاول ثم رفع ثم سجد ثم قام فقام قیاما" طویلا" وھو دون القیام الاول ثم رکع رکوعا" طویلا" وھو دون الرکوع الاول ثم رفع فقام قیاما" طویلا" وھو دون القیام الاول ثم رکع رکوعا" طویلا" وھو دون الرکوع الاول ثم رفع ثم سجد ثم انصرف وقد تجلت الشمس فقال ان الشمس والقمر ایتان من ایات اللّٰہ لا یخسفان لموت احدا ولا لحیاته فاذا رایتم ذالک فذکراللّٰہ قالو یا رسول اللّٰہ رایناک تناولت شئیا" فی مقامک هذا ثم رایناک تکعکعت فقال انی رایت الجنته فتناولت منها عنقودا" ولو اخذته لاکلتم منه ما بقیت الدنیا ورایت النار فلم ارکا الیوم منظر"ا قط افظع ورایت اکثر اهلها انسآء فقالوا بم یارسول اللّٰہ قال بکفرھن قیل یکفرن باللّٰہ قال یکفرن علی العشیره ویکفرن الاحسان لو احسنت الی احدهن

الدھر ثم رات منک شیئا" قالت ماراَیت منک خیر "اقط۔ متفق علیہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں سورج کو گہن لگا تو حضور ﷺ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی آپؐ نے طویل قیام کیا قریبا" سورہ بقرہ کے پڑھنے کے پھرطویل رکوع کیا' پھر اٹھے اور دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا' پھر رکوع کیا طویل اور یہ رکوع پہلے رکوع سے طوالت میں کم تھا۔ پھر سجدہ کیا اٹھے اور سجدہ کیا پھر دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر رکوع کیا اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر کھڑے رہے اور یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام پہلے قیام سے طوالت میں کم تھا۔ پھرطویل رکوع کیا اور وہ رکوع اول سے کم تھا۔ پھر اٹھے پھر سجدہ کیا۔ پھر نماز سے اس حال میں فارغ ہوئے کہ سورج روشن ہوچکا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالے کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشان ہیں۔ ان دونوں کو کسی کی موت یا پیدائش سے گہن نہیں لگتا۔ پس جب دیکھو تم گہن تو اللہ کو یاد کرو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا بات تھی کہ ہم نے آپ کو نماز میں دیکھا۔ کہ آپ کسی چیز کو لینے کے لئے آگے بڑھے اپنی جگہ سے' پھر دیکھا کہ پیچھے ہٹے' فرمایا واقعہ یہ تھا کہ میں نے جنت کو دیکھا' سو میں نے اس میں انگور توڑنے کا قصد کیا۔ اگر میں انگور لے لیتا تو تم اس کو رہتی دنیا تک کھاتے اور میں نے دوزخ کو بھی دیکھا۔ سو میں نے آج کے دن سے زیادہ ہولناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس میں زیادہ تر عورتیں

ہیں۔ صحابہ ﷺ نے عرض کی کیا یا رسول اللہ! کس سبب سے؟۔ فرمایا۔ ان کے کفر کے سبب سے۔ پوچھا گیا۔ کہ کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں۔ فرمایا (نہیں) وہ اپنے خاوندوں کا کفران نعمت کرتی ہیں۔ اور ان کے احسان کا انکار کرتی ہیں۔ اگر تو ایک مدت تک ان میں سے کسی پر احسان کرتا رہے۔ اور پھر وہ تجھ سے کوئی ایک ناراضگی کی بات دیکھے' تو کہتی ہے۔ کہ میں نے تو تجھ سے کبھی کوئی نیکی و بھلائی نہیں دیکھی۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

وعن عائشه نحو حديث ابن عباس وقالت ثم سجد فا طال السجود ثم النصرف وقد انجلت الشمس فخطب الناس فحمد الله واثنى عليه ثم قال ان الشمس والقمر ايتان من ايات الله لا يخسفان لموت احد ولا لحيوه فاذا رايتم ذالک فادعوا الله و كبروا وصلو وتصدقوا ثم قال يا امته محمد والله ما من احد اغير من الله ان يزنى عبده او تزنى امته يا امه محمد والله لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلا" ولبكيتم كثيرا"۔ متفق عليه۔

حضرت عائشہ ﷺ سے بھی حضرت ابن عباس ﷺ کی مانند روایت ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ پھر سجدہ کیا سو سجدہ کو طویل کیا۔ پھر نماز سے فارغ ہوئے اتنے میں سورج روشن ہوگیا (گہن جاتا رہا) پھر خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے ان کو گہن نہیں لگتا۔ پس جب تم ان کو گہن لگتا ہو دیکھو تو اللہ سے دعا مانگو' تکبیر کہو' نماز پڑھو اور صدقہ دو۔ پھر فرمایا اے امت محمد! ﷺ اللہ کی قسم کوئی نہیں غیرت مند اللہ سے زیادہ کہ

اس کا غلام زنا کرے یا اس کی لونڈی زنا کرے اے امت محمدؐ! قسم اللہ کی اگر تم وہ چیز جان لو جو میں زیادہ جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی موسی قال خسفت الشمس فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فزعاً یخشی ان تکون الساعہ فاتی المسجد فصلی باطول قیام و رکوع وسجود ما رایتہ قط یفعلہ وقال ھذالایات التی یرسل اللہ لا تکون لموت احد ولا لحیوتہ ولکن یخوف اللہ بھا عبادہ فاذا رایتم شیئاً من ذالک فافزعوا الی ذکرہ و دعائہ واستغفارہ۔ متفق علیہ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج کو گہن لگا تو آنحضرت ﷺ گھبرائے ہوئے اور ڈرتے تھے کہ کہیں قیامت نہ آجائے پس آپ ﷺ مسجد میں آئے۔ اور نماز پڑھی اور اس میں رکوع و سجود کو طویل کیا۔ میں نے کبھی حضرت ﷺ کو نہیں دیکھا کہ اتنا طویل رکوع و سجود کیا ہو' آپ نے فرمایا۔ نشانیاں ہیں اللہ کی جس کو اللہ بھیجتا یہ گہن کسی کے مرنے اور پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اِن نشانیوں کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ (کہ وہ اصلاح اعمال کی طرف متوجہ ہوں) پس جب تم ایسا دیکھو تو اللہ سے ڈرو ذکر و دعا اور استغفار کرو۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

وعن جابر قال انکسفت الشمس فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم مات ابراھیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی بالناس ست رکعات باربع سجدات رواہ مسلم۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس دن حضرت ابراہیم بن (بیٹے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی سورج کو گہن لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو چھ رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ حضرت ابراہیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ماریہ قبطیہ سے ۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰ھ میں بحالت شیر خوارگی وفات پائی۔ ان کی عمر ۱۸ ماہ یا کچھ زیادہ تھی ان کی وفات کے وقت لوگوں نے کہا کہ آفتاب کا گہنا ان کے سبب ہوا۔ اشعۃ اللمعات میں کہ ابراہیم کا انتقال عاشورہ یا ربیع الاول کی دس تاریخ کو ہوا۔ نجومی کہتے ہیں کہ آفتاب کو گہن آخری تین دن میں لگتا ہے نہ ان دنوں میں ہاں عادت ایسے ہی ہے اور یہ گہن خلاف عادت تھا' اگر نجومی کہیں کہ سوائے ان تین دنوں کے محال ہے یہ سخن باطل ہے۔ ان اللہ علی کل شئی قدیر' اللہ تعالی سب کچھ کر سکتا ہے اسی طرح مرزا قادیانی کا قول جو اپنے دعوی کی تصدیق رمضان میں سورج گہن کو پیش کرتا ہے وہ بھی باطل کیونکہ ہزار دو سو دس کے بعد گہن لگ سکتا ہے (م ہیبت) معیات عقاید قادیانی ص ۶۸ منہ

آپ نے دو رکعت پڑھیں ہر رکعت میں تین رکوع اور دو سجدے کیے' ان حدیثوں میں اس نماز میں رکوع مختلف آئے ہیں پس امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان حدیثوں کو ترجیح دی ہے کہ جن میں ایک رکوع آیا ہے اس لئے کہ وہ اصل ہے اور اس میں قولی اور فعلی دونوں طرح کی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جیسا کہ اوپر گذرا اور دیگر حدیثیں مضطرب ہیں ۲ (مرقاہ) منہ

وعن ابن عباس قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم حين كشفت الشمس ثمان ركعات في اربع سجدات وعن علي

مثل ذالک۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آفتاب کو گہن لگا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مانند روایت ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن عبدالرحمن ابن سمره قال کنت ارتمی باسهم لی بالمدینه فی حیوه رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ کسفت الشمس فنبذتها فقلت والله لا نظرن الی ما حدث لرسول الله صلی الله علیه وسلم فی کسوف الشمس قال فاتیته و هو قائم فی الصلوه رافع یدیه فجعل یسبح و یهلل و یکبر ویحمد ویدعوا حتی حسر عنها قرئا سورتین و صلی رکعتین رواه مسلم فی صحیحه عن عبد الرحمان ابن سمره وکذا فی شرح السنته عنه و فی نسخ المصابیح عن جابر بن سمره۔

عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ میں اپنے تیروں کے ساتھ تیر اندازی کی مشق کرتا تھا' کہ ناگاہ سورج گہنے لگا سو میں نے تیروں کو پھینک دیا اور (اپنے دل میں) کہا کہ خدا کی قسم میں ضرور اس چیز کو دیکھوں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج کے گہن کی صورت میں پیدا ہوئی۔ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے تھے۔ پھر سبحان اللہ ' لا الہ الا اللہ ' اللہ اکبر اور والحمد للہ کہنا شروع کیا۔ اور دعا مانگتے تھے۔ یہاں تک کہ آفتاب سے اندھیرا جاتا رہا۔ دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کو عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اسی طرح

شرح السنہ میں بھی ان سے روایت ہے اور مصابیح کے نسخوں میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

وعن اسماء بنت ابی بکر قالت لقد امر النبي صلى الله عليه وسلم بالعتاقه فی کسوف الشمس۔ رواه البخاری۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ تحقیق آنحضرت ﷺ نے آفتاب کے گرہن کے وقت ایک بردہ آزاد کرنا ہے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

عن سمرة بن جندب قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فی کسوف لا تسمع له صوتا" رواه الترمذی و ابو داؤد والنسائی و ابن ماجه۔

سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورج گہن میں رسول خدا ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی ہم رسول اللہ ﷺ کی آواز نہ سنتے تھے' یا اس وجہ سے آپؐ قرات آہستہ کر رہے تھے اور یا اس وجہ سے کہ سمرہ آپؐ سے دور تھے' اس کو ترمذی ' ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وعن عکرمه قال قیل لا بن عباس ماتت فلانه بعض ازواج النبی صلى الله عليه وسلم فخر ساجد" فقیل له تسجد فی هذه الساعه فقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رائیتم ایه فاسجدوا ای آیه "اعظم من ذهاب ازواج النبی صلى الله عليه وسلم۔ رواه ابو داؤد و الترمذی۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ بعض ازواج النبی ﷺ میں سے فلاں نے انتقال فرمایا۔ یہ سنتے ہی آپ سجدہ میں گر پڑے کہا گیا

کہ آپ اس وقت (بلا سبب) سجدہ کیوں کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو اور اس سے بڑی آیت اور کیا ہوگی کہ ازواج النبی ﷺ میں سے کوئی وفات پائے (میں اس بناء پر سجدہ کرتا ہوں) اس کو ابوداؤد' اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عن ابی ابن کعب قال انکسفت الشمس علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی بھم فقرا سورہ من الطول ورکع خمس رکعات و سجد سجد تین ثم قام الثانیہ فقرا بسورہ من الطول ثم رکع خمس رکعات و سجد سجد تین ثم جلس کما ھو مستقبل القبلہ یدعو حتی انجلی کسوفھا۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں آفتاب کو گہن لگا تو آپؐ نے ہمیں نماز پڑھائی اس میں لمبی سورتوں میں سے ایک سورت پڑھی۔

اور پانچ رکوع کئے۔ اور دو سجدے کئے' پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اور اس میں بھی لمبی سورتوں میں سے ایک لمبی سورہ پڑھی' پھر پانچ رکوع اور دو سجدے کئے' پھر آپ بیٹھ گئے جیسا کہ آپؐ قبلہ رخ تھے' دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ آفتاب کا گہن جاتا رہا۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن النعمان ابن بشیر قال کسفت الشمس علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یصلی رکعتین رکعتین و یسئال عنھا حتی انجلت الشمس رواہ ابوداؤد و فی روایہ النسائی ان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم صلی حین انکشفت الشمس مثل صلوتنا یرکع و یسجد ولہ فی اخری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوما" مستعجلا" الی المسجد وقد انکسفت الشمس فصلی حتی انجلت ثم قال ان اھل الجاھلیہ کانوا یقولون ان الشمس والقمر لا یخسفان الا لموت عظیم من عظماء اھل الارض ان الشمس والقمر لا ینخسفان لموت احد ولا لحیوتہ و لکنھما خلیقتان من خلقہ یحدث اللہ فی خلقہ ما شاء فایھما انسخسفت فصلوا حتی تنجلی او یحدث اللہ امرا (رواہ انسائی

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گہن ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت نماز پڑھنی شروع کردی' اور اللہ تعالی سے دعا مانگتے کہ اے اللہ اس گہن کو دور کردے) یہاں تک کہ آفتاب روشن ہوگیا یہ ابوداؤد کی روایت ہے' نسائی کی روایت میں ہے کہ جب آفتاب کو گہن لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی مانند ہماری نماز کے رکوع اور سجدہ کرتے تھے۔ نسائی ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد کی طرف جلدی کرتے ہوئے نکلے اور آفتاب کو گہن لگنا شروع ہوگیا سو آپ نے نماز پڑھی حتی کہ آفتاب روشن ہوگیا۔ پھر فرمایا۔ جاہلیت کے زمانہ کے لوگ کہا کرتے تھے کہ جب زمین میں سے کوئی بڑے لوگوں میں سے بڑا مرتا ہے تو سورج یا چاند گہن لگتا ہے حالانکہ ان کو کسی کی موت یا حیات سے گہن نہیں لگتا بلکہ یہ دونوں دوسری مخلوق کی طرح اللہ کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالی اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ پس جب چاند یا سورج کو گرھن لگے تو نماز پڑھو یہاں تک کہ وہ دور ہو جائے یا اللہ تعالی

کوئی حکم پیدا کرے (اس کو نسائی نے روایت کیا ہے)

تشریح:۔

یہاں اس بحث میں کل تیرہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی بارہ احادیث میں سورج گرہن کی دو رکعات نماز نفل کا ذکر ہے۔ اور تیرھویں حدیث میں چاند گرہن کی نماز کا ذکر ہے۔ اور ان احادیث میں چھ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ جب سورج یا چاند کو گرہن لگے تو اس وقت سارے لوگ جمع ہو کر دو رکعات نماز نفل پڑھیں اور دعا کریں یہاں تک وہ گرھن سے چھوٹ جائیں۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس نماز کے لئے اذان تو نہیں لیکن ویسے الصلوہ جامعہ (یعنی گرھن کی نماز کے لئے جمع ہو جاؤ) کے الفاظ اعلان کرنا ہے۔ اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس نماز کے رکوعوں کی تعداد ایک۔ دو تین چار اور پانچ تک آئی ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دو تین چار اور پانچ والی روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک رکوع والی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں احادیث مضطرف ہیں اور ایک رکوع تو لازما" کیا ہو گا اور چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ اس نماز میں قرات بھی پڑھنا ہے مگر قرات با آواز بلند کی روایات بھی آئی ہیں اور آہستہ کی بھی اور امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آہستہ قرات والی روایت کو ترجیح دیتے ہیں اور پانچویں بات یہ معلوم ہوئی اس نماز میں جماعت بھی ہے اور بعد میں خطبہ بھی ہے۔ اور چھٹی بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ سورج اور چاند کا گرہن کسی اہم شخصیت کی موت کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور اس سے اللہ تعالی اپنی قدرت ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس سے اللہ تعالی

سورج اور چاند کے پرستاروں کو بتانا چاہتے ہیں کہ اگر یہ معبود ہوتے تو یہ بے نور کیوں ہوتے۔ اور مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ کہ تم اس وقت اللہ تعالٰی کو سجدہ کرو۔ کیونکہ اس وقت تمہارے سامنے قدرت کا ایک نیا ظہور ہوا ہے۔

سجدہ شکر

عن ابی بکرۃ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا جائہ امر سرورا" او یسر بہ خر ساجدا" شاکرا" للّٰہ تعالی رواہ ابوداؤد و الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب۔

ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خوشی ہوتی یا کوئی کام خوشی کا باعث ہوتا۔ تو سجدہ میں جاتے۔ اللہ تعالٰی کی شکر گذاری کے طور پر۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

وعن ابی جعفر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم رای رجلا" من النغاشین فخر ساجدا" رواہ الدار قطنی مرسلا" وفی شرح السنہ لفظ المصابیح۔

ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بونوں میں سے ایک شخص کو دیکھا۔ تو سجدہ میں گر پڑے۔ اس کو دار قطنی نے بطریق ارسال روایت کیا ہے' اور شرح السنہ میں مصابیح کے لفظ کے مطابق روایت ہے۔

وعن سعد بن ابی وقاص قال خرجنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من مکہ نرید المدینہ فلما کنا قریبا" من عزوزاء نزل ثم رفع یدیہ فدعا اللّٰہ ساعہ ثم خر ساجدا فمکث طویلا" ثم قام

فرفع يديه ساعه ثم خر ساجداً قال انى سالت ربى و شفعت لا متى فاعطانى ثلث امتى فخررت ساجداً لربى شكراً ثم رفعت راسى فسالت ربى لامتى فاعطانى ثلثا امتى فخررت ساجداً لربى شكراً ثم رفعت راسى فسالت ربى لامتى فاعطانى الثلثا الاخر فخررت ساجداً لربى۔ رواه احمد و ابو داؤد۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے سو جب ہم مقام عزو زاء کے قریب ہوئے تو حضرت ﷺ اپنی سواری سے اترے اور کچھ دیر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی پھر سجدے میں گئے' اور دیر تک ٹھہرے رہے' پھر کھڑے ہوئے' تھوڑی دیر دونوں ہاتھ اٹھائے رہے پھر سجدہ کیا اور دیر تک ٹھہرے رہے پھر کھڑے ہوئے تھوڑی سی دیر دونوں ہاتھ اٹھائے پھر سجدہ میں گئے اور فرمایا۔ کہ تحقیق میں نے اپنے پروردگار سے دعا کی اور اپنی امت کی شفاعت کی ' (اس کے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگی) پس مجھے تہائی امت کی مغفرت عطا کی گئی میں پھر سجدہ میں گیا اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنے کے لئے پھر میں نے سر اٹھایا۔ اور اپنی امت کی بخشش کی دعا مانگی۔ پھر تہائی امت کی مغفرت عطا کی گئی۔ میں پھر اپنے رب کے شکریہ ادا کرنے کے لیے سجدہ میں گیا پھر سر اٹھایا اور اپنے رب سے اپنی امت کی بخشش کی دعا مانگی اور مجھے تہائی آخری امت کی بخشش بھی عطا کی گئی۔ اور میں اپنے رب کے لئے سجدہ میں گیا۔ اس کو احمد و ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ نغاش اور نغساشی کہتے ہیں۔ اس شخص کو کہ اس کا قد چھوٹا ہو اور ناقص الخلقه اور ضعیف الحرکہ ہو پس ایسے شخص کو دیکھ کر

حضرت ﷺ نے سجدہ شکر کا کیا۔ کہا مظہر نے سنت ہے جب کہ دیکھے مبتلا بلا کو سجدہ شکر کا کرے اللہ کے لئے اس پر کہ عافیت دی اللہ تعالی نے اس کو اس بلا سے اور چاہیئے کہ پوشیدہ کرے سجدہ تاکہ وہ رنجیدہ نہ ہو اور جب فاسق کو دیکھے تو ظاہر کرے تاکہ وہ باز آوے اور توبہ کرے۔ ۱۲ اور منقول ہے حضرت شبلی سے کہ انہوں نے دیکھا ایک دنیا دار کو پس کہا الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ ۱۲ (مرقاہ)

مشکوہ باب فی سجود الشکر

نماز استسقاء کا بیان

عن عبداللہ بن زید قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالناس الی المصلی یستسقی فصلی بھم رکعتین جھر فیھما بالقرائہ واستقبل القبلہ یدعوا ورفع یدیہ و حول ردائہ حین استقبل القبلہ متفق علیہ

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ لوگوں کے ہمراہ عید گاہ کو روانہ ہوئے۔ اور وہاں ان کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ اور دونوں رکعتوں میں بلند آواز سے قرات کی اور قبلہ رو ہو کر دعا مانگی اور دعا میں دونوں ہاتھ بلند کئے اور جس وقت قبلہ رخ ہوئے تو اپنی چادر الٹائی (اس طرح کے داہنا کنارا بائیں کاندھے پر اور بایاں کنارا داہنے کاندھے پر) اسکو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

وعن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یرفع یدیہ فی شئی من دعائہ الا فی الاستسقاء فانہ یرفع حتی یری بیاض ابطیہ متفق علیہ

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں۔ کہ رسول مقبول ﷺ اپنی کسی دعا میں اتنے بلند ہاتھ نہیں کرتے جتنے کہ نماز استسقاء میں اس میں آپ اتنے ہاتھ بلند کرتے کہ بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ دعاء میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ جس قدر مطلب دشوار ہو اور بھاری ہو اٹھانا ہاتھوں کا بھی بلند تر ہو ۱۲ ع : ح : ۱۲ مسیح عفی عنہ

وعنه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم استسقی فاشار بظهر کفیه الی السماء۔ رواه مسلم

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بارش کی دعا مانگی ۔ تو آپ نے دونوں ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف کیا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے:

ف:۔ بعض علماء نے کہا ہے جو دفع بلا قسم قحط وغیرہ کا کرے تو اپنے ہاتھ کی پشت دعا میں آسمان کی طرف کرے اور اللہ تعالی سے اگر کوئی نعمت مانگنے کا ارادہ کرے تو ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہونی چاہئیں۔ کہ آسمان قبلہ دعا کا ہے۔ ۱۲ ع : مسیح عفا اللہ عنہ

وعن عائشه قالت ان رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم کان اذا رای المطر قال اللهم صیبا" نافعا" ۔ رواه البخاری

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مینہ یا ابر دیکھتے تو فرماتے اے اللہ نفع دینے والا مینہ برسا۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن انس قال اصابنا و نحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیه

وسلم مطر قال فحسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثوبہ حتی اصابہ من المطر فقلنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم صنعت ھذا قال لانہ حدیث عھد بربہ رواہ مسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے' بارش آگئی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا اتارلیا۔ یہاں تک کہ آپ کو مینہ پہونچا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھیگ گئے) ہم نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟۔ فرمایا اس لئے کہ اپنے پروردگار کے پاس سے نیا آیا ہوا ہے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے

عن عبد اللہ بن زید قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المصلی فاستسقی وحول ردائہ حین استقبل القبلہ فجعل عطافہ الایمن علی عاتقہ الایسر وجعل عطافہ الایسر علی عاتقہ الایمن ثم دعا اللہ۔ رواہ ابو داؤد۔

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ میں تشریف لے گئے' اور نماز استسقاء پڑھی' جس وقت قبلہ رو ہوئے تو اپنی چادر الٹائی۔ اس کا داہنا کونہ اپنے بائیں مونڈھے پر ڈال لیا اور بایاں کونہ داہنے کندھے پر ڈال لیا پھر اللہ تعالی سے دعا مانگی۔

اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں ہے ۱۲ مصحح

وعنہ انہ قال استسقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ خمیصہ لہ سوداء فاراد ان یاخذ اسفلہا فیجعلہ اعلاھا فلما ثقلت قلبھا علی عاتقیہ۔ رواہ احمد و ابوداؤد۔

اور انہی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز استسقاء پڑھی آپؐ ایک سیاہ رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے تھے' سو آپؐ نے ارادہ کیا کہ اس کا اوپر کا حصہ نیچے کرلیں' اور نیچے کا حصہ اوپر مگر چادر بھاری تھی اس لئے آپ نے اس کو دونوں مونڈھوں پر الٹ لیا۔ اس کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

عن عمیر مولی ابی اللحم انه رای النبی صلی اللہ علیه وسلم یستسقی عن احجار الزیت قریبا من الزوراء قائما یدعوا یستسقی رافعا یدیه قبل وجهه لا یجاوز بہما راسه رواه ابوداؤد و روی الترمذی والنسائی نحوہ۔

ابی اللحم کا آزاد کیا ہوا غلام عمیر ؓ راوی ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو نماز استسقاء پڑھتے ہوئے زوراء کے نزدیک مقام احجار زیت میں آپؐ کھڑے دونوں ہاتھوں کو بلند کئے ہوئے' دونوں ہاتھ اپنے منہ کی طرف کئے بارش کی دعا مانگ رہے تھے۔ ان کو اپنے سر سے اونچا نہ کرتے تھے ۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی و نسائی نے بھی اسی کی مانند روایت کی ہے:۔ ف :۔ ابی اللحم کے معنی ہیں گوشت سے انکار کرنے والا آپ قدیم صحابہ سے ہیں۔ جنگ بدر میں شمولیت کی اور جنگ حنین میں شہید ہوئے' آپ گوشت نہیں کھاتے تھے اس لئے ابی اللحم کے نام سے موسوم ہوئے' دوسرے قول میں ہے کہ اسلام سے پیشتر جو لوگ بتوں کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے اس گوشت کے کھانے سے آپ انکار کرتے تھے۔ عمیر بھی صحابی ہیں' دونوں جنگ خیبر میں حاضر تھے:۔ ع:۔

مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے' اس میں سیاہ اور چکنے پتھر ہیں۔ گویا

کہ ان پر روغن زیتون ملا ہوا ہے۔ اور زوراء بھی مدینہ منورہ کے بازار میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اسی جگہ حضرت عثمان نے اذان اول (جو حقیقت میں بلحاظ ایجاد دوسری ہے) بروز جمعہ کہنے کا حکم دیا' پہلے وہی اذان تھی۔ جو منبر کے سامنے کہی جاتی ہے ۱۲ مصح

وعن ابن عباس قال خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعنی فی الاستسقاء متبدلاً متواضعاً متخشعاً متضرعاً۔ رواہ الترمذی و ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے لئے نکلے' اس حال میں کہ زیب و زینت ترک کئے ہوئے اور زاری کرتے ہوئے

اس کو ترمذی ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے

وعن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا استسقی قال اللھم اسق عبادک و بھیمتک وانشر رحمت واحی بلدک المیت۔ رواہ مالک و ابوداؤد

عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش کے لئے دعا مانگتے تھے تو کہتے۔ اے اللہ! اپنے بندوں کو پانی سے سیراب کر اور اپنے جانوروں کو بھی' اپنی رحمت پھیلا اور اپنے مردہ شہر کو زندہ کر (سرسبز کر) اس کو مالک اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن جابر قال رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یواکئی فقال اللھم اسقنا غیثاً مغیثاً مریئاً مریعاً نافعاً غیر ضار

عاجلاً غیر اجل قال فاطبقت علیھم السمآء رواہ ابو داؤد۔

حضرت جابر ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگتے۔ اے اللہ! ہمیں پانی پلا۔ ایسی بارش بھیج کہ فریاد رسی کرے۔ اس کا انجام اچھا ہو' ارزانی کردے۔ نفع دینے والی ہو نہ کہ ضرر دینے والی جلدی آنے والی ہو نہ کہ دیر لگانے والی۔ پس چھا گیا ابر ان پر (یعنی یہ دعا کرتے ہی بارش ہونے لگی' اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔)

عن عائشہ قالت شکا الناس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قحوط المطر فامر بمنبر فوضع لہ فی المصلی ووعد الناس یوماً یخرجون فیہ قالت عائشہ فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین بدا حاجب الشمس فقعد علی المنبر فکبر ووحمد اللہ ثم قال انکم شکوتم جدب دیارکم واستنجار المطر عن ابان زمانہ عنکم وقد امرکم اللہ ان تدعوہ ووعدکم ان یستجیب لکم ثم قال الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین لا الہ الا اللہ یفعل ما یرید اللھم انت اللہ لا الہ الا انت الغنی ونحن الفقرآء انزل علینا الغیث واجعل ما انزلت لنا قوہ وبلاغاً الی حین ثم رفع حتی بدا بیاض ابطیہ ثم حول الی الناس ظھرہ وقلب او حول ردآءہ وھو رافع یدیہ ثم اقبل علی الناس ونزل فصلی رکعتین فانشاء اللہ سحابہ فرعدت وبرقت ثم امطرت باذن اللہ فلم یات مسجدہ حتی سالت السیول فلما رای سرعتھم الی الکن ضحک حتی بدت نواجذہ فقال اشھد ان اللہ علی کل شئی قدیر وانی

عبداللہ ورسولہ رواہ ابوداؤد۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی پس آپ ﷺ نے منبر رکھنے کا حکم دیا سو آپ ﷺ کے لئے عید گاہ میں منبر رکھا گیا اور آپ ﷺ نے لوگوں سے ایک دن کا وعدہ کیا کہ وہ اس میں نماز کے لئے نکلیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک دن جبکہ آفتاب طلوع ہوا نکلے، منبر پر رونق افروز ہوئے، تکبیر کہی اللہ کی تعریف کی اور فرمایا کہ تم نے اپنے شہروں میں قحط برپا ہونے اور وقت مقررہ پر بارش نہ ہونے کی شکایت کی ہے اور تحقیق اللہ تعالی نے تم کو حکم دیا ہے کہ اللہ سے دعا مانگو اس نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا کو قبول کرے گا۔ پھر فرمایا تمام تعریفیں پروردگار عالم کے لئے ہیں۔ جو بخشنے والا مہربان اور مالک ہے جزا دن کا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہی معبود ہے تو بے پرواہ ہے اور ہم فقیر ہیں۔ ہم پر بارش نازل فرما اور ہمیں وہ چیز دے کہ تو نے اسے قوت کا سبب بنایا ہے اور ایک مدت تک پہونچنے کا۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ ہاتھ اٹھانا ترک نہ کیا یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوئی۔ پھر لوگوں کی طرف اپنی پیٹھ پھیری اور الٹے یہ کہا کہ اپنی چادر الٹی اور آپ ﷺ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے پھر لوگوں کی طرف اپنا چہرہ کیا (منبر سے) اترے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پس اللہ تعالی نے ابر نمودار کیا، بادل گرجا، بجلی چمکی اور اللہ کے حکم سے بارش شروع ہو گئی۔ آپ ﷺ مسجد تک نہ پہونچے تھے کہ ندی نالے بہہ گئے۔ جب آپ ﷺ نے یہ بارش دیکھی تو جلدی کی، کسی

سایہ کی طرف پناہ لینے کی (یہ ابر رحمت) دیکھ کر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ یہاں تک کہ دانت کی کچلیاں ظاہر ہوئیں اور فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں'()یہ آپ ﷺ کا ایک عظیم الشان معجزہ تھا کہ آپ ﷺ کی دعا پر ابر رحمت آیا اور ندی نالے بہا گیا۔

ف۔ عام لوگوں کی بغلیں عموماً" سیاہ ہوتی ہیں بالوں کی وجہ سے مگر سرور عالم ﷺ کی بغل مبارک معطرو معبر اور سفید چمک دمک والی تھیں ۱۲ مدارج وغیرہ ۱۲ منہ عفی عنہ (وغیرہ) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

عن انس ان عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس ابن عبدالمطلب فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون۔ رواہ البخاری۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نماز استسقاء ادا کرتے اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعامانگتے اور فرماتے کہ اے اللہ! ہم تیرے نبی کا وسیلہ پکڑتے تھے اور تو ہم کو بارش سے سیراب کر دیتا تھا اور اب ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا کے وسیلہ سے دعا مانگتے ہیں پس بارش نازل فرما' انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پس بارش ہو جاتی۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول خرج نبی من الانبیآء بالناس یستسقی فاذا ھو بنملہ رافعہ بعض قوآئمھا الی السمآء فقال ارجعوا فقد استجیب لکم من اجل ھذہ النملہ رواہ الدار قطنی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی اپنی امت کے لوگوں کو لے کر نماز استسقاء کے لیے نکلے۔ ناگہاں اس نبی نے دیکھا کہ چیونٹیاں اپنے پاؤں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں اس نبی نے کہا کہ واپس ہوجاؤ۔ تحقیق تمہاری دعا ان چیونٹیوں کے سبب قبول کرلی گئی۔ اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

یہ نبی سلیمان علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام تھے اور چیونٹی یہ دعا کرتی تھی۔ اللھم انا خلق من خلقک غنی" بنا عن رزقک فلا تھلکنا بذنوب بنی ادم اے اللہ! ہم تیری مخلوق ہیں تیرا رزق کھاتے ہیں، ہمیں بنی آدم کے گناہ کی وجہ سے ہلاک نہ کر ۱۲: ع: مصحح عفی عنہ

ف۔ منقول ہے کہ جب حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ ان کے ساتھ تھے وسیلہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا پکڑتے تو عباس رضی اللہ عنہ کہتے کہ بار خدایا تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امت نے میرا وسیلہ پکڑا ہے، خداوندا میرے اس بڑھاپے کو رسوا مت کر اور مجھ کو ان کے روبرو شرمندہ نہ کر پس مینہ برستا (اشعۃ اللمعات

وغیرہ)

نیک لوگوں کو اللہ کی جناب پاک میں وسیلہ لانا بطریق احسن اس حدیث سے ثابت ہوگیا ۱۲ فافہم مصحح عفی عنہ

عن ابی الدرداء قال قام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی فسمعناہ یقول اعوذ باللّٰہ منک ثم قال العنک بلعنۃ اللّٰہ ثلثا" و بسط یدہ کانہ یتناول شیئا" فلما فرغ من الصلوہ قلنا یا رسول اللّٰہ قد سمعناک یقول فی الصلوہ شیئا" لم نسمعک تقولہ قبل ذالک ورایناک بسطت یدک قال ان عدو اللّٰہ ابلیس جاء بشھاب من نار لیجعلہ فی وجھی فقلت اعوذ باللّٰہ منک ثلث مرات ثم قلت العنک بلعنہ اللّٰہ التامہ فلم یستاخر ثلث مرات ثم اردت ان اخذہ و اللّٰہ لولا دعوہ اخینا سلیمن لاصبح موثقا" یلعب بہ ولدان اھل المدینہ۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابو الدرداء ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنے لگے۔ پس میں نے سنا کہ آپؐ یہ فرمایا رہے تھے۔" میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔" یہ تین بار کہا تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور ہاتھ بڑھایا۔ گویا کہ آپ کسی چیز کو لینا اور پکڑنا چاہتے ہیں جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو کچھ کہتے سنا۔ اور ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ پھیلایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تحقیق اللہ کا دشمن ابلیس اپنے ہاتھ میں آگ کا ایک انگارا لے کر آیا تاکہ اس کو میرے چہرہ پر ڈال دے۔ اس لئے میں نے تین مرتبہ کہا۔ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر میں نے کہا۔ میں تجھ پر اللہ کی پوری لعنت بھیجتا ہوں۔ میں

نے تین مرتبہ یہ کہا مگر وہ نہ ہٹا۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پکڑلوں۔ خدا کی قسم اگر ہمارے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی۔ تو البتہ میں صبح اس حال میں کرتا کہ شیطان بندھا ہوا ہوتا اور مدینہ کے لڑکے اس سے کھیلتے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

مطلب یہ کہ میں نے شیطان کو ستون سے باندھ دینا چاہا تو مجھے حضرت سلیمان علیہ الصلوہ والسلام کی دعا یاد آگئی۔ انہوں نے فرمایا تھا۔ اے اللہ مجھے ایسا ملک و حکومت عطا فرما کہ میرے بعد ایسی حکومت و اقتدار کسی کو بھی نہ ملے۔ اب اگر آپ اس کو باندھ دیتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ حضرت سلیمان کی دعا قبول نہیں ہوئی اس لئے آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ (مترجم)

بحالت نماز غیر اللہ کے ساتھ کوئی بھی کلام کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

وعن ابن عمر قال قلت لبلال کیف کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرد علیهم حین کانوا یسلمون علیہ وھو فی الصلوہ قال کان یشیر بیدہ۔ رواہ الترمذی وفی روایہ النسائی نحوہ وعوض بلال صھیب۔

حضرت ابن عمر ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بلال ﷺ سے کہا۔ کہ نبی کریم ﷺ جس وقت نماز میں ہوتے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو سلام کا جواب کس طرح دیا کرتے تھے؟ فرمایا۔ اپنے ہاتھ سے اشارہ کردیا کرتے تھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ نسائی کی ایک روایت بھی اسی کی مانند ہے مگر اس میں بجائے بلال ﷺ کے صہیب رضی اللہ عنہما کا نام ہے۔

وعن نافع قال ان عبدا للہ بن عمر مر علی رجل وھو یصلی فسلم علیہ فرد الرجل کلاماً فرجع الیہ عبداللہ بن عمر فقال لہ اذا سلم علی احدکم وھو یصلمی فلا یتکلم ولیشر بیدہ۔ رواہ مالک۔

نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک شخص کے پاس سے گذرے اور وہ نماز پڑھ رہا تھا آپ نے اس کو سلام کیا۔ سو اس نے آپ کو سلام کا جواب دیا بول کر۔ آپ اس کی طرف لوٹ کر آئے اور فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو سلام کیا جائے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ کلام نہ کرے اور چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کردے۔ اس کو مالک نے روایت کیا ہے۔

عن معاویہ بن الحکم قال بینا انا اصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ عطس رجل من القوم فقلت برحمک اللہ فرمانی القوم بابصارھم فقلت واثکل امیاہ ماشانکم تنظرون الی فجعلوا یضربون بایدیھم علی افخاذھم فلما رایتھم یصمونني لکنی سکت فلما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبابی ھو و امی ما رایت معلماً قبلہ ولا بعدہ احسن تعلیماً منہ فو اللہ ما کھرنی ولا ضربنی ولا شتمنی قال ان ھذہ الصلوہ لا یصلح فیھا شئی من کلام الناس انما ھی التسبیح والتکبیر وقراہ القر آن اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت یا رسول اللہ انی حدیث عھد بجاھلیہ وقد جائنا اللہ با الاسلام وان منا رجالاً یا تون الکھان قال فلا تاتھم قلت و منا رجال یتطیرون قال ذاک شئیا یجدونہ فی

صدورهم فلا یصدونهم قال کنت و منا رجال یخطون قال کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطه فذاک۔ رواه مسلم قوله لکنی سکت هکذا وجدت فی صحیح مسیلم و کتاب الحمیدی و صحح فی جامع الاصول بلفظه کذا فوق لکنی

معاویہ بن حکم ؓ سے روایت ہے۔ کہ اس وقت جب کہ میں رسول خدا ﷺ کے ہمراہ نماز پڑھتا تھا' اچانک لوگوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی۔ میں نے جواب میں کہا۔ یرحمک اللہ (اللہ تجھ پر رحم کرے) لوگوں نے مجھے اپنی آنکھوں سے گھورا۔ (کہ یہ عجیب حرکت ہے کہ نماز میں جواب دیتا ہے) میں نے کہا' گم کرے مجھ کو میری ماں تمہارا کیا حال ہے۔ تم مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے ہو لوگوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے شروع کردیئے۔ (مطلب ہاتھ مارنے سے یہ تھا کہ چپ رہو) سو جب میں نے یہ دیکھا کہ وہ مجھ کو چپ کراتے ہیں (مجھے اگرچہ چپ کرانے کا سبب نہ معلوم ہوسکا) لیکن میں چپ ہوگیا۔ جب رسول خدا ﷺ نماز پڑھ چکے' میرا باپ اور میری ماں ان پر قربان ہو' میں نے آپ سے زیادہ اچھا تعلیم دینے والا آپ سے پہلے اور آپ سے بعد کسی کو نہیں دیکھا خدا کی قسم! نہ آپ نے مجھے کبھی ڈانٹا اور نہ کبھی مارا نہ برا بھلا کہا فرمایا۔ یہ نماز ہے اس میں لائق نہیں کوئی کلام کرنا (یعنی نماز می کلام کرنا مطلقاً" حرام ہے خواہ کسی ضرورت سے ہو یا بغیر ضرورت) حقیقت یہ ہے کہ نماز تسبیح و تکبیر اور قرآن کا پڑھنا ہے یا اس کی مانند (یہ راوی کا شک ہے) فرمایا پیغمبر خدا ﷺ نے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نو مسلم ہوں (میں ابھی دین کے تمام احکام نہیں جانتا اس لئے غلطی ہوئی) تحقیق اللہ تعالی نے ہم کو (نعمت) اسلام مرحمت

فرمائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے کتنے ہی لوگ کاہنوں کے پاس آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم ان کے پاس مت جانا۔ میں نے عرض کیا۔ ہم میں سے کتنے ہی لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ شگون بدلیتے اور فال وغیرہ کھلواتے ہین۔ فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو وہ اپنے دلوں میں پاتے ہیں (یعنی یہ ان کے نفسوں کا وہم و خیال ہے۔ کہ وہ ان لغو باتوں میں اپنا نفع و نقصان ڈھونڈتے ہیں) پس باز نہ رکھے ان کو (یہ لوگوں کام کرنے سے) معاویہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا کہ ہم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خط کھینچتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نبیوں میں سے ایک نبی بھی خط کھینچتے تھے۔ سو جس شخص کا خط موافق ہوا اس نبی کے تو وہ پہونچتا ہے اس بات کو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے مولف کہتے ہیں کہ میں نے ان کا قول الکنی سکت اسی طرح مسلم میں پایا ہے اور کتاب حمیدی میں جس کو جامع الاصول میں صحیح کہا گیا ہے۔ ساتھ لفظ کذا کے اوپر لکنی کے

- رمال وغیرہ خط کھینچ کر اور پانسہ وغیرہ ڈال کر ماضی حال اور مستقبل کے حالات بتانے کا دعوی کرتے ہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ رمل جائز ہے بلکہ علمی اصطلاح میں یہ تعلیق المحال ہے۔ خطابی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ جس کا خط نبی کے خط کے موافق ہوا۔ " بطور زجر و توبیخ کے تھا جس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ کسی کا خط نبی کے خط کے موافق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کا خط بطور معجزہ کے تھا جب کسی کا خط اس کے موافق نہیں ہو سکتا تو یہ بالکل بے فائدہ ہوا۔ غالبا" اس نبی سے مراد حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں جن کے نام پر نجومیوں رمالوں اور عاملوں نے گمراہی پھیلا رکھی ہے (مترجم)

عن عبداللہ بن مسعود قال کنا نسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی الصلوہ فیرد علینا فلما رجعنا من عند النجاشی سلمنا علیہ فلم یرد علینا فقلنا یا رسول اللہ کنا نسلم علیک فی الصلوہ فترد علینا فقال ان فی الصلوہ لشغلا۔ متفق علیہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے اور وہ نماز میں ہوتے۔ آپ ہم کو جواب دیتے ۔ سو جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے۔ ہم نے ان کو سلام کیا مگر آپ نے ہم کو جواب نہ دیا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے۔ اور آپ ہم کو جواب دیتے تھے ' مگر اب آپ نے کیوں جواب نہ دیا؟ فرمایا تحقیق نماز میں شغل ہے۔ امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود قال کنا نسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی الصلوہ قبل ان ناتی ارض الحبشہ فیرد علینا فلما رجعنا من ارض الحبشہ اتیتہ فوجدتہ یصلی فسلمت علیہ فلم یرد علی حتی اذا قضی صلوتہ قال ان اللہ یحدث من امرہ ما یشاء و ان مما احدث ان لا تتکلموا فی الصلوہ فرد علی السلام وقال انما الصلوہ لقرائہ القرآن و ذکر اللہ فاذا کنت فیھا فلیکن ذلک شانک۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ہجرت حبشہ سے پہلے نماز کی حالت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جواب دیتے ۔ پھر جب ہم حبشہ سے واپس آئے تو میں آپ کی خدمت

میں حاضر ہوا۔ آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ آپ کو سلام کیا مگر آپ نے جواب نہ دیا۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے۔ تو فرمایا ۔ "اللہ تعالی جو چاہتا ہے ' نئے نئے حکم بھیجتا ہے اور اس نے جو نیا حکم بھیجا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم نماز میں کلام نہ کیا کریں" پھر مجھے سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا۔ سوا اس کے نہیں کہ نماز تلاوت قرآن اور ذکر الہی کے لئے ہے۔ اور جب تو نماز میں ہو تو تیرا یہی حال ہونا چاہیے (یعنی تلاوت قرآن اور ذکر الہی میں ہی مشغول رہنا چاہیے) اس کو ابو داوَد نے روایت کیا ہے:۔اس میں دلیل ہے اس پر کہ سلام کا جواب دینا بعد فراغت نماز مستحب ہے۔ اسی طرح اگر پاخانہ پھرتا ہو یا قرآن پڑھتا ہو اور کوئی سلام کرے تو بعد فراغت اس کے سلام کا جواب دینا مستحب ہے:ع : مصحح

تشریح

یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں۔

پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بحالت نماز غیر کے ساتھ کلام جائز ہے کیونکہ آپ نے خود شیطان پر لعنت فرمائی اور دوسری حدیث حضرت ابن عمر اور حضرت نافع رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں اگر کوئی کسی کو سلام دے تو زبانی طور پر اسے (وعلیکم السلام نہیں کہنا بلکہ ہاتھ سے اشارہ کر دینا چاہیے)۔ اور بعد والی تین احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع اسلام و یعنی مکی دور میں بحالت نماز سلام کا جواب دینے کی اجازت تھی مگر بعد میں یہ اجازت منسوخ کردی گئی ہے۔ اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ سے جواب دینا بھی منسوخ کردیا گیا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت میں ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو نماز

کی حالت میں سلام دیا پس خلاصہ یہ نکلا کہ نماز کی حالت میں کسی کو سلام کا جواب نہیں دینا کیونکہ پہلے ہم آیات قرآنیہ کی روشنی میں تفصیل سے بیان کر آئے ہیں کہ نماز قراہ اور تسبیحات کا نام ہے۔ اگر آدمی کسی کو سلام کا جواب دے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس کا کلام منقطع ہو گا۔ اس لئے اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔

بھول کر اگر کوئی جنبی یا بے وضو آدمی نماز کی نیت کر لے تو اسے نماز توڑ دینی چاہیئے اور از سرنو وضو کر کے نماز پڑھے۔

عن ابی هريرة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم خرج الی الصلوه فلما كبر انصرف واوما اليهم ان كما كنتم ثم خرج فاغتسل ثم جآء وراسه يقطر فصلی بهم فلما صلی قال انی كنت جنباً فنسيت ان اغتسل۔ رواه احمد وروی مالک عن عطآء بن يسار مرسلاً"

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم ﷺ نماز کے لئے نکلے، جب تکبیر کہنے کا ارادہ کیا تو پھرے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ کیا۔ کہ تم جس حالت میں ہو ٹھہرے رہو پھر مسجد سے نکلے اور غسل کیا، پھر واپس آئے، اس حالت میں کہ آپ ﷺ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ پھر ان کو نماز پڑھائی۔ جب نماز پڑھا چکے تو فرمایا میں جنبی تھا۔ غسل کرنا بھول گیا۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔ اور مالک نے عطاء بن یسار سے مرسلاً" روایت کیا ہے۔

ف:۔ شیخ ابن ہمام امام محمد کی کتاب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی

کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس شخص کے حق میں فرمایا جس نے غلطی سے جنبی یا بے وضو ہونے کی حالت میں (بے وضو) نے نماز پڑھائی تھی۔ کہ امام اور مقتدی نماز کا اعادہ (دوبارہ) کرلیں۔ اور اس میں دوسری روایت بھی بتائی کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی جنب یا حدث کی حالت میں نماز پڑھادی۔ پھر آپ نے وہ نماز دہرائی تھی اور ان لوگوں کو بھی حکم دیا کہ تم بھی نماز دہرالو ۱۲ (اشعۃ اللمعات ص ۴۷۰ ج مطبوعہ نو لکشور لکھنؤ ۱۳۳۲ھ ۱۳۱۳ھ) مرقاۃ مصری ج ۲

تشریح

یہ حدیث بھی قرآن مجید کی آیات متعلقہ نماز کی تشریح ہے کیونکہ ان آیت میں اتنا فرمایا ہے کہ نماز پڑھو اور نماز کے لئے بدن پاک ہونا شرط بتایا ہے لیکن اگر کوئی شخص بے وضو یا جنبی ہونے کی حالت غلطی سے اور نسیانا نماز شروع کرلے تو اسکے لئے کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں قرآن خاموش ہے لیکن حضرت نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں عملاً" اس کی تفسیر بیان فرمادی ہے کہ ایسے موقعہ پر غسل کرکے پھر نماز پڑھنا چاہئے اور پہلے جو نیت کی ہے اسکو توڑ دینا چاہئے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ایسے موقعہ پر انسان کو شرم نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ امام الانبیاء علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی حیادار نہیں تھا مگر آپ جنبی حالت میں نماز شروع کی تو یاد آنے پر فورا" توڑ دی پھر غسل کرکے واپس تشریف لائے اور نماز پڑھائی اور پھر لوگوں کو بتایا کہ میں غسل نہیں کرسکا تھا۔ نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر امام ہو تو اسے خلیفہ بنانا چاہئے۔ اور وہ خلیفہ نہ بھی بنائے تو مقتدیوں کو وہیں کھڑا رہنا چاہئے۔ جیساکہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم یہیں کھڑے رہو۔

نماز میں رونے اور چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا مباح ہے۔

وعن مطرف بن عبداللہ بن الشخیر عن ابیه قال اتیت النبی صلی اللہ علیه وسلم وهو یصلی ولجوفه ازیز کازیز المرجل یعنی یبکی وفی روایه قال رایت النبی صلی اللہ علیه وسلم یصلی وفی صدره ازیز کازیز الرحی من البکآء۔ زاوه احمد وروی النسائی الروایه الاولی وابوداؤد الثانیه۔

مطرف بن عبداللہ بن شخیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس حالت میں کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے اندر سے اس طرح جوش مارنے کی آواز آرہی تھی جیسے دیگ بلند آواز سے جوش مارتی ہے۔ یعنی روتے تھے اور ایک روایت میں یوں ہے کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا۔ نماز پڑھتے ہوئے آپ کے سینہ سے چکی کی مانند رونے کی آواز آرہی تھی۔ اسکو احمد نے روایت کیا ہے۔ نسائی نے پہلی حدیث کو روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے دوسری کو۔

مطرف تابعی ہے روایت کرتا ہے اپنے باپ عبداللہ بن شخیر سے جو صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہ (اشعۃ اللمعات) مسحح

وعن رفاعة بن رافع قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فعطست فقلت الحمدللہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه مبارکاً علیه کما یحب ربنا ویرضی فلما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انصرف فقال من المتکلم فی الصلوۃ فلم یتکلم احد ثم قالها الثانیة فلم یتکلم احد ثم قالها الثالثة فقال رفاعة انا یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال والذی نفسی بیده لقد ابتدرها بضعة وثلاثون ملکاً ایهم یصعد بها۔ رواه الترمذی

وابوداؤد والنسائی۔

رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پس مجھے چھینک آئی تو میں نے کہا۔"تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں بہت اور پاکیزہ تعریف برکت کی گئی اس میں برکت کی گئی اس پر جیسا کہ دوست رکھتا ہے ہمارا رب اور پسند کرتا ہے۔" جب آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو پھرے اور فرمایا۔ نماز میں کس شخص نے کلام کیا تھا؟ مگر کوئی نہ بولا۔ پھر دوسری دفعہ بھی فرمایا مگر کوئی نہ بولا۔ پھر تیسری مرتبہ بھی فرمایا۔ تو رفاعہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ کلام کرنے والا میں ہوں۔ پس رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے البتہ تحقیق کچھ اوپر تیس فرشتے ان کلموں کو اوپر لے جانے میں جلدی کررہے تھے۔ کہ ان میں سے کون ان کو لے جائے اسکو ترمذی ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں ہیں۔ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں رونا مباح ہے کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ خود نماز کی حالت میں روتے تھے اور یہ نفل نماز کے منافی نہیں ہے بلکہ عین مقتضاء نماز ہے۔

اور دوسری حدیث جو حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نمازی کو چھینک آئے تو اس پر وہ اگر الحمد للہ کہہ دے تو یہ مباح ہے۔ نماز کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہم کلام ہے۔ اور یہ حدیثیں بھی قرآن مجید کی وہ آیات جو متعلقہ نماز ہیں انکی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیات میں نماز پڑھنے کا حکم ہے مگر یہ ذکر نہیں ہے کہ اگر کوئی نماز میں روپڑے یا چھینک آنے پر الحمد للہ کہہ دے تو اس کی نماز پر کیا اثر پڑے گا۔ پس نبی کریم ﷺ نے ان حدیثوں میں یہ عملاً" اور لساناً" بیان فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(واللہ اعلم)

بحالت نماز پہلو پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔

وعن ابی هريرة قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الخصر فی الصلوۃ۔ متفق علیہ

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا۔ اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الاختصار فی الصلوہ راحہ اھل النار۔ رواہ فی شرح السنہ

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنا دوزخیوں کی راحت و آرام لینے کی صورت ہے۔" اس کو شرح و السنہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں ہیں۔ اور یہ دونوں قرآن مجید کی متعلقہ نماز جو آیات ہیں انکی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیات میں اتنا ہی فرمایا ہے کہ نماز پڑھو مگر یہ نہیں فرمایا کہ بحالت نماز اگر پہلو پر کوئی ہاتھ رکھ لے تو اسکا کیا اثر پڑے گا۔ پس حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں اسکی ممانعت فرمادی۔ اور ساتھ ساتھ اسکی وجہ بھی بیان فرمادی ہے کہ یہ دوزخیوں کی نشانی ہے۔ کیونکہ دوزخی جب دوزخ کی تکلیف اٹھائیں گے اور تھک جائیں گے تو آرام کے لئے کچھ دیر اپنے پہلوؤں پر ہاتھ رکھیں گے۔ اور نمازیوں کو اس سے منع فرمایا ہے کہ از سر خود یہ ہیئت اختیار نہ کریں۔

بحالت نماز رونے میں حرج نہیں ہے

وعن مطرف بن عبداللہ بن شخیر عن ابیہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو ۴
یصلی ولجوفہ ازیز کازیز المرجل یعنی یبکی وفی روایہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی وفی صدرہ ازیز کازیز الرحی من البکاء۔ رواہ احمد وروی النسائی الروایہ الاولی
وابوداؤد الثانیہ

مطرف بن عبداللہ بن شخیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس حالت میں کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے اندر سے اس طرح جوش مارنے کی آواز آرہی تھی جیسے دیگ بلند آواز سے جوش مارتی ہے۔ یعنی روتے تھے اور ایک روایت میں یوں ہے کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا۔ نماز پڑھتے ہوئے آپ کے سینہ سے چکی کی مانند رونے کی آواز آرہی تھی۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔ نسائی نے پہلی حدیث کو روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے دوسری کو۔

مطرف تابعی ہے روایت کرتا ہے اپنے باپ عبداللہ بن شخیر سے جو صحابی ہیں رضی اللہ عنہ (اشعہ اللمعات) صحیح

وعن رفاعہ بن رافع قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعطست فقلت الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ کما یحب ربنا ویرضی فلما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف فقال من المتکلم فی الصلوہ فلم یتکلم احد ثم قالھا الثانیہ فلم یتکلم احد ثم قالھا الثالثہ

فقال رفاعه انا یا رسول اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لقد ابتدرھا بضعہ وثلاثون ملکا" ایھم یصعدبھا۔ رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی۔

رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس مجھے چھینک آئی تو میں نے کہا "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں' بہت اور پاکیزہ تعریف' برکت کی گئی اس میں برکت کی گئی اس پر جیسا کہ دوست رکھتا ہے ہمارا رب اور پسند کرتا ہے"۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو پھرے اور فرمایا۔ نماز میں کس شخص نے کلام کیا تھا؟ مگر کوئی نہ بولا۔ پھر دوسری دفعہ بھی فرمایا۔ مگر کوئی نہ بولا۔ پھر تیسری مرتبہ بھی فرمایا۔ تو رفاعہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کلام کرنے والا میں ہوں بس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے البتہ تحقیق کچھ اوپر تیس سے کچھ زیادہ فرشتے ان کلموں کو جلدی اوپر لے جانے میں جلدی کر رہے تھے۔ کہ ان میں سے کون ان کو لے جائے۔ اسکو ترمذی' ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں ہیں۔ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں رونا مباح ہے کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود نماز کی حالت میں روتے تھے اور یہ نفل نماز کے منافی نہیں ہے بلکہ عین نماز ہے۔

اور دوسری حدیث جو حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نمازی کو چھینک آئے تو اس پر وہ اگر الحمدللہ کہہ دے تو یہ مباح ہے۔ نماز کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ ہی سے ہم کلام ہے اور یہ

حدیثیں بھی قرآن مجید کی وہ آیات جو متعلقہ نماز ہیں انکی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیات میں نماز پڑھنے کا حکم ہے مگر یہ ذکر نہیں ہے کہ اگر کوئی نماز میں رو پڑے یا چھینک آنے پر الحمدللہ الخ کہہ دے تو اس کی نماز پر کیا اثر پڑے گا۔ پس نبی ﷺ نے ان حدیثوں میں یہ عملاً" اور لساناً بیان فرمادیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

بحالت نماز اگر انسان سے ہوا خارج ہوجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

عن طلق بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فسی احدکم فی الصلوہ فلینصرف ولیتوضا ولیعد الصلوہ۔ رواہ ابوداؤد وروی الترمذی مع زیادہ ونقصان۔

طلق بن علی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جب نماز میں کسی کی ریح خارج ہو تو اسے چاہئے کہ وہ پھر وضو کرے اور نماز کو لوٹائے۔" (مطلب یہ کہ ریح خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے') اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسکو کچھ کمی بیشی کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وعن عائشہ انہا قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا احدث احدکم فی صلوتہ فلیاخذ بانفہ ثم لینصرف۔ رواہ ابوداؤد

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کا نماز میں وضو ٹوٹ جائے۔ تو اسکو چاہیے کہ اپنی ناک پکڑے اور پھر اپنی جگہ سے پھرے۔" (یعنی ناک پکڑ کر وضو کرنے کے لئے جائے۔

تاکہ لوگ گمان کریں کہ نکسیر پھوٹی ہے) اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ یعنی ایسی صورت میں ناک پکڑ کر وضو کے لئے جاوے تاکہ لوگ گمان کریں۔ کہ نکسیر پھوٹی ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ اس سے عیب چھپتا ہے اور یوں ہی چلا جاوے گا تو اس میں بے حیائی لازم آوے گی۔ اس لئے کہ عادتاً" اس فعل کو لوگ داخل نقصان رکھتے ہیں۔ لہٰذا غیبت میں پڑیں گے۔ اسی لئے علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ جو کام نفس الامر میں ثابت ہو اور ظاہر میں محل اعتراض ہو اسکو چاہئے کہ اپنے دل میں پوشیدہ رکھے۔ تاکہ لوگ بے آبروئی نہ کریں اور وہ عیب جو اس میں نہیں ہے منسوب نہ کریں۔ اور یہ ازقبیل کذب (جھوٹ) نہیں ہے۔ بلکہ قبیلہ معاریض سے ہے:ح:اور اس میں رخصت ہے' کہتے ہیں امیرالمومنین عمر فاروق ؓ کے وقت مبارک میں ایک شخص کا وضو ٹوٹ گیا اور اسنے بوجہ شرم و حیا بے وضو نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا۔ کہ آؤ سب وضو کرلیں کچھ حرج نہیں۔ وضو پر وضو کرنا(جب پہلے وضو سے نماز پڑھ چکا ہو)نور علی نور ہے) اس وجہ سے وہ شخص گناہ سے بچ گیا ۱۲ (اشعۃ اللمعات بتغیر یسیر) عبدالعزیز مصحح عفی عنہ

وعن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا احدث احدکم وقد جلس فی اخر صلوتہ قبل ان یسلم فقد جازت صلوتہ۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث اسنادہ لیس بقوی وقد اضطربوا فی اسنادہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جس وقت آخری قعدہ میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے سلام پھیرنے سے پہلے، پس تحقیق اسکی نماز جائز ہوئی"۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا

ہے کہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں۔ اسکی اسناد میں اضطراب کیا ہے۔
(اس حدیث کو حفاظ حدیث نے ضعیف کہا ہے)

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث ہیں اور یہ تینوں آیات متعلقہ نماز کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں اتنا تو بیان ہے کہ نماز پڑھو مگر یہ تو نہیں بتایا کہ بحالت نماز اگر آدمی سے ہوا خارج ہوجائے تو وہ کیا کرے؟ پس حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں اس کی تفسیر بیان فرمادی ہے کہ ہوا خارج ہونے سے اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ کیونکہ اصل میں وضو جاتا رہے گا۔ البتہ چونکہ اس وقت ایک غیرت مانع ہوگی تو اسکا طریقہ بتایا ہے کہ انسان اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے تاکہ لوگ سمجھیں کہ اسکو نکسیر آئی ہے۔ اب یہ نئے سرے سے وضو کرے بہتر یہ ہے کہ نماز از سرنو پڑھے۔ اور اگر جہاں سے چھوڑی ہے وہیں سے پڑھے تو بھی اس کو اجازت ہے۔ کیونکہ ماسبق نماز جو ہوئی ہے وہ باوضو ہوئی ہے اور اس کے بعد والی نماز اس کے لئے بے وضو پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر عندالاختتام اسکا وضو ٹوٹا ہے تو اسکی نماز مکمل ہوگئی ہے اب اس کو اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

نماز عمل قلیل سے فاسد نہیں ہوتی اور کثیر سے فاسد ہوجاتی ہے

وعن ابی هریره قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقتلوا الاسودان فی الصلوه الحیه العقرب رواه احمد وابو داؤد والترمذی وللنسائی معناه۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔" نماز

میں دو کالوں کو مارو۔ یعنی سانپ اور بچھو کو"۔ اسکو احمد' ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور نسائی نے بھی اسی معنوں کی روایت کی ہے۔

وعن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی تطوعا" والباب علیہ مغلق فجئت فاستفتحت فمشی ففتح لی ثم رجع الی مصلا وذکرت ان الباب کان فی القبلہ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وروی النسائی نحوہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نماز پڑھا کرتے اور دروازہ آپ پر بند ہوتا۔ پس میں آکر دروازہ کھلواتی۔ آپ چل کر کھول دیتے اور پھر اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پھر آتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ذکر کرتی ہیں کہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔ اسکو احمد' ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور نسائی نے بھی اسی کی مانند روایت کی ہے۔

وعن جابر قال کنت اصلی الظھر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ قبضہ من الحصی لتبرد فی کفی اضعھا لجبھتی اسجد علیھا لشدہ الحر رواہ ابوداؤد وروی النسائی نحوہ۔

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ سو میں کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر اپنے ہاتھ میں ٹھنڈی کرتا تاکہ میں ان کو سجدہ کی جگہ رکھ کر ان پر سجدہ کروں گرمی کی شدت کی وجہ سے اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور نسائی نے بھی اسکی مانند روایت کی ہے۔

وعن ابی قتادہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الناس

وامامه بنت ابی العاص علی عاتقه فاذا رفع من السجود أعادها متفق علیه

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ امامت کراتے تھے۔ اور امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہ آپ کے مونڈھے پر ہوتی تھی۔ جس وقت رکوع کرتے تو اسے بٹھادیتے اور جس وقت سجدہ سے اٹھتے تو اٹھالیتے۔ متفق علیہ

ف:۔ابوالعاص رسول اکرم ﷺ کے داماد حضرت زینب بنت رسول اکرم ﷺ کے شوہر امامہ رضی اللہ عنہا ان کی بیٹی تھیں۔ خطابی کہتے ہیں کہ چونکہ امامہ کو رسول اکرم ﷺ سے الفت تھی اس لئے وہ نماز میں آکر حضور اکرم ﷺ سے چمٹ جاتی تھیں۔ اور کندھے پر چڑھ بیٹھتیں اور وقت رکوع کندھے شریف سے اتر آتیں۔ حضرت ان کو ایسے اتارتے تھے۔ حضور ﷺ کو نماز کے ارکان میں اطمینان کثیر تھا اور یہ فعل حضور ﷺ کے نہایت رعایت خشوع سے تھا۔ کیونکہ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو گریہ فرماتیں اور موجب شغل ہوجاتا۔ واللہ اعلم (اشعۃ اللمعات وغیرہ) دوسرے داماد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے۔ جن کے حبالہ نکاح میں خاتون جنت تھیں رضی اللہ عنہا تو ثابت ہوا کہ سرور عالم ﷺ کی صرف ایک ہی بیٹی تھیں۔ محض باطل اور لایعنی ہے۔ قرآن کریم شاہد ہے یاآیھا النبی قل لازواجک وبنات میں لفظ جمع ہے۔ فافہم و تدبیر۔ مصحح عفی عنه

وعن ابی ذر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قام احدکم الی الصلوه فلا یمسح الحصی فان الرحمه تواجهه۔ رواه احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجه

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔

جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنے ہاتھ سے کنکریوں کو دور نہ کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے سامنے رحمت ہوتی ہے۔ اسکو احمد' ترمذی' ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وعن ام سلمه قالت رای النبی صلی اللّٰه علیه وسلم غلاماً لنا یقال له افلح اذا سجد نفخ فقال یا افلح ترب وجهک۔ رواه الترمذی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک غلام کو دیکھا۔ جس کو افلح کہا جاتا تھا۔ کہ جس وقت وہ سجدہ کرتا ہے تو پھونک مارتا ہے (سجدہ کی جگہ تاکہ پیشانی خاک آلود نہ ہو) آپ نے فرمایا اے افلح اپنے منہ کو خاک آلود کر (پھونک نہ مار) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وعن معیقیب عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی الرجل یسوی التراب حیث یسجد قال ان کنت فاعلاً فواحدۃ۔ متفق علیه

معیقیب رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ اس شخص کے بارے میں جو سجدہ میں مٹی برابر کرتا ہے؟ فرمایا اگر تو ایک بار ایسا کرلے تو کوئی ہرج نہیں' اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں سات احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں سے پہلی حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں نبی کریم ﷺ نے بحالت نماز سانپ اور بچھو مارنے کی اجازت دی ہے اور دوسری حدیث میں

آپ کا فعل مذکور ہے کہ آپ نے بحالت نماز چل کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے دروازہ کھولا اور پھر وہی نماز پڑھنے لگ گئے۔ از سرنو نہیں پڑھی اور تیسری حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے بحالت نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی ہتھیلی میں کنکریاں لیکر انہیں ٹھنڈا کیا تاکہ ان پر سجدہ کروں کیونکہ گرمی بڑی شدید تھی۔ اور چوتھی یہاں حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور آپ کی نواسی امامہ بنت ابی العاص آپکے کندھے پر ہوتی تھیں اور جب سجدہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھاتے تھے تو پھر کندھے پر بٹھا لیتے تھے پس ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے اندر نماز کے منافی کوئی کام کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اور اسکے بعد جو تین احادیث ہیں ان میں سے پہلی حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت نماز نمازی کو کنکریاں چھونے کی اجازت بھی نہیں دی۔ اور دوسری حدیث جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام کو دیکھا کہ وہ نماز کی حالت میں پھونک مار کر سجدہ والی جگہ صاف کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی اسے منع فرمایا ان دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے منافی کسی قسم کا فعل جائز نہیں خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ اور تیسری حدیث جو حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ جو سجدہ کی جگہ کی مٹی برابر کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو نے برابر کرنا ہے تو صرف ایک دفعہ برابر کر۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں عمل قلیل منافی نہیں ہے۔ پس ان احادیث میں بظاہر

تعارض معلوم ہوتا ہے اور تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ پہلی چار احادیث کو جن میں عمل کثیر نماز کے منافی نہیں معلوم ہوتا۔ انہیں بعد والی احادیث جن سے نفس نماز کے منافی فعل سے منع فرمایا ہے منسوخ مانا یا ان افعال کو عمل قلیل پر حمل کیا جائے۔ اور حضرت ابوذر اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا والی احادیث کا جو حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ والی حدیث سے جو تعارض معلوم ہوتا ہے۔ اسکی تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ حضرت ابوذر اور حضرت ام سلمہ والی احادیث کو عمل قلیل پر حمل کیا جائے اور حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ والی حدیث کو جواز پر حمل کیا جائے۔ اور نیز اسکی ایک یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ ایک دفعہ نماز کے بظاہر منافی فعل جو بامر مجبوری اختیار کیا جائے وہ درحقیقت نماز کے منافی نہیں بلکہ وہ نماز ہی کی خاطر ہے جیساکہ سجدہ کی جگہ سے مٹی ہٹانا سجدہ کے لئے ہے تاکہ سجدہ صحیح ہوسکے۔

پس یہ احادیث قرآن مجید میں نماز کے متعلق جو آیات ہیں ان کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں نماز پڑھنے کا حکم تو ہے لیکن یہ تو نہیں بتایا کے نماز کے منافی کن کاموں سے نماز ٹوٹتی ہے اور کن سے نہیں ٹوٹتی۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفسیر بیان فرمائی ہے۔ اور یہ تفسیر قرآن مجید سے سمجھنا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام تھا۔ (واللہ اعلم)

بحالت نماز جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھنا چاہیئے ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔

وعن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا

تثائب احدکم فی الصلوہ فلیکظم ماستطع فان الشیطان یدخل رواہ مسلم وفی روایہ البخاری عن ابی ھریرہ قال اذا ثثاء ب احدکم فی الصلوہ فلیکظم ماستطاع ولا یقل ھا فانما ذالکم من الشیطان یضحک منہ۔

ابی سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آئے تو جہاں تک ہوسکے بلند کرے (روکے) حقیقت یہ ہے کہ شیطان گھس جاتا ہے (منہ میں) اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آئے تو جہاتک ہوسے (اسے) روکے اور لفظ ہاء کانہ کہے۔ فی الحقیقت یہ شیطان سے ہے۔ وہ اس سے ہنستا ہے۔

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التثآء ب فی الصلوہ من الشیطان فاذا تثآء ب احدکم فلیکظم ماستطاع۔ رواہ الترمذی وفی اخری لہ ولابن ماجہ فلیضع یدہ علی فیہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ص نے فرمایا نماز میں جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے سو جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہوسکے اسے روکے۔ اسکو ترمذی نے روایت ک ہے اور ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک دوسری روایت میں ہے اسکو چاہئے کہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے۔

وعن عدی بن ثابت عن ابیہ عن جدہ رفعہ قال العطاس والنعاس والنثاء ب والحیض والضئے والرعاف من الشیطان۔ رواہ الترمذی۔

عدی بن ثابت اپنے والد سے اور وہ عدی کے دادا سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے نماز میں چھینکنا، اونگنا اور جمائی لینا قے آنا، حیض آنا، نکسیر پھوٹنی (یہ سب باتیں) شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں سے پہلی دو میں تو یہ فرمایا ہے کہ جب تم سے کسی کو جمائی آئے اور وہ نماز میں ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھدے کیونکہ یہ شیطانی فعل ہے وہ انسان کے اندر داخل ہوتا ہے اور وہ انسان کی یہ حالت دیکھ کر ہنستا ہے۔ اور تیسری حدیث میں جمائی کے ساتھ چھینک اونگھ حیض۔ قے۔ اور نکسیر کو بھی اسکے ساتھ شامل کیا ہے کہ وہ بھی شیطانی افعال ہیں۔ دراصل شیطان انسان کو پہلے راہ ہدایت پر آنے نہیں دیتا۔ اور اگر وہ آجائے تو اس کی نیکی کو ضائع کرنے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ انسان کے اندر داخل ہوکر اسکی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ ریا پیدا کرتا ہے اور نیکی پر تکبری اور فخر غرور پیدا کرتا ہے۔ اور ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان پر اپنا اثر ڈال کر کے اس میں سستی پیدا کرتا ہے جو نیند اور جمائی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور عورتوں کو حیض۔ قے۔ اور نکسیر وغیرہ کے ذریعہ نماز سے روکتا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ ان احادیث میں صرف جمائی کو روکنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ انسان اس وقت منہ پر ہاتھ رکھ لے تاکہ اسکی نماز مکروہ نہ ہو اور حیض وغیرہ کی تفصیل دوسری

حدیثوں میں بیان ہو چکی ہے۔

بہرحال یہ حدیثیں آیات متعلقہ نماز کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیات میں یہ تو بتایا ہے کہ نماز پڑھو مگر یہ تو نہیں بتایا کہ بحالت نماز اگر انسان کو نکسیر اور قے آجائے اور یا عورت کے ایام ماہواری آجائیں یا جمائی آجائے تو انسان نے کیا کرنا ہے؟ جمائی کا حل تو نبی ﷺ نے ان احادیث میں بیان فرمایاہے کہ اس وقت انسان اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے۔ اور حیض۔ نکسیر اور قے اگر منہ بھرا ہوا ہو تو اس سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ کیونکہ اس سے انسان کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تو پھر نماز خود بخود ٹوٹ جاتی ہے۔

بحالت نماز صرف سجدہ کی جگہ دیکھنا چاہیئے۔ ادھر ادھر اور اوپر دیکھنا منع ہے۔

وعن عائشه قالت سالت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن التغات فی الصلوه فقال هو اختلاس یختلسه الشیطان من صلوه العبد۔ متفق علیه۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے کے متعلق پوچھا۔ فرمایا کہ بندہ کی نماز سے یہ اچک لینا ہے شیطان کا اچک لینا۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لینتهین اقوام عن رفعهم ابصارهم عند الدعآء فی الصلوه الی السمآء او لتخطفن ابصارهم۔ رواه مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا البتہ باز رہیں وہ لوگ دعا کے وقت نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے یا ان کی آنکھیں اچکی جائیں گی۔ (یہ بطور زجروتوبیخ کے ہے کہ یا تو وہ اس حرکت سے باز رہیں ورنہ انکی آنکھیں چھین لی جائیں گی) اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی ذر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یزال اللّٰہ عزوجل مقبلاً علی العبد وھو فی صلوتہ مالم یلتفت فاذا التفت انصرف عنہ۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسآئی والدارمی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا جس وقت بندہ نماز میں ہوتا ہے تو اللہ عزت و بزرگی والا اسکی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک کہ وہ ادھر ادھر التفات نہ کرے (اور خدا کی طرف متوجہ رہے) جب وہ ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ اسکی طرف سے منہ پھیرلیتا ہے۔ اسکو احمد' ابوداؤد' نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا انس اجعل بصرک حیث تسجد رواہ البیھیقی فی سنن الکبیر من طریق الحسن عن انس یرفعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے انس! اپنی نگاہ کو (نماز میں) سجدہ کی جگہ جمائے رکھ۔ اسکو بیہقی نے سنن کبیر میں طریق حسن سے اور اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

وعنہ قال قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا بنی لیاک

والالتفات فی الصلوہ فان الالتفات فی الصلوہ هلکه فان کان لا بد ففی التطوع لا فی الفریضه۔ رواہ الترمذی۔

اور انہی سے روایت ہے کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اے میرے بیٹے! تو بچ نماز میں ادھر ادھر دیکھنے سے' اس لئے کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا ہلاکت کا سبب ہے (اس سے مراد ہلاکت روحانی ہے) پس اگر ضرور ہو تو نفلوں میں ہو نہ کہ فرضوں میں (یعنی نفلوں میں حرج نہیں۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلحظ فی الصلوہ یمینا" وشمالا" ولایلوی عنقه خلف ظهره۔ رواہ الترمذی والنسائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہی کہ تحقیق رسول اکرم ﷺ نماز میں دائیں اور بائیں آنکھوں سے دیکھتے اور اپنی گردن اپنی پیٹھ پیچھے نہ پھیرتے۔ اسکو ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

تشریح

پہلی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بحالت نماز ادھر ادھر دیکھنا جائز نہیں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ خود ادھر ادھر دیکھتے تھے مگر گردن نہیں پھیرتے تھے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ پہلی احادیث بیان کراھیت پر محمول ہی اور یہ آخری بیان جواز پر۔ بہرحال یہ احادیث بھی قرآن مجید کی آیات متعلقہ نماز کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں اتنا تو بتایا ہے کہ نماز پڑھو مگر یہ تو نہیں بتایا کہ بحالت نماز انسان نے کہاں دیکھنا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے ان احادیث میں اس کی تفصیل بیان فرمادی ہے کہ انسان نے صرف سجدہ کی جگہ دیکھنا ہے۔ دائیں بائیں بھی

نہیں دیکھنا آسمان کی طرف بھی نہیں دیکھنا۔ اور اسکی وجہ یہ بیان فرمائی کہ نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ انسان کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ اور انسان نماز میں ادھر ادھر دیکھے یا آسمان کی طرف دیکھے تو اللہ تعالیٰ بھی اسکی طرف سے توجہ ہٹالیتے ہیں۔

نماز میں آدمی بھول جائے تو نماز کے آخر میں سلام پھیر کر دو سجدہ کرنا ہے پھر تشہد کے بعد سلام پھیرنا ہے۔

وعن ابن سیرین عن ابی ھریرۃ قال صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احدی صلوتی العشی قال ابن سیرین قد سماھا ابوھریرہ ولکن نسیت انا قال فصلی بنا رکعتین ثم سلم فقام الی خشبہ معروضہ فی المسجد فاتکا علیھا کانہ غضبان ووضع یدہ الیمنی علی الیسری وشبک بین اصابعہ ووضع خدہ الیمن علی ظھرہ کفہ الیسری وخرجت سرعان القوم من ابواب المسجد فقالوا قصرت الصلوہ وفی القوم ابوبکر وعمر فھا باہ ان یکلماہ وفی القوم رجل فی یدیہ طول یقال لہ ذوالیدین قال یا رسول اللّٰہ نسیت ام قصرت الصلوہ فقال لم انس ولم تقصر فقال اکما یقول ذوالیدین فقالوا نعم فتقدم فصلی ماترک ثم سلم ثم کبر وسجد مثل سجودہ او اطول ثم رفع راسہ وکبر ثم کبر وسجد مثل سجودہ او اطول ثم رفع راسہ وکبر فربما سالوہ ثم سلم فیقول نبئت ان عمران ابن حصین قال ثم سلم متفق علیہ ولفظہ للبخاری وفی اخری لھما فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بدل لم انس ولم تقصر کل ذالک لم یکن فقال قد کان بعض یا رسول اللّٰہ۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں - ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھائی ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دو نمازیں کہ بعد زوال کے ہیں۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ تحقیق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس نماز کا نام لیا لیکن میں بھول گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ دو رکعتیں نماز پڑھی' پھر سلام پھیرا اور ایک لکڑی کے سہارے کھڑے ہوئے جو مسجد کے بیچ میں اور عرض میں تھی۔ آپؐ نے اس پر تکیہ لگایا۔ گویا کہ غصہ میں تھے۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔ اور انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں اور اپنا داہنا رخسار بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا جو جلد باز لوگ تھے وہ مسجد کے دروازوں سے نکل گئے (یعنی جو اصحاب حاجات تھے) صحابہ نے کہا کہ کیا نماز کم ہوگئی؟ (یعنی کیا چار سے دو ہوگئی) اور صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ دونوں حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیبت اور عظمت کی وجہ سے کلام نہ کرسکے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک شخص تھا۔ جو اپنے ہاتھ کے طویل ہونے کی وجہ سے ذوالیدین کہلاتا تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ بھول گئے یا نماز کم ہوگئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ میں (اپنے خیال میں) بھولا اور نہ نماز کم ہوئی۔ پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ کیا تم بھی وہی کہتے ہو جو ذوالیدین کہتا ہے (کیا تم بھی یہی سمجھتے ہو کہ نماز میں بھول ہوئی) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ ہاں ایسا ہی ہے' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھی جو چھوڑی تھی' پھر سلام پھیرا' پھر تکبیر کہی' پھر سجدہ کیا مانند سجدہ کے یا اس سے طویل' پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی اور سجدہ کیا مثل معمولی سجدہ کے یا اس سے طویل' پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی (یہ سہو کے دو سجدے ہوئے) پس اکثر لوگوں نے ابن سیرین سے سوال کیا۔ پھر سلام پھیرا۔ سو وہ کہتے تھے کہ

مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پھر سلام پھیرا۔ متفق علیہ۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ ان دونوں کی ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بدلے لم انس ولم تقصر' یہ سب نہ تھا ذوالیدین نے کہا تھا اس میں سے کچھ۔ اے اللہ کے رسول (حدیثوں میں دونوں باتیں آتی ہیں۔ سلام سے پہلے بھی اور بعد بھی' دونوں طرح سجدہ جائز ہے۔)

وعن عبداللہ بن بحینہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بھم الظھر فقام فی الرکعتین الاولیین لم یجلس فقام الناس معہ حتی اذا قضی الصلوہ وانتظر الناس تسلیمہ کبر وھو جالس فسجد سجدتین قبل ان یسلم ثم سلم۔ متفق علیہ۔

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ظہر کی نماز پڑھائی' پہلی دو رکعتوں کے بعد بیٹھے نہیں بلکہ کھڑے ہوگئے۔ صحابہ بھی آپ کے ساتھ ہی کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ جب آپ نماز پڑھ چکے اور لوگ سلام پھیرنے کے منتظر ہوئے تو آپؐ نے بیٹھے ہوئے تکبیر کہی اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے اور پھر سلام پھیرا۔ اسکو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بھم فسھی فسجد سجدتین ثم تشھد ثم سلم رواہ الترمذی قال ھذا حدیث حسن غریب۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی۔ پھر کچھ بھول ہوگئی۔ سو آپؐ نے دو سجدے کئے' پھر التحیات پڑھی اور پھر سلام پھیرا' اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا

ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

وعن المغیرة بن شعبه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا قام الامام فی الرکعتین فان ذکر قبل ان یستوی قآئما" فلیجلس ویسجد سجدتی السهو۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجه

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب امام دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہوجائے تو اگر اسے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے یاد آجائے تو بیٹھ جائے۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہوجائے تو پھر نہ بیٹھے اور (آخر میں) سہو کے دو سجدے کرلے۔ اسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

عن عمران بن حصین ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم صلی العصر وسلم فی ثلث رکعات ثم دخل منزله فقام الیه رجل یقال له الخرباق وکان فی یدیه طول فقال یا رسول اللّٰه فذکر له صنیعه فخرج غضبان یجر ردآءه حتی انتهی الی الناس فقال اصدق هذا قالوا نعم فصلی رکعه ثم سلم ثم سجد سجدتین ثم سلم۔ رواہ مسلم۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی' تین رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا۔ اور آپؐ اپنے گھر میں داخل ہوگئے۔ ایک شخص جس کو خرباق کہا جاتا تھا۔ وہ کھڑا ہوا' اور اس کے ہاتھ طویل تھے۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس نے ذکر کیا اس بات کا جو آپؐ سے صادر ہوئی تھی (یعنی بھول) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے نکلے اور لوگوں کے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا یہ شخص ٹھیک کہتا ہے۔ (میں کوئی رکعت بھول گیا) انہوں نے عرض کیا۔

ہاں ٹھیک ہے۔ سو آپ نے ایک رکعت پڑھی پھر سلام پھیرا' پھر دو سجدے کئے' پھر سلام پھیرا۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ پانچوں قرآن مجید کی آیات متعلقہ نماز کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیات میں اتنا تو فرمایا ہے کہ نماز پڑھو مگر یہ نہیں بتایا کہ اگر کسی کو نماز میں سہو ہوجائے یعنی بھول جائے تو اس نے کیا کرنا ہے مثلاً" نماز میں کوئی رکن رہ جائے یا کوئی رکن زیادہ ہوجائے وغیرہ ذالک۔ پس حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں اس کی تفصیل بیان فرما دی ہے اور اگر نبی ﷺ کی اس تفسیر کو یہاں مدنظر نہ رکھا جائے تو ظاہر بات ہے کہ بھول جانے کی صورت میں نماز میں جو کمی بیشی ہوگی اسکا تدارک نہیں ہوسکے گا۔ اور پھر نماز بھی نہیں ہوگی۔ ان احادیث میں سے پہلی حدیث جو حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود نبی ﷺ کے ساتھ یہ واقعہ درپیش آیا کہ آپ ایک مرتبہ مغرب یا عشاء کی نماز میں بھول گئے۔ اور آپنے دو رکعات پڑھائیں اور اٹھ کر ایک لکڑی کے سہارے کھڑے ہوگئے۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بتانے پر آپ نے چھوٹی ہوئی نماز پڑھی پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے کئے اور ان میں اور سجدوں کی طرح تکبیر کہی تسبیحات بھی پڑھیں۔ آخر میں پھر سلام پھیرا۔ اور دوسری حدیث جو حضرت عبداللہ بن بحینہ سے مروی ہے۔ اس میں نماز ظہر میں آپکا بھولنا ذکر ہے کہ آپنے سلام سے پہلے دو سجدے کئے تھے اور تیسری حدیث جو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی تو بھول گئے تو آپ نے دو سجدے کئے پھر تشہد پڑھا اور پھر سلام

پھیرا۔ اور چوتھی حدیث جو حضرت مغیر بن شعبہ سے منقول ہے اس میں آپ ﷺ نے ائمہ کو تعلیم دی ہے کہ اگر امام دو رکعات پڑھنے کے بعد کھڑا ہوگیا تو اگر سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے پہلے اسے یاد آجائے تو اسے بیٹھ جانا چاہئے۔ اور اگر وہ سیدھا کھڑا ہوگیا ہے تو اسے سجدہ سہو کرنا چاہئے۔ اور پانچویں حدیث کا مضمون سابق ہی ہے۔ پس خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو نمازوں میں مختلف اوقات میں پانچ مرتبہ سہو ہوا تھا ایک مرتبہ تو مغرب یا عشاء کے وقت دو رکعات پڑھادی تھیں۔ اور دوسری مرتبہ نماز ظہر میں قعد ثانیہ بھول گئے تھے۔ اور تیسری مرتبہ نماز ظہر میں پانچ رکعات پڑھادی تھیں مگر یہاں یہ پتہ نہیں کہ آپ ﷺ قعدہ ثانیہ بھول گئے تھے یا عبدہ ورسولہ تک پڑھکر اٹھ کھڑے ہوئے تھے یہ حدیث پہلے شک کی بحث میں گزر گئی ہے۔ اور چوتھی مرتبہ آپؐ کسی نماز میں بھول گئے اور آپ نے سجدہ سہو کیا تھا مگر یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کونسی نماز تھی اور آپ ﷺ اس میں کونسی چیز بھول گئے تھے۔ اور پانچویں مرتبہ آپؐ نماز عصر میں ایک رکعت بھول گئے تھے۔ پس اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز میں انسان سے اگر کوئی چیز رہ جائے یا اضافہ ہوجائے تو آخر میں سجدہ سہو کرکے اسکا تدارک کرنا ہے۔ مگر اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو رکن یا واجب یا مسنون کام جو چھوٹ گیا ہے وہی دوبارہ ادا کرنا چاہئے اور اس سے تلافی مافات ہونا چاہئے۔ اور یہاں ہر فوت ہوجانے والے عمل کا تدارک آخر میں دو سجدوں سے کیوں رکھا ہے؟ پس اسکا جواب یہ ہے کہ سجدہ نماز میں سب سے اہم رکن ہے۔ اور اسکی عظمت تمام ارکان سے زیادہ ہے۔ اس لئے اسکو مافات کابدل رکھا ہے۔ اور یہ رغما علی الشیطان ہی ہے۔ اور جناب نبی کریم ﷺ نے سہو کے بعد جو سجدے کئے تھے اسکا

مقصد یہ ہے کہ احکامات خداوندی کی جو جو حد مقرر ہے۔ اس میں کمی بیشی کا اختیار حضرت محمد ﷺ کو بھی نہیں تھا۔ اور آپ ﷺ سے سہو بھی جہاں کمی بیشی ہوئی تو آپؐ کو اسکے تدارک کے لئے سجدہ سہو کا حکم تھا۔ اور جب آپ ﷺ کو شرعی احکامات میں ردوبدل کا اختیار نہیں تھا تو ظاہر بات ہے کہ پھر کسی بھی پیر مولویؒ یا مجتہد کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ دین میں ردوبدل کرے اور سجدہ سہو کے بقیہ مسائل کتب فقہ میں مذکور ہیں وہاں دیکھنا چاہیے۔ یہاں اختصار کی خاطر ہم ان سے صرف نظر کرتے ہیں۔

نماز میں شک ہو جائے تو سجدہ سہو کرنا ہے۔

ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان احدکم اذا قام یصلی جا ٔیه الشیطن فلبس علیه حتی لا یدری کم صلی فاذا وجد ذلک احدکم فلیسجد سجدتین وهو جالس۔ متفق علیه

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ تحقیق جب تم میں سے کوئی کھڑا ہو کر نماز پڑھے' تو شیطان آتا ہے اور اس پر شبہ ڈالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نہیں جانتا کہ نماز کی کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ سو جب تم میں سے کسی کو یہ بات پیش آئے تو وہ بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے۔ اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن عطاء بن یسار عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا شک احدکم صلوتہ فلم یدرکم صلی ثلثا" او اربعا" فلیطرح الشک ولیبن علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم فان کا صلی خمسا" شفعن لہ صلوتہ وان کان صلی اتماما" لاربع کانتا ترغیما" للشیطن۔ رواہ مسلم ورواہ مالک عن عطآء مرسلا" وفی روایتہ شفعہا بہاتین السجدتین۔

عطاء بن یسار ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک گزرے' اور اسکو یہ یاد نہ رہے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار' تو اسکو چاہئے کہ اپنا شک دور کرے' اور یقین کی بنیاد پر بناء کرے (یعنی اگر تین کے متعلق یقین ہو تو تین سمجھے اور چار پر یقین ہو تو چار سمجھے) پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے (سہو) کے کرلے۔ اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھ لی ہوں جو جفت کردیں گی نیکی یہ پانچ رکعتیں اسکی نماز کو اور اگر نماز پڑھی اس نے پوری تو چار رکعتیں ہوں گی۔ یہ سجدے سبب ہونگے ذلت کے واسطے شیطان کے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور مالک نے عطاء سے مرسلا" روایت کیا ہے۔ مالک کی ایک روایت میں ہے کہ جفت کروے گا نمازی ان پانچ رکعتوں کے سبب ان دو سجدوں کے۔

وعن عبدالرحمن بن عوف قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صلی صلوہ یشک فی النقصان فلیصل حتی یشک فی الزیادہ۔ رواہ احمد

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جو شخص نماز پڑھے اور اس کو شک گذرے کہ میں نے کچھ کمی کی ہے تو اس کو چاہئے کہ نماز پڑھے۔ یہاں تک کہ زیادتی میں شک کرے۔ اسکو احمد نے روایت کیا ہے۔

ان تینوں احادیث میں تعارض ہے اور ان میں شک کی صورتیں بیان فرمائی ہیں ان میں تطبیق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی بیان فرمائی ہے کہ ان تینوں پر عمل ہو جاتا ہے۔

ف:۔ امام ابوحنیفہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عمر میں پہلی بار شک ہوا ہے تو نماز از سرنو پڑھے' ورنہ تحری یعنی اٹکل کرے اور بعد تحری کے اگر گمان غالب ایک طرف ہو تو اس پر عمل کرے اور غلبہ ظن حاصل نہ ہو تو اقل (کم) پر بنا کرے (یعنی تین یا چار میں شک ہو تو تین پر) اور بعد میں سجدہ سہو کرلے۔ اس لیے کہ ظن غالب پر بناء رکھنی شرع میں ایک اصل مقرر ہے جیسا کہ قبلہ وغیرہ میں (یعنی جہت قبلہ معلوم نہ ہو اور بتانے والا بھی کوئی نہیں تو انکل سے ایک طرف کو قبلہ سمجھ کر نماز پڑھے' اور شک اور سہو میں فرق یہ ہے کہ سہو میں جانب واحد کا تعین ہوتا ہے اور شک میں تردد ہوتا ہے۔ اور شارع نے تدارک دونوں کا سجدہ سے رکھا ہے۔

وعن عبدالله بن مسعود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الظهر خمساً فقيل له ازيد فى الصلوة فقال وما ذاك قالوا صليت خمساً فسجد سجدتين بعد ما سلم وفى روايه قالا انما انا بشر مثلكم انسى كما تنسون فاذا نسيت فذكروني واذا شك احدكم في صلوته فليتحر الصواب فليتم عليه ثم ليسلم ثم

یسجد سجدتین۔ متفق علیہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، ظہر کی پانچ رکعت، سو آپ سے کہا گیا کہ نماز مین زیادتی کی گئی ہے فرمایا کیا ہوا؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا۔ آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی تھیں، پس آپؐ نے سلام کے بعد دو سجدے کیئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ "حقیقت یہ ہے کہ میں بھی ایک بشر ہی ہوں تمہاری مانند، بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو۔ سو جب میں بھول جایا کروں تم مجھے یاد دلا دیا کرو اور جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک گذرے تو وہ ٹھیک امر کو پانے کی کوشش کرے۔ پس چاہیئے کہ اس پر پورا کرے۔ پھر سلام پھیرے، پھر دو سجدے کرے۔" اسکو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

فرض نمازوں کے بعد کے اذکار اور ان کے آداب

واذکر ربک فی نفسک تضرعا" وخیفہ ودون الجہر من القول بالغدو ولاصال ولا تکن من الغفلین () اعراف آیت ۲۰۵

ترجمہ:۔ اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتا ہوا اور ڈرتا ہوا یاد کرتا رہ۔ اور صبح و شام بلند آواز کی نسبت ہلکی آواز سے اور غافلوں سے نہ ہو۔

تفسیر

اس آیت میں ذکر کے تین آداب بتائے ہیں پہلا ادب یہ بتایا ہے کہ

ذکر دل میں بحالت عاجزی ہونا چاہئے۔ اور دوسرا ادب یہ بتایا ہے کہ ذکر کی حالت میں دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر بھی رہنا چاہئے۔ اور تیسرا یہ بتایا ہے کہ ذکر ہلکی آواز سے کرسکتا ہے۔ اور اس آیت میں ذکر کے اوقات بھی بتائے ہیں کہ ذکر صبح و شام ہونا چاہئے۔ اور آیت کے آخر میں ترک ذکر سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس سے غفلت آجائے گی۔ بہرحال اس آیت میں تین آداب بیان فرمائے ہیں مگر اجمال ہے کیونکہ یہاں یہ نہیں بیان فرمایا کہ ذکر نماز سے پہلے ہونا چاہئے کہ بعد میں ہونا چاہئے اور نیز اس آیت میں ذکر کے الفاظ بھی بیان نہیں فرمائے کہ وہ کونسے ہیں اور پھر ذکر کے فوائد بھی نہیں بیان فرمائے کہ ذکر کرنے سے انسان کا کیا فائدہ ہوگا؟ اور اسی طرح جہر کی حد بھی متعین نہیں کی صرف اتنا فرمادیا ہے کہ دون الجہر من القول کہ ہلکی آواز سے ذکر ہونا چاہئے۔ اب ہلکی کتنی ہو اور جہر کتنی ہو؟ اسکی وضاحت نہیں ہے۔ اسکی تفصیل انشاء اللہ العزیز احادیث کی روشنی میں پیش کرنا ہے واللہ الموفق والمعین وھو بذالک حدیر

اور اس سے خود اندازہ ہوجائے گا کہ قرآن مجید کی مجمل آیات کی تفسیر سوائے نبی ﷺ کے اور کوئی نہیں بیان کرسکتا۔

عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء صلوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر۔ متفق علیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی نماز کا ختم ہونا تکبیر سے پہچان لیا کرتا تھا(یہاں تکبیر سے مراد بلند آواز سے ذکر کرنا ہے) اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

وعن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم

لم یقعد الا مقدار ما یقول اللّھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذاالجلال والاکرام۔ رواہ مسلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سلام پھیرتے تو صرف اتنی مقدار بیٹھتے کہ یہ کہہ لیتے۔ اے اللہ! تو سلام ہے' تجھ ہی سے سلامتی ہے بابرکت ہے تو اے بزرگی اور بخشش کے صاحب۔

وعن ثوبان قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انصرف من صلوتہ استغفر ثلثا" و قال اللّھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذاالجلال والاکرام۔ رواہ مسلم۔

ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ جب سلام پھیرتے اپنی نماز سے تو تین بار استغفراللہ کہتے اور کہتے۔ اے اللہ تو سلام ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے' بابرکت ہے تو اے بزرگی اور بخشش کے مالک۔
اسکو مسلم نے روائیت کیا ہے۔

وعن المغیرۃ بن شعبہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی دبر کل صلوہ مکتوبہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر۔ اللّھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد۔ متفق علیہ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اکرم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد کہا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی اکیلا ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اسی کے لئے ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ اس چیز کو روکنے اور منع کرنے والا کوئی نہیں جو تونے عطا کی اور کوئی نہیں دینے والا جس کو تونے

روکا اور نہیں فائدہ دولتمند کو دو تمندی سے تیرے عذاب سے۔ متفق علیہ۔

وعن عبداللہ بن الزبیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الاعلی لآ الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر۔ لا حول ولا قوہ الا باللہ لآ الہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمہ ولہ الفضل ولہ الثنآء الحسن لآ الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔ رواہ مسلم۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے۔ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف' وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی توفیق اور عبادت کرنے کی قوت مگر اللہ کی توفیق و عنایت سے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں' اسی کے لئے نعمت ہے اسی کے لئے بزرگی اور اسی کے لئے اچھی تعریف اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم خالص طور ایکی بندگی و اطاعت کرنے والے ہیں۔ اگرچہ کافر اس کو ناگوار سمجھیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن سعد انہ کان یعلم بنیہ ھولاء الکلمت ویقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ بھن دبر الصلوہ اللھم انی اعوذ بک من الجبن واعوذ بک من البخل واعوذبک من فتنہ الدنیا وعذاب القبر۔ رواہ البخاری۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کو ان کلمات کی تعلیم دیا کرتے تھے اور کہا

کرتے تھے کہ بالتحقیق رسول اکرم ﷺ نماز کے بعد ان کلموں کے ذریعہ پناہ مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں، دنیا کے فتنہ سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں اور عذابِ قبر سے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی هریرة قال ان فقر آء المهاجرین اتوا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا قد ذهب اهل الدثور بالدرجات العلی والنعیم المقیم فقال وما ذاک قالوا یصلون کما نصلی ویصومون کما نصوم ویتصدقون ولا نتصدق ویعتقون ولا نعتق فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم افلا اعلمکم شیئاً تدرکون به من سبقکم و تسبقون به من بعدکم ولا یکون احد افضل منکم الا من صنع مثل ما صنعتم قالوا بلی یا رسول الله قال تسبحون وتکبرون وتحمدون دبر کل صلوه ثلثاً وثلثین مره قال ابو صالح فرجع فقر آء المهاجرین الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا سمع اخواننا اهل الاموال بما فعلنا ففعلوا مثله فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ذلک فضل الله یوتیه من یشآء متفق علیه ولیس قول ابی صالح الی اخره الا عند مسلم وفی روایه للبخاری یسبحون فی دبر کل صلوه عشراً وتحمدون عشراً بدل ثلثا وثلثین۔

حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ مہاجر فقراء رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اہل دولت نے تو (اپنی دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرکے) بلند درجے اور ہمیشگی کی نعمت حاصل کرلی (ہم مفلس ہیں ہم کیا کریں) حضرت محمد ﷺ نے فرمایا۔ اس کا کیا سبب؟ انہوں

نے کہا وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی اسی طرح روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں (ان نیکیوں میں وہ اور ہم برابر ہیں مگر) وہ صدقہ دیتے ہیں ہم نہیں دے سکتے' وہ غلاموں کو آزاد کرتے کراتے ہیں۔ ہم آزاد نہیں کرسکتے (یہ سن کر) حضورﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ تم اس کے سبب ان درجوں کو پہنچ جاؤ۔ کہ جو تم سے آگے بڑھ گئے ہیں اور بڑھ جاؤ تو اس کے سبب ان لوگوں سے جو تمہارے بعد آنے والے ہیں اور تم سے بہتر کوئی نہ ہوگا۔ مگر وہ شخص کہ تمہاری مانند کرے جو تم کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ضرور بتلائیے۔ فرمایا ہر نماز کے بعد سبحان اللہ' اللہ اکبر اور الحمد للہ تینتیس بار پڑھا کرو۔ ابو صالح کہتے ہیں (کہ اس کے بعد) پھر فقراء مہاجرین آنحضرتﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی یہ بات سن لی تھی جو آپ نے ہمیں بتلائی تھیں۔ انہوں نے بھی اس پر عمل کیا جو ہم نے کیا تھا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ متفق علیہ۔ ابو صالح کا آخر تک قول صرف مسلم کے نزدیک ہے۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے بجائے تینتیس بار کے یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ دس بار' الحمد للہ دس بار اور اللہ اکبر دس بار پڑھا کرو۔

وعن کعب بن عجرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معقبت لا یخیب قائلھن دبر کل صلوہ مکتوبہ ثلث وثلثون تسبیحہ وثلث وثلثون تحمیدہ واربع و ثلثون تحمیدہ واربع و ثلثون تکبیرہ۔ رواہ مسلم

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا۔ کتنے الفاظ ہیں

نماز کے بعد کہنے کے کہ انکا کہنے والا یا فرمایا کرنے والا ثواب سے ناامید نہیں ہوتا۔ ہر فرض نماز کے بعد (وہ یہ ہیں) تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار سبحان اللہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہنا۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سبح الله فی دبر كل صلوه ثلثا و ثلثين فتلك تسعه وتسعون وقال تمام المائة لآ اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئی قدير غفرت خطاياه وان كانت مثل زبد البحر رواه مسلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ کہے پس یہ ننانوے ہوئے اور پورے سو کرنے کے لئے (آخر میں) کہے نہیں کوئی معبود مگر اللہ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے حمد و ثناء ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تحقیق اس کے گناہ بخشے جائیں گے اگرچہ وہ دریا کے جھاگ کے برابر ہوں۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن عقبه بن عامر قال امرنی رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اقرا بالمعوذات فی دبر كل صلوه۔ رواه احمد وابوداؤد والنسائی والبيهقی فی الدعوات الكبير۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد معوذات پڑھنے کا حکم دیا' اسکو احمد' ابوداؤد' نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور بیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کی ہے (معوذات سے مراد وہ

سورتیں ہیں جن کے شروع میں اعوذ آتا ہے۔ یعنی قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس)

وعن انس قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لان اقعد مع قوم یذکرون اللّٰہ من صلوہ الغدہ حتی تطلع الشمس احب الی من ان اعتق اربعہ من ولد اسمعیل ولان اقعد مع قوم یذکرون اللّٰہ من صلوہ العصر الی ان تغرب الشمس احب الی من اعتق اربعہ۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ایسے لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز کے وقت جو اللہ کا ذکر کریں میرا بیٹھنا آفتاب نکلنے تک میرے نزدیک اس بات سے بہتر ہے کہ میں اولاد اسمٰعیل سے چار غلام آزاد کروں۔ اور عصر کی نماز کے وقت اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ سورج غروب ہونے تک بیٹھے رہنا میرے نزدیک اس بات سے بہت بہتر ہے کہ میں چار غلام آزاد کروں۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعنہ قال قال یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صلی الفجر فی جماعہ ثم قعد یذکر اللّٰہ حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین کانت لہ کاجر حجہ وعمرہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تامہ تامہ تامہ۔ رواہ الترمذی۔

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھے اور پھر وہیں بیٹھا ہوا سورج نکلنے تک ذکر الٰہی کرتا رہے اور پھر (سورج نکلنے کے بعد) دو رکعت نماز پڑھے تو اسکو حج اور عمرہ کی برابر ثواب ملے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ پورے حج و عمرہ

کا۔ پورے حج و عمرہ کا پورے حج و عمرہ کا۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عن الارزق بن قیس قال صلی بنا امام لنا یکنی ابارمثه قال صلیت هذه الصلوه او مثل هذه الصلوه مع النبی صلی الله علیه وسلم قال وکان ابوبکر وعمر یقومان فی الصف المقدم عن یمینه وکان رجل قد شهد التکبیره الاولی من الصلوه فصلی نبی الله صلی الله علیه سلم ثم سلم عن یمینه وعن یساره حتی راینا بیاض خدیه ثم انفتل کانفتال ابی رمثه یعنی نفسه فقام الرجل الذی ادرک معه التکبیره الاولی من الصلوه یشفع فوثب عمر فاخذ بمنکبیه فهزه ثم قال اجلس فانه لن یهلک اهل الکتاب الا انه لم یکن بین صلوتهم فصل فرفع النبی صلی الله علیه وسلم بصره فقال اصاب الله بک یا بن الخطاب رواه ابوداؤد۔

ارزق بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے امام نے ہمیں نماز پڑھائی۔ اس کی کنیت ابو رمثہ تھی' ابو رمثہ نے کہا کہ میں نے یہ نماز یا مانند اس نماز کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی' ابو رمثہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی طرف پہلی صف میں کھڑے تھے۔ اور ایک شخص بھی نماز کی تکبیر اولی میں بائیں طرف حاضر ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر سلام پھیرا داہنی اور بائیں طرف یہاں تک کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں رخساروں کی سفیدی دیکھی' پھر ابو رمثہ کی مانند پھرے۔ وہ اپنے نفس سے مراد رکھتا تھا' پس وہ شخص جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تکبیر اولی پائی تھی' کھڑا ہوا' اس نے نماز کی دو رکعتیں شروع کیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے اس کے دونوں مونڈھے پکڑ کر ہلائے' پھر کہا کہ

بیٹھ جا اس لئے کہ نہیں ہلاک ہوئے اہل کتاب مگر اس لئے کہ وہ نماز کے درمیان فرق نہ کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی نگاہ اٹھائی اور فرمایا۔ اے ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اللہ نے تجھ کو راہ حق و صواب تک پہنچایا۔

اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(مطلب یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد ذکر و دعا کے ذریعہ فصل کرنا چاہئے)

عن زید بن ثابت قال امرنا ان نسبح فی دبر ک صلوه ثلثا و ثلثین و نکبر اربعا" وثلثین فانی رجل فی المنام من الانصار فقیل له امرکم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان نسبحوا فی دبر کل صلوه کذا وکذا قال الانصاری فی منامه نعم قال فاجعلوها خمسا" وعشرین واجعلوا فیها التهلیل فلما اصبح غدا علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فاخبره فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فافعلوا رواه احمد و النسآئی والدارمی۔

حضرت زیب بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا کہ ہم ہر نماز کے بعد سبحان اللہ اور الحمد للہ تنتیس تنتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار کہا کریں۔ سو انصار میں سے ایک شخص نے خواب میں ایک فرشتہ کو دیکھا۔ اس فرشتہ نے اس سے کہا۔ کیا تم کو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ہر نماز کے بعد۔ اتنی اتنی تسبیح کیا کرو۔ اس انصاری نے خواب میں ہی جواب دیا۔ کہ ہاں۔ ایسا ہی ہے۔ فرشتہ نے کہا۔ کہ ان تینوں کلموں کو پچیس پچیس بار پڑھا کرو۔ اور اس میں لا الہ الا اللہ کو بھی شامل کرلو جب صبح ہوئی تو وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپکو اس خواب کی خبر دی۔ سو

آپ ﷺ نے فرمایا پس اسی طرح عمل کر۔ اس کو احمد' نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

صحابی مشہور اور کاتب وحی یکے از فقہائے صحابہ اور بڑے جلیل القدر قائم بفرائض بوقت ہجرت گیارہ سال کے تھے۔ جامع قرآن زمانہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں اور ناقل اس کے مصحف میں زمانہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ۱۲ (اشعہ اللمعات) مصحح

وعن علی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اعواد ھذا المنبر یقول من قرا ایہ الکرسی فی دبر کل صلوہ لم یمنعہ من دخول الجنہ الا الموت ومن قراھا حین یاخذ مضجعہ امنہ اللہ علی دارہ ودار جارہ واھل دویرات حولہ۔ رواہ البیھیقی فی شعب الایمان وقال اسنادہ ضعیف۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس منبر کی لکڑیوں پر (یعنی مبر پر) رسول اکرم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیہ الکرسی پڑھے تو اس کو سوائے موت کے جنت میں داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں' اور جو شخص اپنے بستر پر جب کہ سونے کے لئے جائے اسے پڑھے تو اللہ تعالی اس کے' اس کے پڑوسیوں کے اردگرد کے تمام گھروں پر امن نازل کرتا ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اسکی اسناد ضعیف ہے۔

وعن عبدالرحمن بن غنم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال قبل ان ینصرف ویثنی رجلیہ من صلوہ المغرب والصبح لآ الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر

يحى ويميت وهو على كل شئى قدير عشر مرات كتب لهٔ بكل واحده عشر حسنات ومحيت عنه عشر سيئات ورفع له عشر درجات وكانت له حرزا" من الشيطن الرجيم ولم يحل لذنب ان يدركه الا الشرک وکان من افضل الناس عملا" الا رجلا" يفضله يقول افضل مما قال رواه احمد وروٰى الترمذى نحوه عن ابى ذر الى قوله الا الشرک ولم يذكر صلوه المغرب ولا بيده الخير وقال هذا حديث حسن صحيح غريب۔

عبدالرحمن بن غنم رسول مقبول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص مغرب اور صبح کی نماز کی جگہ سے پھرنے اور پاؤں موڑنے سے پہلے (یعنی جس حالت میں تشہد پڑھا ہے اسی حالت میں بیٹھ کر) یہ دعا پڑھے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے اور اسی کے لئے تعریف۔ اسی کے ہاتھ میں ہے بھلائی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ دس بار تو اس کے لئے ہر لفظ کے عوض دس نیکیاں لکھی جاتی اور دس برائیاں مٹادی جاتی ہیں۔ اور دس درجے بلند کئے جاتے ہیں اور یہ کلمے اس کے لئے ہر مصیبت و برائی سے حفاظت کرتے اور شیطان راندہ ہوئے سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اور اس کو کوئی گناہ ہلاک نہیں کرتا' مگر شرک (یعنی اگر شرک کرے گا تو بخشا نہیں جائے گا) اور عمل کے اعتبار سے لوگوں میں بہتر ہوگا۔ مگر وہ شخص جو ان کلمات کو زیادہ کہے جن کو وہ کہتا ہے(یعنی جو شخص ان کلمات کا زیادہ ورد رکھے گا وہ زیادہ فضیلت کا مالک ہوگا) اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسی کی مانند ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ قول الشرک تک اور انہوں نے نہ مغرب کی نماز کا ذکر

کیا اور نہ بیدہ الخیر کا اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

وعن عمر بن الخطاب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث بعثاً قبل نجد فغنموا غنائم کثیرہ و اسرعوا الرجعہ فقال رجل منا لم یخرج ما راینا بعثاً اسرع رجعہ ولا افضل غنیمہ وافضل رجعہ قوماً شھدوا صلوہ الصبح ثم من ھذا البعث فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ادلکم علی قوم افضل غنیمہ جلسوا یذکرون اللہ حتی طلعت الشمس فاولئک اسرع رجعہ وافضل غنیمہ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب

حضرت عمر بن الخطاب ﷛ سے روایت ہے کہ تحقیق آنحضرت ﷺ نے نجد کی طرف فوج بھیجی پس وہ بہت سا مال غنیمت لائے اور وہ جلدی ہی واپس آگئے۔ ہم میں سے ایک شخص نے کہا کہ نہیں نکلا اور نہیں دیکھی ہم نے کوئی فوج کہ اتنی جلدی واپس پھرے اور اتنا زیادہ مال غنیمت لانے میں اس فوج سے زیادہ ہو سو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسے لوگ نہ بتلاؤں جو مال غنیمت میں اور واپس پھرنے میں ان سے زیادہ ہو' جان لو کہ وہ لوگ وہ ہیں کہ صبح کی نماز میں شریک ہوئے اور پھر نماز کے بعد وہیں بیٹھے ہوئے سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہے۔ پس یہ لوگ جلدی پھرنے میں اور مال غنیمت میں ان سے افضل ہیں اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا ایک راوی حماد بن ابی حمید حدیث میں ضعیف ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں سولہا احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ ساری سورہ

الاعراف کی آیت دوسو پانچ کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں ذکر کا حکم ہے مگر ذکر کے الفاظ مذکور نہیں ہیں۔ اور جناب نبی کریم ﷺ نے ان احادیث میں سات وضاحتیں بیان فرمائی ہیں ایک وہ الفاظ بتادیئے ہیں ان میں سے بعض تو اسماء الٰہی ہیں اور بعض آیات قرآنیہ ہیں اور دوسری وضاحت یہ بیان فرمائی ہے کہ ذکر نماز کے بعد بھی جائز ہے اور تیسری وضاحت یہ بیان فرمائی کہ اپنے بعض الفاظ کے فوائد اور فضائل بھی بیان فرمادیئے ہیں۔ اور چوتھی وضاحت یہ ہے کہ آپنے بعض الفاظ کی تعداد بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ کتنی دفعہ پڑھنا ہے اور پانچویں وضاحت یہ ہے کہ یہ ذکر بالجہر بھی جائز ہے اور چھٹی وضاحت یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ ذکر فرائض اور سنت کے درمیان فاصلہ کے لئے ہے اور ساتویں وضاحت ذکر بالجہر کی حد ہے کہ وہ اتنا ہونا چاہیئے کہ سب نمازیوں کو پتہ لگ جائے کہ نماز باجماعت ختم ہوگئی۔ بہرحال ان احادیث میں سورہ الاعراف کی مذکورہ آیات کی کچھ تفسیر آئی ہے۔ اور کچھ باقی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کے لئے نماز سے پہلے یا بعد کا وقت متعین نہیں کیا۔ اتنا فرمادیا ہے واذکر ربک الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر پہلے بھی ہوسکتا ہے اور بعد میں بھی ہوسکتا ہے۔

ذکر میں چلانا جائز نہیں ہے۔

عن ابی موسی الاشعری قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوہ فجعلنا لا تصعد شرفا ولا نعلو شرفا ولا نہبط وادیا الا رفعنا اصواتنا بالتکبیر قال فدنا منا فقال یایھاالناس اربعوا علی انفسکم فانکم لا تدعون اصم ولا غائبا۔ انماتدعون سمیعا

بصیرا ان الذی تدعون اقرب الی احدکم من عنق راحصه (ابن کثیر بحوالہ صحیحین)

حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو اونچی جگہ چڑھنے بلند ہونے یا اترتے وقت اونچی اونچی آواز سے تکبیر (اللہ اکبر) پڑھتے تھے تو آپنے ہمارے قریب ہوکر فرمایا اے لوگو! اپنے اوپر میانہ روی اختیار کرو۔ تم کسی بہرے اور غائب کو تو نہیں پکار رہے ہو۔ تم تو سننے والے دیکھنے والے کو پکار رہے ہو۔ تم جسکو پکارتے ہو وہ تو تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر اذکار میں چلانا جائز نہیں کیونکہ یہ تضرعا کے خلاف ہے اور یہ حدیث بھی سورہ الاعراف آیت دو سو پانچ کی تفسیر ہے اور اس باب میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ ہم نے اختصار کی خاطر صرف اسی پر ہی اکتفا کیا ہے۔

دعا میں عاجزی۔ اخفا۔ خوف اور یقین کامل رکھنے کا حکم۔

ادعوا ربکم تضرعا وخفیه انه لا یحب المعتدین○ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها وادعوه خوفا وطمعا ان رحمه اللہ قریب المحسنین○(سوۃ الاعراف آیت ۵۵ ۵۶

اپنے رب کو عاجزی اور چپکے سے پکارو اسے حد سے بڑھنے والے پسند نہیں آتے۔ اور زمین میں اسکی اصلاح کے بعد فساد مت کرو۔ اور ڈر اور امید سے اسے پکارو۔ بے شک اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے قریب ہے۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں دو آیتیں جمع کی گئی ہیں پہلی میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے مانگنے کے چار آداب بتائے ہیں۔ پہلا ادب یہ ہے کہ خفیہ مانگنا ہے اور آیت کے آخر میں ان دونوں آداب کی خلاف ورزی کا نقصان بتایا ہے کہ اللہ اس مقررہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے (یعنی تضرع اور خفیہ کے خلاف دعا کرنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ پس ظاہر بات ہے کہ ایسے لوگوں کی دعا بھی قبول نہیں ہوگی۔ اور دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ خدا کی زمین میں فساد نہ پھیلاؤ (یعنی اللہ تعالیٰ سے مانگنے والی جماعت جب زمین فساد پھیلائی گی تو لوگوں پر اسکا برا اثر پڑے گا۔ اور چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی کا مقولہ صادق آجائے گا۔ اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا تیسرا ادب بتایا ہے کہ سائل کے دل میں خدا کا ڈر اور خوف بھی ہونا چاہیئے کہ خدا کا بندہ ہوکر اس سے نہ مانگے اور غیر کا دروازے پر جاکر جھک مارے تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو سزا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا چوتھا ادب یہ سکھایا ہے کہ سائل کو امید اور یقین ہونا چاہیئے کہ جو ملے گا اسی دوروازے سے ملے گا اور کہیں سے کچھ بھی نہیں مل سکتا اور آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ ان چار آداب کا جو لحاظ رکھ کر دعا کرے تو ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت بالکل قریب ہے۔ یعنی ان کی دعا جلدی قبول ہوگی۔ مگر اس میں خیال رکھنا چاہیے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگتا ہے اگر وہ چیز اسکے حق میں اسی وقت بہتر ہو تو اسی وقت ملتی ہے اور اگر وہ اسکے لئے دیر کے بعد بہتر ہو تو دیر کے بعد ملتی ہے اور اگر وہ چیز انسان کے حق میں کسی وقت بہتر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔ اور وہ اسکی مطلوبہ چیز اسے نہیں دیتے کیونکہ ایسا کرنے سے اس پر ظلم ہوگا۔

تہجد کے وقت اور فرائض نماز کے بعد دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

عن ابی امامه قال قیل یا رسول اللهﷺ ای الدعاء اسمع قال جَوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات۔(رواہ الترمذی)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ رات کے پچھلے حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

تشریح

یہ حدیث قرآن مجید کی سورہ الاعراف کی آیت پچپن اور چھپن کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں آداب دعا تو بتائے ہیں مگر اوقات دعا نہیں بتائے کہ انسان کو کس وقت دعا کرنا چاہئے۔ اور سورہ البقرہ کی آیت ایک سو چھیاسی میں اسکی وضاحت ہے۔واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوه الداعی اذا دعان فلیستجیبوا لی والیوموا لی لعلھم یرشدون O اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے پھر چاہئے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔ پس آیت نے بتادیا ہے کہ انسان جب بھی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی دعا سنتے ہیں اور قبول کرتے ہیں مگر اس میں اجمال پھر بھی باقی ہے کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ شاید کہ بعض اوقات زیادہ قبولیت ہوں۔ پس حضرت نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں وضاحت فرمادی ہے کہ تہجد کے وقت اور فرائض کے بعد دعا زیادہ قبول ہوتی ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ

تہجد کے وقت انسان اپنا آرام و راحت قربان کرکے اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنی عاجزی انکساری اور بے بسی کا اظہار کرتا ہے۔ اور یہ نمونہ بندگی کسی دوسرے وقت میں پیش نہیں کیا جاسکتا اور اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ غیرت مند اور دوسرے کی لاج رکھتا ہے اس لئے وہ ایسے آدمی کی دعا جلدی قبول کرتا ہے اور فرائض کے بعد چونکہ انسان اس عبادت کی صورت میں اللہ کا حق ادا کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اسکا حق ادا کرتا ہے کہ جو وہ دعا مانگے اسے وہ دیتا ہے۔

سفر میں نماز میں کمی کی اجازت ہے

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوة (الخ سورۃ النساء آیت ایک سو ایک)۔

اور جب تم سفر کے لئے نکلو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں کچھ کم کردو۔

تفسیر

اس آیت میں جو ضربتم کا جملہ آیا ہے۔ یہ جمع حاضر ماضی معلوم کا صیغہ ہے۔ یہ ضرب سے بنا ہے اور یہ ضرب کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں چلنے کے معنی میں ہے اور حاصل معنی سفر کرنے کے ہیں۔ اور سفر عام ہے خواہ سفر حج ہو۔ یا سفر تجارت ہو۔ یا سفر تبلیغ ہو یا ویسے سیرو سیاحت کے طور پر ہو۔ یا خویش واقارب کی زیارت کے لئے ہو۔ یا علم دین حاصل کرنے کے لئے ہو۔ وغیرہ ذالک۔ اور اس آیت کے اولین مخاطب اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ مگر یہ حکم تا قیامت آنے والے سب مسلمانوں کو شامل ہے۔ یہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خصوصیت نہیں کیونکہ اگرچہ بعض آیات کا شان

نزول خاص ہوتا ہے مگر حکم عام ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید پوری نسل انسانی کے لئے نازل فرمایا ہے اور آیت میں جو یہ فرمایا ہے (لیس علیکم جناح) تم پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ جملہ دفع وہم کے لئے ہے۔ وہم یہ پڑتا ہے کہ شاید نماز میں کمی کرنے سے گناہ ہوگا۔ پس اللہ تعالی نے جواب دیا ہے کہ یہ گناہ نہیں ہے۔ اور آگے فرمایا (ان تقصروا من الصلوة) نماز میں سے کچھ کم کردو) کیونکہ نماز کی کئی قسمیں ہیں فرائض بھی ہیں۔ سنتیں اور واجبات بھی ہیں نیز چار رکعت والی نمازیں بھی ہیں۔ دو اور تین رکعات والی بھی ہیں بہرحال اجمال ہے اور آگے ان خفتم کی قید جو لگائی ہے کیا یہ اکثریت کی بنا پر ہے یا حقیقت میں قید ضرور ہے؟ اور اس آیت میں سفر کی مدت بھی بیان نہیں فرمائی کہ کتنی مدت تک انسان نماز میں قصر کرے۔
اور مسافت بھی نہیں بیان فرمائی کہ کتنی مسافت تک انسان نماز میں قصر کرے۔ بہرحال یہ آیت مجمل ہے۔ تفصیل انشاء اللہ العزیز احادیث کی روشنی میں آرہی ہے اور اس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ قرآن مجید سمجھنے کے لئے احادیث کا ہونا کتنا ضروری ہے۔ آیات قرآنیہ مہمل اور بے کار ہوجاتی ہیں۔ اور اس سے نماز کی اہمیت بھی معلوم ہوجاتی کہ اس کو کسی حالت میں چھوڑنے کی اجازت نہیں البتہ کمی کی اجازت دی ہے۔

نماز قصر بندوں پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے

حدیث مشکوۃ باب صلوۃ المسافر

وعن یعلی بن امیه قال قلت لعمر بن الخطاب انما قال الله تعالی ان تقصروا من الصلوه ان خفتم ان یفتنكم الذین كفروا فقد امن الناس قال عمر عجبت مما عجبت منه فسالت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال صدقه تصدق الله بها علیكم فاقبلوا صدقته رواه مسلم

یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "یہ کہ تم نماز میں سے کم پڑھو۔ اگر تم کو ڈر ہو کہ تم کو کافر فتنہ میں ڈالیں گے۔" مگر اب تو لوگ امن میں ہیں (ان کو دشمن کا خوف نہیں۔ اب نماز میں قصر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ مجھے بھی اس چیز سے تعجب ہوا' جس چیز سے تو نے تعجب کیا۔ میں نے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ اللہ کا ایک احسان ہے جو اس نے تم پر کیا ہے۔ پس اس کے اس احسان و انعام کو قبول کرو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے)

اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے جو حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ

(ان تقصروا من الصلوه ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا) نماز میں قصر کرو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں فتنے میں ڈالیں گے اور اب تو لوگ امن میں ہیں۔ (یعنی اب تو قصر کی ضرورت نہیں ہے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بھی اسی طرح تعجب کیا تھا جو تم نے کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ صدقہ ہے اللہ تعالی نے تم پر صدقہ کیا ہے (یعنی انعام کیا ہے) اسے قبول کرو۔ دراصل قصر کے جواز اور وجوب میں ائمہ میں اختلاف ہے . امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی اس آیت لیس علیکم جناح) سے استنباط فرماتے ہیں کہ قصر جائز ہے۔ ضروری نہیں ہے کیونکہ اس کا معنی ہے کہ تم پر کوئی گناہ نہیں ۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ضروری بھی نہیں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ قصر جب اللہ تعالی کی طرف سے انعام ہے تو اسے قبول کرنا لازم ہے اور نہ قبول کرنا گناہ ہے جیسا کہ ایام عید کے بارے میں فرمایا ہے انھا ایام اکل وشرب وبصال) یعنی ان ایام میں کھانا پینا اور حقوق زوجیت ادا کرنا اللہ تعالی کی طرف سے بندوں کی ضیافت ہے اب ان ایام میں اگر کوئی روزہ رکھے گا تو گناہ گار ہوگا۔ اسی طرح سفر میں قصر کرنا یہ اللہ تعالی کی طرف سے انعام ہے اسے قبول کرنا چاہئے اور چار فرائض کے بجائے دو پڑھنا چاہئے اگر کوئی قصدا" چار پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آیت میں ان خفتم کی جو شرط ہے یہ اغلبین اکثریت کی بنا پر ہے کیونکہ یہ اصول ہے کہ بعض آیات کا شان نزول خاص ہوتا ہے مگر حکم عام ہوتا ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ چونکہ مسلمانوں کو کفار کی طرف سے اکثر خوف رہتا تھا اس لئے یہ شرط لگادی تھی۔ مگر چونکہ قاعدہ یہی ہے کہ جن

آیات کا شان نزول خاص ہوتا ہے تو ان کا حکم عام ہوتا ہے پس آیت قصر میں قصر کا حکم ہے یہ سب مسلمانوں کے لئے ہے جو سفر میں جائیں وہ قصر کرلیں خواہ انہیں دشمن کا خوف ہو یا نہ ہو۔

سفر میں چار فرائض کے بجائے دو پڑھنا ہے

احادیث ۱ ۲ (مشکوۃ باب صلوۃ السفر)

عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظھر بالمدینہ اربعاً وصلی العصر بذی الحلیفہ رکعتین۔ متفق علیہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ اور ذی الحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کو امام بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ اس حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر مبارک کا بیان ہے۔ کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے لئے مکہ مکرمہ کے سفر کا ارادہ کیا تو مدینہ منورہ میں ظہر پوری (چار رکعات) پڑھی۔ پھر جب نکلے اور ذی الحلیفہ جو مدینہ منورہ کی طرف سے حج کو جانے والوں کے احرام باندھنے کا مقام ہے) پہنچے کہ نام ایک جگہ کا ہے کہ مدینہ منورہ سے تین کوس پر ہے) نماز عصر کی قصر کی کہ دو رکعتیں پڑھیں۔ مذہب امام اعظم اور شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی ہے کہ مسافر شرعی جب شہر کے مکانات (حد) سے نکلے تو قصر کرے (یعنی چار رکعت والی نماز ظہر، اور عصر اور عشا چار کی جگہ دو پڑھے) کما قال نواب قطب الدین خان فی ترجمہ المشکوہ۔

وعن حارثہ بن وھب الخزاعی قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن اکثر ما کنا قط و امنہ بمنی رکعتین۔ متفق

علیہ

حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منا میں دو رکعتیں نماز پڑھائی۔ اس حال میں کہ ہم بہت سے ایسے تھے کہ کبھی امن میں نہ تھے۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ ذی الحلیفہ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے (مرقاۃ)

ف:۔ یہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے کہ ان دنوں میں صحابہ بے شمار تھے اور کفار سے با امن تھے۔

یہ اس لئے کہا کہ قصر کا شروع ہونا کفار کے فتنہ کے خوف سے نہیں ہے جیسا کہ ظاہر قرآن کا دلالت کرتا ہے' بلکہ بہرحال سفر میں قصر کرنا چاہیے۔ چنانچہ حدیث آئندہ میں اس کا صریح ذکر واقع ہوا ہے۔ ح: اشعۃ اللمعات)

تفسیر

یہاں اس بحث میں جو حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور یہ حدیثیں سورہ النساء کی آیت ایک سو ایک کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ (انا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصرو من الصلوہ) جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز میں کمی کرنے میں گناہ نہیں ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ کتنی رکعات والی نماز میں کمی کرنا ہے اور ان دو حدیثوں میں بتادیا ہے کہ چار رکعات والی نماز میں کمی کرنا ہے پہلی حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر کی چار رکعات پڑھی تھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعات پڑھی تھیں۔ اور دوسری حدیث بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ

سے ہی مروی ہے اس میں بھی آپ ﷺ کا فعل ہی مذکور ہے۔ کہ آپ ﷺ نے مدینہ سے مکہ تک جو سفر کیا تھا اور دس دن آپ ﷺ نے مکہ میں قیام فرمایا تھا اس سارے سفر میں آپ ﷺ مدینہ لوٹنے تک دو دو رکعات پڑھتے رہے تھے۔ پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ چار رکعات والی فرض نماز میں قصر ہے۔ کیونکہ جب آپ ﷺ نے اس سفر مبارک میں دو رکعات پڑھی تھیں۔ اور فجر کی تو پہلے سے ہی دو رکعات ہیں اور آپ ﷺ نے وہ دوہی پڑھی تھیں۔ اگر ان میں قصر ہوتی تو آپ ﷺ دو کے بجائے ایک پڑھتے اور نماز مغرب کی آپ ﷺ تین ہی رکعات پڑھی ہیں۔ جیسا کہ بعد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں آرہا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی سورہ النساء کی آیت ایک سو ایک میں جو فرمایا ہے کہ **لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ** جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ نماز میں قصر کرو اس سے مراد چار رکعت والی نماز ہے دو اور تین والی نہیں ہے۔

مغرب کے تین فرائض میں قصر نہیں ہے۔

حدیث ا مشکوہ باب صلوۃ السفر

وعن ابن عمر قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظہر فی السفر رکعتین وفی روایہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر والسفر فصلیت معہ فی الحضر الظہر اربعاً وبعدھا رکعتین وصلیت معہ فی السفر الظہر رکعتین وبعدھا رکعتین والعصر رکعتین ولم یصل بعدھا شیئاً والمغرب فی الحضر والسفر سوآء ثلث رکعات ولا ینقص فی

حضر ولا سفر وھی وتر النھار وبعدھا رکعتین۔ رواہ الترمذی۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ سفر میں ظہر کی نماز دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں (سنت) پڑھیں۔ ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں نے آنحضرت ﷺ کے ہمراہ سفر اور حضر دونوں میں نماز پڑھی۔ پس میں نے شہر میں آپ کے ہمراہ ظہر کی نماز چار رکعتیں پڑھی اور اس کے بعد دو رکعتیں (سنت) اور سفر میں ظہر کی نماز دو رکعتیں پڑھی اور اس کے بعد دو رکعتیں (سنت) اور عصر کی بھی دو رکعتیں پڑھی۔ اس کے بعد آپ نے کچھ نہ پڑھا اور مغرب کی نماز سفر و حضر دونوں میں ان میں کچھ کمی نہ کرتے تھے۔ اور یہ مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں۔ اس کے بعد دو رکعتیں پڑھتے۔

اس کو ترمذی نے رویت ہے۔

تشریح

اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے جو حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز سفر میں دو رکعات پڑھی تھیں اور اس کے بعد کی دو رکعات یعنی سنتیں بھی پڑھی تھیں اور ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ شہر میں اور سفر میں نماز پڑھی ہے شہر میں ظہر کی چار رکعات پڑھی اور اس کے بعد دو سنتیں۔ اور سفر میں ظہر کی دو رکعات پڑھی تھیں اور نماز عصر دو رکعات پڑھی تھیں اور اس کے بعد کچھ نہیں پڑھا تھا۔ اور نماز مغرب حضر اور سفر میں تین ہی پڑھی تھیں اس میں کچھ کمی نہیں فرمائی تھی اور یہ دن کے وتر ہیں۔ یعنی جس طرح رات کی نمازوں کے تین وتر ہیں جو ایک سلام سے

پڑھے جاتے ہیں اسی طرح نماز مغرب دن کی نمازوں کے تین وتر ہیں جو ایک سلام سے پڑھے جاتے ہیں اور جس طرح رات کے وتروں میں قصر نہیں دن کے وتروں میں بھی قصر نہیں ہے۔

امام مسافرؒ کے پیچھے مقیم پوری نماز پڑھے

حدیث ا مشکوہ باب الصلوہ المسافر

وعن عمران بن حصین قال غزوت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشھدت معہ الفتح فاقام بمکہ ثمانی عشرہ لیلہ" لا یصلی الا رکعتین یقول یا اھل البلد صلوا اربعا" فانا سفر۔ رواہ ابوداؤد۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کیا اور میں آپ کے ہمراہ فتح مکہ کے وقت حاضر ہوا۔ آپ مکہ میں اٹھارہ شب قیام پذیر رہے (اس تردد کے ساتھ کہ آج چلیں کل چلیں) مگر آپ دو ہی رکعتیں نماز پڑھتے رہے (یعنی قصر کرتے رہے) اور اہل مکہ سے فرماتے کہ اے شہر والو! تم چار ہی رکعت پڑھو۔ تحقیق ہم تو مسافر ہیں۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تشریح

اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے جو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ ہے.کہ اگر امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہو تو مقتدی کو پوری نماز پڑھنا ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے زمانہ میں جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو مقامی لوگوں کو فرمادیتے تھے کہ تم اپنی پوری چار رکعات پڑھو۔ ہم مسافر ہیں۔ اور اس سے دوسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ امام اگر مسافر ہو تو تم اپنی نماز پوری کرلو۔

جیسے حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے اور نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وطن اقامہ سے وطن اصلی باطل ہوجاتا ہے کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ کا وطن اصلی تو مکہ تھا وہاں سے ہجرت فرماکر مدینہ چلے گئے تھے اور اب اسے اپنا وطن بنالیا تھا اور جب مکہ آئے تو سفر والی نماز پڑھی تھی۔ اگر وطن اقامہ سے وطن اصلی باطل نہ ہوتا تو آپ مکہ میں پوری نماز پڑھتے۔ اور فقہا نے لکھا ہے کہ اگر امام مقیم ہو اور مقتدی مسافر ہو تو اس مقتدی کو اس امام کے پیچھے پوری نماز پڑھنا چاہیئے اور اس وقت امام کی اتباع میں اس کے چار ہی فرائض تصور ہوں گے۔

مدت قصر

(مشکوہ باب الصلوۃ المسافر)

وعن انس قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من المدینہ الی مکہ فکان یصلی رکعتین رکعتین حتی رجعنا الی المدینہ قیل لہ اقمتم بمکہ شیئاً قال اقمنا بھا عشراً۔ متفق علیہ

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول مقبول ﷺ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ میں آئے۔ سو ہمارے مدینہ میں واپس آنے تک آپ نے دو دو رکعتیں نماز پڑھی۔ حضرت انس ؓ سے پوچھا گیا کہ کیا تم مکہ میں کچھ مدت ٹھیرے بھی تھے؟ فرمایا۔ ہم مکہ میں دس دن ٹھیرے تھے۔ اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن ابن عباس قال سافر النبی صلی اللہ علیہ وسلم سفراً فاقام تسعہ عشر یوماً یصلی رکعتین رکعتین قال ابن عباس فنحن نصلی فیما بیننا وبین مکہ تسعہ عشر رکعتین رکعتین

فاذا اقمنا اکثر من ذالک صلینا اربعاً رواہ البخاری

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تشریف لے گئے۔ اور آپ انیس دن تک ٹھہرے (ان میں) آپ دو دو رکعتیں نماز پڑھتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ پس ہم بھی اپنے (یعنی مدینہ) اور مکہ کے درمیان دو دو رکعتیں ہی پڑھتے ہیں انیس دن۔ سو اگر ہم انیس دن سے زیادہ ٹھہرتے ہیں تو پھر چار رکعت پڑھتے ہیں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس بحث میں آثار (یعنی اقوال صحابہ) نقل کئے گئے ہیں۔ مرفوع حدیث کوئی نہیں ہے ان آثار میں مدت قصر مختلف بیان فرمائی گئی ہے۔ چار۔ دس۔ انیس۔ اٹھارہ بارہ۔ پندرہ۔ ظاہر بات ہے کہ اس اختلاف کی بنا پر کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کونسی صحیح مدت قصر ہے۔ کیونکہ جب صحابہ کے درمیان اس مدت میں اختلاف ہے تو پھر مجتہدین کے درمیان بھی تو اختلاف ہو گا۔ البتہ احناف پندرہ دن کی مدت کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ عورت کے ایام حیض میں بھی پندرہ دن اگر حیض رک جائے تو اسے دو حیضوں کے درمیانی فاصلہ سمجھا جاتا ہے اور اس پاکی کے زمانہ میں اس پر پورے احکامات عائد ہوتے ہیں۔ اس نے نماز بھی پڑھنی ہوتی ہے اور روزہ بھی رکھنا ہوتا ہے وغیرہ ذالک۔ اس طرح یہاں بھی اگر مسافر پندرہ دن اقامت کا ارادہ کرلے تو اس پر اب پورے احکامات عائد ہونگے۔ اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم چونکہ مثل اخبار اور احادیث کے ہوتے ہیں۔ کیونکہ صحابی دینی معاملات میں جو بیان کرتا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں بیان کرتا ہے وہ وہی بیان کرتا ہے جو اس نے اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا۔ پس سفر کے بارے میں جو

چار۔ دس۔ بارہ۔ پندرہ۔ اٹھارہ۔ انیس آثار آئے ہیں یہ انہوں نے نبی ﷺ سے سنے ہونگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سے یہ مختلف اقوال منقول ہیں۔ اور ان میں سے جس پر کوئی عمل کرے۔ کرسکتا ہے پس یہ احادیث بھی سورہ النساء کی آیت ایک سو ایک کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ **انا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوة** جب تم زمین میں چلو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ نماز میں کمی کرو۔ مگر اس آیت میں اللہ تعالی نے مدت بیان نہیں فرمائی لیکن بہرحال عند اللہ اس کی کوئی مدت تو ہوگی۔ پس وہ مدت جناب ﷺ نے بیان فرمادی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو اپنی وحی کا ترجمان بنایا ہوا تھا۔ مگر چونکہ آپ ﷺ نے بھی کوئی خاص مدت متعین کرکے نہیں بتائی۔ اس لئے مذکورہ مدتوں میں سے جس پر عمل کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ اور اس مدت کے بعد نماز پوری پڑھنی ہوگی اور یہ تو وہ صورت ہے کہ مذکورہ مدتوں میں سے کسی ایک مدت کا تعین کرکے اقامت کا ارادہ کرلے اور ان کا کوئی ارادہ ہی نہ ہو تذبذب میں پڑا ہوا کل چلا جاؤنگا پرسوں چلا جاؤں گا اور اس طرح اس کا سال ہی کیوں گزر جائے اس نے نماز قصر ہی پڑھنی ہوگی۔

مسافت قصر

اثر مشکوۃ باب صلوۃ المسافر

وعن مالک بلغہ ان ابن عباس کان یقصر الصلوہ فی مثل ما بین مکہ وعسفان وفی مثل ما بین مکہ وجدہ قال مالک وذالک لربعہ برد۔ رواہ فی موطا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات پہنچی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایسی مسافت میں جیسی کہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے نماز قصر کرتے تھے نیز اس مسافت میں کہ مانند مکہ اور عسفان کے درمیان کہ مکہ اور جدہ کے درمیان ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ یہ مسافت چار برید کی ہے۔ اس کو موطا میں روایت کیا ہے۔

تشریح

اس بحث میں کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے صرف ایک اثر ہے جو نقل کردیا ہے اس میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مکہ اور طائف کے مابین بھی قصر کرتے تھے اور اسی طرح مکہ اور عسفان کے مابین بھی قصر کرتے تھے۔ اور مکہ اور جدہ کے درمیان بھی قصر کرتے تھے اور حدیث کے راوی مالک کہتے ہیں کہ مکہ اور جدہ کے مابین کی مسافت چار برد ہے یعنی تقریباً" اڑتالیس کوس ہے تو خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اڑتالیس کوس کی مسافت ہو تو نماز میں قصر کرنا چاہئے اس سے کم مسافت میں قصر تو نہیں ہے۔ اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے۔ بہرحال یہ بھی آیت قصر کی تفسیر ہے کیونکہ اللہ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ جب تم زمین میں چلو تو نماز میں قصر کرنے میں گناہ نہیں ہے مگر مسافت نہیں بیان فرمائی کہ کتنی ہونی چاہیئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کم سفر پر قیاس کرکے یہ اجتہاد کیا تھا اور اس پر عمل کیا۔

سفر میں نماز ظہر، عصر اور مغرب و عشاء کو جمع بھی کیا جاسکتا ہے۔

احادیث ۲-۱ مشکوۃ باب صلوۃ السفر

وعن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع

بین صلوہ الظھر والعصر اذا کان علی ظھر سیر ویجمع بین المغرب والعشآء۔ رواہ البخاری۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کیا کرتے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن معاذ بن جبل قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوہ تبوک اذا زاغت الشمس قبل ان یرتحل جمع بین الظھر والعصر وان ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظھر حتی ینزل للعصر وفی المغرب مثل ذالک اذا غابت الشمس قبل ان یرتحل جمع بین المغرب والعشآء وان ارتحل قبل ان تغیب الشمس اخر المغرب حتی ینزل للعشآء ثم یجمع بینھما۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں جب کہ آفتاب زوال پذیر ہوجاتا تو کوچ کرنے سے پہلے ظہر اور عصر کو جمع کرلیتے' اور اگر زوال آفتاب سے پہلے کوچ کرتے تو ظہر میں تاخیر کرتے' یہاں تک کہ نماز عصر کے لئے اترتے اور مغرب میں اسی کی مانند کرتے۔ جب آفتاب کوچ کرنے سے پہلے غروب ہوتا تو مغرب اور عشاء کو جمع کرلیتے' اور اگر غروب آفتاب سے پہلے تو مغرب میں تاخیر کرتے۔ یہاں تک کہ عشاء کے لئے اترتے' پھر وہ نمازوں کو جمع کرتے۔

اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں جمع کی گئی ہیں پہلی حدیث حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے تو نماز ظہروعصر۔ اور مغرب وعشاء کو جمع کر لیتے تھے اور دوسری حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر تبوک کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کوچ کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر کو جمع کر لیتے۔ یعنی عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھ لیتے تھے اور کوچ کرنے کے بعد سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر کو جمع کر لیتے۔ یعنی ظہر کو عصر کے وقت میں پڑھ لیتے تھے اور اسی طرح مغرب میں کرتے تھے یعنی اگر سورج ڈوبنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو نماز مغرب کو موخر کر لیتے اور عشاء کے وقت میں پڑھتے تھے۔ اور اگر سورج ڈوبنے کے بعد سفر شروع کرتے تو مغرب وعشا کو جمع کرتے یعنی عشاء مغرب کے وقت میں پڑھ لیتے تھے۔ ان احادیث کے پیش نظر جمہور علماء اور شافعیہ کا یہی موقف لکھا ہے۔ کہ ان چار نمازوں میں تقدیم وتاخیر کر کے بھی جمع کرنا جائز ہے۔ مگر احناف اس جمع کے قائل نہیں ہیں وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو صاحب مظاہر حق نے صحیحین کے حوالہ سے لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت کے علاوہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور ان احادیث سے جو جمع کرنا معلوم ہوتا ہے اس سے مراد ان کے ہاں جمع صوری ہے حقیقی نہیں ہے۔ یعنی پہلی نماز کو آخر وقت میں اور بعد والی کو اول وقت میں پڑھ لینا جائز ہے بہرحال یہ احادیث بھی آیت قصر کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں جب اللہ تعالی نے نماز میں قصر کا حکم دیا ہے مگر قصر کی تفصیل نہی بیان فرمائی۔ اور وہ تفصیل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے بتائی پس ان

احادیث اور آیت قصر کو تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں جو قصر کا حکم ہے وہ عام ہے۔ خواہ تعداد رکعات میں ہو یا اوقات میں ہو۔

سفر میں نفل پڑھنے کیا اجازت ہے اور سوار ہو کر بھی پڑھ سکتا ہے

عن انس قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا سافر واراد ان یتطوع استقبل القبلہ بناقتہ فکبر ثم صلی حیث وجھہ رکابہ۔ رواہ ابو داؤد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرنے کا ارادہ کرتے اور ارادہ کرتے کہ نفل پڑھیں تو اپنی اونٹنی کو قبلہ رخ کرتے، پھر تکبیر کہتے۔ اس کے بعد نماز پڑھتے جس طرف ان کی سواری ان کو متوجہ کرتی۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن جابر قال بعثنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی حاجہ فجئت وھو یصلی علی راحلتہ نحو المشرق ویجعل السجود اخفض من الرکوع۔ رواہ ابو داؤد

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا۔ سو میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر مشرق کی طرف نماز پڑھ رہے تھے اور سجدہ رکوع سے زیادہ جھک کر کرتے (یعنی رکوع و سجود دونوں اشارہ سے کرتے)

اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

تشریح

اس بحث میں دو احادیث ہیں جن سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ ہے کہ جانوروں کی سواری پر اشارے سے نفل پڑھنا جائز ہے اور دوسری

بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایسی سواری پر فرض پڑھنا جائز نہیں۔ کیونکہ نوافل میں بحالت سفر سجدہ اور رکوع کی فرضیت ساقط ہوجاتی ہے یہاں اشارہ کفایت کرتا ہے اور فرائض میں سجدہ اور رکوع کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی ہاں اگر کوئی اہم عذر ہو تو پھر جائز ہے مثلاً" مریض ہو وغیرہ۔ اور کشتی اور بحری جہاز وغیرہ میں چونکہ سجدہ ہوسکتا ہے اس لئے وہاں فرائض بھی جائز ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قدوری کے حاشیہ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بھی نقل کی ہے کہ کشتی میں نماز بیٹھ کر جائز ہے۔

سفر میں سنتیں پڑھنے یا نہ پڑھنے کا اختیار ہے

وعن حفص ابن عاصم قال صحبت ابن عمر فی طریق مکه فصلی لنا الظهر رکعتین ثم جاء رحله وجلس فرای ناسا" قیاما" فقال ما یصنع هولاء قلت یسبحون قال لو کنت مسبحا" اتممت صلوتی صحبت رسول الله صلی الله علیه وسلم فکان لا یزید فی السفر علی رکعتین وابابکر وعمر و عثمان کذالک متفق علیه۔

حفص بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ کی راہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رفاقت کی، آپ نے ہمیں ظہر کی نماز دو رکعتیں پڑھائی، پھر اپنے خیمہ میں آئے اور بیٹھے، دیکھا لوگ کھڑے ہوئے ہیں۔ پوچھا یہ کیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا نفلیں پڑھتے ہیں۔ فرمایا۔ اگر میں بھی نفل نماز پڑھنے والا ہوتا تو میں فرض نماز پوری پڑھتا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا۔ آپ دو رکعتوں پر کچھ بھی زیادتی نہ کرتے تھے۔ (یعنی چار رکعت والی نمازیں صرف دو فرض پڑھتے تھے اور کچھ نہیں) حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان

رضی اللہ عنہم کو بھی اسی پر عمل کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

وعن البراء قال صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثمانیہ عشر سفراً فما رایتہ ترک رکعتین اذا زاغت الشمس قبل الظہر۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے ایک سفر میں اٹھارہ دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی' پس میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے دو رکعتیں ترک کی ہوں۔ جس وقت کہ آفتاب ڈھلے ظہر سے پہلے۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں ہیں ایک عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر جہاد کیا ہے اور فتح مکہ کے دن میں موجود تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھارہ دن وہاں قیام فرمایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف دو رکعات پڑھتے رہے تھے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ن اس سفر میں صرف نماز فرض دو رکعات پڑھی تھیں سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ اور دوسری حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں سنتیں پڑھا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں سنتیں پڑھنے یا نہ پڑھنے کا اختیار ہے مگر سنتوں میں قصر نہیں ہے اور تیسری حدیث حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ سفر

کئے ہیں۔ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے سورج ڈھل جانے کے بعد ظہر سے پہلے کی دو سنتیں چھوڑی ہوں۔

نماز تراویح کا بیان

عن زید بن ثابت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ حجرہ فی المسجد من حصیر فصلی فیہا لیالی حتی اجتمع علیہ ناس ثم فقدوا صوتہ لیلہ وظنوا انہ قد نام فجعل بعضھم یتنحنح لیخرج الیھم فقال مازال بکم الذی رایت م صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم بہ فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم فان افضل صلوۃ المرء فی بیتہ الا الصلوہ المکتوبہ۔ متفق علیہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں بوریئے کا ایک حجرہ بنایا۔ اس میں کئی راتیں نماز پڑھی (یعنی رمضان میں) یہاں تک کہ آپ کے پاس لوگ جمع ہوئے۔ ایک رات لوگوں نے آواز نہ سنی' لوگوں نے گمان کیا۔ شاید آپ ﷺ سو رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے کھنکھارنا شروع کیا تاکہ حضور ﷺ تشریف لے آئیں ان کے پاس۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہمیشہ تمہارے پاس وہ چیز رہے جو میں نے تمہارے کام میں دیکھی' (یعنی تراویح کے لئے تمہارا یہ ذوق و شوق ہمیشہ قائم رہے میں جو نہیں آیا اس کا سبب نہ تھا) مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اگر تم پر یہ فرض کردی جاتی تو تم نہ پڑھ سکتے۔ پس اے لوگو! تم یہ نماز اپنے گھروں میں پڑھو۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی کی نماز اس کے گھر میں بہتر ہے سوائے فرض نماز کے۔ متفق علیہ

وعن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم فیہ بعزیمہ فیقول من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ فتوفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والامر علی ذالک ثم کان الامر علی ذالک فی خلافہ ابی بکر وصدراً من خلافہ عمر علی ذالک رواہ مسلم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قیام رمضان (یعنی تراویح) کی رغبت دلایا کرتے تھے بغیر اس بات کے کہ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا تاکیدی حکم دیں، پس اس کی ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے "جس نے پختہ ایمان واعتقاد اور اخلاص و احتساب کے ساتھ رمضان کا قیام کیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ اسی حالت میں حضور ﷺ کو وفات دی گئی اور یہ معاملہ اسی طرح رہا کہ جس کا جی چاہتا تراویح پڑھتا جماعت مقرر نہ تھی) یہی حال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابتدائی عہد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بھی رہا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسل اذا قضی احدکم الصلوہ فی مسجدہ فلیجعل لبیتہ نصیباً من صلوتہ فانی اللّٰہ جاعل فی بیتہ من صلوتہ خیراً رواہ مسلم۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جب تم میں سے کوئی اپنی مسجد میں نماز پڑھے تو اس کو چاہیئے کہ اپنی نماز میں سے کچھ حصہ گھر کے لئے بھی مقرر کرے (یعنی تراویح اور نوافل وغیرہ

گھر میں بھی پڑھ لیا کرو' تحقیق اللہ تعالی اس کی نماز کے سبب اس کے گھر میں خیروبرکت رکھتا ہے۔" اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن ابی ذر قال صمنا مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فلم یقم بنا شیئا من الشهر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذهب ثلث اللیل فلما کانت السادسه لم یقم بنا فلما کانت الخآمسه قام بنا حتی ذهب شطر اللیل فقلت یارسول اللّٰه لو نفلتنا قیام هذه اللیله فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام لیله فلما کانت الرابعه لم یقم بنا حتی بقی ثلث اللیل فلما کانت الثالثه جمع اهله ولنسآء ه والناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقیه الشهر۔ رواه ابوداؤد والترمذی والنسآئی وروی ابن ماجه نحوه الا ان الترمذی لم یذکر ثم لم یقم بنا بقیه الشهر۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے لیکن آپ نے ہمارے ساتھ مہینہ میں سے کچھ بھی قیام نہ کیا (یعنی جماعت سے نماز تراویح نہیں پڑھی) یہاں تک کہ رمضان کی صرف سات راتیں باقی رہ گئیں' پس آپ نے ہمارے ساتھ تہائی رات گئے تک قیام کیا (یعنی دوسرے دن) پھر جب پانچ راتیں باقی رہیں تو ہمارے ساتھ آدھی رات گئے تک قیام کیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج کی رات کا قیام زیادہ کرتے۔ آپ نے فرمایا۔ جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے یہاں تک کہ امام فارغ ہوتا ہے تو اس کے لئے رات بھر کا قیام شمار ہوتا ہے۔ پس جب چار راتیں باقی رہیں تو ہمارے ساتھ

قیام نہ کیا۔ پس جب کہ تین راتیں باقی رہیں تو آپ نے اپنی اہل اور عورتوں کو جمع کیا اور لوگوں کو بھی اور ہمارے ساتھ قیام کیا۔ حتی کہ ہم ڈرے کہ کہیں ہم سے فلاح نہ فوت ہوجائے۔ راوی نے پوچھا فلاح سے آپ کی کیا مراد ہے؟ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا سحری پھر ہمارے ساتھ قیام نہ کیا باقی مہینہ میں (یعنی آپ نے صرف تین راتیں تراویح پڑھیں) اس کو ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے' ابن ماجہ نے بھی اس کی مانند روایت کی ہے مگر ترمذی نے اس آخری جملہ کا ذکر نہیں کیا کہ آپ نے بقیہ مہینہ میں ہمارے ساتھ قیام نہ کیا۔

عن عبدالرحمن بن عبد القاری قال خرجت مع عمر ابن الخطاب لیلہ" الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل فیصلی بصلوۃ الرھط فقال عمر انی لو جمعت ھولآء علی قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعھم علی ابن بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلہ" اخری والناس یصلون لصلوۃ قارئھم قال عمر نعمت البدعہ ھذہ والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون یرید اخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ رواہ البخاری۔

عبدالرحمن بن عبدالقاری کہتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد میں آیا۔ دیکھا کہ لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ کوئی یہاں پڑھ رہا ہے اور کوئی وہاں اور کسی کے ساتھ اس کی قوم نماز پڑھ رہی ہے (یعنی عشاء کے بعد لوگ نفل نماز پڑھ رہے تھے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کتنا اچھا ہو کہ میں ان کو ایک قاری پر جمع کردوں (یعنی جماعت کے ساتھ اس نماز کا تقرر کردوں) پھر آپ نے اس کا ارادہ کیا اور

ان کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کردیا۔ (یعنی ان کو امام بنادیا) عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں پھر ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں آیا۔ لوگ جماعت اور امام کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے' اور وہ نماز کہ اس سے غفلت کرکے سو رہتے ہو' بہتر ہے' اس نماز سے کہ قیام کرتے ہو۔ اس سے آپ کی مراد آخر رات تھی (یعنی یہ نماز آخر شب میں پڑھنی افضل ہے) اور لوگ اول رات قیام کرتے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

ف:۔ مشہور یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وقت میں بیت المال کے عامل تھے ۱۲ اشعہ اللمعات

وعن السائب بن یزید قال امر عم ابی بن کعب وتمیما ن الداری ان یقوما للناس فی رمضان باحدی عشرہ رکعتہ وکان القاری یقرا بالمئین حتی کنا نعتمد علی العصا من طول القیام فما کنا تنصرف الا فی فروع الفجر۔ رواہ مالک۔

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا۔ کہ لوگوں کو رمضان میں نماز پڑھائیں (یعنی دونوں کو نماز تراویح کا امام مقرر کیا) ان میں امام ذہ سورتیں پڑھتا کہ ہر ایک سورہ سو آیتوں سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ ہم امام کی قرات لمبی ہونے کی وجہ سے (تھک کر) عصا پر سہارا لیتے اور ہم فجر کے قریب اپنے گھر آتے۔ اس کو مالک نے روایت کیا ہے۔

وعن الاعرج قال ما ادرکنا الناس الا وھم یلعنون الکفرہ فی رمضان قال وکان القاری یقرا سورہ البقرہ فی ثمانی رکعات فاذا

قام بها فی ثنتی عشرہ رکعه" رای الناس انه قد خفف رواہ مالک۔

اعرج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ رمضان میں کافروں پر لعنت بھیجتے تھے (یعنی رمضان کے وتروں میں) کہتے ہیں کہ پڑھنے والا سورہ بقرہ کو آٹھ رکعتوں میں پڑھتا اور جب کہ وہ سورہ بقرہ کو بارہ رکعتوں میں پڑھتا تو لوگوں کا احتمال ہوتا کہ (آج) نماز ہلکی پڑھی ہے۔

وعن عبداللہ بن ابی بکر قال سمعت ابیا یقول کنا ننصرف فی رمضان من القیام فنستعجل الخدم بالطعام مخافه فوت السحور۔ وفی اخری مخافه الفجر۔ رواہ مالک۔

عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ابی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ "ہم قیام رمضان سے (یعنی نماز تراویح سے فارغ ہوکر) ایسے وقت پھرتے کہ ہم اپنے خادموں کو سحری کا کھانا پکانے کی جلدی کرتے اس خوف سے کہ سحری فوت ہو جائے گی۔ دوسری روایت ہیں ہے کہ فجر فوت ہونے کے ڈر سے۔

اس کو مالک نے روایت کیا ہے۔

عن عائشه ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد فصل بصلوته ناس ثم کثروا من القابلنه ثم اجتمعوا الیله الثالثه او الرابعه فکثروا فلم یخرج الیہم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فلما اصبح قال قد رئیت الذی قد صنعتم البارحه فلم یمنعنی ان اخرج الیکم الا انی خشیت ان یفرض علیکم وذالک فی رمضان (موطا امام محمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز ادا کی تو آپ کی نماز کے ساتھ اور لوگوں نے بھی نماز ادا کی پھر آنے والی رات میں زیادہ ہوگئے۔ پھر تیسری یا چوتھی رات میں ان لوگوں کا اجتماع ہوگیا اور بہت زیادہ ہوگئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نہ نکلے پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے وہ چیز دیکھی جو تم نے گذشتہ رات کی ہے۔ اور مجھے تمہارے پاس آنے سے صرف اس بات نے منع کیا کہ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ تم پر فرض نہ کردی جائے۔ اور یہ واقعہ رمضان ہے۔ امام محمد نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

عن ابی سلمه بن عبدالرحمان انه سال عن عائشه کیف کانت صلوة رسول الله صلی اللہ علیه وسلم فی رمضان قالت ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یزید ولا غیره علی احدی عشرة رکعته یصلی اربعا ملاغسال عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعا فلا تسال عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلثا قالت فقلت یارسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اتنام قبل ان توتر فقال یاعائشه عینالی تنامان ولا ینام قلبی (موطا امام)

حضرت سلمہ بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کی ماہ رمضان کی نمازوں کی کیفیت پوچھی تو انہوں نے کہا آپ ماہ رمضان اور اس کے علاوہ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعات پڑھتے آپ ان کی خوبی اور طول کا نہ پوچھیں۔ پھر چار پڑھتے آپ ان کی خوبی اور طول کا بھی نہ پوچھیں پھر آپ تین پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ آپ وتروں سے پہلے سو جائیں گے تو فرمایا عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا (موطا امام محمد میں یہ حدیث منقول ہے)

وعنها انها قالت کان یصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث عشرۃ رکعہ من الیل ثم صلی احدی عشرۃ رکعہ وترک رکعتین ثم قبض حین قبض وھو یصلی تسع رکعتان۔ وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بعشرین رکعہ والوتر فی رمضان (حاشیہ موطا محمد)

اور انہی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔ پھر گیارہ پڑھنی شروع کی تھیں اور دو چھوڑ دی تھیں۔ اور پھر وہ فوت کئے گئے جب فوت کئے گئے اس حال میں کہ وہ نوں رکعات پڑھتے تھے اور حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ آپ ماہ رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔

وعنها انها قالت کان یصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثہ عشرۃ من الیل ثم صلی احدی عشرۃ رکعہ وترک رکعتین ثم قبض حین قبض وھو یصلی تسع رکعات (بحوالہ ابوداؤد)

اور اسی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور وہ رکعات آپ نے چھوڑ دی تھیں اور پھر فوت کئے گئے۔ جب فوت کئے گئے اس حال میں کہ وہ نو رکعات پڑھتے تھے۔

وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بعشرین رکعہ والوتر نی رمضان۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ماہ رمضان بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔

من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنہ الخلفاء الراشدین المھدیین (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب)

جو تم میں سے میرے بعد رہے تو وہ بہت اختلاف دیکھے گا پھر لازم پکڑو تم میری سنت کو اور خلفاء راشدین کی سنت کو (جو ہدایت یافتہ ہیں۔)

تشریح

یہاں اس بحث میں کل تیرہ احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں سے بارہ مشکوہ باب التراویح سے منقول ہیں۔ اور دو موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور دو حاشیہ موطا سے (جو حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی کی تالیف ہے) سے منقول ہیں۔ پہلی حدیث میں پانچ چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز نبی ﷺ کا عملی نمونہ ہے کہ آپ ماہ رمضان میں عبادت کے لئے بوریئے کا ایک جوہ سا بنالیتے تاکہ اس خصوصی عبادت میں کوئی اور مداخلت نہ کرے۔ آپ عشاء کی فرض نماز ادا کرکے اس حجرہ میں تشریف لے جاتے تھے اور نماز پڑھا کرتے

تھے اور تفصیل آئندہ احادیث میں آرہی ہے کہ آپ کتنی رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ کے اس ذوق اور شوق عبادت کو دیکھ کر آپ کے اس حجرہ قریب جمع ہونے لگ گئے تھے تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ اس عبادت میں شریک ہوں۔ پھر ایک رات لوگوں نے آپ کی آواز جب نہ سنی تو انہوں نے سمجھا کہ آپ سو گئے ہیں تو بعض نے کھنکارنا شروع کیا تاکہ آپؐ کو لوگوں کے اجتماع کا پتہ چلے۔ اور آپ باہر تشریف لائیں اور وہ لوگ ان کے ساتھ شریک ہوکر نماز ادا کریں۔ اور آگے حدیث آرہی ہے کہ آپ اس وقت باہر تشریف نہیں لائے تھے صبح کے وقت آئے تھے۔ اور اس حدیث سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ نے ان صحابہ کے لئے دعا فرمائی تھی کہ اللہ کرے تمہارے اندر اس عبادت کی حرص ہمیشہ رہے۔ اس سے آپ کی شان کریمی کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے ڈانٹا نہیں کہ تم نے رات کو مجھے کیوں پریشان کیا۔ میری نیند یامیری عبادت میں کیوں خلل ڈالا۔ بلکہ ان کا حوصلہ بڑھانے کے لئے انکے لئے دعا فرما دی اور چوتھی چیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے باہر نہ آنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ میں اگر باہر آتا تو تمہیں نماز پڑھاتا تو پھر یہ نماز تم پر فرض ہوجاتی اور پھر تم اسے ادا نہ کرسکتے۔ اور اس فرض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی ایک نفل عبادت کی نیت اور ارادہ کرے تو وہ نفل عبادت پھر اس پر فرض ہوجاتی ہے۔ اور یہاں اگر آپ ﷺ باہر تشریف لاکر صحابہ کو وہ نماز پڑھاتے تو صحابہ حرص عبادت کی وجہ سے اس کا پختہ ارادہ اور عزم کرلیتے اور پھر اس کو ہمیشہ ہمیشہ ادا کرتے رہتے اور اس کو لازم سمجھ لیتے اور باقی

امت بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عملی نمونہ دیکھ کر اس عبادت کو فرض اور لازم سمجھتی۔ حالانکہ یہ کوئی لازمی اور فرض عبادت نہیں بلکہ نفل درجہ ہے۔ اور اس حدیث سے پانچویں بات یہ معلوم ہوئی کہ فرض نمازوں کے علاوہ باقی سنتیں اور نوافل گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔

اور دوسری حدیث جو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس قیام رمضان کی ترغیب ہے۔ اور تیسری حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں گھر میں سنتیں اور نوافل پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اور چوتھی حدیث یہاں حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں دو باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں صرف تیسویں۔ پچیسویں۔ ار ستائیسویں رمضان کو لوگوں کو تراویح پڑھائی ہیں۔ اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کی فرض نماز اگر باجماعت پڑھ لے تو اسے ساری رات کے قیام کا ثواب مل جاتا ہے۔ اور پانچویں حدیث یہاں زید بن ثابت سے منقول ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرائض کے علاوہ گھر میں سنتیں نوافل میری مسجد سے بھی بہتر ہیں۔

اور چھٹی اور ساتویں کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ پہلے اکیلے اکیلے تراویح پڑھتے تھے تو حضرت عمر نے ان کو ایک امام پر جمع کیا تھا اور امام کو گیارہ تراویح پڑھانے کا فرمایا تھا۔ اور آٹھویں حدیث یہاں حضرت اعرج رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کی آٹھ رکعات بھی ہیں اور بارہ بھی ہیں اور نوویں حدیث یہاں حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ سحری کے کھانے تک تراویح پڑھتے رہتے تھے۔

اور دسویں حدیث یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس میں پہلی حدیث جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اسکی تفصیل ہے اور گیارہویں حدیث بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی منقول ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ نبی ﷺ ماہ رمضان میں گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اور بارہویں حدیث بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبی ﷺ پہلے تیرہ رکعات پڑھتے تھے پھر گیارہ پڑھتے تھے۔ اور مرض وفات کے زمانہ میں آپ نوں رکعات پڑھتے رہے ہیں۔ اور تیرہویں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ نبی ﷺ ماہ رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ پس تراویح کی تعداد رکعات کے بارے میں مختلف ہیں آٹھ۔ نوں۔ گیارہ۔ بارہ۔ تیرہ اور وتروں کے علاوہ بیس بھی منقول ہیں۔ اور متعارض اور متضاد احادیث کے محدثین کا اصول یہ ہے کہ پہلے ان کے درمیانی تطبیق دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر ہو جائے تو سب پر عمل کرتے ہیں اور اگر تطبیق نہ ہوسکے تو انہیں ترک کیا جاتا ہے۔ اور یہاں تطبیق ہوسکتی ہے کہ کبھی آپ ﷺ آٹھ رکعات پڑھتے ہوں گے۔ کبھی نوں کبھی گیارہ۔ کبھی تیرہ اور کبھی بیس۔ پس اس کا مقصد یہ ہوا کہ امت کی مرضی ہے جس تعداد پر عمل کرنا چاہے کرسکتی ہے۔ البتہ احناف بیس والی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایہ کے حاشیہ پر حدیث نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو تین دن تک تراویح پڑھائی تھی ان میں سے پہلے دو دن آپ نے بیس بیس رکعات پڑھائی تھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں لوگوں کو ایک امام ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا۔ اور وہ لوگوں کو بیس

رکعات پڑھاتے تھے۔ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن خلفاء راشدین نے اسی پر عمل کیا تھا اور وہ بیس ہی پڑھتے۔ اور نبی ﷺ کی حدیث پہلے ہم نقل کرچکے ہیں کہ امت میں جب کسی مسئلے میں اختلاف پیدا ہو تو اس وقت خلفاء راشدین کی سنت اور طریقہ پر عمل کرنا ہے۔ اس لئے احناف نے خلفاء راشدین کی ترجیح کو اختیار کیا ہے اور تیسری وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ بیس میں ثواب زیادہ ہے اور اگر کم تراویح پڑھیں گے تو ثواب کم ہوگا۔ اور یہ بھی ایک مانا ہوا اصول ہے کہ دو کاموں سے جو زیادہ بہتر ہو اس کو اختیار کرنا بہتر اور اولی ہے۔ اسی سلسلہ میں انبیاء علیہم السلام کا یہی اصول رہا ہے۔ تاہم اگر کوئی خلاف اولی کام کرے تو اس پر تنقید بھی جائز نہیں ہے۔ تبلیغ اس کی جائز ہے۔ کیونکہ خلاف اولی کام بھی تو حدیث ہی پر عمل ہے۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ ماہ رمضان میں عشا کی نماز کے بعد بیس رکعات تراویح مسجد میں باجماعت اور آخر میں وتر بھی باجماعت پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ اور اس اعتبار سے کہ خلفاء راشدین کا اس پر اجماع ہوچکا ہے تو اس کو سنت موکدہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

واللہ اعلم

شدید مرض کی حالت میں بھی کسی کو نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں۔

وعن عائشه قال لما ثقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جآء بلال یوء ذنه بالصلوه فقال مروا ابابکر ان یصلی بالناس فصلی ابوبکر تلک الایام ثم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجد فی نفسه خفه فقام یهادی بین رجلین ورجلاه تخطان فی الارض حتی دخل المسجد فلما سمع ابوبکر حسه ذهب یتاخر فاومی الیه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یتاخر فجآء حتی جلس عن یسار ابی بکر فکان ابوبکر یصلی قآئما" وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قاعد"ا یقتدی ابوبکر بصلوه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس یقتدون بصلوه ابی بکر۔ متفق علیه وفی روایه لهما یسمع ابوبکر الناس التکبیر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے کے لئے آئے۔ فرمایا۔ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کی امامت کرائیں۔ سو ان دنوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نمازیں پڑھائیں جب آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض میں کچھ تخفیف پائی (کچھ افاقہ ہوا) تو آپ ﷺ دو شخصوں کندھوں پر سہارا لئے ہوئے۔ اور اپنے پاؤں پر کھینچتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے آنے کی آہٹ محسوس کی تو اپنی جگہ سے ہٹنا شروع کیا۔ مگر حضور اکرم ﷺ نے اشارہ کیا کہ

وہ نہ ہٹیں (بدستور نماز پڑھاتے رہیں) سو آپ ﷺ آکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں طرف (جماعت میں) بیٹھ گئے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے نماز پڑھتے رہے اور آپ ﷺ نے بیٹھے ہوئے نماز پڑھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی اقتداء کرتے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرتے رہے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام بیٹھا ہوا ہو اور لوگ کھڑے ہوئے اسکی اقتداء کریں تو جائز ہے) متفق علیہ۔ بخاری و مسلم دونوں کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو تکبیر سناتے تھے (یعنی بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے)

شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اس میں دلیل ہے اس پر کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے بعد سب لوگوں سے خلافت کے لئے افضل اور اولی ہیں۔ جیسا کہ کہا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہ پسند کیا رسول اکرم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمارے دین کے واسطے پس کیا نہ پسند کریں واسطے دنیا اپنی کے۔ اور مراد دو شخصوں سے حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور کہا ہے ابن عبدالبر نے کہ اجماع ہے اس پر کہ حضرت محمد ﷺ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے میں امام ہوگئے۔ یہ آنحضرت ﷺ کے خصائص سے تھا اور کو اس طرح درست نہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز شروع کرچکے تھے۔ یعنی ابوبکر صدیق نے ہنوز (ابھی) نماز شروع نہ کی تھی کہ حضرت محمد ﷺ تشریف لے آئے۔ واللہ اعلم اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ نماز پڑھے کھڑا ہوا بیٹھے ہوئے کے پیچھے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ امام کے لئے آواز بلند کرنا جمعہ میں اور عیدین وغیرہ میں یعنی تکبیرات انتقال کی پکار کر کہیں۔ اس لئے کہ جو امام سے دور ہوں وہ سن لیں: ع

عن عبید اللہ بن عبداللہ قال دخلت علی عائشہ فقلت الا

تحدثینی عن مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت بلی
ثقل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اصلی الناس فقلنا لا یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھم ینتظرونک فقال ضعولی ماء
فی المخضب قالت ففعلنا فاغتسل فذھب لینوء فاغمی علیہ ثم
افاق فقال اصلی الناس قلنا لاھم ینتظرونک یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال ضعو لی ماء فی المخضب قالت فقعد
فاغتسل ثم ذھب لینوء فاغمی علیہ ثم افاق فقال اصلی الناس
قلنا لا ھم ینتظرونک یا رسول اللہ قال ضعو لی ماء فی المخضب
فقعد فاغتسل ثم ذھب لینوء فاغمی علیہ ثم افاق فقال اصلی
الناس قلنا لاھم ینتظرونک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
والناس عکوف فی المسجد ینتظرون النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لصلوہ العشاء الاخرہ فارسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی
بکر بان یصلی بالناس فاتاہ الرسول فقال ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یامرک ان تصلی بالناس فقال ابوبکر وکان رجلاً
رقیقاً یا عمر صل بالناس فقال لہ عمر انت احق بذالک فصلی
ابوبکر تلک الایام ثم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجد فی نفسہ
خفہ وخرج بین رجلین احدھما العباس لصلوہ الظھر وابوبکر
یصلی بالناس فلما راہ ابوبکر ذھب لیتاخر فاوما الیہ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم بان لا یتاخر فقال اجلسانی الی جنبہ فاجلساہ الی
جنب ابی بکر والنبی صلی اللہ علیہ وسلم قاعد وقال عبید اللہ
فدخلت علی عبداللہ بن عباس فقلت لہ الا اعرض علیک ما

حدثتنی عائشه عن مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال هات فعرضت علیه حدیثهٖ فما انکر منه شیئا" غیر انه قال اسمت لک الرجل الذی کان مع العباس قلت لا قال هو علی۔ متفق علیه۔

عبید اللہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کہ کیا آپ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا حال بیان نہیں کرتیں (یعنی میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے حضور ﷺ کے مرض الموت کا حال سنائیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ بیشک رسول اکرم ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہوا تو پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! نہیں۔ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا میرے لئے لگن میں پانی رکھو (تاکہ میں وضو کروں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے غسل فرمایا۔ اور کھڑا ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر آپ ﷺ (بیماری کی شدت کی وجہ سے) بے ہوش ہوگئے۔ پھر ہشیار ہوئے تو فرمایا۔ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ نہیں۔ وہ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا میرے لئے لگن میں پانی رکھو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ بیٹھ گئے اور غسل کیا۔ پھر کھڑے ہونے کا ارادہ کیا تو پھر آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی۔ افاقہ ہوا تو فرمایا۔ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ اچھا۔ میرے لئے لگن میں پانی رکھو۔ سو آپ ﷺ بیٹھے اور غسل فرمایا۔ پھر کھڑے ہونے کا ارادہ کیا۔ تو پھر بے ہوشی

طاری ہو گئی۔ ہشیار ہونے کے بعد پوچھا کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ مسجد میں ٹھہرے ہوئے نبی کریم ﷺ کا انتظار کر رہے تھے عشا کی نماز کے لئے۔ پس آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا یہ حکم دے کر کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سو وہ پیغام لانے والا آپ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ تحقیق نبی کریم ﷺ آپ کو لوگوں کی امامت کرانے کا حکم دیتے ہیں۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو بڑے نرم دل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ہی اس کے لائق اور زیادہ حق دار ہیں۔ سو ان دنوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نمازیں پڑھائیں۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کو بیماری سے کچھ افاقہ ہوا تو آپ ﷺ دو شخصوں پر تکیہ کئے ہوئے نماز ظہر کے لئے نکلے۔ ان میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے لوگوں کو۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹیں، مگر حضور ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹیں، پھر ان دونوں شخصوں سے فرمایا۔ کہ مجھے ان کے پہلو میں بٹھا دو۔ سو انہوں نے آپ ﷺ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا۔ اور نبی ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ کیا میں تحقیق وہ حدیث نہ سناؤں جو مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے: آنحضرت ﷺ کے مرض الموت کے متعلق۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں ضرور بیان کرو۔ پس میں نے ان کو وہ حدیث سنائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی کسی چیز کا انکار نہیں کیا۔ سوائے اس بات کے کہ انہوں نے کہا۔ کہ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نے اس شخص کا نام بھی تمہیں بتلایا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ہذلی پس برادر زادہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ فقیہ اعمی (نابینا) اعلام تابعین اور فقہائے سبعہ مدینہ منورہ سے ہیں۔ بہت سے صحابہ کرام کو پایا ثقہ امام مامون اور آپ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے معلم (استاد) تھے۔ ان کے کئی اشعار بھی ہیں ۹۲ھ میں انتقال فرمایا۔ اور عبداللہ بن عتبہ بھی کبار تابعین سے ہیں۔ اور بعض نے ان کو صحابہ میں ذکر کیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ تابعی ہیں۔ ابن سعد نے کہا کہ تابعی ثقہ کثیر الفتیاو والحدیث (بہت فتوی دینے والے اور حدیث جاننے والے) ۹۴ھ میں انتقال فرمایا ۱۲ (اشعۃ اللمعات)

ف۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسری طرف کے آدمی کا نام جو نہ لیا تو سبب یہ تھا کہ ایک طرف ایک ہی شخص مقرر نہ تھا مثل عباس رضی اللہ عنہ کے بلکہ نوبت نوبت بدلتے جاتے تھے، کبھی حضرت علی کبھی اسامہ یا فضل بن عباس رضی اللہ عنہم۔ اسی لئے اور روایت میں آیا ہے کہ کہا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ دوسری طرف ایک آدمی اہل بیت سے تھا کہ بطریق احتمال سب کو شامل ہو۔ واللہ اعلم ؛ح: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عباس کے ساتھ حضرت علی کا نام نہیں لیا۔ بعض کا قول ہے کہ بعد واقعہ افک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی سے بوجہ مبالغہ سے رعایت عائشہ نہ کرنے کے کچھ نزاکت تھی جیساکہ دیگر صحابہ کرام نے مبالغہ سے آپ کی تعریف و توصیف اور برأت ظاہر کی دوایں سخن ضعیف است یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کئی جگہ حضرت علی کرم

باقی ص ۶۲۹ پر

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خانصاحب صفدر مدظلہ کی رائے گرامی

محترم! آپ نے بین الاقوامی اور ملکی سطح پر رائج وقت اصطلاحات کے مطابق قرآن کریم کو عوام وخواص کے سامنے پیش کرنے کا جو کام اور کاوش کی ہے قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ اور ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے آمین۔

ابوزاہد سرفراز

احقر ابوالزاہد محمد سرفراز ... از گکھڑ

۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
۳۱ اکتوبر ۱۹۹۶ء

پیر طریقت حضرت مولانا سید نفیس شاہ صاحب لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محب گرامی قدر حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی زید مجدہ ''خلاصہ تفسیر القرآن'' سلسلہ وار لکھ رہے ہیں۔ انداز تفسیر، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ سے مقتبس ہے۔ مولانا عباسی کی تفسیر کے 5 حصے شائع ہو چکے ہیں۔ الحق مولانا اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی مشکور فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے فیوض سے متمتع فرمائے۔

احقر نفیس الحسینی

کریم پارک ۔ لاہور

۹ شعبان المعظم
۱۴۱۶ھ

خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب

نائب امیر جمعیت علماء اسلام لاہور۔

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله بسم الله ذی المحامد و الا لاء المنعم علی عباده بماشاء و الصلوة و السلام علی سید الرسل و خاتم الانبیاء و علی اله و صحبه الکرام النجباء۔

امابعد: کتاب خلاصۃ القرآن مترجم مولانا حمید الرحمٰن صاحب عباسی کی تالیف منیف ہے۔ مولانا موصوف ایک مستند عالم دین ہیں اور اپنے دور کے ولی کامل شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ ہیں سالہا سال دورہ تفسیر میں شمولیت کے باعث مطالب قرآن مجید پر بخوبی درک رکھتے ہیں چنانچہ آپ نے اپنی اس تالیف لطیف کو متعدد ابواب وفصول پر مرتب کرتے ہوئے متعدد عنوانات کا سلسلہ قائم کیا ہے اور ہر عنوان کے تحت متعلقہ آیات کریمہ کو متعدد سورتوں سے منتخب کر کے یکجا جمع کرنے کی سعی بلیغ کی ہے وہ قابل صد تحسین ہے۔ اگر مولانا موصوف ایضاح مطالب قرآنی کے سلسلہ میں اس خلاصۃ القرآن کو مختصر اور جامع تفسیری فوائد اور حواشی سے مزین فرماتے تو پھر یہ گراں قدر تالیف اپنی افادیت کے لحاظ سے نور علیٰ نور ہو جاتی۔ دعا ہے کہ اللہ پاک مولانا موصوف کی یہ قرآنی خدمت قبول فرمائے اور اس کو ان کے لئے دنیا و عقبیٰ میں موجب فوز و فلاح اور باعث ترقی درجات بنائے اور شائقین علوم قرآنی کو اس سے استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔ واللہ ولی التوفیق آمین۔

احقر الانام محمد اجمل نائب امیر مرکزیہ جمعیت علماء اسلام

و مؤسس جامعہ رحمانیہ عبد الکریم روڈ لاہور۔

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی مدظلہ
کی رائے گرامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے تفسیر میں محنت اور ہمت سے حقِ نسواں کو جس شرح وبسط سے بیان فرمایا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ جزاک اللہ احسن الجزاء والسلام ورحمۃ اللہ۔

احقر العباد عنایت اللہ
مرکزی جامع مسجد گجرات

حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب
نائب مہتمم وناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا
وقال تعالیٰ ذلک الکتب لا ریب فیہ ھدی للمتقین

دورِ جدید میں آسان فہم تفاسیر کے رجحان کو دیکھ کر ایسی تفاسیر بھی سامنے آئیں جن میں اسلام کے اہم ترین بنیادی عقائد واعمال کو بھی مخدوش کرنے کی کوشش ہوئی اور کچھ تفاسیر اس نقطہ نظر سے سامنے آ رہی ہیں کہ ''قرآن ہی سب

کچھ ہے'' کا خوبصورت جملہ سامنے رکھ کر کلمہ حق ارید بہ الباطل کے مصداق انکار حدیث کی طرف امت مسلمہ کو دھکیلنے کی کوشش کی گئی۔

اللہ تعالی مولانا حمید الرحمن عباسی صاحب مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے گہرے اور تفصیلی مطالعہ کے بعد سلیس زبان، شگفتہ انداز اور آسان فہم پیرایہ میں مضامین قرآن حکیم کو الگ الگ جلدوں میں جمع کر دیا۔ احقر نے اب تک خلاصہ تفسیر القرآن جلد اول، جلد سادس اور جلد ثامن کا مطالعہ کیا۔ جلد اول میں ''عقیدہ توحید باری تعالی'' اس میں پہلے دعوئ توحید پیش کیا اس کے بعد دلائل عقلیہ سے صفات باری تعالیٰ کو ثابت کیا گیا پھر دلائل نقلیہ غیں سے انبیاء علیہم السلام کے ارشادات نقل کئے ہیں۔ احقر نے یہ محسوس کیا کہ جدید سائنسی اور مادی دور میں ذات باری تعالی اور اس کی صفات کے بارے میں نئی نسل کی راہنمائی کے لئے یہ کتاب انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

خلاصہ تفسیر القرن کی جلد سادس اسلام کے نظام معیشت کی بہترین ترجمان ہے۔ جدید ذہنی رجحانات میں یہ بات پختہ ہو رہی ہے کہ اسلام کا تعلق صرف عبادات سے ہے کمانے اور روزگاری کے دیگر امور میں انسان کی راہنمائی اسلام نے کیا کی ہے اس سے ذہن یکسر خالی ہیں لیکن خلاصہ تفسیر کے اس حصہ کو پڑھ کر یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے کہ اسلام نے کتنا جامع اور مکمل معاشی نظام عطا فرمایا ہے۔

جلد ثامن میں اللہ تعالی کے نظام عدل کو تفصیلاً ذکر کیا گیا۔ آج پوری دنیا میں حقوق دینے اور لینے کی جنگ جاری ہے ہر شخص نے ظلم وانصاف کا ایک اپنا ذاتی معیار قائم کر رکھا ہے۔ ایک اسے عدل کہتا ہے دوسرا اسے ظلم قرار دیتا ہے کوئی استحصالی نظام کو عدل کہتا ہے کوئی حقوق انسانیت کی آواز لگا کر نظام عدل کے دائرہ سے باہر نکلنا چاہتا ہے لیکن اسلام نے اللہ تعالیٰ کے نظام عدل کو سامنے رکھا جو خالق کائنات کا نظام ہے اور جسے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر اعلیٰ ترین معیار کے ساتھ امت کے سامنے رکھا۔ اللہ تعالیٰ مولانا حمید الرحمن عباسی صاحب مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اسلامک نظام معیشت اور نظام عدل کو اس طرح ذکر فرمایا کہ پہلے ایک عنوان قائم کیا پھر اس سے متعلق آیات قرآنی

درج فرمادی ہیں اس کے بعد ان آیات کی آسان انداز میں تفسیر کی اور اسی عنوان سے تعلق احادیث نبویہ کو درج کر دیا۔ اور جہاں عربی عبارت لائے وہاں اس کا ترجمہ بھی لکھ دیا۔

اب یہ مجموعے علماء و خطباء کے لئے راہنما تفسیری ذخیرہ ہیں جہاں ایک ہی موضوع سے متعلق آیات و احادیث اور ان کی تفسیر و تشریح کا ایک وافر ذخیرہ موجود ملے گا۔

احقر کی دلی آرزو ہے کہ ''خلاصہ تفسیر القرآن'' کو تمام علماء و خطباء اپنے مطالعہ کا مرکز بنالیں۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اس کے مطالعے کی دعوت دیں اور ملک بھر کی لائبریریوں میں اس کی موجودگی کو یقینی بنادیں۔

اللہ رب العزت موصوف کی اس بہترین کاوش کو قبول فرمالیں۔ اور ہم سب کو دین اسلام کے مکمل نظام زندگی کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں مفسر موصوف کے لئے ایک تصرف شدہ شعر ذہن میں آرہا ہے جب مولانا شاہ عبدالقادرؒ صاحب موضح القرآن کی تکمیل فرما چکے تو حضرت یہ شعر پڑھا کرتے۔

روز قیامت ہر کسے باخویش دارد نامہ
من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآن در بغل

نائب مہتمم و ناظم تعلیمات
جامعہ اشرفیہ لاہور

حافظ فضل الرحیم

شیخ الحدیث اور مفتی حضرت مولانا محمد ظریف صاحب
دارالعلوم فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسلما

امابعد: بندہ مسمی محمد ظریف استاذ دارالعلوم فیصل آباد پیپلز کالونی نمبر 2 فیصل آباد

عرض پرداز ہے کہ بندہ نے حضرت مولانا استاذ التفسیر جناب حمید الرحمٰن عباسی صاحب مدت فیوضہم کی تصنیف خلاصہ القرآن الکریم کا مختلف جگہ سے مطالعہ کیا طبیعت میں انشراح اور سرور پیدا ہوا۔ حضرت دامت برکاتہم العالیہ کے تبحر علمی اور وست مطالعہ کا قائل اور گرویدہ ہوا۔ انتہائی محنت اور عرق ریزی سے یہ مبارک اور مقبول صحیفہ تیار فرمایا ہے جو ہر طبقہ اور ہر مسلمان کے لئے مفید اور کارآمد ہے اور نجات اخروی وفلاح دارین کا سبب ہے خاص کر قاضی اور ججوں کے لئے تو فرض ہے کہ اس مبارک لائحہ عمل کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمائی اور عمل کریں۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ حضرت مولانا دامت برکاتہم العالیہ کی تمام تصنیفات کو اپنے دربار عالی میں مقبول ومنظور فرما کر حضرت مولانا مدظلہ کا فیض ساری امت مسلمہ میں عام وتام فرمائے اور فلاح دارین کا سبب بنائے آمین یارب العلمین۔

لدیم محمد ذوالکفل عفی عنہ استاذ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد

استاذ الحدیث حضرت مولانا علی احمد سندیلوی

جامعہ حیات القرآن پاپڑ منڈی لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق رسولہ والصلوۃ والسلام علی الذی لانبی بعدہ

امابعد: حضرت استاذ تفسیر مولانا علامہ حمید الرحمٰن عباسی مدظلہ العالی کے ''خلاصہ تفسیر القرآن'' جلد خامس وسادس کے مقامات متفرقہ سے مطالعہ کیا۔ اس سے انہوں نے احکام کو بڑی جامعیت سے ذکر کیا ہے غالباً اردو زبان میں اب تک ''احکام قرآن'' پر شائع ہونے والی کتب میں سے بہترین اور ایجاز واطناب سے پاک کتاب ہے۔ حضرت مولانا موصوف نے بڑی تحقیق اور محنت سے اس کتاب کو تالیف کیا ہے۔

اس زمانہ میں جبکہ ہر کس و ناکس علوم قرآنی و حدیث میں اجتہاد کا مدعی ہے ایسی کتاب کی بہت ضرورت تھی۔ حضرت علامہ نے اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے قوم کے سامنے ایک گلدستہ پیش کر دیا ہے۔ اب افراد ملت کا کام ہے کہ اس کی خوشبو سے معطر ہوں۔ امید ہے کہ طالبان تحقیق "خلاصہ تفسیر القرآن" کے مطالعہ سے محفوظ و مسرور ہوں گے اسکے پڑھنے سے علماء و طلباء عربیہ کو تو فائدہ خاص ہوگا ہی عام مسلمان بھی انشاءاللہ اعلیٰ اس سے مستفید ہوں گے۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولف کی عمر و صاح و فلاح میں برکت مزید عطا فرمائے اور ان کی تالیف کو قبول و نافع خاص و عام بنائے آمین۔

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

۲۲/۳/۱۹۹۳

حضرت مولانا مہدی زماں صاحب خطیب مہانڈری بالاکوٹ

مکرمی جناب حضرت مولانا حمید الرحمٰن صاحب عباسی استاذ التفسیر القرآن انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور دام ظلک و مجدک السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

بعد ازاں سلام و دعا عرض بخدمت اقدس ہے کہ بندہ ناچیز آپ لوگوں کی دعا سے باخیریت رہ کر داعی بالخیر ہے آپ کا ارسال کردہ تحفہ مشمول خلاصہ تفسیر القرآن جلد خامس و سادس و خلاصہ الاحادیث موصول ہوا۔ کتابوں کو دیکھ کر دل بہت خوش ہوا کہ ہمارا ایک ساتھی جس کے ساتھ طالب علمی کا ایک دور اس طرح گزرا کہ ہم دنوں ہم پیالہ و ہم نوالہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ہی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اور آج بھی رکھتے ہیں۔ مولانا مکرم آپ خود تو شباب کی منازل طے کر کے پیری سے ہم آغوش ہیں لیکن کتابوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ علم بھرپور شباب میں داخل ہو چکا ہے اور اردو ادب اور اس کی تمام فصاحتیں اور بلاغتیں آپ

کا پانی بھر رہی ہیں۔ اللہ کرے شوقِ جنوں اور زیادہ ہو اور خدا آپ کو اور آپ کے علم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ مولانا سچ بات یہ ہے کہ کتابیں دیکھ کر آپ کے علم و ادب اور طرزِ تحریر پر واقعی ہی بھرپور شباب علمی کا گمان ہوتا ہے میرے پاس وہ الفاظ نہیں جو میں ان کتابوں پر تبصرہ کرتے وقت لکھ سکوں اور نہ میں اس کا اہل ہوں صرف آپ کو اس دینی خدمت پر ہدیہ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ دین کی خدمت آپ سے لے چونکہ بھیجی ہوئی تفسیر کی جلدوں پر جلد خامس وسادس لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ باقی جلدیں بھی مطبوع ہو چکی ہیں اس لئے اگر ہو سکے تو باقی جلدیں ایک ایک نسخہ ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں نوازش ہو گی جوابی خط ارسال فرما کر شکر گزار فرمائیں۔

الراقم قاضی مہدی زمان کھٹانہ خطیب جامع مسجد بھانڈری
ڈاکخانہ بھانڈری تحصیل بالاکوٹ ضلع مانسہرہ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی خانپور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ الرحمن والصلوۃ والسلام علی نبیہ معلم القرآن و علی اٰلہ وصحبہ الذین ہم موضحوا القرآن اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان

اس مکمل ضابطہ حیات اور ابدی قانون جو ہر دور میں برابر اپنی صداقت اور اپنی تاثیر کا سکہ دنیا سے منوا سکے وہ ایک ہی قرآن مجید فرقان حمید ہے اور یہی امر قرآن کے معجز ہونے پر شاہد بین ہے۔ اس لئے فقیر کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی کسی درجہ میں خدمت پوری انسانیت بلکہ تا قیامت آنے والی نسل انس و جن کے لئے عظیم انسانی روحانی خدمت ہے۔ خدا تعالیٰ بھلا کرے اس درویش صفت جید عالم دین مفسر قرآن حضرت مولانا حمید الرحمٰن صاحب عباسی دامت برکاتہ کا کہ جس

نے حجۃ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے مشن کے چراغ کو جگمگائے رکھنے والی شخصیت قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ العزیز سے علوم قرآنیہ میں جو فیض حاصل کیا اس کو ہم تک پہنچانے میں نہایت ہی فیاضانہ طریق اختیار فرمایا ہے۔ مولانا موصوف زید مجدہ کی تالیف خلاصہ القرآن کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کو واقعی خلاصۃ القرآن پایا صحیح معنی میں اسم با مسمی ہے بے شمار فوائد کا خزینہ ہے۔

1- خصوصاً تفسیر القرآن بالقرآن جو قرآن حکیم کی تفسیر کی اعلیٰ قسم ہے اس پر بہت مواد موجود ہے۔

2- عقائد و احکامات کے حکم کو بکمال قرآنی اسلوب میں باسانی ذہن نشین کیا جاسکتا ہے۔

3- قرآن مجید کی صحیح مراد کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں جس مضمون کو مختلف و متعدد انداز میں بیان کیا گیا ہو تو اس کے تمام اسلوب کو سامنے رکھا جائے تو اس عظیم مقصد کے لئے یہ تالیف عظیم شاہکار ہے۔

البتہ باب میں جن مضامین اجمالیہ کا ذکر ہے جن کا ماخذ یات کو حواشی پر ذکر کیا گیا ہے اگر ان کی مختصر تشریح حواشی پر دے دی جائے کہ یہ مضامین ان آیات سے اس طرح ثابت ہوتے ہیں تو ہر پڑھنے والے کے لئے مفید ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور اس تالیف کو حضرت مولف صاحب کے لئے ذخیرہ نصرت و صدقہ اور یہ بنائے اور جملہ انسانیت کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے آمین ثم آمین۔

۱ مقر الحروف مفتی اللہ ... خادم الحدیث
خطیب جامع مدنی مسجد ... شرقی ... محمد

حضرت مولانا حافظ عبد القادر روپڑی صاحب

خطیب جامع مسجد قدس لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ''خلاصہ قرآن'' مولانا حمید الرحمن عباسی کی نہایت مبارک اور

قابل قدر محنت و کوشش ہے آپ نے مختلف مضامین کی قرآنی آیات کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

علماء و خطباء اور واعظین کے لئے یہ کوشش خصوصاً مفید ہے۔ جس عنوان پر وہ خطاب کرنا چاہیں "خلاصہ القرآن" ان کی پوری راہنمائی کرے گی اور ان کے بیان میں ایک حسن پیدا ہوگا انشاء اللہ۔

حافظ عبدالقادر روپڑی
جامع قدس - لاہور
۸ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ
۲۸ جنوری ۱۹۸۹ء

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا لطیف الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی کی رائے گرامی

مہتمم جامعہ ضیاء العلوم بیگم پورہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ. والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علی الہ واصحابہ الذین اوفوا عہدہ اما بعد۔ قرآن حکیم خالق کائنات جل وعلیٰ کا اپنے بندوں کے نام آخری پیغام اور مکمل ضابطہ حیات ہے جو اس کے مطابق زندگی گزارے گا وہ فلاح دارین حاصل کرے گا کیونکہ رب جلیل نے اپنے اس عظیم اور ابدی کلام میں بنی نوع انسان کی ہدایت کے تمام امور ضروریہ کو بہت واضح طریق سے بیان فرمایا ہے اور تخلیق انسان کی علت بھی واضح فرمادی ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ویسے آج کے دور میں قرآن مجید پر ایمان کے دعویداروں میں کوئی کمی نہیں۔ اس کے تقاضے پورے کرنے کی طرف کسی کی توجہ نہیں بلکہ اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے۔ اصل میں امت مسلمہ کے تمام روحانی امراض کا سبب ایک بنیادی مرض ہے وہ ہے قرآن مجید سے عملی لاتعلقی اور بیزاری۔ یہی بات کل قیامت کو امام الانبیاء امت کے ان تمام افراد کے خلاف شکایت فرمائیں گے جنہوں نے قرآن سے اپنا تعلق نہیں جوڑا اور اس پر عمل پیرا نہیں۔ وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً۔

ہر دور میں اہل علم قرآن کے مطالب و مفاہیم کو اس دور کے تقاضوں کے مطابق امت کو سمجھانے کی سعی مشکور فرماتے رہے ہیں۔ جبکہ دور حاضر اس بات کا مقتضی تھا کہ احکام قرآنیہ کو انتہائی دلنشین اور مؤثر انداز میں اردو کا لباس پہنا کر نسل نو کی ہدایت کا سامان مہیا کیا ہے۔ سو اس امر عظیم کے لئے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ نے اوروں کے علاوہ حضرت العلامہ حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی بیض اللہ وجہہ کو منتخب فرمایا چنانچہ موصوف نے خلاصہ تفسیر القرآن کے نام سے تقریباً وہ تمام مسائل (اصولی و فروعی) (جو مسلمان کے فلاح دارین کے لئے ضروری ہیں سہل و عام فہم زبان میں امت مسلمہ کے سامنے پیش کرنے کی سعی جمیل فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان مردوں اور خواتین کو ان فیوضیات سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرماویں آمین ثم آمین۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بارگاہ خداوندی میں التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو علم و عمل اور قلم میں ترقیاں نصیب فرماویں۔ آمین ثم آمین

لطیف الرحمٰن

حضرت مولانا مدرار اللہ مدرار نقشبندی ڈسٹرکٹ خطیب مردان

محترم المقام حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

امید ہے کہ آپ بفضلہ تعالیٰ بعافیت اور خوش وخرم ہوں گے۔

آپ کا گرانقدر تحفہ ''خلاصہ تفسیر القرآن'' بدست برخوردار انم افتخار صاحب فیاض احمد اعجاز احمد موصول ہوا جس کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو مفاہیم قرآن وحدیث کو سمجھنے سمجھانے اور احاطہ تحریر میں لانے کا ایک

خاص ملکہ اور سلیقہ عطا فرمایا ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا سینہ حضرت قبلہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف اور فیوض و برکات کا خزینہ ہے اور آپ حضرت ممدوح کی جانشینی کے فرائض بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی توفیقات میں روز افزوں ترقی اور اضافہ فرمائے اور آپ کو عافیت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے تاکہ آپ تقریر و تحریر کے ذریعے تفسیر قرآن کی اسی طرح شاندار خدمات انجام دیتے رہیں۔

ع ویرحم اللہ عبدا قال امینا

برخوردار انم آپ کی مقشانہ تعلیم و تربیت سے از حد مستفید ہوئے ہیں اور ہر وقت آپ کا ذکر خیر جاری ہے۔

مجھے خلاصۃ تفسیر القرآن کی جلد خامس ملی ہے۔ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کتنی جلدوں پر محیط ہے اور کیا اس کی باقی جلدیں دستیاب ہیں یا نہیں؟ اپنی دعوات حسنہ میں یاد فرمایا کریں۔ خدمات لائقہ کی یاد آوری سے ممنون ہوگا۔

فقیر سرور الدین سرور عفی عنہ ا سلرکمٹ خطیب سردان

سابق سفیر دار العلوم دیوبند

حضرت مولانا غازی ولی احمد چشتی، ہندوستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزم مولوی محمد اجمل سلمک اللہ الرب الاکمل السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد دعائے ترقی مدارج۔ احقر کسی کام کے سلسلے میں بھوپال آیا ہوا ہے یہاں پر حضرت مفتی صاحب بھوپالی کے دولت کدہ پر آپ کے مکتبہ کی مطبوعہ جو کہ مولانا حمید الرحمٰن صاحب عباسی کی مرتبہ ہے خلاصہ تفسیر القرآن (پاک) جلد خامس باصرہ نواز ہوئی ماشاء اللہ خوب ہی خوب تفسیر ہے اللہ پاک موصوف کو جزاء خیر سے نوازے۔

احقر نے اپنے علاقہ کی دینی وملی ضروریات کے پیش نظر جب سے ازھرالہند دارالعلوم دیوبند سے رسمی تعلق ختم کیا ہے اپنے قصبہ موسومہ سرونج میں ایک مسجد میں تفسیر قرآن عظیم کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے اگر ممکن ہوسکے تو مندرجہ بالا تفسیر قرآن پاک کے تاہنوز مطبوعہ نسخہ اس ناکارہ کو مطبوعہ بالا پتہ پر ارسال فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔ بہتر تو یہ ہوگا کہ کسی صاحب خیر کو متوجہ فرما کر یہ سیٹ ہمارے ادارہ کو ارسال فرمادیں اور اگر کسی طور بھی یہ امر ممکن نہ ہو تو پھر کتب کی پارسل کے ہمراہ ایک رقعہ تحریر کر کے رکھوادیں کہ زیادہ سے زیادہ رعایت میں ہدایہ تفسیر قرآن پاک کیا ہوگا اور اس رقم کی ادائیگی کی شکل یہاں ہندوستان میں کیا ہوگی۔ بہرکیف یہ ناکارہ بہت شدت کے ساتھ آپ کی انجمن خدام الدین کی مطبوعہ خلاصہ تفسیر القرآن کا منتظر ہے۔ امید ہے کہ جلد از جلد انتظام فرمائیں گے۔ والسلام تمام احباب واہل تعلق نیز مولوی حمید الرحمٰن صاحب عباسی مدظلہم کی خدمت میں علیٰ قدر مراتب سلام ماواجب۔

بندہ اسلام غازی ... دمشقی

۱۶/۱۱/۹۶ء

ہیڈ معلّمہ محترمہ رقیہ بی بی جامعہ اشاعت القرآن

رائے گرامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بفضل باری تعالیٰ خیریت جانبین مطلوب صورہ احوال آنکہ آپ نے حسب سابق شفقت فرماتے ہوئے خلاصہ تفسیر القرآن جلد سادس اسلامی معیشت کے 30 نسخہ ارسال فرمائے۔ اللہ رب العزت آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

جلد ثامن خلاصہ اللہ تعالیٰ کا نظام عدل بہت پسند آئی۔ ابھی تو جلد خامس حقوق نسواں کی تشنگی باقی تھی کہ باقی دو جلدوں کی بھی اشاعت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر ہمارے لئے باعث ہدایت اور امت کے لئے

نافع بنائے اور ہمیں اپنی زندگیوں کو قران وسنت کے مطابق ڈھالنے کے توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

دعاگو دعاجو
ہیڈ معلّمہ رقیہ بی بی

مہتمم جامعہ عثمانیہ شیخ التفسیر والحدیث

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی کی رائے گرامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ التفسیر حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی مدظلہ العالی کی تحریر کردہ کتب عقیدہ توحید حقوق نسواں اسلامی معیشت اور اللہ تعالی کا نظام عدل سرسری طور پر نظر سے گزریں۔خوشی سے دل باغ باغ ہوگیا اور زبان پر دعاء جاری ہوئی۔اس پرفتن دور میں جبکہ شرک بے حیائی' طبقاتی کشمکش اور ظلم وستم کے بازار گرم ہیں اللہ کی آخری کتاب جس کے بارے میں اقبال مرحوم نے کہا۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کرگیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے

اور

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

کے حوالہ سے اتنے پیارے انداز میں مولانا عباسی مدظلہ نے اتنی ضخیم اور مفید کتابیں لکھ کر بہت بڑی دینی خدمت کی ہے اللہ تعالیٰ عوام کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔آمین۔

رسائل و جرائد کا تبصرہ

ہفت روزہ ''خدام الدین'' شیرانوالہ دروازہ لاہور

نام کتاب: خلاصہ تفسیر القرآن جلد سادس متعلقہ اسلامی معیشت
مولف: حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی

زیر نظر کتاب خلاصہ تفسیر القرآن متعلقہ اسلامی معیشت استاذ العلماء حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی کی بہترین کاوش اور محنت تامہ کا عملی نمونہ ہے۔ اس سے قبل مولانا موصوف خلاصۃ القرآن اور خلاصۃ الحدیث خلاصۃ التفسیر جلد خامس متعلقہ حقوق نسواں عامۃ الناس کے فائدے کے لئے تحریر کر چکے ہیں اور علمی حلقوں میں یہ کتابیں خاصی پذیرائی حاصل کر چکی ہیں مولانا حمید الرحمٰن عباسی ایک ممتاز اور جید عالم دین اور کہنہ مشق استاذ التفسیر ہیں۔ وہ ایک عرصہ دراز سے مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور میں علماء و فضلاء کو دورہ تفسیر پڑھاتے ہیں ان کا انداز تدریس عام فہم اور سادہ ہونے کی وجہ سے فارغ التحصیل علماء کے علاوہ عام لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں۔ مولانا موصوف نے برس ہا برس کی عرق ریزی اور شب و روز کی محنت کے بعد قرآن عزیز کی تفسیر کے خلاصہ کو عوام تک پہنچانے کی کمر ہمت باندھ لی ہے اس کے لئے انہوں نے موضوعات منتخب کئے ہیں وہ واقعتاً آج کے دور کی اشد ترین ضرورت ہیں۔ زیر نظر کتاب کے بعد مولانا موصوف توحید' قیامت' رسالت اور عبادات ایسے اہم موضوعات پر خلاصہ تفسیر القرآن کے نام سے کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یقیناً وہ اس مقصد میں کامیاب ہوں گے کیونکہ یہ وہ مشن ہیں جو امام اولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لے کر اٹھے تھے اور ان کے درس و تدریس سے جہاں بڑے بڑے علماء مستفید ہوئے وہاں دنیا کے کونے کونے سے لوگوں نے اس چشمہ فیض سے اپنے آپ کو سیراب کیا۔ مولانا حمید الرحمٰن عباسی صاحب کا طرز تحریر اور طرز تدریس بالکل حضرت امام لاہوریؒ جیسا ہے۔ حضرت لاہوری کا مطمح نظر یہ تھا کہ قرآن عزیز کی تفسیر اس قدر آسان اور سہل

ہونی چاہئے کہ اسے معمولی جماعت کا طالب علم بھی آسانی سے پڑھ سکے اور سمجھ سکے۔ مولانا موصوف نے اپنی کتاب میں اسے مدنظر رکھا ہے اور ایسا سادہ اور پرکشش اسلوب اختیار کا ہے کہ اس سے جہاں علماء اور فضلاء استفادہ کریں گے وہاں عامۃ الناس بھی بھرپور مستفید ہوں گے۔

زیرنظر کتاب میں صرف وہی آیات قرآنی اور احادیث نبویہؐ درج کی گئی ہیں جو اسلامی نظام معیشت سے متعلق ہیں۔ مولانا موصوف اس کتاب کے تعارف میں خود لکھتے ہیں کہ ''انداز اسلوب'' ایسا اختیار کیا گیا ہے کہ اس کے پڑھنے سے انسان میں خودبخود ایک عملی جذبہ موجزن ہو جاتا ہے اور اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرامؓ کے عملی نمونے بھی لکھ دیئے گئے ہیں اس طرز انیق اور ممتاز کے دو مقاصد ہیں اولاً کہ اس سے بعض لوگوں کی ان غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں معیشت سے متعلق کوئی ٹھوس اور جامع منصوبہ پیش نہیں کیا گیا اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ لوگ اسے پڑھ کر پیکر اسلام بن جائیں یقیناً اس کتاب کی ذریعہ دونوں مقاصد پورے ہوں گے۔ کتاب میں 177 عنوانات قائم کئے گئے ہیں جن میں قانون وراثت' مشارکت' مضاربت' اسلامی اصول تجارت صنعت' اجرت' زمین کاشت کاری ملاوٹ کے نقصانات' حق شفعہ' سود کی حرمت' قرض اور مقروض' ڈکیتی اور چوری کا مال' لباس' زکوٰۃ غنی ومساکین حرمت شراب' شادی بیاہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ یہ کتاب دینی علوم کے ہر ماہر کے پاس خصوصاً ہونا چاہئے اور عام مسلمانوں کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے تاکہ اسلام اور دین کی موٹی موٹی باتوں سے ہر مسلمان آگاہ ہو سکے۔

کتاب کا نام: خلاصہ تفسیر القرآن جلد خامس

مولف: مولانا حمید الرحمٰن عباسی

حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی قطب الاقطاب امام اولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کے تربیت یافتہ اور آپؒ کے ان خوش نصیب تلامذہ میں سے ہیں جنہیں حضرت اقدس امام الھدی حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت میں نہ صرف ان کی زندگی میں بلکہ اب تک دورہ تفسیر پڑھانے اور روزانہ درس قرآن دینے کی سعادت مسلسل نصیب ہو رہی ہے۔

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

حضرت مولانا خوش نصیب ہیں کہ اس طرح انہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علمی جانشینی کا شرف حاصل ہے وہ اس فریضے کو خوش اسلوبی سے نبھا رہے ہیں اور حضرت اقدس لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کی بیش بہا خدمت انجام دے رہے ہیں۔ قرآنی تعلیمات کو خلاصہ تفسیر القرآن کے نام سے عام کرنے کے لئے انہوں نے حالات کے تقاضوں اور وقت کی ضرورت کے مطابق مختلف عنوانات کے تحت آیاتِ مفصلہ و مجملہ اور احادیث مفصلہ درج کر کے ان کا ترجمہ اور نہایت سلیس اور مختصر شرح کی ہے جس سے کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کو آسانی سے بات ذہن نشین ہو جاتی ہے مسائل دل میں اتر جاتے ہیں اور عمل کی راہ کھلنے لگتی ہے۔

زیر تبصرہ خلاصہ تفسیر القرآن جلد خامس میں صرف عورتوں کے حقوق و احکامات کے بارے میں 194 عنوانات کو 669 چھ سو انہتر صفحات میں سمویا گیا ہے اور کوئی ضروری گوشہ بظاہر نظر انداز نہیں ہوا۔ حقوق نسواں اور اس سلسلے میں ممکنہ حد تک تمام آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس جلد میں درج کر دی گئی ہیں اور کوزہ میں دریا بند کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

یہ کتاب دور حاضر میں ہر مسلمان کے گھر کی ضرورت اور سب کے لئے یکساں مفید ہے اراس قابل ہے کہ نکاح کے وقت بچیوں کو تحفہ کے طور پر دی جائے ہماری رائے میں کوئی گھر اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہئے۔

ہم دینی مدارس اور محکمہ تعلیم کے کارپردازوں سے بھی پرزور سفارش کرتے ہیں کہ وہ خلاصۃ القرآن کو بچیوں کے نصاب تعلیم میں شامل فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

یہ کتاب انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور نے شائع کی ہے۔ اغلاط سے پاک اور اچھی طباعت سے آراستہ ہے۔ خوبیوں کے مقابلے میں اس کی قیمت مناسب ہے۔

نام کتاب: اللہ تعالیٰ کا نظام عدل (خلاصہ تفسیر القرآن جلد ثامن)

مولف: حضرت مولانا مفتی حمید الرحمٰن عباسی مدظلہ

زیر نظر کتاب ''اللہ تعالیٰ کا نظام عدل'' ایک ایسے دور میں لکھی گئی ہے جبکہ

کرہ ارض پر بسنے والے انسان بدترین انتشار و افتراق کا شکار ہیں ہر طرف افراتفری کا عالم ہے۔ اخلاقی اقدار کا جنازہ نکل چکا ہے احترام آدمی نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ انسانیت کا احترام دلوں سے مٹ گیا ہے عصیاں کی بجلیاں آسمانوں پر کوندرہی ہیں اور نیکی نفس کی طغیانیوں میں گری ہوئی تھر تھر کانپ رہی ہے اور متلاشی ہے کہ کہیں سلامتی کی راہ مل جائے۔

مندرجہ بالا حالات آج ہی نہیں بلکہ آج سے چودہ سو برس قبل بھی تھے جہاں انسانی قتل و غارت کا یہ عالم تھا کہ ایک معمولی اونٹنی کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے سالوں انسانی خون بہانے پر فخر کیا جاتا تھا۔ اپنی بچیوں کو زندہ در گور کرنا فخر کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ ہر طاقتور کمزور پر ظلم ڈھاتا تھا پھر اللہ نے کرم فرمایا اور انسانوں کی ہدایت اور بہتری کے لئے سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر رہتی دنیا تک انسانوں کے لئے ہدایت کا چراغ بنادیا۔ ہادی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں نبوت کا بیڑا اٹھانے کے بعد نظام عدل کو قائم فرمایا اور زندگی کے ہر معاملہ میں عدل قائم کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ جہاں عدل ہوگا وہاں ظلم نہیں ہوگا اور جہاں ظلم ہوگا وہاں عدل نہیں ہوگا۔ آج ہمارے معاشرے میں ہر طرف ظلم ہی ظلم صرف اس لئے نظر آتا ہے کہ عدل نہیں رہا اور ایسے صاحب عدل لوگ بھی نہیں رہے جو ترازو کو بالکل سیدھا رکھ کر ظالم اور مظلوم کی نشاندہی کرسکیں اور اس کی بڑی وجہ اللہ کے نظام عدل سے بے خبری ہے۔ اللہ بھلا کرے اور بہت خوش رکھے استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی حمید الرحمٰن عباسی مدظلہ کو جنہوں نے اس موضوع پر بڑی محنت اور عرق ریزی سے کتاب مرتب فرما کر ہمارے ہاتھوں میں پہنچادی ہے۔ یہ کتاب ایک سو اڑتیس بحوث پر مشتمل ہے۔ اس میں صرف وہی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ درج کی گئی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نظام عدل و انصاف سے متعلق ہیں۔ اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اسے اتنے سہل اور سادہ انداز میں تحریر کیا گیا ہے کہ عام معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اس سے استفادہ کرسکتا ہے۔ اولاً ایک عنوان قائم کرکے پھر اس سے متعلق جو آیات ہیں وہ تقریباً تمام مکمل نقل کرکے ساتھ لفظی ترجمہ دیدیا ہے پھر ان آیات کی واضح تفسیر درج کردی گئی ہے اور اس کے بعد اسی طرح اس عنوان اور مضمون سے متعلق احادیث نبویہ تقریباً

ساری کی ساری نقل فرما کر ساتھ لفظی ترجمہ اور تفسیر درج کردی گئی ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ سلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے عادلانہ فیصلے بھی لکھ دیئے گئے ہیں جس سے کتاب کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کتاب کو ملک کی عدلیہ' مقننہ'' ممبران سینٹ واسمبلی اور ہر اہم جگہ پر پہنچنا چاہئے تاکہ صاحب قوت واقتدار لوگ جب بھی کوئی فیصلہ کرنے لگیں تو انہیں اللہ اور اس کے رسول اور صحابہ کرامؓ کے عادلانہ اور منصفانہ فیصلوں کی روشنی میں کرسکیں۔ شاید اللہ کا کوئی صاحب ثروت بندہ اس طرف توجہ دے اللہ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ یہ کتاب علمی اور خصوصاً قانونی حلقوں میں پذیرائی حاصل کرے گی۔

ہفت روزہ اہل حدیث لاہور

خلاصۃ القرآن: حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی

صفحات: 551

قرآن مجید بندگان خدا کی دینوی اور اخروی عافیتوں'تعلیمات' انبیاء اور رسل کی سیرت طیبہ' انسانی فلاح' صلاح اور نجات کا امین اور روحانی لوح محفوظ ہے اقوام اور ملل کے عروج وزوال کی فکر انگیز اور سبق آموز داستان بھی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر ایک انسان نہایت غور وخوض اور فکر آخرت کے ساتھ کم ازکم گیارہ ماہ اس کی تلاوت اور مطالعہ کا التزام کرلے تو وہ اپنے شب وروز میں ایک محیر العقول انقلاب محسوس کرے گا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور اس کے اسوہ حسنہ سے گہرا شغف محبت اور قرآنی سراپا پر مرمٹنے کے جذ وکیف سے ہمکنار ہوجائے گا۔

ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی

کچھ حضرات تلاوت تو کرسکتے ہیں لیکن تفصیلی مطالعہ کے لئے بہ وجوہ وقت نہیں دے پاتے۔ ان دوستوں کے لئے ہمارا مشورہ ہے کہ وہ حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی مدظلہ العالی کی نئی تالیف ''خلاصہ القرآن'' کا مطالعہ شروع

کردیں تو امید ہے کہ ان کے لئے اس کے ذریعے ''قرآن عظیم'' تک پہنچنے کی راہ ہموار ہو جائے گی کیونکہ خلاصۃ القرآن کی حد تک قرآن پاک کے ساتھ مختصری یہ نشست قرآن پاک سے طبعی مناسبت کے ساتھ ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ

مولانا حمید الرحمٰن عباسی حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ان کے حلقہ درس کو زندہ رکھتے ہیں اور شب و روز قرآن حدیث کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ انہوں نے خلاصۃ القرآن مرتب کر کے عوام کو قرآن پاک سے قریب کرنے کی جو کوشش فرمائی ہے بہت بڑی دینی خدمت ہے۔ اس میں ابواب الرسالۃ معجزات ابواب القیمہ عبادات معاملات معاشرت اور نکاح کتاب العدل الخلافت اور کتاب الجہاد کی تلخیص فرمائی ہے۔ جو مختصر بھی ہے اور بصیرت افروز بھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولف کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

خلاصۃ الاحادیث: مولانا حمید الرحمٰن عباسی

صفحات: 432

مولانا عباسی نے جس طرح ''خلاصۃ القران'' لکھ کر قرآن مجید کے بہت سے اہم مقامات کی تلخیص اور تفہیم کی کوشش فرمائی ہے اسی طرح انہوں نے خلاصۃ الاحادیث کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے جو بہت مبارک سلسلہ ہے۔

اس میں موصوف کے سامنے مشکوۃ شریف کی احادیث رہی ہیں۔ پہلے حدیث درج کر کے پھر اس کا ترجمہ فرماتے ہیں پھر کہیں کہیں حسب حال ان کی تشریح کی جاتی ہے اگر ہر حدیث کے ترجمہ کے ساتھ اس کی مختصر تشریح کا التزام فرماتے تو قارئین کے لئے زیادہ مفید رہتا۔

ماہنامہ ''الشریعۃ'' گوجرانوالہ' خلاصہ تفسیر القرآن

متعلقہ حقوق نسواں

از: مولانا حمید الرحمٰن عباسی

کتاب وطباعت معیاری: صفحات 672

حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز کے خوشہ چینوں میں مولانا حمید الرحمٰن عباسی ایک بے نفس بزرگ ہیں جو شیرانوالہ میں ہی انتہائی سادگی اور درویشی کے ساتھ قرآن کریم کی خدمت میں مصروف ہیں۔ مرشدی حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ کے ساتھ ایک معاون کی حیثیت سے انہوں نے سالہا سال تک دورہ تفسیر کے طلبہ کو حضرت امام لاہوریؒ کی طرز پر قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر سے فیض یاب کیا ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ قرآن کریم کو اس کی روایتی ترتیب سے ہٹ کر مضامین کے حوالہ سے پڑھانا اور اجتماعی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر قرآن کریم کو ایک نظام اور مجموعہ قوانین وضوابط کی حیثیت سے پیش کرنا مولانا عباسی کا خصوصی ذوق ہے جو انہیں حضرت امام لاہوریؒ سے ودیعت میں ملا ہے اور زیر نظر مجموعہ ان کے اسی ذوق کا شاہکار ہے۔ مولانا موصوف اجتماعی زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں قرآن کریم کی ہدایات کو الگ الگ مجموعات کی صورت میں پیش کرنے کا عزم رکھتے ہیں اور اس کا آغاز انہوں نے خواتین کے حقوق وفرائض اور ان کے متعلقہ مسائل پر مشتمل زیر نظر مجموعہ سے کیا ہے جسے خلاصہ تفسیر القرآن کی جلد خامس کا عنوان دیا گیا ہے۔ اسلام میں خواتین کے مقام و حیثیت اور ان کے حقوق وفرائض کی وضاحت کے ساتھ ساتھ نکاح' طلاق' عدت وراثت' حدود' شہادت' پردہ اور دیگر ضروری امور کے بارے میں قرآن وسنت کی ہدایات واحکام کو اچھے پیرائے میں بیان کر کے مصنف نے مغربی تہذیب کی حمایتی لابیوں کی یلغار کے اس دور میں وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مختلف نظام ہائے زندگی کی کشمکش کی اس فضا میں قرآن کی بحیثیت نظام زندگی مطالعہ کے ذوق کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے اور مولانا عباسی کی یہ کاوش اس سمت ایک بہترین پیش رفت ہے۔

خلاصہ تفسیر القرآن
(جلد سادس متعلقہ اسلامی معیشت)

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور کی استاد تفسیر حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی کو اللہ رب العزت نے قرآنی مضامین کو مرتب اور عام فہم انداز میں بیان کرنے کا خصوصی ذوق عطا فرمایا ہے اور علماء وطلبہ کی ایک بڑی تعداد ہر سال ان سے اس باب میں مستفید ہوتی ہے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ قرآنی مضامین کو تحریری طور پر پیش کرنے کا سلسلہ بھی مولانا موصوف نے شروع کر رکھا ہے اور اس سے قبل خواتین کے بارے میں قرآنی احکام وہدایات پر مشتمل ایک ضخیم جلد ان کے قلم سے منظر عام پر آ چکی ہے۔

خلاصہ تفسیر القرآن کی زیر نظر جلد ساڑھے نو سو صفحات پر محیط ہے اور معیشت سے متعلقہ احکام ومضامین پر مشتمل ہے۔ مولانا عباسی صاحب کا اسلوب نگارش یہ ہے کہ پہلے ایک عنوان قائم کر کے اس سے متعلقہ آیات قرآنی بیان کرتے ہیں پھر ان کی تفاسیر کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں اس کے بعد متعلقہ احادیث ضروری تشریح کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ضروری احکام بھی بیان کر دیتے ہیں جس سے ایک عنوان کے بارے میں کم وبیش تمام ضروری معلومات قاری کے سامنے آجاتی ہیں۔